جام جہان نماست ہر صفحہ درین

الناظر

نمبر ۷	یکم جنوری سنہ ۱۹۱۰ عیسوی	قیمت سالانہ عہ۶

فہرست

صفحہ

مرآۃ الاذہان - مکالمہ (۲)	پروفیسر مرزا محمد ہادی بی - اے	۱
الناظر	شمس العلماء مولانا ذکاء اللہ دہلوی	۱۰
برسات کی اندھیری رات (نظم)	منشی احمد علی - شوق - قدوائی	۱۳
زبان اردو کی بیکسی اور بے وارثی	منشی احسان علی - فصیح	۱۷
ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر ایم ڈی - ایل ایل ڈی	مسٹر ظفر علی خان - بی - اے	۲۴
خراب الصالحین (نظم)	منشی نادر علی خان - نادر	۲۹
پر لطف خط	خان بہادر سید اکبر حسین - اکبر	۳۱
سفر بھوپال	زہرا بیگم فیضی	۳۳
قطرے خوش گذرے	اڈیٹر	۴۹
بدیع عجیب	پروفیسر مرزا محمد ہادی - بی - اے	۱-

اڈیٹران

وصی الحسن علوی بی - اے　　ظفر الملک علوی

پروپرائٹر (مالک) جناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالہ الناظر - فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

فی پرچہ ۴ر

نمبر ۳ یکم جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

مرآۃ الاذہان

ذہنی ترقی کے لئے بے کتاب کا سبق

مکالمہ (۲)

لفظ اور معنی کا تلازم

اوستاد۔ لفظ کو سنکے یا کسی جگہہ لکھا ہوا دیکھ کے اُسکے معنی کیون یاد آجاتے ہین۔

سعید۔ اس لئے کہ اُس لفظ کے وہی معنی ہین۔ مگر بعض وقت نہین بھی یاد آتے۔

اوستاد۔ کیون نہین یاد آتے۔

سعید۔ یاد نہین ہوتے۔ یا ہم نے اُنکو یاد نہین کیا ہی۔ یعنی اچھی طرح رٹا نہین۔

اوستاد۔ یہ تم غیر زبان کی لفظون کا ذکر کرتے ہو۔ مثلاً انگریزی۔ مگر اپنی زبان کی ہزار دن لفظین تم کو یاد ہین اور تم اونکو کبھی نہین بھولتے۔ بھلا یہ تو بتاؤ تم نے انکو کب رٹا تھا۔

سعید۔ بچپن سے سنتے سنتے یاد ہو گئے ہین۔

اوستاد۔ مگر قرآن شریف کی آیتین اور سورے اور اُنہین جو الفاظ ہین انکو تم بچپن سے سنتے آئے ہو۔ اذان اور اقامت تو پیدا ہونے کے ساتھ ہی تمہارے کان مین پڑی تھی

ان لفظون یا ان باتون کے معنی تمکو کیون یاد نہین ؟

سعید۔ وہ تو کبھی بتائے نہین گئے۔

اوستاد۔ لیکن ہزارون لفظین اپنی زبان کی جو تمہین یاد ہین اُن کے معنی کب بتائے گئے تھے۔

سعید۔ ہم بچپنے سے اُن چیزون کو دیکھتے آئے ہین اور اُنکے نام بھی سنتے آئے ہین۔

اوستاد۔ ہان تو یون کہو کہ کسی چیز کو دیکھا اور اُسکا نام سنا۔ اور یہ دو واقعہ ایک وقت مین ہوے۔ اس لئے جب ایک ہوتا ہے اور دوسرا نہین ہوتا تو وہ یاد آجاتا ہے۔ نہین تو بھلا غور تو کرو کہ مثلاً ہاتھی (ہ ا تھ ی) بھلا ان چار پانچ حرفون کو یا ان سے نکلے جو آواز پیدا ہوتی ہے یا ان کے ملا کے لکھنے سے جو صورت پیدا ہوتی ہے اُسکو اتنے بڑے جانور سے کیا لگاؤ ہے۔

سعید۔ جی ہان سچ تو ہے مگر یہ وہی بات ہے کہ آپکی گھڑی دیکھ کے آپ یاد آجائین۔

اوستاد۔ یون کہو کہ قاعدہ اقتران سے ساتھی کو ساتھی یاد دلا دیتا ہے۔ اور دوسری زبان کی لفظین کیون مشکل سے یاد ہوتی ہین۔ غور کرو کہ تم اُن لفظون کو کیونکر یاد کرتے ہو مثلاً ڈاگ کے معنی کتا۔

سعید۔ اسطرح یاد کرتے ہین ڈی او جی ڈاگ کے معنی کتا اور اسکو بار بار زبان سے کہتے ہین۔

اوستاد۔ ہان تو یہان ایک آواز کو دوسری آواز کے ساتھ لگاؤ پیدا کرتے ہین۔ اپنی زبان کی لفظون اور اُن کے معنون سے خود بخود لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے۔ اور دوسری زبانکی لفظین یاد کرنے کے لئے لگاؤ پیدا کرنا پڑتا ہے جو لگاؤ بلا قصد و ارادہ قدرتی طریقہ سے خود بخود پیدا ہوجاتا ہے اسکو لزوم اور جو لگاؤ ارادتاً پیدا کیا جائے اُسکو التزام کہتے ہین۔ اپنی زبان کی لفظ ہو یا غیر زبان کی اسکو اپنے معنی کے ساتھ جو لگاؤ ہے ملازمت کہو۔ لفظ اور اُسکے معنی لازم

ملزوم کہے جاتے ہین - اچھا یہ تو بتاؤ کل اور جز کے معنی تم جانتے ہو -

سعید - کل کے معنی پوری چیز اور جز اُسکا ٹکڑا -

اوستاد - بھلا مکان کے اجزا کو بیان کرو -

سعید - دالان سکرے ڈیوڑھی - انگنائی - باورچی خانہ - طہارت خانہ - چھت دیوار - سیڑھیان وغیرہ -

اوستاد - اور دیوار کے اجزا -

سعید - اینٹ چونہ - سرخی وغیرہ -

اوستاد - اگر اینٹ چونہ - سرخی نہ ہو تو کیا پختہ دیوار بن سکتی ہے -

سعید - نہین بن سکتی -

اوستاد - تو معلوم ہوا کہ کل اپنے اجزا کے بغیر نہین ہو سکتا - اسکو اسطرح بھی کہتے ہین کہ کل اپنے اجزا کا محتاج ہے - دیکھو (ایک موم کا ٹکڑا دکھاکے) یہ کیا ہے ؟

سعید - موم ہے -

اوستاد - (اسکا گولا بناکے) یہ کیا ہے ؟

سعید - آپنے اسی موم کا ایک گولا بنایا ہے -

اوستاد - (پھر ایک مکعب بناکے) یہ کیا ہے -

سعید - یہ چوکھنٹی شکل ہے -

اوستاد - اسکو مکعب کہتے ہین - مکعب وہ ہے جسکی لمبائی چوڑائی - موٹائی برابر ہو - (لمبائی چوڑائی - موٹائی ناپ کے بنائی جاتی ہے اسکے بعد اوستاد ایک اسطوانہ بناکے - یہ کیا ہے ؟

سعید - بیلن ہے -

استاد - (ایک مخروط بناکے) یہ کیا ہے -

سعید - گاجر کی شکل ہے -

اوستاد- دیکھو ایک موم کے ٹکڑے سے کتنی چیزین بن سکتی ہین - ایسی چیز کو جس سے مختلف شکل کی چیزین بن سکین مادہ کہتے ہین اسی طرح سے مٹی سے کیا کیا چیزین بن جاتی ہین-

سعید- اینٹین برتن- کھلونے-

اوستاد- تو مٹی کو کیا کہوگے-

سعید- مادہ-

اوستاد- اینٹین برتن کھلونون کا مادہ- تو جو چیزین جس مادہ سے بنتی ہین وہ اُس مادہ کی محتاج ہین-

سعید- بے شک یہ معلوم ہوا کہ ہر کل اپنے اجزا در ہر شے اپنے مادہ کی محتاج ہی- لیکن مادہ اور اجزا کو کیا کہین-

اوستاد- ہمین بتاؤ- کہ اگر مکان نہ ہوتا تو اینٹین چونہ سرخی بھی نہ ہوتے- تم کہوگے ہوسکتا ہی کہ یہ چیزین ہوتین اور مکان نہ ہوتا-

سعید- جی ہان ہوسکتا ہی- مین نے خود دیکھا ہی رام پرشاد کے بھٹے پر لاکھون اینٹون کے چٹے لگے ہین- اسی طرح سرخی کے ڈھیر اور چونے کی تغارین بھری پڑی ہین جسکو مکان بنوانا ہوتا ہے لیجاتا ہے-

اوستاد- نارنگی کے اجزا بیان کرو-

سعید- چھلکا پھانکین- جھلی- ریشہ- بیج-

اوستاد- یہ تمام اجزا نارنگی کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتے ہین ان سب سے مل کے نارنگی بنی ہے- یہ سب نارنگی سے جدا ہوکے باقی رہ سکتے ہین لیکن نارنگی باقی نہ رہیگی اس سے معلوم ہوا کہ نارنگی ان کی محتاج ہے-

سعید- بے شک- لیکن یہ بھی تو بغیر نارنگی کے نہین پائے جاسکتے-

اوستاد- ہان یہ کُل اور جز لازم اور ملزوم ہین ایک دوسرے کے ساتھ پیدا ہوتے

ہین جیسے آدمی اور اُسکے اعضا لیکن اگر ایک عضو بھی نہ ہو تو آدمی ناقص ہوجاتا ہی - یعنے کل جیسا چاہیئے ویسا نہین رہتا -

اوستاد - رنگ - شکل - بو - مزہ اگر نہون تو نارنگی پائی جائیگی -

سعید - نہین پائی جائیگی - یہ سب نارنگی کے ساتھ ساتھ ہین اور اگر یہ نہون تو نارنگی بھی نہو -

اوستاد - تو یہ بھی ایک طرح کے اجزا ہوے - مگر ان کو صفات کہتے ہین -

سعید - جی ہان -

اوستاد - اجزا اور صفات مین کیا فرق ہے ؟

سعید - چھلکا - پھانک - ریشہ - بیج ان سب کو ہم الگ الگ کر سکتے ہین اور رنگ شکل - مزا - بو - وغیرہ یہ الگ الگ کر کے نہین ہو سکتے -

اوستاد - اسکو یون کہو - اجزا خارج مین جدا جدا ہو سکتے ہین اور صفات کو ذہن الگ الگ پہچانتا ہی -

اوستاد - اور ہو سکتا ہی کہ نارنگی کو تم کاٹ کے دو یا کئی ٹکڑے کر دو -

سعید - ہو سکتا ہی -

اوستاد - ان کو کیا کہو گے -

سعید - نارنگی کے ٹکڑے کہین گے -

اوستاد - ٹکڑے کو عربی مین جز کہتے ہین یہ بھی اجزا ہین - ان کو کیا کہنا چاہیئے -

سعید - کاٹے ہوے ٹکڑے -

اوستاد - انکو مصنوعی اجزا کہو - اور چھلکا - پھانک - ریشہ - بیج قدرتی اجزا ہین -

اوستاد - اچھا اب یہ دیکھو کہ نارنگی خاص ہی اور میوہ عام ہی اور تم بتا چکے ہو کہ عام خاص مین داخل ہی - یعنے عام کی صفتین خاص مین موجود ہین کیونکہ اگر میوہ کی صفتین یعنی خوش ذائقہ پھل نارنگی مین ہوتین تو اسکو کیون میوہ کہتے - اور پھر نارنگی کی خاص صفتین یعنے اُس کا

خاص مزا - بو - رنگ شکل وغیرہ جنکو ہم سمجھ سکتے ہین مگر بیان نہین کرسکتے انھین صفتون کے پائے جانے سے تو ہم کہتے ہین کہ نارنگی ہین اور اور میوؤن مین فرق ہے - تو اب نارنگی مین دو قسم کی صفتین ہوئین میوہ کی صفتین اور نارنگی کی خاص صفتین اور یہ دونون قسم کی صفتین نہ ہوتین تو نارنگی نہ ہوتی تو یہ بھی اجزا ٹھہرے -

سعید - جی ہان تو اب چار قسم کے اجزا ہوئے -

اوستاد - اب ہم انکو بہ تفصیل یہان سیاہ تختہ پر لکھتے ہین اور تم اپنی اپنی کاپیون مین نقل کرلو - اور سب قسم کے اجزا کے نام بھی بتائے دیتے ہین -

اجزاے طبعیہ - چھلکا پھانکین .... قدرتی اجزا

اجزاے صناعیہ آدھی نارنگی نارنگی کے دو ٹکڑے ..... مصنوعی اجزا

اجزاے ذہنیہ - رنگ - شکل - مزا - بو .... صفات

اجزاے منطقیہ - میوہ کی صفتین [1] - نارنگی کی خاص صفتین [2] - ما بہ الاشتراک [1] - ما بہ الامتیاز [2]

سعید - ریشہ اور جھلی اور بیج کیا ہین -

اوستاد - یہ پھانک کے اجزا ہین - انکو اجزاد اجزا کہو -

(اسکے بعد ایک پتی دکھاکے) یہ کیا ہے ؟

سعید - نارنگی کی پتی ہے -

اوستاد - یہ بھی نارنگی کا کوئی جز ہے یا نہین -

سعید - نہین یہ نارنگی کے درخت کا جز ہے -

اوستاد - مگر اسکے ساتھ تمکو نارنگی یاد آگئی - جب تو تم نے کہا - نارنگی کی پتی -

سعید - نارنگی کے درخت مین ہم نے اسکو اور نارنگی کو ساتھ دیکھا تھا -

اوستاد - تو یون کہو کہ لزوم ہے - پتی لازم اور نارنگی ملزوم - بھلا غور تو کرو لازم

ملزوم اور جزو کل مین کیا فرق ہے ۔

سعید ۔ جزو تو ایسی چیز ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو کل ہرگز نہ ہو ۔ لازم ملزوم بھی کبھی ایسی ہی چیزین ہوتی ہین لیکن لازم ملزوم دونون خود اس چیز مین داخل نہین ہوتے ۔

اوستاد ۔ علت بھی تو ایسی ہی چیز ہو کہ اگر وہ نہ ہو تو معلول نہ ہو ۔ مثلاً اگر بڑھئی نہ ہوتا تو یہ بنچ جسپر تم بیٹھے ہو کبھی نہ ہوتی ۔

سعید ۔ علت ایک علحدہ چیز ہو اور یہ اجزا تو اوسمین موجود ہین ۔

اوستاد ۔ اجزا کل کی ذات مین داخل ہین اور علت ذات سے خارج ہے ۔ اور لازم بھی ذات سے خارج ہے ۔

اوستاد ۔ کمہار نے کھلونے کیون بنائے ۔ بڑھئی نے میز کیون بنایا ۔ تم نے قلم کو کیون تراشا ۔ ؟

سعید ۔ کمہار نے کھلونے بنائے بیچنے کے لئے ۔ لڑکون نے مول لئے کھیلنے کے لئے ۔ بڑھئی نے میز بنایا کہ اسپر لکھا جائے ۔ ہم نے قلم تراشا لکھنے کے لئے ۔

اوستاد ۔ اگر لڑکے کھیلنے کے لئے نہ مول لیا کرتے تو کیا کمہار کھلونے بناتا ۔

سعید ۔ کیون بیچارہ محنت کرتا ۔

اوستاد ۔ اور جو ہمکو لکھنے کے لئے نہ چاہیئے ہوتی تو بڑھئی میز بناتا ۔ اور جو تمکو لکھنا نہ ہوتا تو کیا تم قلم کو تراشتے ۔

سعید ۔ جی نہین ۔

اوستاد ۔ جس مطلب کے لئے کوئی چیز بنائی جاتی ہے اسکو غائت کہتے ہین ۔ غائت بھی ایک طرح کا سبب ہوتا ہو اور کھلونا کس نے بنایا ۔

سعید ۔ کمہار نے ۔

استاد۔ اگر کمہار نہ ہوتا تو کھلونا نہ بنتا۔

سعید۔ کون بناتا۔؟

استاد۔ تو یہ بھی ایک سبب ہوا۔

سعید۔ بے شک۔

استاد۔ (دو کھلونے دکھا کے) ان دونوں کا فرق بیان کرو۔

سعید۔ یہ ہاتھی یہ کھجور کا درخت ہے۔

استاد۔ یون کہو کہ یہ ہاتھی کی صورت کا کھلونا ہی یہ کھجور کے درخت کی شکل کا کھلونا ہی۔

سعید۔ میرا یہی مطلب ہی۔

استاد۔ اگر کمہار کو سمجھ نہ ہوتی تو کیا وہ کھلونے بنا سکتا۔

سعید۔ بے وقوف کیا بناتا۔

استاد۔ اچھا سمجھ بھی ہوتی لیکن اُسنے ہاتھی یا کھجور کا درخت کبھی نہ دیکھا ہوتا۔ تو وہ انکی شکلین بنا سکتا۔

سعید۔ ہرگز نہ بنا سکتا۔

استاد۔ عرب مین ہاتھی نہین ہوتا۔ انگلستان مین کھجور کا درخت نہین ہوتا۔ اگر وہان کے کمہار ایسے کھلونے بنائین تو کیونکر بنائین۔

سعید۔ تصویر یا ایسا کھلونا دیکھ کے اور کھلونے بنائیگا۔

استاد۔ ایسی چیز جسکو دیکھ کے دوسری چیز بنائی جاتی ہی اُسکو نمونہ کہتے ہین۔

سعید۔ نمونہ کو دیکھ کے چیز بنائی جاتی ہے۔

استاد۔ یہ تم نے کیا کہا۔ کمہارون کے پل پر ہم نے کبھی ہاتھی بندھے ہوئے نہین دیکھا۔ مگر دیکھا کہ کمہار جھپا جھپ ہاتھی کی مورتین بنا رہے ہین۔

سعید۔ ہاتھی دیکھا تھا اُسکی صورت دل مین ہے۔

اوستاد - تو یون کہو کہ نمونہ دل مین ہے یعنی خیال یا ذہن مین ہے ۔ تو اب دیکھو علت کی چار قسمین ہوئین ۔ علت فاعلہ[۱] ۔ کمہار یا اُسکا ہنر کیونکہ بے ہنر کمہار جسکو بنانے کی مشق نہ ہو کچھ نہین بنا سکتا علت صوریہ[۲] ۔ جس چیز کو بنائے یا بنایا ہو اُسکا خاکہ یا نمونہ یا خیالی تصویر جو کمہار کے دل مین تھی اور اُس نمونہ کو اُس نے اُس شئے مین پیدا کیا ۔ علت مادیہ[۳] ۔ کمائی ہوئی مٹی جس سے کمہار نے اُس چیز کو بنایا علت غائیہ[۴] ۔ جس کام یا مقصد کے لئے وہ چیز بنائی گئی مثلاً کمہار نے کھلونا بچون کے کھیلنے کے لئے بنایا بس یہ خیال جب شئے بنانے کے قبل یا بناتے وقت کمہار کے دل مین تھی تو علت تھی اور جب وہ شئے بنکے تیار ہوئی اور اُس سے وہ کام لیا گیا تو معلول ہو گئی ۔

اوستاد ۔ پلٹن کے اجزا کیا ہین ۔

سعید ۔ پیادے اور اُن کے افسر ۔

اوستاد ۔ ایسے اجزا کو ارکان کہتے ہین ۔ اور ہر ایک کو رُکن ۔

سعید ۔ انسان عام ہے اور احمد محمود وغیرہ خاص ان سب مجموع کا نام انسان ہے تو یہ احمد محمود وغیرہ بھی انسان کے اجزا ہوے ۔

اوستاد ۔ یہ اجزا نہین ہین کیونکہ اجزا اونکو کہتے ہین جنسے ملکے کل بنا ہو اور کل کا نام اور ہوتا ہے اور جز کا نام اور ہوتا ہے اِس صورت مین کل کا نام انسان نہین ہے بلکہ ہر ایک کا نام انسان اِنسان جیسے احمد ویسے ہی محمود ہے ۔

سعید ۔ تو ان کو کیا کہین ؟

اوستاد ۔ انمین سے ہر ایک کو فرد اور زیادہ کو افراد اور سب کو کل افراد کہو ۔

سعید ۔ تو پھر پلٹن کے ہر سپاہی کو بھی فرد کہین ؟

اوستاد ۔ سپاہی عام اور ایک سپاہی خاص خواہ وہ کسی پلٹن کا ہو ۔ لیکن پلٹن کا سپاہی سپاہ کا رکن ہے ۔

سعید - اور لفظ کے اجزا یعنے حرفون کو کیا کہین؟

اوستاد - مفردات - مفرد ایک اکیلی چیز کو کہتے ہین - مفرد کے مقابل مرکب ہے - مفردات کی ترکیب سے مرکب بنتا ہے -

سعید - افراد - ارکان - مفردات یہ سب اجزا کی قسمین ہین -

اوستاد - ہان ہین - مختلف حیثیتون یا اعتبار ون سے ایک چیز کے بہت سے نام ہو سکتے ہین - مثلاً احمد کسی کا باپ ہے کسی کا بیٹا ہے کسی کا بھائی ہے کسی کا شاگرد ہے کہین کا رہنے والا ہے کسی وقت پیدا ہوا ہے - حیثیات اور اعتبارات کی بحث پھر کبھی ہوگی - ہان اتنا سمجھ لو کہ اجزا پر دو طرح پر غور کر سکتے ہین - ایک تو یہ کہ اُنکے ملنے سے مرکب پیدا ہو - اس صورت مین اجزا کو اجزائے ترکیبیہ کہین اور ایک یہ کہ مرکب چیز کے اجزا کو جدا کرین خواہ ذہن مین خواہ خارجی طور پر تو اس صورت مین اجزا کو اجزائے تحلیلیہ کہین گے - ترکیب - اجزا یا مفردات کے ملنے سے مرکب کا پیدا ہونا - تحلیل - مرکب کے اجزا کا جدا جدا کرنا -

مرزا محمد ہادی - بی - اے -

الناظر

ایک انگریزی لفظ سپکٹیٹر کا ٹھیک ترجمہ الناظر ہے - اٹھارہوین صدی مین انگلینڈ مین عام طور پر جہالت چھائی ہوئی تھی اور بدکاری رندی اور اوباشی و مسخرگی کا بازار گرم تھا تو ایک پرچہ سپکٹیٹر جاری ہوا جسکے نہایت نیک اور عمدہ مقاصد اعظم یہ تھے کہ اخلاق مین ظرافت اور ذکاوت کی روح پھونکی جائے اور ظرافت اور ذکاوت مین اعتدال کی جان ڈالی جائے - آخر کار وہ اپنے کل مقاصد مین کامیاب ہوا - اُس نے اعلےٰ درجہ کے مضامین کا دریا بہا دیا انشا پردازون کے لئے راستہ صاف کر دیا اور بہت مضامین نگار اور انشا پرداز ایسے پیدا کر دیئے کہ جنکا مذاق سلیم تھا ایک عام پسند

انشا پردازی کی بنیاد ایسی قائم ہوگئی کہ ملک کو بہت فائدہ پہونچا۔ مذاق سلیم اور فہم فراست مستقیم کی ترقی ہوئی - اور محاسن اخلاق و پند و نصائح و حکمت کا دستور العمل آیندہ نسلون کے لئے بنادیا۔

اُسکی اس کامیابی کا یہ سبب تھا کہ اُس زمانہ مین جو ارباب علم وفضل موجود تھے اُنھون نے اُسکی اعانت پر کمر بستہ کی اور اُسکے لئے اعلیٰ درجہ کے مضامین لکھنے مین زور قلم دکھایا۔ حقائق اور واقعات کو صفائی و سادگی سے بیان کیا اور علمی مضامین اور سچی معلومات کو نہایت فصاحت و بلاغت سے لکھکر اُس مین شایع کردیا۔ جس سے پڑھنے والون کے دماغ روشن ہوئے - دل کو تفریح ہوئی عقل اور دانش کی افزائش ہوئی۔ پس اگر الناظر کے لئے بھی اہل علم وفضل نے دل سے یہ ارادہ کیا کہ اس رسالہ کے لئے ایسے مضامین لکھین کہ وہ پبلک کے مذاق کے موافق ہون اور عمدہ وپاکیزہ طرز تحریر مین اپنے دماغ کا زور اور طبیعت کی جولانیان دکھائین - اور بزرگان قوم اُس رسالہ کی سرپرستی کرین اور اُسکی اشاعت مین ساعی ہون اور خریدار پیدا کرین تو ہندوستان مین یہ الناظر انگلستان کا سپکٹیٹر بنجائیگا۔

یہان یہ دستور ہوگیا ہے جو شخص رسالہ نکالتا ہے اُسکا اشتہار بڑی دھوم دھام سے دیتا ہے اور اُسمین وعدے کرتا ہی کہ ہم اردو زبان مین اعلیٰ خیالات اور پاکیزہ مضامین ایسے بھردینگے جو ابتک کسی اور رسالہ کو لکھنے نصیب نہین ہوئے - جیسے کہ روم مین انجیر فروش بڑے مبالغہ سے اپنے انجیرون کی تعریف کرکے بیچتے ہین ایسے ہی اڈیٹر اپنے رسالہ کی تعریف کرکے بیچتے ہین جس سے خریدارون کو شوق پیدا ہوتا ہے مگر جب وہ رسالے کے ایک دو نمبر پڑھتے ہین تو اون کو معلوم ہوتا ہے کہ نہ اڈیٹر خود اس قابل ہے نہ اسکے اور مضامین نگار ایسے مدد معاون ہین جو اشتہار کے وعدون کا ایفا کرین۔ بس اس سبب سے روز دیکھنے مین آتا ہی کہ اخبار اور رسالہ نکلتے اور بند ہوتے ہین - پھر

بجاے اسکے کہ اڈیٹر یہ سمجھتے کہ ہم بازار مین کالاے کا سدلائے تھے اسلیے انکا کوئی خریدار نہین ہوا خریدارون کو الزام دیتے ہین کہ وہ عمدہ اشیا کے قدرشناس نہین - اُلٹے چور کوتوال کو ڈانڈے - ہم کو یقین ہے کہ الناظر نے جو اپنا اشتہار دیا ہے اور اس مین وعدے کیے ہین اُنکے ایفا کرانے مین صوبہ اودھ کے اہل قلم اور صاحب کرم مدد و معاون ایسے ہون گے کہ اسکو انگلینڈ کا سپکٹیٹر بنا دینگے جسکے فوائد ہمنے اوپر بیان کیے ہین -

ذکاء اللہ

ہم اس مضمون کو تیمناً و تبرکاً درج کرتے ہین شمس العلماء مولانا ذکاء اللہ صاحب مدظلہم نے ادب اردو کو وسعت دینے مین جو کوششین فرمائی ہین وہ روز روشن کی طرح تمام اہل ملک پر نمایان ہین - اُن کے علمی انہاک کا اندازہ ذیل کے ان چند جملون سے کیا جا سکتا ہے جو اُنھون نے مندرجہ بالا مضمون کے ساتھ ہمین مخاطب کرکے تحریر فرماے تھے -

"تین امراض مین پیرانہ سالی مین مبتلا ہون کہ موت ہی ان کا علاج کریگی - ان مرضون کے ساتھ یہ ایک مرض بھی لگا ہوا ہے کہ صبح کوئی نہ کوئی مضمون لکھا کرتا ہون"

ہمین مولانا کی پچھلی تحریر سے یہ معلوم کرکے بڑا صدمہ ہوا کہ آیندہ وہ رسالون اور اخبارات مین مضامین لکھنا موقوف فرما دینگے اور چونکہ انکا یہ ارادہ نتیجہ ہے اُس بے ترتیبی کا جو اُن کے جسمانی نظام مین پیدا ہو گئی ہے اسلیے بجز سکوت و خاموشی چارۂ کار نہین - پھر بھی ہمکو امید ہے کہ جب کبھی اُن کی صحت اجازت دیگی اور وہ اپنے اس ارادہ مین تبدیلی جائز قرار دینگے تو الناظر بھی اُن کے رشحۂ فیض سے سیراب ہوگا -

جو قیمتی پند و نصائح مولانا نے اس مضمون مین فرماے ہین اُن کی ہم دل سے قدر کرتے ہین اور جہانتک ہمارا تعلق ہے ہم اُن پر تعمیل کرنیکی کوشش کرینگے - مگر جن باتون کا تعلق ہمارے برادران وطن سے ہے اُن کے متعلق ہم بجز اسکے کچھ نہین عرض کرسکتے کہ ہمین اُنکی ذات سے بہت امیدین ہین -

گذشتہ چھ ماہ مین الناظر کو جو کامیابی ہوئی ہے اُس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ہم اس مہینہ سے رسالہ کا حجم بقدر ایک جزو کے بڑھانے کے قابل ہوئے ہین اور ہم اپنی وفادارانہ کوششون کی قدردانی پر بھروسہ کرکے یہ امید رکھتے ہین کہ آیندہ سال سے پہلے پہلے ہم نہ صرف قیمت مین کمی کرسکینگے بلکہ حجم مین مزید اضافہ کرنیکے قابل ہو جائینگے۔

اڈیٹر

برسات کی اندھیری رات

یہ لاجواب نظم جو آج ہم درج الناظر کرنے کی عزت حاصل کرتے ہین اُسی نازک دماغ اور پرزور قلم کی فکر طرادش کا نتیجہ ہے جسنے میدان شوخ نگاری مین کبھی اودھ پنچ کے کالمون مین "فلک سیر" بنکر۔ دلیم میک پیس تھیکرے کا رنگ پھیکا کیا۔ کبھی اخبار آزاد کی شکل مین مانشیور ولینٹا ئن شیرول کی پولٹیکل نشاری کے دھوین اُڑا دیئے۔ جسنے میدان نظم مین اپنی گلفشانیون سے جب داد سخنوری دی تو ترانہ شوق کی سی نادر مثنوی لکھکر لارڈ بائرن اور شیلی کے سے چُلبلے اور پرلطف قلمون کو شرما دیا۔

جناب منشی احمد علی صاحب شوق کے زبان اردو پر جو احسانات ہین وہ مخفی نہین اور نغز گویان سخن کی نظرون مین جو بلند مرتبہ اُنکو حاصل ہے اُسکے لحاظ سے ہمارا اُن کے متعلق زیادہ عرض کرنا "چھوٹا مُنھ بڑی بات" کا مصداق ہوگا۔ ہم صرف اُس رنگ کے متعلق جو خاص اس نظم مین جناب موصوف نے اختیار کیا ہے مختصراً کچھ عرض کرنے کی جرأت کرتے ہین۔ اور یہ اس لئے کہ نئے طرز کے دلدادہ "کاتا اور لے دوڑے" چھوڑکر اُن کے کلام سے سبق حاصل کرین حق یہ ہے کہ جس شخص کو زبان اردو پر ایسی ہی دستگاہ اور اردو شاعری مین اتنا ہی کمال حاصل نہ ہو جیسا کہ ہمارے محترم بزرگ جناب شوق کو ہے اُسکو ایسے رنگ مین قلم اُٹھانا جو ہماری زبان مین ایک حد تک نیا ہو بالکل فضول ہے۔ یہ نیا رنگ جسمین ابتداءً مولانا حالی مدظلہ نے قبولیت عام حاصل کی۔ تخییل قدیم کی پابندی کرنے والا گروہ۔ اس عروس نو کی چوڑیان ٹھنڈی کرنے کو

ہمیشہ تیار رہا اور اب تک ہے ۔ مگر رفتار زمانہ اسکا ساتھ دے رہی ہے ۔ اور آئندہ وہ اس قسم کی شاعری کے لئے نہایت امید پرور اور ہمت افزا نظر آتا ہے ۔

مولانا حالی ۔ جناب داغ ۔ اور حضرت امیر مینائی کے اکثر شاگردون نے اس نئے طرز سخن مین اپنا اپنا زور قلم دکھایا اور بعض اصحاب کو ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی ۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ شاعری مین سائنس واقفیت اور فطرت کا رنگ اس سے بہتر اور واضح کسی کے کلام مین پایا نہین جاتا جیسا کہ ترانۂ شوق کے فاضل مصنف کی نظمون مین ہوتا ہے اور سب سے بڑا لطف یہ ہے کہ ''تخئیل قدیم'' اور پرانی شاعری کے حدود سے کلام کسی جگہ گرا نہین ہے اور بہمہ وجوہ عیبون سے پاک ہے ۔

فی زمانتا جو نظمین اس نئے طرز مین جسکو نیچرل شاعری کے مبارک نام سے تعبیر کرتے ہین جدت پسند اور نازک خیال نوجوانان ملک کے قلمون سے نکل رہی ہین ان مین سو مین دس نظمین بھی ایسی نہین دکھائی دیتین جنمین مناظر قدرت کا سچا فوٹو اور جذبات فطرت کی پوری پوری تصویر آنکھون کے سامنے ہو ۔ کبھی زبان کی خامی ۔ کبھی فن سے ناواقفیت کبھی مشق سخن کی کمی ۔ شاعر کو اپنے ادائے خیال سے قاصر رکھتی یا طرز ادا کو بھدا اور بدنما کر دیتی ہے ۔ بخلاف ان کے جناب شوق کی طبع آزمائیون کے جو نمونے ہماری نظر سے گذرے ہین ان سے صاف نتائج ہوتا ہے کہ ایک قادر الکلام اور پختہ مشق شاعر اس قسم کے مطالب کس خوبی سے پوری واقفیت کے رنگ مین ہماری پرانی زبان مین اور پرانے حدود کے اندر رہکر نظم کر سکتا ہے اور داد سخنوری دیسکتا ہے ۔

نازک مسائل علمی کو لباس نظم پہنانا کوئی آسان مشغلہ نہین ہے ۔ اور ہماری زبان کا سرمایہ شاعری اس قسم کے لٹریچر سے تقریباً بالکل خالی ہے ۔ لہذا یہ معلوم کرکے ہمین بیحد مسرت ہے کہ جناب شوق ایک مطول نظم ''سائنس اور ریلیجن'' کے عنوان سے تحریر فرما رہے ہین ہم امید

کرتے ہین کہ اپنے فاضل بزرگ جناب شوق کے خوان نعمت کی ریزہ چینی کا فخر الناظر کو حاصل رہیگا - اور اسکے اوراق اُن کے بیش بہا کلام سے برابر زینت پاتے رہینگے -

اڈیٹر

رات اندھیری اور اُس پر سایۂ ابرِ سیاہ　　راستا ڈھونڈھے نہین پاتی کسی جانب نگاہ

ہین تو آنکھین میرے چہرے مین مگر گویا نہین　　پتلیان آنکھون مین ہین لیکن نظر گویا نہین

ابر کی چادر کے نیچے سب ستارے چھپ گئے　　شب کی تاریکی بلا تھی - ڈر کے مارے چھپ گئے

برق کی مشعل اُدھر چمکی اِدھر گُل ہو گئی　　اتنی ظلمت چھا گئی اُس پر کہ دبکر کھو گئی -

کچھ نظر آتے ہین جگنو - نام کو ہے جن مین نور　　اُن پہ بھی ظلمت ہے غالب اور اگر ہین بھی - تو دور

نور کچھ دیتا قمر وہ بھی نہین ہے آج کل　　حاجب اُس مین اور نظارے مین ہین آجکل

یا تو کردے منتشر اِس ابر کو تو او ہوا　　یا بڑھا دے اس پر اپنے جبر کو تو او ہوا

سلسلہ بجلی کا قائم کر کہ روشن ہو جہان　　ہو زمین پیشِ نظر - پنہان رہے گو آسمان

بادلون کو دم نہ لینے دے یہ ٹکراتے رہین　　برق کے جلوے زمین تک بنکے نور آتے رہین

بن گئی رعد او ہوا - تو نے ستم ہی کر دیا　　میرے بچون کے دلون کو خوف سے کیون بھر دیا

اُڑ گئی نیند اِنکی آنکھون سے - یہ چونکے - رو اُٹھے　　تھرتھرائے - خوف سے سہمے - پریشان ہو اُٹھے

ہند کی فطرت پہ شاید کچھ نظر تجھکو نہین　　عورتون کے دل ہین نازک - یہ خبر تجھکو نہین

گھر کی رہنے والیان - مُرغِ قفس کی طرح بند　　انکی عقلین کیا ہون روشن - انکی نظرین کیا بلند

چھوٹے چھوٹے انکے دل مغلوب ہین اوہام سے　　کانپ اُٹھتی ہین یہ ہر فرضی بلا کے نام سے

صرف چلنے ہی مین ہے بس او ہوا چالاک تو　　جسم مین اعضا نہین دیکھے سُنے کیا خاک تو

کاش نیچر کیمیا ایسی سکھا دیتا کہ پھر　　تیرے اجزا کو جدا کر کے مین کرتا منتشر

تب تو خلقت کے ڈرا دینے سے رہتی باز تو　　مجتمع ہو کر نہ بنتی خوف کی آواز تو

اور بادل آ گیا گھر کر کہ ظلمت بڑھ گئی　　تیرگی پر تیرگی کی دوسری تہ چڑھ گئی

شمع بھی گل ہو گئی اور ماچس[1] بھی ملتی نہین　　کون ڈھونڈھے - میری بیوی خوف سے ہلتی نہین

[1] دیا سلائی -

یہ سمجھتی ہے - بلا اِس گھر کے ہر کونے مین ہی
جو مفر ہے - مُنھ چھپانے اور چپ ہونے مین ہی

گرچہ ڈر انسان کی فطرت مین داخل ہی ضرور
لیکن اتنا ڈر ہے فہم جاہلانہ کا قصور

نفسِ ظلمت - صرف ظلمت ہی - یہ ڈر کی شے نہین
واہمہ کرتا ہی خائف - گرچہ وہ کچھ ہے نہین

وہم کو خلّاق کرتا ہی فقط ضعفِ دماغ
کیا کرے ظلمت جو علم اُس مین کرے روشن چراغ

رات جائے وقت سے پہلے یہ ممکن ہی نہین
سورج آئے وقت سے پہلے یہ ممکن ہی نہین

اُن یہ ہے پابندیِ قانونِ قدرت لازمی
کر چکی اُن پر جسے نیچر کی حکمت لازمی

وہ گریزان فطرتی حکمون کی حکمت سے نہین
منحرف مثلِ بشر قانونِ قدرت سے نہین

اور زمین کیون ہو گئی تو شکلِ کرہ ہی سے حجاب
تیری گردش سے ہوا پردے مین پنہان آفتاب

کاش وہ پنہان نہ ہوتا اور نہ شب ہوتی کبھی
پھیل کر ظلمت نہ لطفِ نور کو کھوتی کبھی

پڑ چلین بوندین - برس جائے جو کھل کر ابر تر
کم ہو ظلمت - چپ ہو رعد - اور ہون ستارے جلوہ گر

آسمان پر یون نظر آئین ستارے بے حجاب
نیلگون پانی پہ ہون جسطرح دریا مین حباب

شک یہ ہو - آبی دوپٹا ہے کسی کا آسمان
سیم و زر کے کچھ ستارے اُسپہ ہین کچھ پھلیّان

کاش اِس دم زور دکھلائے کشش اشجار کی
کھینچ لے ساری رطوبت ابر دربار کی

صورتِ پنبہ اُڑے بادل جو ہو خشک آب سے
سرد ہو بجلی کی گرمی - باز آئے تاب سے

بڑھ گئی بارش تو چھت ٹپکی - یہ اور آفت ہوئی
کسطرح کھینچون مسہری کیا ہوئی زحمت ہوئی

گر پڑا وہ گھر کسی کا - وہ گری بجلی کہین
وہ کڑک! وہ روشنی آئی فلک سے تا زمین

الامان! بجلی یہ کیا ہے - قہر ہے اللہ کا
روکنے والا نہین ہے کوئی اسکی راہ کا

خیر - بادل اُڑ گیا - تارے نظر آنے لگے
ہٹ گیا پردہ تو دیدے اپنے چمکانے لگے

حق نے پیدا اِن ستارون مین چمک کیا خوب کی
قمقمون سے زینتِ سقفِ فلک کیا خوب کی

کہکشان مین ہو گئے یکجا ستارے کس قدر
اُن کا پرتو ہے عیان گو خود کم آتے ہین نظر

سقف کہکر ہمنے کیون مانا وجودِ آسمان
ظلمتِ حدِ نظر سے ہے نمودِ آسمان

آسمان ہو یا نہ ہو۔ ہمکو زمین سے کام ہے — ہم یہین کے رہنے والے ہین یہین سے کام ہے
یہ قمر پیکر نہین لیکن کرہ تو ہے ضرور — یہ بھی ہے سیارہ گو اس مین نہین زہرہ کا نور
چاہیے جیسی یہ زمین ہو۔ گھر کے آئے پھر نہ ابر — خلق کی نظرون سے تارون کو چھپائے پھر نہ ابر
اس ہوا کو کاش بحر اپنے بخارات اب نہ دے — ہو جو دینا ہی تو دے وہ دن کو۔ وقت شب نہ دے
وہ موذن نے اذان دی۔ آگیا وقت غلس[۱] — شوق مسجد کو چلو۔ اللہ بس باقی ہوس

احمد علی ۔ شوق ۔ قدوائی

زبان اردو کی بیکسی اور بے وارثی

افسوس صد افسوس کہ اس بیکس اور دیرینہ پیر زال کا کوئی وارث اب ایسا نہین نظر آتا جو اسکی صحت اور مرض یا موت اور حیات کا نگران اور پرسان ہو اور اسکی سلامتی کو عزیز رکھتا ہو اور اگر ہوگا بھی کوئی تو وہ خود اپنا مرحلہ عمر طے کر چکا ہوگا۔ اتنی قوت نہ رکھتا ہوگا کہ اس ضعیفہ قریب السکرات کو حوادث زمانہ حال سے بچا سکے۔ اسوقت مین جو کوئی اس درماندہ کی حمایت کرے اور دستگیر ہو وہ نہایت مردانہ مرد ہے - مین نے ایک وقت مین اسکو دیکھا تھا کہ جوش جوانی سے مدہوش اور اپنے اداہاے معشوقانہ سے دلربا و جانفریب عالم ہو رہی تھی۔ نگاہین خلق کی اسکے نظارہ جمال کی مشتاق رہتی تھین تا اینکہ علما و فضلا و زہاد و اتقیا اس کے دلدادہ تھے۔ مشاطۂ خیالات عالیہ نے بہ ہفت بلاغت اسکو ایسی عروس یا اردس یعنی باسامان بنا رکھا تھا۔ کہ توانگران دولت سخن فہمی و نکتہ رسی درہم و دینار اور نقرہ و طلا و جواہر کیا نقد جان و دل اسکی رونمائی مین نثار کرنے کو تیار رہتے تھے ۔ وہ وقت کون تھا۔ دور سر آرائے فرمانروایان دہلی و لکھنو تا عہد بہادر شاہ و واجد علی شاہ ۔ ان دونون فرمانروایون کے زمانۂ دولت مین قریب قریب سن شعور کو مین پہونچ چکا تھا۔ اور گروہ دبیران و شاعران کامل

[۱] غلس بفتحتین ۔ آخر شب کی تاریکی جو نماز صبح کا اول وقت ہے ۔

سرور و غالب و ذوق و ناسخ وغیرہ اساتذہ زبان اُردو کا کسی قدر زمانہ دیدہ اور اوسوقت کے لائق اور سخن فہم امرا کا صحبت برداشتہ ہون - گو خود لیاقت وکمال انشاپردازی وشاعری سے بے بہرہ ہون - مگر کاملین موصوفہ بالا اور اُن سبکے تابعین اور تلامذہ نامی کے حسن کلام و ترکیب سخن کا میرا حافظہ ابتک کسیقدر محیط ہے - اور میری قوت سامعہ و باصرہ ادھین لوگون کی زبان اور محاورات اور ترکیب نظم و نثر اور اصطلاحات اور کلام روزمرہ کے سننے اور دیکھنے کی خوگر ہو رہی ہے - اور جب تک اُن لوگون کی عبارت یا کلام نظم نگاہ توقیر اور اعتبار سے دیکھا جاتا ہے - تب تک اِس زمانہ کے کاملین نثر و نظم کو مستند زباندان اردو سے معلّے نہین سمجھ سکتا اور انکے قول سے استناد کرنا بمقابلہ اُن کے قول کے صحیح اور واجب نہین جانتا اور وقت ضرورت طبیعت ادھین متقدمین کے کلام سے سند اور استناد کی متلاشی ہو جاتی ہے اسکا سبب یہ ہے کہ مین وضع اور اختراع اور اصلاح زبان اردو کی عمر طبیعی کا اندازہ اپنے خیال و فہم کے ایما سے اسی عہد تک کرتا ہون - جب تک بہادر شاہ اور واجد علی شاہ اپنی اپنی جگہہ پر کارفرما تھے - اور اس دور کے منشیون اور شعراء اردو اور امراء سخن فہم اور نکتہ رس کی ہستی سے ہستی زبان اردوے معلّٰی کو اپنی صحت اور سلاست مین فروغ تھا اور اہل سخن کے کلام کی غلطی اور صحت کی نثر و نظم مین تحقیق و پرسش ہوتی تھی اور خوش بیانی اور خوش تقریری ایک شاخ علم ادب و آداب صحبت کی گنی جاتی تھی - اور اس صفت مین لوگ موصوف اور مشہور ہوتے تھے - اب اُس آراستگی اور اصلاح زبان اردو کا دروازہ بند ہو گیا - اور صحت اور ترکیب کلام نثر و نظم کی دیکھ بھال اور پرسش جاتی رہی - اور اب وہ مادہ اور قوام جس سے اس شاہد رعنا یعنی اُردوے معلّٰی کے پیکر نازنین کی تخلیق ہوئی تھی - کسی کے طرز عمل مین پایا جاتا ہے - پس زبان اردو کو اُنھین متقدمین صاحبان نظم و نثر کی زبان مختار پر محدود سمجھنا چاہیئے اور اپنی طرف سے کوئی جدت اور مداخلت ترکیب نظم و نثر و اصطلاح و محاورات و الفاظ اردو مین نہ کرنا چاہیئے

اب ہمارا دعویٰ و حوصلہ زبان طرازی و سخن آفرینی و زباندانی اردو کا گونگے کو دعویٰ فصاحت کرنا ہے - کیونکہ اب ہم مین فیصدی دس کو بھی اس زبان کی اصلاح اور ایجاد کا مادہ نہین میسر ہے - وہ مادہ کیا ہے علم ادب و علم معانی و بیان وغیرہ کے مسائل وصول کے ساتھ الفاظ اور محاورات اور اصطلاحات عربیہ و فارسیہ کو زبان ہندی مین شامل کرکے اپنے روزمرہ بول چال کو سلیس اور بلیغ اور فصیح کرنا - اب ہم مین ایسے بہت ہی کم لوگ ہین جو ان علوم اور محاورات اور اصطلاحات فارسیہ وعربیہ پر عبور کامل رکھتے ہون اور کیونکر عبور ہو جو علت غائی اس زبان کی آراستگی کی تھی اور جو طبیعت کو اس زبان کے حاصل کرنے پر آمادہ و مشتاق کرتی تھی وہ علت ہی بے وجود ہوگئی -

واضح رہے کہ ہر شے کے موجد کی اُس شے کی ایجاد سے کوئی علت غائی ضرور ہوتی ہے - اور علت غائی بغیر اور تین علتون کے حاصل نہین ہوتی اور اُنکا ہونا ضروری اور لازمی ہے - اب مجھکو اس جگہہ ان چارون علتون کی تصریح وتوضیح کردینا ضروری ہوا -

علت کے حاصل معنی سبب اور وسیلہ پیدا کرنا واسطے کسی غرض اور مطلب کے ہے اور اس کی چار قسمین ہین علت مادی علت صوری علت فاعلی علت غائی - ان چارون قسمون کو اس جگہہ بذریعہ مثال بیان کرتا ہون تاکہ عام فہم ہو جائے -

علت مادی وہ ہے جس شے سے کسی دوسری شے کا وجود قالب بنایا جائے - جیسے گھر بنانیکے لئے مٹی بنانا -

علت صوری اُس علت کو کہینگے جو صورت گھر کی بعد تعمیر پیدا ہو - یعنی جسپر اطلاق گھر کا کیا جائے -

علت فاعلی اُس گھر کے بنانے والے یعنی معمار کو کہینگے -

علت غائی صاحب خانہ کا اُس گھر مین رہنا -

سو علت مادی زبان اُردو کی علوم مذکورہ بالا ہین - اور علت فاعلی وہ دبیر اور شعرا اور امرا ہین جنکو بادشاہون اور وزرا اور اپنے امثال امرا سے سلیقہ مکالمت

اور مصاحبت حاصل کرنے کے لئے اپنی زبان کو سلیس و مہذب و فصیح کرنا پڑتا تھا۔

اور علت صوری وہ عبارت اور کلام جو قاعدۂ مذکورہ بالا سے مرکب اور سلیس کیا جائے۔ اور علت غائی سلاطین اور وزرا و امرا و امثال سے خطاب کرنا۔ فی زمانتا ان چارون علتون سے فقط علت صوری باقی رہگئی ہے سو وہ بھی ناکامل اور ناپائدار۔ یہ چارون علتین بمنزلہ عناصر زبان اردو کے تھین۔ منجملہ اُس کے ایک عنصر یعنی علت صوری غیر خالص رہگئی ہے۔ اور جب تین عنصر اسکے نایاب اور کالعدم ہوگئے۔ اور جو چوتھا عنصر رہا وہ غیر خالص ہے۔ تو اس مین فقط بتائید جودت و ذہانت حوصلہ مداخلت و جدت نہ کرنا چاہیئے۔ اور اس زبان کو محدود اور مقید بہ تقلید زبان زباندانان متقدمین رکھنا اور انکی ترکیب کلام اور محاورات وغیرہ کو اپنا رہنما بنانا اور اونھین کے کلام سے استناد واجب ہے۔ اور ہمکو چاہیئے کہ اسی نوایجاد ترکیب اصطلاح اور محاورات کی تعریف ناشناسان سخن اور نادانان زبان و محاورات اردو سے سنکر ادعائے خوش کلامی و اُستادی کو دور از انصاف جانین اور تاوقتیکہ اُن گذشتہ ادا دانان سخن کا کلام چشم ناظرین سخن فہم مین باوقار و وقعت دکھلائی دیتا ہے ہرگز اختراع زبان و محاورات اردو کا اُنکو شایان نہ سمجھین اور احاطہ زبان قدیم سے اپنی زبان باہر نہ ہونے دین۔ واے حسرت کہ فی الحال اس کلام زبان اردو کی ناپرسشی اور بے توقیری اس حد تک پہونچی ہے کہ جنکو استعداد فہم نکات و محاورات اردو کی نہین اور عربی اور فارسی علوم پر عبور نہین و نیز جو قصباتی اور دہاتی مدرسون کے امتحان دادہ اردو ہین اور اپنے روزمرہ خطوط کے لکھنے کا بھی سلیقہ نہین رکھتے جناب کی جگہ برخوردار اور مخدوم کی جگہ مشفق لکھتے ہین انکو بھی اب جرأت نثاری اور شاعری کی بلالحاظ اپنی ذلت و اندازہ قابلیت کے ہوگئی ہے ناولون اور غزلون کا دفتر۔ اور دیوان تیار کئے بیٹھے ہین اور کیون نہ ایسا کرین جب اُنکا کوئی زبان اور مُنھ پکڑنے والا بزخود ملامت و باستفسار نقایص و قبایح نہین تو کس بات کی شرم اور خوف ذلت کرین اور اپنے کلام ہرزہ و یاوہ سے اپنی زبان روکین۔ مین جہانتک تجربہ

وخیال کرتا ہون تو اپنے اس عقیدہ کو صحیح پاتا ہون کہ زبان شناس و زباندانان اُردو دنیا سے اُٹھ گئے اور اپنے مابعد والون کے لئے سخن فہمی اور سخن گوئی آسان کر گئے - اب جن صاحبون نے طبع موزون و ذہن رسا پایا ہے اُسی کو لیاقت انشائے اُردو اور شاعری اردو کے لئے کافی سمجھتے ہین صحت زبان و اصول نثاری و شاعری زبان اُردو سے کچھ بحث نہین چند ناولین اور کچھ غزلیات و قصائد بے ربط و بے محاورات لکھکر سعدی و نظامی ہند آپ کو سمجھنے لگتے ہین - اور اپنے اس کلام کے سنانے اور چھپوانے یا بذریعہ اخبار شہرت دینے مین حجاب اور تامل نہین کرتے ہین - اور تامل کرنے کی کیا ضرورت جب خدا نے اُن کو ناظرین اور سامعین ایسے دیئے ہین جو اُن کے ہم لیاقت اور ہم مادہ ہوتے ہین اور اُنکا کلام سُنکر یا دیکھکر واہ واہ اور سبحان اللہ کا شور آسمان نہم تک پہونچا دیتے ہین - اور اوستاد کامل سمجھکر بعض نادان اونھین کے شاگرد بھی ہوجاتے ہین تو اُنکو اُنکی وہ زبان خود پسند کیون نہ عام پسند معلوم ہو - اور کیون نہ اپنی اوستادی پر فخر کرین حالانکہ وہ سامعین و ناظرین اور بعض خود حضرت اوستاد بھی اکثر ایسے ہوتے ہین نہ جنکو سلیقہ دریافت محاورات و صحت ترکیب کلام کا ہوتا ہے نہ تمیز تفرقۂ مشبہ و مشبہ بہ و مستعار و مستعار لہٗ و مضاف و مضاف الیہ اور نہ مبتدا کو مبتدا اور نہ خبر کو خبر پہچان سکتے ہین - کچھ اولٹا سیدھا مضمون اُن کے دماغ مین جم جانا اور دلنشین ہوجانا چاہیئے وہی تحسین کلام کو کافی ہوتا ہے اور اگر بادعاے قابلیت اُن منشی صاحب یا شاعر صاحب نے وہ کلام کسی لائق سخندان فہم کو سنایا تو وہ بمقتضاے ستم ظریفی یا بپاس متانت و تہذیب اُن منشی صاحب یا شاعر صاحب کی دل شکنی گوارا نہین کرتا - اور بجاے گرفت بیحد تعریف کر دیتا ہے - اور وہ صاحب اسوجہ سے آپکو اُستاد مستند سمجھنے لگتے ہین - اور اسمین بعض صاحب ایسے بھی ہوتے ہین کہ وہ بوجہ جودت ذہانت اور خفیف عربی و فارسی جاننے کے لیاقت و صلاحیت اس فن کی رکھتے ہین مگر ترکیب عبارت و شعر و محاورات وغیرہ کی صحت اور غلطی پر اپنا خیال نہین پہونچا سکتے - اب رہی ایسے

اشخاص کی شہرت و ناموری اسکی تین صورتین ہین۔ اول تو پرچھائی اخبار و انطباع اسکا اُنکے لئے وہ ڈہل منادی ہے جسکی آواز تا آسمان تو نہین مگر ساکنان ربع مسکون تک اپنی رسائی کی ذمہدار ہے۔ مہتمان اخبار و مطبع بطمع اُجرت یا بضرورت اداے حق دوستی یا بپاس دولت و دولتمندان اوس کلام کو بلا لحاظ صلاحیت یا ستایش بے پایان چھاپ دینے مین تامل نہین کرتے ہین۔ اور کیون کرین اسکی آمدنی پر اُنکا مدار معاش ہے۔ دوسری صورت شہرت کی یہ ہے کہ وہ منشی صاحب یا شاعر صاحب کسی اوستاد نامی کی اولاد ہون چاہے وہ لیاقت آبائی نہ رکھتے ہون۔ تیسری صورت یہ ہے۔ کہ کوئی رئیس یا امیر نامی جو کمال سخن فہمی و نکتہ رسی کو بقدر ضرورت نہ پہونچا ہوا ور صحت ترکیب کلام و اصطلاحات وغیرہ کی تحقیق سے اُسکو کام نہ ہو اُن شاعر صاحب یا منشی صاحب کا مداح یا شاگرد ہو جائے۔ اس عہد مین میرے نزدیک محقق اور سچے اور صحیح زباندان سخن شناسان اردو بہت کم ہین۔ مگر میرے اس بیان سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھین گے کہ مجھکو ادعاے سخندانی و سخن فہمی ہے۔ لاحول ولاقوت مجھکو ان لوگون سے کوئی نسبت نہین ہے۔ البتہ ہر کلام حال مین کلام متقدمین سے حتی الامکان استشناد تلاش ضرور رہتا ہون۔ میرے تجربہ مین اس عہد کے انشا پردازون سے اکثر نے اپنے دل مین یہ خیال کر لیا ہے کہ زبان اردو ایک کان نمک ہے جو چیز اسمین ڈالدو نمک ہو جائیگی یعنی جس زبان کے الفاظ اسمین ملادو اردو کہلانے لگینگے۔ اور یہ خبر نہین کہ زبان اردو کی صحبت اور ترکیب کا انحصار واضعین نے تین ہی زبانون عربی فارسی ہندی کے شمول اور اصول پر رکھا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو متقدمین کی عبارتون اور کلام روزمرہ مین ممالک قریبہ کی زبانین پشتو اور پنجابی اور دکھنی اور بنگالی وغیرہ کب کی شریک ہو گئی ہوتین اس عہد مین اس زبان کی خرابی کی ابتدا ڈالی ہوئی ان مترجمین زبان انگریزی کی ہے جو امسلۂ انگریزی وغیرہ کا ترجمہ کرتے تھے۔ اور زبان

اردو کے الفاظ پوری طور پر ادا نہ کر پاتے تھے - اور مجبورانہ اصلی لفظ انگریزی کے درج عبارت کر دیتے تھے اور اکثر اون مین غیر ممالک کے لوگ ہوتے تھے جنکی ملکون مین زبان اُردو ابتک صحیح نہین بولی جاتی ہے - ادن لوگون کو اپنی اجرت سے کام تھا اور پہلے بھی اور اب بھی وہ نہین خیال کرتے ہین کہ مخاطب ہمارا انگریزی جانتا ہی نہین ہے اس لفظ کے معنی کیا سمجھے گا پھر اس کا تتبع یہان کے لوگ بھی ترجمہ انگریزی مین کرنے لگے اور انتہا اس زبان اردو کی خرابی کی یہ ہوئی کہ وقیق [illegible] ران اخبار اردو جو اب ملقب ایڈیٹر پکارے جاتے ہین اور جنکے اخبار کا نفاذ محض اردو دانون کے لئے ہوتا ہے انکی عبارتون مین اسقدر الفاظ انگریزی ہوتے ہین جنکے معنی ایک طرف اونکا تلفظ بھی اردو دانون سے نہین ادا ہوتا ہے - اونکو مناسب تھا کہ اپنے اخبار مین حتی المقدور لفظ انگریزی نہ آنے دیتے اور احیاناً اگر کسی موقع پر بجز لفظ انگریزی لفظ اردو اُسکے معنون مین نہ ملتا تو بعبارت تفصیلی قابل فہم اردو دانان اُسکے معنون کی شرح کر دیا کرتے - اب تو وقایع نگاران کا کیا ذکر مضمون نگار بھی اپنی عبارتون مین الفاظ انگریزی لانا باعث اظہار قابلیت و فخر سمجھتے ہین حالانکہ اگر انصاف کرین تو یہ نقص قابلیت اُن کا زبان اردو مین ہے کہ جب اپنی زبان کا لفظ نہ مل سکا تو غیر کی زبان کا لفظ لے لیا ہم کیونکر ایسے کلام یا عبارت کو قابل قدر سمجھین - جسنے اپنا حسن زبان چھوڑ کر غیر زبان کا لفظ اختیار کرتے ہین اور اردو جاننے والے اس عبارت کے کاغذ کو داب کر انگریزی الفاظ کا سبق انگریزی دانون سے لینے جاتے ہین - علاوہ اسکے اب جن صاحبون کو استعداد انگریزی ہے یا کسی صاحب نے انگریزی دانون سے کچھ الفاظ انگریزی معنی پوچھکر یاد کر لئے ہین وہ لوگ اُن الفاظ کا اپنی گفتگو سے روزمرہ باہمی مین بولنا اپنی نہایت خوش بیانی سمجھتے ہین وہ الفاظ کون سے جیسے پبلک سوشل رفارم ایڈیٹر - کارسپانڈنس - فوٹو - سین وغیرہ - جس محل مین یہ لوگ ایسے الفاظ بولتے

ہیں کیا اُنکی زبان میں ان معنوں کے الفاظ نہیں یا انگریزی حکام زبان اردو میں بوجہ نادانی کوئی غلط لفظ اُردو کا صحیح یا کوئی محاورہ صحیح نہ استعمال کرسکے تو اہل زبان اردو بھی اسکو اختیار کرلیتے ہیں جیسے پہلی تاریخ کو ایک تاریخ - دوسری کو دو تاریخ گیارہویں کو گیارہ تاریخ وغیرہ یا دسواں پندرھواں بولنے کی جگہہ دس نمبر کا گھوڑا پندرہ نمبر کا بیل - عدد اور محدود میں کچھ فرق نہیں رکھا اور زیادہ لطف یہ ہے کہ اپنی زبان کا بھی طرز عمل بھولا دیتے ہیں -

احسان علی - فصیح

ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر ایم ڈی ایل ایل ڈی

(منقول از اخبار زمیندار)

ڈاکٹر ڈریپر مصنف کتاب معرکۂ مذہب و سائنس مغربی دنیا کے اُن مشاہیر میں سے ہیں جنکا نام بوجہ اُن کے علمی کارناموں کے لوح روزگار پر سنہرے حرفوں میں ابدالآباد تک لکھا رہیگا - ان کی ذات انگلستان کے لئے جو اُن کا جنم بھوم تھا اور امریکہ کیلئے بھی جہاں وہ ہجرت کرکے چلے گئے تھے - سرمایہ افتخار و نازش ہے - اور ان کا نام دنیائے علوم و فنون میں ہر جگہہ ادب و احترام سے لیا جاتا ہے -

جان ولیم ڈریپر ۱۸۱۱ء میں بمقام سینٹ ہیلن پیدا ہوے جو لورپول کے نواح میں واقع ہے - ابتدائی تعلیم آپنے لورپول ہی میں پائی - اور جب لندن یونیورسٹی کا افتتاح ہوا تو آپ فن کیمیا کی تحصیل کی غرض سے اس یونیورسٹی میں بھیج دیئے گئے ۱۸۳۲ء میں آپ نے امریکہ کا عزم کیا - اور پنسلوینیا کی یونیورسٹی میں بغرض اکتساب فن طب داخل ہوکر ۱۸۳۶ء میں ایم - ڈی کی ڈگری حاصل کی - کچھ دنوں بعد اپنی غیر معمولی علمی قابلیت کی وجہ سے آپ ورجینیا کے ہیمپڈن میڈنی کالج میں کیمسٹری کے پروفیسر مقرر کئے گئے - اور ۱۸۳۹ء میں نیویارک کی یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر ہوے -

ڈاکٹر ڈریپر کی سب سے پہلی علمی تصانیف کا موضوع یہ مسئلہ تھا کہ روشنی کا موالید ثلاثہ پر کیمیاوی اثر کیا ہوتا ہے اس موضوع پر آپ کی تقریباً چالیس تصنیفات موجود ہین۔ روشنی کے کیمیاوی اثرات مین سب سے زیادہ مہتم بالشان اثر کاربالک ایسڈ (حموضۃ الفحم) کی وہ تحلیل ہے جو درختون کے پتون پر دھوپ کی شعاعون کے پڑنے سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اسی واقعہ پر نباتات کے نشو و نما کا انحصار ہے۔ اور اسی کی بدولت حیوانات کو بالواسطہ یا بلاواسطہ غذا ملتی ہے۔ اس تحلیل کی حقیقت پر اگر غور کیا جاے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ بالفاظ دیگر اُسے نشر اکساد یعنی اکسیجن کے اجزا کی علیحدگی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے روشنی کا جب بذریعہ مقیاس الوان نور منشور تجزیہ کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سات رنگ کی شعاعون سے مرکب ہے۔ یعنی (۱) بنفشئی (۲) سرمئی (۳) ازرقی (۴) اخضری (۵) اصفری۔ (۶) نارنجی (۷) احمری۔ ۱۸۴۳ع تک علماے سائنس کا یہ خیال تھا کہ عمل نشر اکساد بنفشئی شعاع کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اور اسی سلئے اس کا نام شعاع نشر اکساد رکھ دیا گیا تھا لیکن یہ محض قیاسی نظریہ تھا۔ جو کسی تجربہ سے قطعی طور پر ثابت نہ کیا جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر ڈریپر کو خیال ہوا کہ اس مسئلہ کے قطعی تصفیہ کی صرف ایک شکل ہے۔ اور وہ یہ کہ تحلیل خود الوان نور منشور کے ذریعہ سے کیجاے یعنی بناتاتی مادہ کو ہر رنگ کی شعاع کے زیر عمل لاکر دیکھا جاے۔ کہ نشر اکساد کس شعاع سے ہوتا ہے۔ اس لطیف و دلکش تجربہ مین ڈاکٹر ڈریپر کو پوری کامیابی ہوئی۔ اور انھون نے یہ انکشاف کیا کہ عمل تحلیل مین شعاع بنفشئی مطلق حصہ نہین لیتی بلکہ یہ کام شعاع اصفری سے متعلق ہے اس نتیجہ کا تمام علمی دنیا مین نہایت دلچسپی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ اور علماے کیمیا کی معلومات مین اسکی وجہ سے ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہوگیا۔ ڈاکٹر ڈریپر نے نور کی قوت کیمیای کے اندازہ کرنے کا ایک آلہ بھی ایجاد کیا۔ جس سے آگے چلکر علماے کیمسٹری نے بہت کچھ مدد لی۔ چنانچہ بنسن اور راسکو نے جب ۱۸۵۶ع مین اپنے کیمیای تجربون کے متعلق ایک مضمون رائل سوسائٹی لندن کے اجلاس مین پڑھا۔ تو

اُس مین اعتراف کیا کہ ڈریپر کو اس آلہ کی مدد سے نور کے عمل کیمیاوی کے بعض نہایت ہی اہم نکات کے حل کرنے مین کامیابی حاصل ہوئی ہے - ۱۸۴۷ء مین ڈاکٹر ڈریپر نے ایک رسالہ اس موضوع پر لکھا کہ حرارت سے نور کیون پیدا ہوتا ہے اسکی وجہ سے الوان نور منشور کا تجربہ زیادہ کامل و تکمیل ہوگیا - یہ دریافت کرنا ممکن ہوگیا کہ آفتاب ستارے اور ضیائیہ النجوم ٹھوس حالت مین ہین یا سیال حالت مین - اس رسالہ مین ڈاکٹر ڈریپر نے تجربتہً ثابت کردیا کہ تمام ٹھوس اقسام یقیناً اور تمام مایع اجسام غالباً ایک ہی درجہ حرارت پر پہونچکر منور ہوجاتے ہین -

ڈاکٹر ڈریپر پہلے وہ شخص ہین جنھون نے ۱۸۳۹ء مین انسانی چہرہ کی عکسی تصویر کامیابی کے ساتھ اتاری اور نیز قمر کا عکس لیا -

یہ چند مثالین علمی تحقیقات و اکتشافات کی اُس طویل فہرست سے اخذ کی گئی ہین جسکی ترتیب و تدوین کے لئے ڈاکٹر ڈریپر نے اپنی نمایان قابلیتون کو مرتے دم تک وقف کئے رکھا اور جب یہ دیکھا جاتا ہی کہ آپنے اپنے اکتشافات علمیہ کو جو بہت بڑی آمدنی کا ذریعہ ہوسکتے تھے کبھی آلہ جلب منفعت نہ بنایا - بلکہ سچا ذوق علمی اور ہمدردی بنی نوع انسان ان کی محرک ہوئی تو آپ کی جلالت قدر کا بے اختیار اعتراف کرنا پڑتا ہے - امریکہ کا نایاب رسالہ پاپولر سائنس منتھلی جسکے جنوری ۱۸۸۲ء کے نمبر سے ان حالات کا اقتباس کیا گیا ہے لکھتا ہے کہ یہ علمی اکتشافات جو ڈاکٹر ڈریپر کی سالہا سال کی عرقریزی اور دماغ سوزی کے نتائج ہین - اپنے گرانبار مصارف کے تکفل کے لحاظ سے ڈاکٹر صاحب کی جیب خاص کے رہین منت ہین - اگرچہ بعض بعض علمی تجربون پر اونھین ایک رقم خطیر صرف کرنی پڑی - لیکن ان کی اولوالعزمی کبھی کسی غیر کی مالی سرپرستی کی روادار نہ ہوئی اُنھون نے اپنی کسی ایجاد کو کبھی پیٹنٹ نہ کرایا - بلکہ جو علمی نکتہ دریافت کیا - اور جو ایجاد کی اس کا ثمرہ ازراہ عنایت ابنائے نفس خلق اللہ کی نذر کردیا -

اُن تصانیف سے جن مین ادق علمی مسائل سے بحث کی گئی ہے ۔قطع نظر کرکے اگر ڈاکٹر ڈریپر کی دوسری تصانیف کو جنکا موضوع تاریخی اور نظری مباحث ہین دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ ایک مسلم الثبوت ادیب اور انشا پرداز بھی ہین ۱۸۶۰ء سے لیکر ۱۸۷۵ء تک کا زمانہ آپ نے اسی قسم کی دلچسپ و دلاویز کتابون کے تصنیف کرنے مین گذارا چنانچہ یورپ کی دماغی ترقی کی تاریخ ۔تاریخ خانہ جنگی (امریکہ) اور معرکۂ مذہب و سائنس اسی دور کی تصانیف ہین ۔

ڈاکٹر ڈریپر کا انتقال ۱۸۸۲ء مین ہوا ۔ آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیان بقید حیات موجود ہین ۔بیٹے علم وفضل مین اپنے نامور باپ کے نقش قدم پر چل رہے ہین بڑا بیٹا ڈاکٹر ہنری ڈریپر نیو یارک کے کالج مین علم خواص الاشیا کا پروفیسر ہے ۔دوسرا بیٹا ڈاکٹر جان ڈریپر نیو یارک کی یونیورسٹی مین علم حیات حیوانی کا پروفیسر ہے ۔تیسرا ڈاکٹر ڈینیل ڈریپر نیو یارک کی رصدگاہ متعلقہ حوادث الجو کا ناظم ہے ۔

پروفیسر رچرڈ پراکٹر اپنی تالیف "لیژر ریڈنگس" (مطالعہ بوقت فرصت) مین جس سے ہم نے ڈاکٹر ڈریپر کی تصویر لی ہے "کانفلکٹ بٹوین ریلیجن اینڈ سائنس" یعنی کتاب ہذا کی نسبت حسب ذیل خیال ظاہر کرتے ہین - یہ کتاب ایک اعتبار سے یورپ کی دماغی ترقی کی تاریخ کا خلاصہ ہے ۔مذہبی تعصب اور عدم مسالمت پر اس مین سختی کے ساتھ نکتہ چینی کی گئی ہے اور ان وجوہ پر نظر انصاف نہین ڈالی گئی جو بسا اوقات مذہبی جبر و تشدد کی محرک ہوئین ۔لیکن بااین ہمہ یہ کتاب ایک صحیح الدماغ اور صائب الرائے شخص کے قلم کا ماحصل ہے اور اگر ان چند مقامات سے قطع نظر کیا جائے جن مین بیجا سختی پائی جاتی ہے تو ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہین کہ یہ کتاب پڑھنے والون کو بہت بڑا فائدہ پہونچا چکی ہے اور پہونچا سکتی ہے ۔

بحیثیت ایک مسیحی ہونے کے پروفیسر پراکٹر کو "معرکۂ مذہب و سائنس" کی

نسبت یہی راے ظاہر کرنی چاہیے تھی اور اگر ہم (خدانخواستہ) مسیحی ہوتے تو اس
تعریف مین جسکی یہ کتاب دوست دشمن سب کے نزدیک مستحق ہے منقصت کے
شاید اس سے بھی زیادہ شاخسانے نکالتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سائنس کے
مقابلہ مین نصرانیت پر جو فرد قرارداد جرم ڈریپر نے لگایا ہے وہ ایسا نہین ہے کہ
نصرانیت کا بڑے سے بڑا وکیل اُس کے چھوٹے سے چھوٹے نکتہ کا تخطیہ کر سکے اور اگر
چشم انصاف کھلی رکھ کر اون واقعات پر نظر ڈالی جائے جو سائنس اور نصرانیت کی ہزار
سالہ جنگ کے محرک ہو کر اُس شکست فاش پر منتہی ہوئے جو نصرانیت کو اپنے حریف کے
مقابلہ مین اٹھانی پڑی اور جنھون نے نصرانیت کی روحانی و اخلاقی قوتون کا شیرازہ
بکھیر کر اُسے محض پولٹیکل اغراض کی تکمیل کا ایک مادی آلہ بنا دیا ہے تو خواہی نخواہی
اعتراف کرنا پڑے گا کہ جو فتح سائنس کو بمقابلہ نصرانیت حاصل ہوئی ہے اُسکی وجہ
یہ تھی - کہ حق اور قوت دونون اس کی جانب تھے اور ڈاکٹر ڈریپر نے کوئی بات ان
دونون حریفون کے کارنامون اور ان کی جدوجہد کے متعلق ایسی نہین بیان کی جس کی
تغلیط و تردید ہو سکے البتہ ایک لغزش ڈاکٹر ڈریپر سے یہ ہوئی ہے کہ انھون نے مذہب
پر اس حیثیت سے نظر ڈالی ہے کہ اسکا الہامی حصہ جامد و راکد اور غیر ترقی پذیر ہونے کے
لحاظ سے گویا جہلا کے اوہام باطلہ کا ایک لایعنی مجموعہ ہے جسکی ظلمت آفتاب سائنس
کی درخشان شعاعون کے آگے ایک پل کے لئے نہین ٹھہر سکتی - انھون نے مذہب
کے فلسفہ پر ناقدانہ نظر نہین ڈالی اور فطرت انسانی کے اوس زبردست اقتضا کا
حکیمانہ تجزیہ نہین کیا جو مذہبی تخیل کی شکل مین بیسیوین صدی عیسوی کے انسان
کو بااین ہمہ دانش و حکمت انسان اولین سے نسلاً بعد نسلٍ ترکہ مین پہونچا ہے اس
مین شک نہین کہ ایک مقام پر مصنف نے انسان کی دماغی ساخت پر علم حیات حیوانی
کے اصول سے بحث کرتے ہوے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ مذہبی خیالات فکر انسانی کے

اجزائے لاینفک ہین اور ان سے کسی انسان کو خواہ وہ کیسا ہی تہذیب یافتہ اور روشن دماغ کیون نہ ہو مفر نہین لیکن یہ بحث بیچ مین بر سبیل استطراد آجاتی ہی اور اس سے وہ کوئی اہم نکتہ جسے انسان کے معاد سے تعلق ہو اخذ نہین کرتے جسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ اُن کے پیش نظر رومن کیتھولک نصرانیت کے مزخرفات لاطایل و سطحیات لایعنی ہین اور انھون نے اپنی تمام قوت انھین کے ابطال و ابطال مین صرف کردی ہے ※ (باقی آیندہ) **ظفر علی خان - بی - اے**

شراب الصالحین

دوسرا جام

شب کہ محفل مین شراب الصالحین کا دور تھا
اس دلِ شوریدہ سر کا رنگ ہی کچھ اور تھا

جمگیا تھا پختگی سے ترکِ دنیا کا خیال
اور مین آمادۂ رہبانیت فی الفور تھا

دفعتہً ہلکا سا اک چھالا برس کر کھل گیا
ہو گئی جس سے ہوا کی سب کدورت تہ نشین

صاف تھی سطحِ فضائے آسمان نیلگون
اور اُسپر بہ رہی تھی کشتیِ ماہِ مبین

پشت پر میری لدا تھا وندھیاچل کا پہاڑ
نربدا حدِ نظر تک خامشی سے تھا رواں

عرش سے جب فرش پر نظرین گرین تو واہ وا
ایک اوپر آسمان تھا ایک نیچے آسمان

نیلگون پانی مین وہ چاند اور وہ تارونکا عکس
وہ حیاتِ خامشی - وہ محشرستانِ سکوت

دل یہ کہتا تھا کہ ہے انوارِ قدرت کا نزول
اور یہ ہے تسبیح اور تہلیلِ حیِ لایموت

عقل حیران تھی کہ کیا قدرت کی ہین نیرنگیان
اور کیا تاثیرِ جان ان پاک گل بوٹون مین ہے

کسقدر فرحت فزا ہین یہ شجر اور یہ حجر
اور کیا زندہ دلی ان غیر ذی روحون مین ہے

پھول پھل سے جیب صحرا کے بھرجاتا ہے کون؟
ڈالیان جاتی ہین یہ ہر روز کس سرکار مین؟

کھیئے تو کسکے لیے چن چن کے جاتی ہین بھر
دنکو پھول اور شب کو تارے دامنِ کہسار مین

※ ماخوذ از معرکۂ مذہب و سائنس

کتنے خوش قسمت ہین جوگی وہ سادہ بیہودہ فقیر — آرہے جو انمین شورستانِ ہستی چھوڑکر

کسقدر فرزانگی ہے آہ وہ دیوانگی — کردے جو آناو زنجیر تعلق توڑ کر

نیت انکی طاعت انکی اور عبادت انکی ہے — پاک دل سے جوکہ ان خلوتکدون کے ہو رہے

مرگئے بھی تو رہے وارستۂ گور و کفن — گویا نیند آئی کہین سبزہ پہ پڑکر سو رہے

دیرتک دریا ئی لذت مین رہا مین غوطہ زن — دیرتک اسرار قدرت مین رہا بیٹھا مین گم

اور کیا جانے یہ حالت رہتی کب تک ناگہان — کوئی رکھکر ہاتھ شانہ پر مرے بولا کہ "قم"

اس تحکم کی صدا پر چونک اٹھا مین دفعتاً — اور پھر کر اوسطرف دیکھا تو کوئی بھی نتھا

ہان وہ کالا بھوت وندھیاچل جسے مین سمجھکر — ایک بچے کیطرح تھا اوسکے آگے کانپتا

آہ اے معشوقۂ دنیائے پُرفن - الحذر — کون سمجھے ان اشارون اور کنایونکو ترے

کو وہ وریا دختر قسمت کے دو صفحے ہین یہ — ایک حسرت ہے مری اور اک مری امید ہے

پہلے تو اپنی امید دنکا دکھا کر سبز باغ — یاس کے بے آب نالہ دل مین پھنسا دیتی ہی بس

گدگدا کر پھر کبھی مجھکو ہنسا دیتی ہے اور — چٹکیان لیکر کبھی مجھکو رلا دیتی ہے بس

جان لیکر شورشِ ہستی سے بھاگ آیا تھا مین — آہ اس کمبخت نے یان بھی مرا چھوڑا نہ ساتھ

ساتھ ہے مرغ روان کے سایۂ مرغ روان — بیڑیان پاؤن مین پھرتا ہے لئے دیوانہ ساتھ

خار حسرت کی ہی کاوش ہر گل امید مین — نیش غم سے عیش کی کوئی گھڑی خالی نہین

ترک دنیا آہ اس دنیا مین ممکن ہی کہان — لاکھ مین چھوڑون وہ مجھکو چھوڑنے والی نہین

دیرتک بحر طلاطم مین جو مارے ہاتھ پاؤن — ہو گیا بیدم مین ایسا تھک گیا شل ہو گیا

ناگہان امواج نے پھینکا کنارے مجھکو اور — ایک جھونکا نیند کا آیا مجھے - مین سو گیا

پر لطف خط

چند روز ہوے ہمین الہ آباد جانے کا اتفاق ہوا۔ خان بہادر سید اکبر حسین صاحب اکبر کے عشرتکدہ پر نشست تھی۔ تعلیم نسوان کی بحث کے ضمن مین ہمنے شکایتاً عرض کیا کہ آپ نے اکثر ظرافت کے لطیف پیرایہ مین مخالفت کی ہے۔ فرمایا کہ مین تعلیم نسوان کا مخالف نہین۔ اسی بنا پر ہمنے پچھلے دنون اُن سے الناظر کے لئے کچھ تازہ کلام مرحمت فرمانے کی درخواست کرتے ہوے لکھا تھا کہ اب اگر آپ تعلیم نسوان کی حمایت مین نظمین تحریر فرمایا کرین تو ہماری عین مسرت کا باعث ہوگا۔ اسکے جواب مین جو خط ہمین اُنھون نے تحریر فرمایا ہے وہ اس قدر پر لطف ہے کہ ہم اُسکی حلاوت سے دوسرون کو لذت آشنا کئے بغیر نہین رہ سکتے وہو ہذا

اڈیٹر

مکرمی۔ عنایت نامے کا شکر گذار ہون۔ خدا آپکے سفر کو کامیاب کرے۔ مین نہایت معذور ہو رہا ہون۔ سات برس سے نہین معلوم دنیا کہان ہے کدھر جا رہی ہے۔ اگر میری کچھ وقعت ہے تو بہتر گا میرے دو شعر بھی کافی ہین۔ احباب کا تقاضا شدت سے ہے کیا کرون۔ اپنے مسودات خود نہین پڑھ سکتا۔ کاتب کو ہدایت کرنے مین نہایت وقت ہوتی ہے۔ کاتب صاحب فہم استعداد ایسے ہین کہ "کونسلون مین سیٹ" کو "گھونسلون مین بیٹ" لکھدیتے ہین۔ دعا فرمائے دسمبر مین آپریشن کامیابی کے ساتھ ہو۔

تعلیم نسوان کا مخالف مین کیونکر ہو سکتا ہون۔ بغیر تعلیم کے معشوقانہ انداز ممکن نہین۔ مین تو شاعر آدمی ہون اس قدر تعلیم چاہتا ہون کہ شعر گوئی کا سلیقہ پیدا ہو جائے۔ سبز پری اگر ایسا مطلع نہ کہہ سکتی۔

معمور ہون شوخی سے شرارت سے بھری ہون
دھانی مری پوشاک ہے مین سبز پری ہون

تو گلفام کی کیا کمبختی تھی کہ اُس پر مرتا اور راجہ اندر کی سختیاں اوٹھاتا۔
جو عاشقانہ طبیعت کے نہ ہون اُنکو بھی تعلیم یافتہ بی بی ضرور ہے۔ گھر کا حساب کتاب لکھ سکے۔ لڑکون کی ابتدائی تعلیم کی نگران ہو لیکن مذہبی تعلیم بھی ضروری ہے اگر میان سے آزاد تر ہوئی تو صرف عاشقانہ مذہن کھپ سکتی ہو اور اُس مذہن بہت حصہ دار ہوسکتے ہین۔ ایشیا والے خیالات مین ترقی کر گئے ہین مگر اُنکا خون بہت دنون مین ترقی کرے گا۔ لہذا اگر کوئی صورت ناگوار پیش آئی تو بہ نسبت یورپین کے اُن کو زیادہ تکلیف محسوس ہو گی۔
لیکن سب سے بڑی ضرورت اور قوی دلیل حمایت تعلیم نسوان کی یہہ ہے کہ جب ہم لڑکون کو مغربی تعلیم دیکر نئے سانچہ مین ڈھال رہے ہین تو اشد ضرورت ہے کہ ایک سٹ لڑکیون کا بھی ان کے لئے طیار ہو ورنہ شریف زادیان بیٹھی بجائنگی اور مس بد ہو اور مس رضا نی اسکولون سے نکلکر دلون کو لبھالینگی اور چھپر کھٹون پر قابض ہو جائینگی۔
مین شاعر آدمی ہون۔ کبھی اورون کی فیلنگس کو بھی موزون کر دیتا ہون اُس کا اعتبار نہین۔ صرف بے پردگی کا مین مخالف رہا وہ بھی اس وجہ سے کہ ہنوز طبایع اسکے لئے طیار نہین ہین۔ بتدریج وہ وقت بھی آجائیگا رسم پردہ ایک ایسی چیز ہے جس سے مرد بھی فائدہ اُٹھاتے ہین۔ گھر مین بیٹھ رہے کوئی دوست خواہ مخواہ بلا اذن نہین آسکتا۔ یہ حق قانون نے تسلیم کر رکھا ہے۔ اس حق کے شکست کا افسوس ہے لیکن اُسی قدر جس قدر کہ سلطنت جانے کا افسوس ہے۔ بہر کیف پردہ نہ توڑنا چاہیئے لیکن آیندہ قائم نہ رکھنا سہل ہوگا۔
مین تو موجودہ حالت سے اس قدر پریشان ہون کہ آریا یا عیسائی ہونے کو موجود ہون۔ لیکن آپ ہی کو عذر ہے اور ہم یہان رہکر آپ کا ساتھ کس طرح

چھوڑین - مگر عزیز من مین چراغ سحری ہون - برشما خوش باد این غمخانہ ناماندنی -

اکبر حسین

سفر بھوپال

ہمنے پچھلے نمبر مین وعدہ کیا تھا کہ ہرایکسیلنسی لیڈی منٹو صاحبہ کے بھوپال تشریف لیجانے کے حالات جنوری کے پرچہ مین کسی قدر شرح و بسط کے ساتھ درج کرینگے - چنانچہ ہماری درخواست پر قوم کی ہمدرد اور الناظر کی بہی خواہ زہرا بیگم فیضی صاحبہ نے اپنے زمانہ قیام بھوپال کے متعلق جو یادداشت لکھی تھی اوسکی نقل ہمین ایک مضمون کی صورت مین مرحمت فرمائی ہے ہم اُسے نہایت شکریہ کے ساتھ درج رسالہ کرکے اپنا وعدہ ایفا کرتے ہین -

عام طور سے اُس موقع پر شہر کی سجاوٹ مین جو کوشش کیگئی تھی یا ہر ہائینس نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ خلداللہ ملکہا و سلطنتہا کے محل خاص واقع احمدآباد اور اُس پر فضا حصہ آبادی کے تمام قطعات کی آراستگی جس لطف کے ساتھ ہوئی تھی اُس کے تفصیلی حالات لکھنے کے لئے الناظر کے محدود صفحات کافی نہین ہو سکتے - لیکن اگر اسقدر عرض کردینا کافی سمجھا جاسے تو ہمین عذر نہ ہوگا کہ شہر کے تقریبًا تمام مکانات پر سفیدی کرائی گئی تھی - شاہراہون پر کے شکستہ مکانون کی مرمت اور ان مکانون کے دروازون پر رنگ کرایا گیا تھا - خاص اس موقع کے لئے بھوپال مین برقی روشنی کا انتظام کیا گیا تھا - جن راستون پر حضور والسرا سے یا لیڈی منٹو صاحبہ کی سواری گذرنے والی تھی دورویہ جھنڈیان اور رنگ برنگ کے پھریرے اور نشانات نصب تھے - ریلوے اسٹیشن کی آراستگی مین بھی کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا گیا تھا اور جن جن ایوانہائے ریاست یا دوسرے مقامات عامہ کو ہزمجسٹی ایڈورڈ ہفتم کے نائب السلطنت اور اُن کی انیس خلوت کی جلوہ افروزی کا فخر حاصل ہوا اُن کی عروسانہ سج دھج انسانی دستکاری و جانفشانی وسط ہند کی اسلامی ریاست کے جاہ وحشم اور حضور سرکار عالیہ کی فراخ حوصلگی اور خوش مذاقی کی بہترین مثال تھی -

حضور وائسرائے کے قیام بھوپال مین جو پرلطف تقریبات ہوئین اونین سے دو کے مفصل حالات خاص دلچسپی کے قابل ہین - جناب زہرا فیضی صاحبہ نے ان کو خوب بیان کیا ہے مگر ہم چاہتے ہین کہ مدرسہ سلطانیہ اور پرنسس آف ویلز کلب کے متعلق بھی کچھ لکھین تاکہ اس بات کا اندازہ کیا جا سکے کہ حضور سرکار عالیہ کی روشنضمیری سے دار الاقبال بھوپال مین کیسے کیسے چشمۂ فیض جاری ہو رہے ہین -

مدرسہ سلطانیہ - یہ مدرسہ حضور نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ نے زمام سلطنت ہاتھ لینے کے چند روز بعد قائم کرکے اپنے اسم گرامی سے موسوم کیا - یہان تو لڑکیون کی تعلیم کے لئے وکٹوریہ گرلز اسکول پہلے ہی سے وہان موجود تھا اور ممکن تھا کہ اوسی مدرسہ کو زیادہ وسیع کرنے سے تمام بھوپال کی ضروریات پوری ہوتین - مگر چونکہ ہمارے ملک مین طبقۂ اعلیٰ کے لوگ اس بات کو ناپسند کرتے ہین کہ اُن کے لڑکے لڑکیان اور خصوصاً لڑکیان عام مدارس مین تعلیم حاصل کرین اور ہر فرقہ کے بچون کی میل جول سے اُن کے شریفانہ خصائل وعادات مین فرق آئے اسلئے وکٹوریہ گرلز اسکول سے وہان کے معزز طبقہ کی لڑکیان کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکتی تھین - بیگم صاحبہ کی بیدار مغزی اس مسئلہ کی تہ کو پہونچ گئی اور انھون نے اس مدرسہ کی بنا ڈالی جسمین صرف عالی خاندان لڑکیان ہی تعلیم پاتی ہین -

پردہ کی انتہائی پابندی کی جاتی ہے اور چونکہ مدرسہ کی عمارت ایک قدیم محل کی صورت مین ہے اسلئے اسکے انتظام مین ذرا بھی دشواری نہین - جن لڑکیون کے والدین اتنی استطاعت نہین رکھتے کہ تعلیم کے تمام اخراجات کے کفیل ہو سکین اونھین سرکار عالیہ کیطرف سے حسب ضرورت ہر طرح کی امداد ملتی ہے -

نصاب تعلیم مین مندرجہ ذیل باتین شامل ہین :- امور مذہبی - عربی - فارسی - اُردو - انگریزی - ابتدائی ریاضی - تاریخ - جغرافیہ - اصول حفظان صحت - گھر گرستی - گانا - سلائی (معمولی اور نفیس) اور کھانا پکانا -

طلبا کی تعداد مجموعی اسوقت ۱۱۴ ہے - سات درجہ معمولی اور ایک چھوٹی لڑکیون کے لئے کنڈر گارٹین کا درجہ ہے - حضور عالیہ کو جو خاص دلچسپی تعلیم نسوان سے ہے اُس کا یہ کافی ثبوت ہے کہ جبکہ

مسز بخش نے اس ایڈرس میں بیان کیا جو لیڈی منٹو صاحبہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا کہ حضور عالیہ کو جب کبھی امور ریاست سے دم مارنے بھر کی فرصت بھی مل جاتی ہے تو وہ اس مدرسہ میں ضرور تشریف لاتی ہیں اور سالانہ تقسیم انعام کے جلسوں میں اپنی شرکت سے لڑکیوں کی ہمت افزائی فرماتی ہیں لیڈی منٹو صاحبہ کی تشریف آوری کے موقع پر جہاں مدرسہ کی آراستگی میں غیر معمولی کوشش کی گئی تھی وہاں یہ بھی انتظام کیا گیا تھا کہ تمام لڑکیاں یکساں لباس میں ہوں جو ہر ہائنس کی جیب خاص کی فیاضی سے طیار ہوئے تھے۔

پرنسس آف ویلز کلب ۔ یہ کلب حال میں بھوپال کی مقتدر بیگمات نے اس غرض سے قائم کیا ہے کہ باہمی تبادلہ خیالات کے ذریعہ سے نہ صرف آپس میں الفت و محبت کے گہرے تعلقات قائم ہو جائیں بلکہ باہمی میل جول ایک طرح کی روشنضمیری اور وسعت خیالات کا ذریعہ بنکر وہاں کی خواتین کو ضروریات ملکی و قومی سے واقف کر کے معاشرتی اور تمدنی معاملات میں اُن کے دائرہ عمل کو زیادہ موثر اور مفید بنا دے۔ مدرسہ سلطانیہ کی طرح یہ کلب بھی صرف عالی خاندان خواتین کے لئے مخصوص ہے اور اس میں شرکت کے لئے حضور عالیہ کی اجازت لازمی قرار دیگئی ہے ۔

کلب کے خوشنما قواعد جو ہمارے پیش نظر ہیں اُن کے سرسری مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں ایسے کھیلوں اور تفریحی سامان کی بہم رسی کے علاوہ جو بلحاظ جنسیت عورتوں کے لئے مناسب ہوں مختلف رسالے اور اخبارات اور ایک مختصر سے کتب خانہ کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اور تمام ضوابط اس اصول پر قائم کئے گئے ہیں کہ باہمی یکجہتی اور یگانگت کے ساتھ ہی ساتھ حفظ مراتب اور محاسن اخلاق کی عمدہ مثالیں قائم ہو سکیں ۔

ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس کلب کی کامیابی کی نہایت قوی امیدیں ہیں کیونکہ حضور سرکار عالیہ جو اس کے قیام کی محرک اصلی ہیں اسکے معاملات میں نہایت دلچسپی لیتی ہیں۔

یہ امر نہایت قابل مسرت ہے کہ مہاراجہ صاحب بڑودہ کی طرح نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ نے بھی اپنے ہاں تعلیم اور خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم لازمی قرار دیدی اور اسکے تمام اخراجات کے لئے ریاست کے خزانہ عامرہ کو کفیل بنا دیا ہے ۔

اڈیٹر

ہز ہائنس نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ دام اقبالہا والیۂ ریاست بھوپال نے مہینون پیشتر ہمشیرہ عطیہ اور عاجزہ کو دعوت دی تھی اور وجہ یہ تھی کہ حضور وائسرائے اور لیڈی منٹو صاحبہ ۲ نومبر کو بھوپال تشریف لیجانے والی تھین اور اس موقعہ پر لیڈی موصوف کے ہاتھون زنانہ کلب کے افتتاح کی رسم ادا ہونے والی تھی۔ جسمین حضور بیگم صاحبہ کا خیال تھا کہ ہم لوگ کچھ مدد دے سکین گے۔ اسی واسطے اُن کی خواہش تھی کہ پہلی نومبر کو ہم بھوپال پہونچ جائین۔ اور اُن کا ہاتھ بٹائین۔ چنانچہ ۳۱۔ اکتوبر کو بمبئی سے روانہ ہو کر یکم نومبر کی صبح کو ہم بھوپال پہونچ گئے۔ اسٹیشن پر ہمارے استقبال کے لئے تین عہدہ دار آئے تھے جنکی رہنمائی مین مہمان خانہ تک پہونچے۔ جس مقام پر ہم لوگون کے ٹھہرنے کا انتظام تھا اُسے عالی منزل کہتے ہین۔ یہ کمرہ لیڈیز کلب سے ملا ہوا ہے۔ ہر چیز کا عمدہ بندوبست تھا۔ صاف ستھرا کمرہ جسمین ہر طرح کی آسائش کا خیال رکھا گیا تھا۔ اسوجہ سے ہم بہت ہی آرام سے رہے۔ وقتاً فوقتاً الوان نعمت کے خوانچہ موجود ہوتے اور ہم شکم سیر ہو کر کھاتے۔ سب چیزین نہایت لذیذ اور پرتکلف طیار ہوتی تھین۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا کہ باورچی اپنے فن مین پوری مہارت رکھتا ہے۔ عالی منزل کمانون سے پر ہے اور ہر چار کمان کے درمیان کی چھت ہلکے ہلکے رنگ کے تاش کی سی ہے جن کے گرد آسمانی اور گلابی جھالرین کونون سے جڑی ہوئی ہین۔ یہ وضع ہمین بالکل ہی نئی معلوم ہوئی۔ لیڈیز کلب کا کمرہ بھی اسی طرح کمانون دار بنا ہوا ہے۔ مگر بہت ہی وسیع ہے اس کے روبرو بہت بڑا برآمدہ ہے جسکے آگے نہایت کشادہ باغ بنا ہوا ہے۔ اور اس سب کو اونچی اونچی دیوارون سے گھیر کر محفوظ کر دیا ہے۔ اسلئے پردہ نشینون کے واسطے ٹہلنے۔ سیر کرنے اور ہر طرح کی تفریح کے لئے نہایت موزون ہے۔ ہمارے پہونچنے کے بعد حضور عالیہ نے اپنی طرف سے خبرگیری کے واسطے ایک معتمد کو بھیجا۔ چونکہ اسی شام کو لیڈیز کلب مین مجمع ہونے والا تھا ہمین معلوم ہوا کہ حضور

یہین تشریف لانے والی ہین اور ہمارے محل پرجانیکی ضرورت نہین حسب دستور سابق پانچ بجے شام کو بیگمات جمع ہوئین - کوئی آبی - کوئی گلابی - کوئی دھانی - کوئی آسمانی - کوئی نافرمانی غرضکہ ہر رنگ اور ہر ڈھنگ کی پوشاکین زیب تن کئے ہوئے برآمدہ مین سب کی سب جمع ہوئین - یہ بیگمات نواب بیگم صاحبہ کی عزیزدار - رشتہ دار اور برادری کی تھین - اور سب کی سب خوش اندام - خوش صورت اور خوش رنگ تھین خصوصًا اُن کے سمدھیانہ کی بیگمات - بیگم صاحبہ ہر طرح کی درستی کے لئے جو کوشش کررہی ہین - وہ نہایت قابل تعریف ہے لیکن اُن کا ساتھ دینے والا کوئی نظر نہین آتا - پھر بھی اس آٹھ نو برس کے عرصہ مین بہت کچھ فرق ہوگیا ہے -

۲ - نومبر کو مسنز بخش جو مدرسہ سلطانیہ کی بڑی اوستانی ہین ساڑھے سات بجے ہمارے یہان آئین اور اپنے ہمراہ تاج محل کا کل علاقہ دکھانے لے گئین - یہہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ (موجودہ بیگم صاحبہ کی والدۂ مرحومہ) کے شوق کا نمونہ ہے - اس کا احاطہ کوئی دو میل سے زائد ہوگا - اس مین عالی منزل بھی شمار ہوتا ہے باغ مین خوبصورت خوبصورت بارہ دریان دیکھین اور آگے چلکر ایک عظیم الشان اور نہایت وسیع عمارت مین داخل ہوئے - یہان مرحومہ بیگم صاحبہ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ گذارا تھا اور اسی محل کے ایک کمرہ مین آخری سانس لی اور جان بحق تسلیم ہوئین یہ عمارت اب ویرانہ بن گئی ہے اور اس شعر کا پورا ثبوت ہے -

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت   رفت و منزل بدیگرے پرداخت

نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ نے ایک اور قطعہ آباد کیا ہے - فی الحال یہ جگہہ زیادہ تر وثیقہ خوارون کے لئے ہے - بعضے حصے دوسرے کامون مین بھی آتے ہین مگر اسمین عجیب وغریب اندرونی گذرگاہین - خفیہ راستے تہ خانے وغیرہ وغیرہ دیکھے بعض کمرے بالکل اندھیرے اور تاریک ہین جنمین روشن دان تک نہین - یہ ساری عمارت

لب تالاب واقع ہے اور جہان خود مرحومہ بیگم صاحبہ رہتی تھین وہ حصہ تالاب کی نہایت پر لطف کیفیت دکھاتا ہے۔ اگر اس ویران اور بوسیدہ عمارت مین گویائی کی طاقت ہوتی تو سیکڑون حیرت انگیز داستانین اور ہزارون تعجب خیز افسانے سنائی دیتے۔ ایک جگہہ حمام خانہ تھا جہان شادروان کی ترکیب سوچ و سمجھی۔ اسی کے قریب توشہ خانہ ہین جہان کہتے ہین کہ اس زمانہ مین خزانہ رہتا تھا۔ اب اس جگہہ کی نگہداشت ایک بیچاری فلک زدہ وثیقہ خوار کے ہاتھ مین ہے۔ اور ایک حصہ مین دفتر محاسبی ہے باورچی خانہ دیکھا خاص وعام کھانا یہین پکا کرتا تھا۔ مگر اب کھنڈر ہو رہا ہے۔ اسی عمارت کے ایک حصہ مین جو کبھی دربار کا کمرہ تھا مدرسہ سلطانیہ ہے۔ اسے نہایت عمدہ ڈھب سے مرتب کیا ہے اور رنگ وغیرہ سے صاف اور چمکدار بنا دیا ہے اگر اسی طرح سب حصے کام مین لائے جائین تو تھوڑے سے خرچ مین مرضی کے مطابق طیار ہو سکتے ہین۔ اسکے ساتھ بہت ہی اچھا باغ لگا ہوا ہے جسے خوب آراستہ کیا ہے۔ ہر طرح کے موسمی پھولون اور فرنز سے یہ بھرا ہوا ہے۔ کوئی دس بجے کے قریب انقلاب زمانہ کے افسوس ناک نتیجون پر حسرت زدہ اور اداس ہو کر واپس آئے۔ ہمیشہ دستور ہے کہ جب ایسی پرانی یادگارین دیکھنے مین آتی ہین تو دل پر عجیب افسردگی طاری ہو جاتی ہے۔ کھانا کھا کر تقریباً بارہ بجے حضور عالیہ کے پاس پہونچے۔ اوسوقت وہ صدر منزل مین تشریف فرما تھین۔ اس عمارت کے پچھلے حصہ مین ایک چبوترہ پر سیدھا سادا مسند بچھا اور ایک گاؤتکیہ لگا ہوا تھا۔ جہان ایک معمر ملازمہ ہمین لیگئی اور کہا کہ آپ لوگ تشریف رکھین سرکار ابھی تشریف لائینگی۔ ہم انتظار مین بیٹھے تھے کہ کچھ دیر بعد نواب بیگم صاحبہ اپنی پوتی پرجبیں جہان بیگم کے ہمراہ خندہ پیشانی کے ساتھ جلوہ افروز ہوئین۔ وہ اسقدر سادگی پسند۔ خوش اخلاق۔ منکسر مزاج۔ حلیم الطبع عالی حوصلہ۔ سنجیدہ۔ روشن خیال مہذب اور درویش صفت ہین کہ اونھین اور انکے گرد و پیش کو

دیکھکر ہم بے اختیار دل ہی دل مین کہنے لگے کہ ایسے ہی نیک طبیعت لوگون کی شان مین یہ مصرعہ کہا گیا ہے "درویش صفت باش و کلاہ تتری دار" گویا اُنھون نے اسی کو اپنا ماٹو (اصول زندگی) بنایا ہے - نہایت محبت اور الفت سے ہم لوگون سے ملین کسقدر خلیق اور جدید خیالات سے پر ہین - اونھون نے بیان فرمایا کہ وہ دن بھر امور ریاست اور آجکل وائسرائے کی تشریف آوری کے انتظامات مین مصروف رہتی ہین - چونکہ اُنکی عالی حوصلہ خیالات کا سمجھنے والا اور ساتھ دینے والا کوئی نہین اسلیئے ہر چیز کو بذات خاص آپ ہی دیکھتی بھالتی اور ہر قسم کی ہدایات کرتی رہتی ہین اسی غرض سے صبح سے اپنے محل احمد آباد سے صدر منزل آتی ہین اور یہان ہر بات کا انتظام کرتی اور ہر مقام پر خود چل پھر کر دیکھ بھال کرتی ہین - مکان جہان وائسرائے کا قدم جانے والا ہے خود جا کر نگرانی کرتی ہین - رات تک ان کامون سے فراغت کرکے اپنے محل پر واپس جاتی ہین - حیرت کی جگہ ہے کہ اس عمر مین کسقدر چست و چالاک ہین - باوجودیکہ شل ہو جاتی ہین مگر اپنے فرائض پوری طرح ادا کرتی ہین - واقعی یہہ صفت موصوف ہین اور فخر قوم ایسی ہی بیگمات کہی جا سکتی ہین رفاہ عام کے لئے کیا کیا کر رہی ہین - خدا عمر مین برکت دے اور سب ارمان پورے کرے - تھوڑی بات چیت کے بعد امور ریاست طے کرنے کے لئے دوسرے کمرہ مین تشریف لیگئین جہان چق کی آڑ سے ہدایتین کرنے لگین - ان مین ایک اور زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جو کچھ کرتی ہین باپردہ اور با برقعہ - کبھی کھلی ہوئی بے پردہ کہین جاتی آتی نہین - اور یہ اصول اُن کے اسقدر پکے ہین کہ جسکی انتہا نہین - ہرگز ان مین سر مو فرق نہین پڑ سکتا - وہ اپنے کام مین مصروف تھین اور ہم ایک کمرہ مین ستا رہے تھے - دیر کے بعد ہم کو بلوایا اور فرمایا کہ چلو صدر منزل دکھا لائین - وہ آپ آگے آگے چلین اور ہم پیچھے ہو لئے - اندر پہونچ کر نیا ہی عالم نظر آیا - دربار کا کمرہ جہان

وائسرائے کے لئے دربار ہونے والا تھا عجیب آرایش اور تکلف سے سجا گیا تھا زردوزی فرش بچھا ہوا۔ اُسپر چند قالین چاندی سے منڈھی ہوئی کرسیان جسمین کہین کہین طلائی کام بنا ہوا تھا۔ چھت کی پوشش بھی گران قیمت ریشمی کپڑے سے کیگئی تھی۔ یہان کچھ دیر ٹھہر کر اپنی منجھلی بہو شہریار بیگم صاحبہ یعنی صاحبزادہ کرنیل عبید اللہ خان صاحب کی بیگم صاحبہ کے پاس ہمین لے گئین۔ ان کا قیام صدر منزل کے قریب ہمایون منزل مین ہے۔ اس جگہ پہونچکر ایک عجیب نورانی صورت نظر آئی۔ شہریار بیگم صاحبہ اپنی نظیر نہین رکھتین۔ واقعی لاجواب ہین اور انکی صاحبزادی برجیس جہان بیگم صاحبہ بھی یہین جلوہ افروز رہتی ہین۔ یہ حصہ انگریزی وضع سے سجا ہوا ہے اور اسی طریقہ پر اُسوقت ہم لوگون کو چاے پلائی گئی۔ کرنیل صاحب اپنی والدہ ماجدہ کے قدم بقدم چلتے ہین۔ منجھلی دولھن صاحبہ نہایت ذکی الطبع ہین اور آجکل انگریزی سیکھ رہی ہین۔ تھوڑی دیر کی پر لطف گفتگو کے بعد بیگم صاحبہ اپنے ہمراہ پہلے مقام پر لائین اور فرمایا کہ مین نماز ادا کرتی ہون آپ لوگ بڑی دولھن کے پاس جائین۔ ہم لوگ دو پیش خدمتون کے ساتھ صدر منزل سے گذر کر دوسری طرف گئے جہان شوکت محل ہے اور اُسی جگہ صاحبزادہ نصر اللہ خان رہتے ہین۔ محل کے اندرونی حصہ مین جہان بڑی دولہن صاحبہ تشریف رکھتی تھین پہونچے۔ یہ بیگم صاحبہ منجھلی دولہن صاحبہ کی ہمشیرہ ہین اور اُنھین کی طرح نور کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہین۔ ذرا پرانے خیالات کی پابند ہین۔ مگر سچ کہتی ہون ان لوگون سے ملکر جی بہت خوش ہوا۔ ایسی بیبیان عنقا ہین۔ کچھ دیر بعد سرکار عالیہ برقع پہنے ہوے تشریف لائین اور اپنی پوتی کو اور ہمین اپنے ساتھ گاڑی مین سوار کر کے الکزینڈرا ہائی اسکول کی طرف چلین اور وہان پہونچکر اپنی ہدایات کی تعمیل ملاحظہ فرمائی۔ یہ اسکول لڑکون کے لئے ہے جس کا افتتاح لارڈ منٹو صاحب بتاریخ ۱۱۔ نومبر

فرمائینگے اور تالاب کے دوسری طرف نہایت ہی عمدہ موقع پر واقع ہے۔ لارڈ صاحب کی یہان تشریف آوری پر جو رسم ادا ہونے والی ہے اُسکے لیے ایک وسیع کمرہ خاص طور پر آراستہ کیا گیا ہے۔ مس تو پین (ایلکز ینڈرا اسکول کے مدرس اعلی) کی بی بی کے اصرار سے چائے نوشی ہوئی۔ کچھ دیر ٹھہر کر عالی منزل چلین جہان اُنھون نے لیڈیز کلب کے متعلق تمام تجاویز بیان فرمائین۔ اُسکے بعد ہمکو وہین چھوڑ کر خود واپس تشریف لے گئین۔

۳۔ نومبر کو حضرت عطیہ بی بیگم صاحبہ کے پاس گئی تھی اُنھون نے اسپتال او عجائب خانہ (اسکے افتتاح کی رسم بھی لارڈ منٹو صاحب ۱۱۔ نومبر کو ادا کرینگے) دکھایا اور آپ گر عالی منزل پہونچا گئین۔

۴۔ نومبر آج شام کو بیگمات پھر جمع ہوئین۔ حضور عالیہ بھی تشریف لائین اور پوری طرح ریہرسل کرایا۔ سب نے اپنا اپنا کام نہایت خوش اسلوبی سے کیا۔ خصوصاً لیڈیز کلب کی سکریٹری آفتاب بیگم صاحبہ نے ایڈریس نہایت پہلے انداز سے پڑھا۔ یہ دونون دولھنون کی بڑی ہمشیرہ ہین اسلیے وہی آب وتاب ہے۔ یہ سب سات بھنین ہین اور سب کی سب نہایت عمدہ قابلیت رکھتی ہین اگر ایسی بی بیان زیور علم سے پوری طرح آراستہ ہون تو معلوم نہین کیا کچھ کارہائے نمایان کرین انہین ہر طرح کا مادہ ہے۔ اور بھی بیگمات ہوشمندی اور لیاقت مین کم نہین ہین اور ہمین یقین ہے کہ کلب مین ملنے جلنے سے بہت کچھ فائدہ ہوگا۔

۵۔ نومبر۔ سرکار عالیہ کی خواہش سے کلب کا انتظام یعنی لیڈی منٹو صاحبہ کی تشریف آوری کے متعلق پروگرام بنانا اور تمام آراستگی کی نگرانی کرنا وغیرہ عطیہ نے اپنے سر لے لیا ہے۔ اگرچہ آرایش اور بعض انتظامات ہوچکے ہین مگر انگریزی مین جسے فنشنگ ٹچ آخری رنگ آمیزی کہتے ہین وہ عطیہ دے رہی ہے۔ اسیطرح عطیہ کی تجویز سے مدرسہ سلطانیہ مین بھی کئی باتین اور شریک کردی گئین ہین اور وہ دونون

موقعون کے لئے عمدہ طریقہ پر پروگرام بنا رہی ہیں۔ امید ہے کہ پوری کامیابی ہوگی اور بیگم صاحبہ اور لیڈیز بہت محظوظ ہونگی۔

۷ - نومبر آج عطیہ میرے ساتھ نہ آسکی ۔ بہ سبب کام کے رک گئی ۔ مین بیگم صاحبہ کا باغ حیات افزا دیکھنے گئی تھی ۔ یہ باغ شہر سے کچھ فاصلہ پر واقع ہے اور بہت بڑا قطعہ اراضی گھیرے ہوئے ہے ۔ پھل اور پھول کے بہت سے اقسام کے درخت ہین ۔ بیچ مین ایک پرلطف بارہ دری ہے ۔ یہ نہایت دلفریب جگہ ہے خوب سیر کی ۔ ایک طرف ایک چبوترہ بنا ہوا ہے جس کا جالی دار کٹہرا سنگ مرمر کا ہے ۔ یہان بیگم صاحبہ کے ذی مرتبہ شوہر دفن ہین ۔ اور قریب ہی دونون صاحبزادیون نواب بلقیس جہان بیگم صاحبہ اور نواب آصف جہان بیگم صاحبہ کے مزارہاے پرحسرت ہین ۔ دونون تھین عالم شباب مین داغ حسرت دیگئین ۔ جب مین واپس آئی تو معلوم ہوا کہ نواب شاہجہان بیگم کا مزار بھی وہین دوسری طرف تھا ۔ شام کو آفتاب بیگم صاحبہ اور اقتدار دولھن صاحبہ آئی تھین ۔ بہت ہی اچھا وقت گذرا ۔

۸ - نومبر ۸ بجے احمد آباد پہونچے ۔ راستہ بھر دو رویہ جھنڈیان لگی ہوئی اور چراغان کی تیاریان ہو رہی تھین ۔ یہ عمارت پرانی وضع کی ہے ہم جسوقت پہونچے بیگم صاحبہ باغ کی سیر مین مشغول تھین ۔ تھوڑی دیر بعد تشریف لائین تو فرمایا کہ مین آپ لوگون کا انتظار کر رہی تھی آپ کیون نہ آئین ۔ ہم نے عرض کیا کہ حضور کی مرضی سے ہم ناواقف تھے ورنہ وہین حاضر ہوتے ۔ اُنھون نے فرمایا اچھا اب آپ لوگ سیر کر آئین مین تو شل ہوگئی ہون ۔ خیر ہم ملازمہ کے ہمراہ باغ مین گئے ۔ نہایت اچھی جگہ ہے اور قدرتی نظارہ کیفیت خیز ہے ۔ ہنوز باغ پورا مرتب نہین ہوا ہے کیونکہ تھوڑے ہی سال ہوے ہین کہ بیگم صاحبہ نے اس مقام کو آباد کیا ہے ۔ چھوٹا سا پہاڑ ہے جسپر یہ سب عمارتین طیار ہوئی ہین اور اُسکے دامن مین بہت ہی وسیع تالاب ہے ۔

سامنے بھی پہاڑ ہے جسپر کرنیل صاحب کی سیرگاہ ہے اور جہان کشتی کے ذریعہ جاسکتے ہین - بارہ دریان سبزخانہ وغیرہ مختلف چیزین بنی ہوئی ہین - یہان گلاب کی جھاڑیان دیکھکر حیرت ہوئی - اچھے خاصے چھوٹے چھوٹے درخت معلوم ہوتے ہین - لب تالاب نشست گاہین بنی ہوئی ہین جہان سے طرب انگیز تماشہ ہوسکتا ہے سیر کرتے ہوے راحت منزل پہونچے - یہ کوٹھی انگریزی طریقے پر بنی ہوئی ہے لیکن یہان کوئی رہتا نہین ہے - چھوٹے صاحبزادہ حمید اللہ خان صاحب جب کسی دوست کو بلاتے ہین تو یہین اُن کے لئے انتظام کیا جاتا ہے - ایک حصہ مردانہ حصہ سمجھا جاتا ہے موسمی پھولون سے یہ حصہ بھرا ہوا ہے - یہان سے [illegible] مسجد بھی دیکھی اور چکر کھاتے ہوے بیگم صاحبہ کے پاس آئے - نہایت لطف [illegible] باتین ہوئی رہین - اُنسے ہم نے کہا کہ آپ راحت منزل مین کیون نہین قیام فرماتین - [illegible] وہ مقام کھلا ہوا ہے دوسرے ابتک ہمارے ملازم ایسے مکانات کا [illegible] نہین جانتے - یہ بڑی دقت ہے اثنائے گفتگو مین جس جہان بیگم صاحبہ اور چھوٹی دولھن صاحبہ نے نہایت اچھے طرز اور خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھکے سنایا اور اُسکا ترجمہ کیا - ان دونون کی تعلیم و تربیت بیگم صاحبہ حسب دلخواہ کر رہی ہین -

دولھن کے ہاتھون کی بنی ہوئی دستکاری بھی دیکھی - واقعی اچھا کام بنائی ہین - دونون نے انگریزی مین ریسائیٹ بھی خوب ہی کیا - مختصر یہ کہ ہر بات مین تھوڑا بہت درک رکھتی ہین یقین ہے کہ جب موقع ہو بچیون کی نوبت ہی جوہر دار ثابت ہونگی - تقریباً ڈیڑھ بجے واپس آئے -

۹ - نومبر - آج آخری ریہرسل ہوا - کل بیگمات جو لیڈی منٹو صاحبہ کے دربار مین پیش ہونے والی ہین اُن کے نام علیحدہ لکھ لئے - تاکہ وہ پکاری جائیں اور بیگمات پیش ہوتی جائین - پروگرام نہایت عمدہ طیار ہوا ہے خدا کرے پورا

کامیابی ہو۔

۱۰۔ نومبر۔ آج وائسرائے معہ لیڈی منٹو اور ہمراہیان کے بھوپال وارد ہوئے۔ سویرے خیر مقدم کی توپین سر ہوئین اور اُسکے بعد دوسری معزز رسوم ادا ہوئین۔ سکریٹری صاحبہ آئی تھین اور اُنسے کل کی کارروائی کے متعلق تمام باتین طے ہو گئین۔

۱۱۔ نومبر۔ آج سویرے منھ اندھیرے ہم لوگ تیار ہو گئے اور بیگمات رنگ برنگ کے لباسون سے مزیب ہو کر آئین اور اپنی اپنی جگہہ قرینے سے بیٹھ گئین۔ دونون دلھنین بھی بڑی آن بان سے آگئین۔ عطیہ ساڑھے بارہ بجے رات تک کام کرتی رہی دو تین دن اُسنے خوب محنت کی۔ لیڈی منٹو صاحبہ کے لئے باغ کے ایک گوشہ مین ایک زربفتی شامیانہ چار سونے کے ستونون پر نصب کیا گیا تھا۔ اور اس شامیانے مین اُن کے اور بیگم صاحبہ کے لئے چاندی کی اور مہمانون کے لئے زربفتی چوکیان رکھی گئی تھین۔ اسکے مقابل قنات تھی جسکے کنارہ ممبران کلب قرینہ سے چوکیون پر بیٹھی تھین۔ تمام باغ جھنڈیون۔ نشانون اور پھریرون سے معمور ہو رہا تھا۔ پھاٹک پر خیر مقدم کے الفاظ لکھے ہوے تھے۔ وہان سے کچھ فاصلے پر کمان کی آڑ مین دونون دولھنین اور دوسری معزز بیگمات سب ملاکر نوبی بیان اس غرض کے لئے بیٹھی تھین کہ لیڈی منٹو صاحبہ کا خیر مقدم کرین اس کے بعد وکٹوریہ گرلز اسکول (جو نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کا جاری کیا ہوا ہے) کی لڑکیان فیروزی لباس پہنے قطار باندھے کھڑی تھین تاکہ لیڈی صاحبہ کی تشریف آوری پر ترانہ خوش آمدید اور دوسری چیزین گائین۔ اسی حالت مین نو بجے تک قرینہ سے سب اپنی اپنی جگہہ حالت انتظار مین رہین۔ پہلے لیڈی منٹو صاحبہ مدرسہ سلطانیہ مین داخل ہوئین اور خیر مقدم کا ترانہ (جو کورس کی وضع پر طیار کیا گیا تھا)

عطیہ کے ساتھ سب لڑکیون اور استانیون نے ملکر گایا - یہ ترانہ نہایت خوش الحانی اور عمدہ لے سے گایا گیا - جسمین لیڈی صاحبہ کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کیا گیا تھا - زیور علم سے ان سب لڑکیون کے آراستہ ہونیکی آرزو کی گئی تھی اور سرکار عالیہ جو اس مدرسہ کی بانیہ ہین اور جنکی بدولت یہ جلسہ ہوا - اُن کے لئے افزونی دولت اور فراوانی اقبال کی دعا مانگی گئی تھی - اسکے خاتمہ پر مسز بخش نے ایڈریس پڑھا - ازان بعد چند لڑکیون نے گیند کا گیت انگریزی مین گایا اور رسیٹیشن سنایا - ان سب کے بعد لیڈی صاحبہ نے انعامات تقسیم کئے اور لڑکیون نے پھول نثار کئے اور گلدستے نذر دئے اختتام پر " گاڈ سیو دی کنگ " (خدا بادشاہ کو سلامت رکھے) کا گانا ہوا - یہان سے سواری پرنسس آف ویلز کلب کی طرف چلی - چونکہ کلب مدرسہ سلطانیہ سے قریب تھا لیڈی صاحبہ کے سوار ہونے کی خبر فوراً پہونچ گئی - اور سب اپنی اپنی جگہ سنبھل کر بیٹھ گئین - جیسے ہی سواری پھاٹک پر پہونچی اور لیڈی صاحبہ معہ بیگم صاحبہ - اپنی صاحبزادی لیڈی ایلین ایلیٹ اور ہمشیرہ کاونٹس آف انٹریم کے اوتریں اور بینڈ نے بھوپال انتھم (بھوپال کا قومی گیت) بجانا شروع کیا - عجیب موثر وقت تھا - آہستہ آہستہ یہ لوگ چلکر کمان تک آئین - جہان دونون دلھنین اور دوسری بیگمات خیر مقدم کہنے کے لئے کھڑی تھین - ان سبھون سے تعارف حاصل کر کے اور ایک دو باتین کر کے یہ سب آگے بڑھین - ایک مقام پر عطیہ کھڑی تھی جسنے پروگرام پیش کیا - یہان سے آہستہ آہستہ شامیانہ تک آئین اور پہلے سکریٹری صاحبہ سے اور پھر ہم سب مہمانون سے ملکر مقررہ نشست گاہ پر بیٹھ گئین - وکٹوریہ گرل اسکول کی ہیڈ مسٹریس (معلمہ اول) مسز اسکل تھارپ نے بیگم صاحبہ کی اجازت حاصل کر کے اپنی دونون لڑکیون کے باجہ کی مدد سے اسکول کی لڑکیون کو

کیساتھ گیت گوایا - اور بعد ازان سلمہ ستارہ اور مصنوعی پھول ٹکے ہوے خوبصورت ہار پہنائے پھر آفتاب بیگم صاحبہ سکریٹری کلب نے نہایت خوبی اور شایستگی سے اردو مین ایڈریس پڑہا جس کا انگریزی ترجمہ عطیہ نے لیڈی صاحبہ کو دیا -

ایڈریس ایسی خوش اسلوبی سے پڑھا گیا کہ لیڈی صاحبہ بھی بغیر تعریف کیے نہ رہ سکین - معلوم ہوتا تھا کہ وہ مدتون سے اسکے پڑھنے کی عادی تھین - افسوس کہ لیڈی منٹو صاحبہ اپنا جواب بھول آئی تھین - اسلئے زبانی چند فقرہ کہے جسکا ترجمہ اُن کی خواہش سے عطیہ نے تمام بیگمات کو مخاطب کرکے نہایت خوبی سے سنایا - اس کے بعد سکریٹری صاحبہ نے کلب کی طرف سے ایک خوبصورت کاسکٹ پیش کیا اور بیگم صاحبہ کو کلب کی کنجی دی جسے لیکر اُنھون نے لیڈی صاحبہ کو دیا اور کہا کہ آپ اس کلب کا افتتاح کرکے ممنون کرین (بیگم صاحبہ خاصی طرح انگریزی مین اپنا مطلب ادا کرسکتی ہین) بیگم صاحبہ کے یہ کہتے ہی لیڈی صاحبہ کلب کی طرف چلین - آگے آگے یہ لوگ اور پیچھے پیچھے سارا مجمع تھا - دروازہ پر لیڈی صاحبہ نے ٹھہر کر کنجی سے قفل کھولا - اور جون ہی کہ یہ دروازہ کھلا کلب کے تمام دروازہ ایک ساتھ کھل گئے جو اُسوقت بہت ہی بھلا معلوم ہوا - اسکا بندوبست یون کیا گیا تھا کہ ہر دروازہ کے اندر ایک ایک ملازمہ رکھی گئی تھی - اُن سبھون نے عطیہ کی تاکید سے وقت پر ایک ساتھ سب دروازے کھولدیئے - لیڈی صاحبہ بیگم صاحبہ مہمان اور دولھنین یہان سے داخل ہوکر اپنی اپنی معین جگھون پر بیٹھ گئین - حضور عالیہ اور لیڈی صاحبہ اُس ڈیس پر بیٹھین جو اُن کے لئے تیار کیا گیا تھا - اُن کے ایک طرف مہانون کے کوچ کرسیان - اور دوسری طرف دولھنون کی نشست تھی - ڈیس کے سامنے کی طرف ایک حصہ رکھا گیا تھا جہان رشتہ دار بیگمات جوڑی جوڑی آتین اور تسلیم بجالاکر لیڈی منٹو صاحبہ سے ہاتھ

ملاتین اور دو رویہ کوچون پر بیٹھ جاتین - پہلے ۹ جوڑیان گلابی اور کپاسی رنگ کے لباس پہنے ہوے آئین اور اُسکے بعد ۲ ۲ جوڑیان اور ایک علیحدہ بیگم فیروزی اور دھنک کے رنگ کے لباسون مین آئین - جملہ ۱۷ بیگمات تھین - جس وقت یہ تسلیم بجالاتین تو عطیہ ان کے نام پکارتی اور تب لیڈی منٹو صاحبہ ہاتھ ملاتین - بیگمات کے پیش ہونے کے بعد عطر گلاب اور الائچی سے ضیافت کیگئی اور سکریٹری صاحبہ نے لیڈی صاحبہ اور حضور عالیہ کو گوٹے کے ہار پہنائے اور ہم لوگون نے باقی سب لوگون کو تقسیم کیے - اسکے بعد بیگم صاحبہ نے ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کا مرقع اور اپنی مرحومہ والدہ ماجدہ اور نانی صاحبہ کی تصویرین دکھائین - بعد ازان کلب گھر پر ایک نظر ڈالی گئی - ہر میز پر کچھ نہ کچھ رکھا ہوا تھا - کہین رسالے کہین اخبار - کہین پنگ پانگ - کہین دوسرے کھیل غرضکہ آدھا کمرہ ایسی چیزون سے بھرا ہوا تھا جس سے کلب کی حیثیت ظاہر ہوتی تھی - بقیہ نصف مین نشست گاہ رکھی گئی تھی پھرتے پھراتے حضور عالیہ ایک میز کے قریب آئین اور چھوٹی دولھن اور پرنسس جہان بیگم صاحبہ سے فرمایش کرکے انگریزی مین ریسائٹیٹ کروایا - ان بچون نے ایسی خوبی سے پڑھا کہ لیڈی صاحبہ دنگ رہ گئین - ایک نہایت عمدہ اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی نقشی تصویر لیڈی ایلیٹ کو دی اور دوسری دست کاری کے نمونے بھی پیش کیے جسکے بعد رخصتی ہوئی - پھاٹک کے قریب کوئی بیس سکنڈ ٹھہر کر لیڈی منٹو صاحبہ نے اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا اور دو ایک باتین اور کین عطیہ کے ساتھ اُن کو بہت ہی دلبستگی ہوگئی اور چلتے وقت فرمایا کہ مین امید کرتی ہون کہ تم اور تمہاری ہمشیرہ بڑودہ آئینگی - سوار ہوئین تو وداعی بینڈ بجا اور سب کارپردازون نے اس کامیابی پر نہایت اطمینان اور مسرت کے دم بھرے عطیہ بھی اوسمین شریک تھی -

کیسانہ گیت گوایا۔ اور بعدازان سلمہ ستارہ اور مصنوعی پھول ٹکے ہوے خوبصورت
ہار پہنائے پھر آفتاب بیگم صاحبہ سکریٹری کلب نے نہایت خوبی اور شایستگی سے
اردو مین ایڈریس پڑہا جس کا انگریزی ترجمہ عطیہ نے لیڈی صاحبہ کو دیا۔

ایڈریس ایسی خوش اسلوبی سے پڑھا گیا کہ لیڈی صاحبہ بھی بغیر تعریف
کئے نہ رہ سکین۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مدتون سے اسکے پڑھنے کی عادی تھین۔
افسوس کہ لیڈی منٹو صاحبہ اپنا جواب بھول آئی تھین۔ اسلئے زبانی چند فقرہ کہے
جسکا ترجمہ ان کی خواہش سے عطیہ نے تمام بیگمات کو مخاطب کرکے نہایت خوبی
سے سنایا۔ اس کے بعد سکریٹری صاحبہ نے کلب کی طرف سے ایک خوبصورت
کاسکٹ پیش کیا اور بیگم صاحبہ کو کلب کی کنجی دی جسے لیکر انھون نے لیڈی صاحبہ
کو دیا اور کہا کہ آپ اس کلب کا افتتاح کرکے ممنون کرین (بیگم صاحبہ خاصی
طرح انگریزی مین اپنا مطلب ادا کرسکتی ہین) بیگم صاحبہ کے یہ کہتے ہی لیڈی صاحبہ
کلب کی طرف چلین۔ آگے آگے یہ لوگ اور پیچھے پیچھے سارا مجمع تھا۔ دروازہ پر
لیڈی صاحبہ نے ٹھہر کر کنجی سے قفل کھولا۔ اور جون ہی کہ یہ دروازہ کھلا کلب
کے تمام دروازہ ایک ساتھ کھل گئے جو اسوقت بہت ہی بھلا معلوم ہوا۔ اسکا
بندوبست یون کیا گیا تھا کہ ہر دروازہ کے اندر ایک ایک ملازمہ رکھی گئی تھی۔
ان سبھون نے عطیہ کی تاکید سے وقت پر ایک ساتھ سب دروازے کھول دیئے۔
لیڈی صاحبہ بیگم صاحبہ مہمان اور دولھنین یہان سے داخل ہو کر اپنی اپنی معین
جگھون پر بیٹھ گئین۔ حضور عالیہ اور لیڈی صاحبہ اس ڈیس پر بیٹھین جو ان کے لئے
تیار کیا گیا تھا۔ ان کے ایک طرف مہمانون کے کوچ کرسیان۔ اور دوسری طرف
دولھنون کی نشست تھی۔ ڈیس کے سامنے کی طرف ایک حصہ رکھا گیا تھا جہان
رشتہ دار بیگمات جوڑی جوڑی آتین اور تسلیم بجالاکر لیڈی منٹو صاحبہ سے ہاتھ

نظرے خوش گذرے

الندوہ

نومبر کے الندوہ مین علامہ شبلی نعمانی نے ابن رشیق القسروانی کی کتاب العمدۃ پر ریویو کرتے ہوے عرب مین شاعری کے رتبہ اور شاعری کے اثر کو چند تمثیلات سے ثابت کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہین:-

عرب مین ایک نہایت معزز قبیلہ بنو نمیر تھا۔ کسی مجمع مین اس قبیلہ کا کوئی آدمی بیٹھا ہوتا تھا اور کوئی اُسکا نام و نسب پوچھتا تھا تو نمیر کا نام لیتے وقت اُسکی آواز مین غرور کا لہجہ پیدا ہو جاتا تھا جریر اس قبیلہ سے ناراض ہوا رات کو اُنکی ہجو لکھنے بیٹھا تو اپنے بیٹے سے کہا کہ ذرا چراغ مین تیل زیادہ ڈال دینا۔ آج دیر تک جاگونگا۔ یہ کہکر ہجو لکھنی شروع کی جب یہ شعر کہا۔

فغض الطرف انك من نمير ۔۔۔ فلا كعبا بلغت ولا كلابا

تو زور سے اُچھلا اور پکار اُٹھا کہ واللہ اخزیتہ لا یفلح ابداً یعنی خدا کی قسم مین نے اس قبیلہ کو برباد کردیا۔ اب یہ قیامت تک اُبھر نہین سکتے۔ اسیوقت یہ شعر تمام عرب مین پھیل گیا اور یہ حالت ہوگئی کہ اس قبیلہ کا کوئی آدمی کہین جا نکلتا تھا اور کوئی اُسکا نام و نشان پوچھتا تو قبیلہ کا نام بدلکر بتاتا تھا۔ یہان تک کہ رفتہ رفتہ اس قبیلہ کا نام ہی مٹ گیا۔

ہماری شاعری پر سب سے زیادہ اثر ایرانی شاعری کا پڑا جسکا یہ رتبہ تھا کہ وہان کے ایک جلیل القدر شاعر نے " ایک قطعہ مین ثابت کیا ہے کہ انسانی جماعت مین شاعر کی اتنی بھی ضرورت نہین جسقدر بھنگی اور خاکروب کی ہے " ایسی صورت مین ہماری شاعری کی کیا منزلت ہوسکتی تھی۔ اب گو کے بعض وطن پرستان و محبان قوم نے اپنے کلام کو موثر بنانے کی کوشش کی ہے اور امید پڑتی ہے کہ جہان مغربی تعلیم کے اثر سے ملک مین دوسری طرح کی ترقیون کی داغ بیل پڑگئی ہے ہماری

۱۲- نومبر- شب کو وائسراے اور اُن کے ہمراہیان کی احمد آباد مین دعوت تھی اور چراغان آتشبازی کی سیر کو ہم لوگ بھی بلائے گئے تھے واقعی ایک طلسمی سمان تھا- یون تو روشنی ہر جگہ تھی مگر راحت منزل تو ایک بقعۂ نور کی طرح جگمگا رہا تھا- آج رات کو وائسراے مع ہمراہیان کے بھوپال سے روانہ ہون گے اور اسکے بعد مین بمبئی جاؤنگی اور عطیہ بڑودہ کیونکہ مہارانی صاحبہ نے وائسراے کی تشریف آوری کے موقعہ پر عطیہ کو بڑے اصرار سے بلایا ہو- صبح کو سب سامان درست کیا اور ۴ بجے کے قریب عطیہ گارڈن پارٹی مین شریک ہونے کی غرض سے احمد آباد گئی- کہتی تھی کہ بیگم صاحبہ نے بڑی خوشی اور مسرت ظاہر کی اور فرمایا" جب یہان کوئی موقعہ ہوگا تو ضرور آنا- اب تو ممکن نہین کہ تم نہ آؤ" اور اس قسم کے بہت سے محبت آمیز کلمے فرمائے- عطیہ کہتی تھی کہ زربفتی فرش سے آنکھین خیرہ ہوئی جاتی تھین بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ چپہ چپہ سے ریاست کی حشمت وجاہ کے آثار نمایان تھے- وائسراے- لیڈی منٹو- لیڈی ایلیٹ اور کاؤنٹس آف انٹریم وغیرہ سے بڑی دلچسپ باتین ہوتی رہین- شام کو بیگم صاحبہ نے نہایت الفت اور افسوس سے عطیہ کو رخصت کیا جس کا اثر اُسکے چہرہ پر واپس آنے تک باقی تھا- عطیہ کی واپسی پر باقی سامان درست کیا گیا- کھانا کھایا اور دوستون سے خدا حافظ کہکر اسٹیشن پر آئے- ساڑھے بارہ بجے پنجاب میل آنے والا تھا انتظار کرتے رہے- چند بی بیان الوداع کہنے آئی تھین اور حضور عالیہ کی طرف سے بھی سکریٹری وغیرہ آئے تھے- خدا خدا کرکے گاڑی آئی اور مین عطیہ سے جدا ہوکر روانہ ہوگئی- عطیہ ساڑھے تین بجے سوار ہونیوالی تھی- اسی فکر مین رات کاٹی- صبح ہوئی- بمبئی کا دھیان اور عطیہ کی یاد دلمین تھی تقریباً ۴ بجے وکٹوریہ ٹرمنس پر پہونچے اور آدھے گھنٹے کے بعد ہمشیرہ نواب بیگم صاحبہ اور عزیزون سے مل گئے الحمد للہ-

زہرا بیگم فیضی

ہوا کرتی ہے جس سے ایک بڑا نقص یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ شاعر کے ابتدائی اور انتہائی زمانہ شاعری کے کلام مین یقینی امتیاز کا کوئی ذریعہ نہین باقی رہتا - چنانچہ بعض موقون پر اساتذہ کے دواوین مین غایت درجہ استوار اور حددرجہ کمزور غزلون کو یکجا دیکھکر سخت تعجب ہوتا ہی شاہ حاتم نے بھی اپنا دیوان ردیف وار مرتب کیا ہے لیکن مذکورہ بالا کمی کو بڑی خوبی سے اس طور پر رفع کر دیا ہے کہ ہر غزل کے شروع مین اسکی بحر اور سنہ تصنیف حروف سرخ مین درج ہے جس سے ہر شخص اُن کے حسن کلام اور اصلاح زبان کی تدریجی ترقی کا باسانی اندازہ کر سکتا ہے -

اگر دوسرے شعراے اُردو بھی اپنے چمنستان نظم کی ترتیب وصفائی اسی اصول کو مدنظر رکھکر کرتے تو آج خوردہ گیرون کو اس کا موقع نہ ملتا کہ وہ اُون کی بعض لغزشات کو بانس پر چڑھاکر سخن فہمی اور خوش مذاقی کی داد دیتے - غالب مرحوم نے اپنے کلام کا انتخاب کر کے تمام ضعیف اور کم پایہ شعر نکال دئے تھے مگر یہ پابندی اُنھون نے بھی ملحوظ نہ رکھی کہ ہر غزل کے ساتھ تاریخ تصنیف بھی درج کر دیتے جس سے شاعر کی دماغی کوششون کی ایک مستند تاریخ مدون ہو سکتی -

فصیح الملک

ہندوستان بھر مین جتنے اردو رسالے ہین اُنمین سے اکثر وقت کی پابندی کا خیال ضروری نہین جانتے - اسکی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ فصیح الملک کا ستمبر نمبر سال گذشتہ کا آخری نمبر تھا - بقیہ تین ماہ کے پرچہ اِس سال شایع ہون گے - ایک مضمون اردو زبان کی سچی ہمدردی کی بنا پر مرزا سلطان احمد صاحب کے قلم سے نکلا ہوا اسی نمبر مین شایع ہوا ہے - اس بات پر افسوس ظاہر کرتے ہوے کہ ملک مین اردو زبان کے مخلص ہمدردون اور حقیقی حامیون کی بہت کمی ہے اور اردو کی بیچ میرزی اور بے بضاعتی کی تصویر کھینچتے ہوئے اُنھون نے اردو زبان کی ترقی کے حسب ذیل اسباب تجویز فرمائے ہین

(۱) اردو لغات کا ذخیرہ جہان تک ہو سکے ایک وسعت سے بہم پہونچایا جائے۔

(۲) جو لوگ لغات تیار کر رہے ہین یا جو اس قابل ہین انھین حوصلہ دلایا جائے۔

(۳) اس کام کے واسطے ہندی کارکنون کی طرح ایک کمیٹی بیٹھے۔

(۴) ایسے کامون کے واسطے ایک سرمایہ بہم پہونچایا جائے۔

(۵) اردو زبان مین علمی کتابون کا ذخیرہ مہیا کیا جائے۔

(۶) اردو زبان کے رسالون اخبارون کی جو واقعی اپنی خدمات کے اعتبار سے اردو زبان کی حمایت مین ساعی ہون خاص قدر کیجائے۔

(۷) ملک وقوم کی (انگریزی) خوان مسلمین اردو سے راہ ورسم پیدا کرین۔ جو نفرت ہے وہ فوراً اٹھا دی جائے۔

ہمارے یہان کے تعلیم یافتہ گروہ کو اگر اردو زبان سے اسی قدر دلچسپی پیدا ہو جائے جتنی 'یورپ کی دماغی کلون' کو السنۂ مشرقی سے ہے تو ہماری مشکل آسان ہو جائے۔ یورپ اور امریکہ کی وہ مجالس جو السنۂ مشرقی کی تعلیم کو ترقی دینے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہین ہر سال ایک کثیر رقم اسی غرض کے حصول کے لئے صرف کرتی ہین مگر ہمارے یہان کی انجمنون کے پاس جو ہماری مادری زبان کی ترقی کے لئے قائم ہوئی ہین صرف اسیقدر سرمایہ ہے کہ وہ اپنے قواعد وضوابط کو ایک کتاب یا رسالہ کی صورت مین شایع کر سکین۔

صلاے عام

صلاے عام کے دسمبر نمبر مین سید محمد عابد رضا صاحب رضوی نے "اردو لٹریچر مین کتابون کی ضرورت" پر بعض نہایت کارآمد خیالات ظاہر کئے ہین۔ اردو علم ادب کی بے مایگی کا احساس تمام ہمدردان ملک کو ہو گیا ہے تاہم عملی طور پر اردو زبان کی امداد ابھی تک بہت کم ہوئی ہے۔ لیکن اس ہونہار بچہ کی ابھی عمر ہی

کیا ہے جو ہمین کسی طرح کی نا امیدی ہو - سید صاحب کی یہ تجویز کہ "ابتک جسقدر اخبار اور رسالے شایع ہوے ہین اُنمین سے بہترین مضامین اخذ کرکے کتابون کی صورت مین ترتیب دین" نہایت مفید ثابت ہوگی بشرطیکہ جو صاحب یا جو مجلس اس کام کو اپنے ذمے لے وہ اس طرح کے انتخاب کی اہل ہو اور ملک کے خوش مذاق لوگ ایسے منتخب مجموعون کی اشاعت مین ذرا فیاضی سے کام لین جو انجمنین اُردو زبان کی توسیع اور ترقی کے لئے قائم ہین اُنھون نے ابتک جسقدر کام کیا ہے اُس سے ملک کی خوش مذاقی اور بہی خواہان ملک مین علمی قوت کی کثرت کا پتہ چلتا ہے -

زبان اُردو کے قواعد بھی ضروری ہین یہ اس طور پر بنائے جائین کہ مکمل قواعد کا کام دین - فن فصاحت و بلاغت و انشا پردازی کے متعلق رسائل شایع کئے جائین جنکے مطالعہ سے عوام فائدہ حاصل کرسکین - گذشتہ اور موجودہ بہترین نظم و نثر کے لکھنے والون کی سوانح عمریان تالیف ہون اور اُنکا اگر یہ اصول قرار پا جائے تو بہتر ہو یعنی شروع مین تو زندگی کے حالات اور کلام پر محققانہ ریویو اسکے بعد انکی تحریرات - دواوین و کلیات (جو) عموماً ضخیم ہین - اُن کا بہترین حصہ جو زبان اردو مین نیا اضافہ کر رہا ہے انتخاب کر لیا جائے - اردو ادب کی تاریخ لکھی جائے شروع زمانہ سے ابتک کی کیفیت مسلسل قلمبند ہو .... سنا ہے کہ جناب عزیز لکھنوی شعرائے ہند کے حالات قلمبند کر رہے ہین - ممکن ہے وہ اس مین کامیاب ہون لیکن اگر وہ بالفعل اودھ کے شعرا قدیم و جدید ہی پر اکتفا کرین تو بہتر ہو - کیونکہ اس صورت مین وقت کافی ملیگا اور محنت تحقیق و اطمینان کی بنا پر ہوگی - اسکی ضرورت بھی ہے ورنہ تذکرۃ الشعرا تو متعدد ہین - دہلی کے شعرا کے حالات حضرت ناظر یا جنکی معلومات وسیع پر انکو بھروسا ہو قلمبند کرنے کے لئے مقرر فرمائین - اسی طرح صوبہ وار تقسیم کام ہو جائے تو بہتر"

یہ سب تجاویز نہایت کارآمد ثابت ہونگی اگر اردو زبان کے تمام یا اکثر ہمدرد

اس بات پر متحد ہو جائین کہ وہ جبتک کہین گے اوسکا دسوان حصہ کم سے کم عملی صورت مین نظر آئیگا
اور باہمی مناقشات اس لدی پھندی گاڑی کے پہیون مین روڑا نہ اٹکائین گے۔

تنویر الشرق

بعض ایسے مشکل انگریزی الفاظ کی فرہنگ لکھتے ہوئے جو ہماری زبان مین رواج پاگئے ہین مولانا [illegible] اللہ صاحب مدظلہم نومبر کے تنویر الشرق مین "ایجوکیشن" کی تعریف لکھتے ہین کہ

"انسان کی تمام [illegible] اور قوتین خواہ جسمانی ہون یا نفسانی اُن کا ظہور مناسب اعتدال مین کمال کے ساتھ ہو۔ کمال سے مراد اُس حد سے ہے کہ جہانتک وہ پہونچنے کے قابل ہون اور مناسب اعتدال سے مراد یہ ہے کہ ایک قوت و استعداد دوسرے کے ساتھ ایک مناسبت رکھتی ہو جسمین اعتدال ہو اور افراط و تفریط اسکے درمیان نہ ہو"

اسی پرچہ مین مولانا ارشد تھانوی نے ہندوستان کے موجودہ طرز معاشرت پر [illegible] بعض دلچسپ خیالات ظاہر کئے ہین اور آخر مین یہ سوال پیش کیا ہے کہ آیا موجودہ طریق زندگی زمانۂ حال کے مناسب ہے یا اسمین ترمیم کی ضرورت ہے [illegible] جواب دیدیا ہے "چادر مین بقدر وسعت پانون پھیلانا چاہیئے"

شریف بی بی

[illegible] صاحبہ نے نومبر کی شریف بی بی مین نہایت خوش اسلوبی سے [illegible] ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ "اصلی بی بی کون ہے؟" یون تو ہندوستان کی [illegible] بلاؤن اور ہزارون مصیبتون مین گرفتار ہین مگر سب سے بڑی بلا جسنے [illegible] کا خون چوس چوس کر ہمین ایک مردہ کی شبیہ بنا دیا ہے ہماری باہمی

نا اتفاقی ہے - اور یہ زہر ہماری قومی زندگی کی رگ و پے مین اسطرح سرایت کرگیا ہو
کہ نہ صرف ہندوستان کے مختلف النسل مختلف المذہب اور مختلف اللسان باشندے
جداگانہ اغراض اور غیر جنس ضروریات کی وجہ سے ایک دوسرے کی مخالفت اور مخاصمت
مین مصروف ہین بلکہ ایک شہر کے باشندے - ایک محلے کے رہنے والے ایک مکان
مین ماند و بود کرنے والے - ایک خاندان کے رکن بلکہ ایک ہی چھپر کھٹ پر لیٹ کر سونے
والے اب ایک دوسرے سے عناد رکھتے ہین طرفہ ماجرا یہ ہے کہ ان کا مذہب ایک
ان کی نسل ایک - ان کی زبان ایک - ان کے اغراض ایک - اور ان کی ضروریات
زندگی ایک - مگر محض اسوجہ سے کہ طرز معاشرت کے دور تغیر مین ایک دوسرے کو
بھولے ہوے ہین - یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا ہے - نہ میان کو بی بی کی دلجوئی
و دلدہی کی فکر نہ بی بی کو میان کے رنج و غم مین شرکت کا خیال - نہ میان کو بی بی کی
ضروریات کی کفالت سے مطلب نہ بی بی کو میان کے آرام و آسایش سے غرض
نہ میان کے دل مین بی بی کی توقیر و منزلت نہ بی بی کے خیال مین میان کی عظمت
و وقعت نہ میان کو بی بی کی دلی خواہش و رغبت کی پروا نہ بی بی کو میان کے رجحان
و میلان طبیعت کا دھیان - ایسی صورت مین حامدہ بیگم صاحبہ کا مشورہ کس قدر قابل
قدر ہے -

میری پیاری بہنون تھوڑی دیر کے لئے فرض کرلو کہ ایک شخص کی طبیعت صفائی کو زیادہ پسند کرتی
ہے یا ایک شخص اچھے کھانے کا شوقین ہے - یا ایک شخص کفایت شعاری کو زیادہ اچھا سمجھتا ہے - یا
ایک شخص کو مکان کی آرایش کا زیادہ خیال ہے - یا ایک شخص کو سادہ لباس بھاتا اور زیادہ زیور پہننے
سے نفرت ہے - تو ایسی صورت مین ہمکو چاہیئے کہ ہم بھی انھین عادات اور خیالات کا اتباع کرین -
گو ابتدا مین ہمکو ان باتون کے اختیار کرنے مین کسی قدر اپنے طبائع کو ضرور بدلنا پڑے گا اور کسی قدر
تکلیف بھی ضرور اٹھانی پڑے گی - لیکن ایک دن وہ آئے گا کہ ان سب باتون کا نتیجہ ہمکو بہت ہی

اچھا اور آرام دہ ملے گا اور ہم اپنی بقیہ زندگی یقیناً نہایت آرام و آسایش کے ساتھ بسر کر سکین گے"

عصمت

ہندوستان کی تمام قومون مین پارسیون نے جو ترقی کی ہے اُس سے سب واقف ہین۔ اُنکی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ دولتمند پارسی اپنی قومی ضروریات پورا کرنے مین نہایت فراخ حوصلگی ظاہر کرتے ہین۔ عصمت کے ستمبر نمبر مین مس عطیہ فیضی صاحبہ نے پارسی پنچایت کی رپورٹون سے انتخاب کر کے حسب ذیل سبق آموز تفصیل ان کی قومی خیراتون کی لکھی ہے۔

سنہ ۱۹۰۱-۰۲ء مین رقوم خیرات ایک لاکھ دس ہزار اور عام خیرات مین ایک لاکھ پچاس ہزار دیا گیا۔ سنہ ۱۹۰۲-۱۹۰۳ء مین یہ قوم پھر سات لاکھ پچاس ہزار تک پہونچین اور عام خیرات مین دو لاکھ پچھتر ہزار دیا گیا۔ اسی سال مین مسٹر این ایم واڈیا نے دس لاکھ روپیہ دینے کا اعلان کیا جو اس کے فوت ہونے کے بعد خیرات مین لگایا جانے کو تھا۔ سنہ ۱۹۰۴-۱۹۰۵ء مین خیرات کی تعداد چھ لاکھ اور سنہ ۱۹۰۵ء مین نو لاکھ۔ مگر سنہ ۱۹۰۶-۱۹۰۷ء غیر معمولی فیاضی کا سال ثابت ہوا۔ اور خیرات انیس لاکھ تک پہونچی۔ جس مین پٹیٹ خاندان کا حصہ سات لاکھ روپیہ تھا۔ سنہ ۱۹۰۷-۱۹۰۸ء مین خیرات کی تعداد چودہ لاکھ درج ہے۔ اس کے علاوہ بعض پبلک اور تجارتی کامون مین پارسیون نے بڑی بڑی رقمین صرف کین۔ مثلاً مرکاوس جی جہانگیر نے لارڈ لمنگٹن صاحب گورنر بمبئی کو ان کی رخصت کے وقت پانچ لاکھ روپیہ نذر کیا کہ جس مفید کام مین مناسب سمجھین لگا دین۔ ٹاٹا برادرز نے آئرن۵؎ اینڈ سٹیم کمپنی کے نام سے اپنی کمپنی رجسٹری کرائی جس کا سرمایہ ایک کروڑ روپیہ تھا۔ اس سال کے رفاہ عام کے کامون مین بعض بحیثیت اپنی نوعیت کے قابل ذکر ہین۔ مثلاً چھالیس ہزار چھ سو روپیہ کی ایک رقم جو زرتشتی انجمن تعمیرات مین دی گئی تاکہ غریب پارسیون کو سستے گھر بنا بنا کر دیئے جائین۔ ایک مخیر پارسی لیڈی نے جسکا نام رتن بائی لیڈل جی بام جی ہے دو ہزار چار سو روپیہ عورتونکو دستکاری سیکھنے کی ایک جماعت کھولنے کیلئے سال بھر کے خرچ کیواسطے دیا۔

۵؎ یعنی آہنی اور دخانی کارخانہ اور کارگر ۱۲

خاتون

اگرچہ جاپان کے سوا تمام ممالک ایشیا پرادبار کی گھٹائین چھائی ہوئی نظر آتی ہین مگر ہندوستان کی پست حالت سب مین نمایان ہی عرب و ایران کی عظمت کے افسانے مدت ہوئی پرانے ہوگئے مگر قومی آزادی کا نشان نشان سجدہ کی طرح ابھی تک اُنکی جبین کشادہ سے محو نہین ہوا چین کے دستکار افیون کے لٹکے۔ قمار بازی کے پھیر اور عیش پسندی کے چکر مین پڑکر اس سے زیادہ وقعت نہین رکھتے کہ غیر ممالک مین مزدوری کے قابل سمجھے جائین۔ لیکن اُنکا شیرازۂ قومی ابتک ایسا معتمد ہی کہ ممالک متحدہ امریکہ کے سفید رنگ متنفر ہین کو مجبوراً اُنکی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اُن کے مطالبات منظور کرنا پڑے۔ ماوراے گنگا جو چھوٹی چھوٹی ریاستین ہین ان مین بھی کچھ نہ کچھ زندگی کے آثار پائے جاتے ہین۔ حتی کہ برہما بھی جو ہمارے وطن کی طرح برطانیہ عظمی کا حلقہ بگوش ہی باوجود اسکے کہ وہان کے باشندے "چھنگیون" کے زرد لباس کو بادشاہ کے استبرق و سنجاف سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہین ہندوستان کے مقابلہ مین امتیازی حیثیت رکھتا ہی۔ اسلئے کہ وہان ایک متنفس بھی ایسا نظر نہین پڑتا جو بالکل ناخواندہ ہو۔ ابتدائی تعلیم کے عام ہونے کے علاوہ وہان کی عورتون کو زیادہ آزادی اور منزلت بھی حاصل ہے۔ چنانچہ ایس یو منٹ صاحب خاتون کے نومبر نمبر مین وہان کی لڑکیون کے حالات مین لکھتے ہین:-

اگر عورت کے لئے دنیا مین بہشت ہی تو بلا تردید مین کہہ سکتا ہون کہ وہ برہما ہی۔ یہان کی عورتین ہندوستان کے دوسرے حصون سے بہت مختلف ہین۔ یہان حقوق لنسوان کے لئے انجمن بنانے کی ضرورت نہین ہے جسکی مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہی کہ ہندوستان کے دیگر حصص مین بہت ضرورت ہی۔ یہان مردون اور عورتون کے حقوق برابر ہین۔ بلکہ عورتون کے بہت کچھ زیادہ ہین۔ تمام کاروبار عورتین کرتی ہین اور آدمی بچون کی حفاظت کے لئے گھر پر بیٹھتے ہین۔ ہر ایک عورت کی کسی نہ کسی چیز کی دکان ہوتی ہے۔ اور جب اسکے خاوند کا اسکے ساتھ برتاؤ اچھا نہ رہے تو وہ جھٹ طلاق لے لیتی ہے اور غالبًا پہلے سے اچھی زندگی بسر کرتی ہے۔

شادی کا طریقہ اُن کے یہان یہ ہے:-

جب شادی ہوتی ہے تو کوئی پجاری وغیرہ اس رشتہ کو قائم کرنے کے لئے نہین بلائے جاتے بلکہ پہلے تو یہ رسم تھی کہ دولھا دولھن کا ایک ہی برتن مین کھانا کھانا اس رشتہ کا قائم مقام سمجھا جاتا تھا۔ مگر اب باقاعدہ ضیافت ہوتی ہے اور اسمین دونون دولھا دلھن اکھٹے بیٹھتے ہین اور کھانا کھاتے ہین۔ یہی رسم شادی کی ادائگی کی ہے۔

شادی کے بعد کیا ہوتا ہی؟

شادی کے بعد قریبًا دو برس تک دولھا اپنی دولھن کے ساتھ سسرال ہی مین رہتا ہی جس سے یہ فائدہ تو ضرور ہوتا ہی کہ دولھن ساس کے طعنون سے بچی رہتی ہی اور اس عرصہ مین حسب معمول تمام کاروبار عورت ہی سرانجام دیتی ہی۔ کاروبار سے مطلب گھر کا کام کاج نہین ہے بلکہ یہ ہی کہ وہ دکان لیتی ہی اور کوئی تجارت کرتی ہی۔ وہ عمارتین بنانے کے ٹھیکے لیتی ہی اور سب کچھ اپنی زیر نگرانی کراتی ہی۔ باوجود اسکے وہ اس بات کو کبھی نہین بھولتی کہ وہ عورت ہی۔ وہ لباس کا اسی طرح خیال رکھتی ہی

ڈاکٹر گنیش پرشاد بھارگو کا بنایا ہوا

نمک سلیمانی

قیمت فی بوتل عہ
(ایک بوتل میں ۸ شیشی نمک رہتا ہے)
محصول ڈاک وغیرہ (۱۴؍)

قیمت فی شیشی
ایک روپیہ
محصول ڈاک وغیرہ (۴؍)

عوارض مندرجہ حاشیہ کا مصدقہ علاج ہے

ملنے کا پتہ - نونہال سنگھ بھارگو منیجر کارخانہ نمک سلیمانی محلہ گائیگھاٹ شہر بنارس

بدہضمی و کھٹی ڈکاروں کا آنا — قبض و کمی اشتہا — نفخ شکم و پیٹ کا درد — ضعف و فتور ہاضمہ — گردہ یا مثانہ کی گرمی کا کم ہونا — امتلائے کھانسی و دمہ — بواسیر و اسہال و پیچش — ہیضہ و طاعون — درد قولنج و زیادتی ریاح — ہضم غذا کے وقت تبخیر یعنی بدن کا گرم ہونا

تازہ سندات

عالیجناب خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد صاحب - ڈپٹی کلکٹر مرادآباد ۹ مارچ ۱۹۰۹ء کو تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بوتل کلاں قیمتی پانچ روپیہ نمک سلیمانی بھیجدیجیے - جسقدر نمک سلیمانی آجکل اخبارات میں مشتہر کئے جاتے ہیں میری رائے میں آپکا نمک سلیمانی سب سے اچھا اور معدہ کیواسطے بہت مفید ہے -

مسٹر جارج ارنڈیل صاحب ایم - اے پرنسپل سنٹرل - ہندو کالج تحریر فرماتے ہیں کہ میں نہایت خوشی سے اس امر کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپکا نمک سلیمانی - طالب علموں کھیل میں دلچسپی رکھنے والوں کے واسطے نہایت عمدہ چیز ہے کیونکہ یہ قوی کو اچھی حالت میں رکھتا ہے اور جن لوگوں کو زیادہ محنت کرنے سے تھکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے اُنکی تھکاوٹ کو دور کر کے یہ فوراً تر و تازہ بنا دیتا ہے اسلیے میں طالبعلموں سے جو کہ کالج یا اسکول میں تعلیم پاتے ہیں - آپ کی اس بیش بہا ایجاد کی خریداری کی سفارش کرتا ہوں -

ضعف دماغ و ضعف بصر — درد گنٹھیہ و نقرس — پیشاب کا بار بار ہونا اور زیادہ مقدار میں ہونا — جسم پر ورم ہونا اور مواد فاسد کا اجتماع — فساد خون داد - سہوان — بچھو یا بھڑ کے کاٹے کا زہر — بچوں کے دانت نکلنے کی تکلیف — گلے کی سوزش و دانت کا درد — مستورات کے ایام کی خرابی — عام کمزوری و کمی پیدایش خون

تازہ سندات

جناب حکیم محمد یعقوب صاحب آنریری مجسٹریٹ و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ مالک شفاخانہ اکبری ایلور ضلع کرشنا سے لکھتے ہیں کہ آپکے کارخانہ سے پیشتر دو شیشی نمک سلیمانی منگائی گئی تھیں - انکو میں نے شفاخانہ اکبری کے بیماروں پر استعمال کیا بفضل خدا بہت موثر پایا - دمہ کھانسی اسہال ضعف معدہ وغیرہ بیماریوں میں بہتر تریاق کا کام دیتا ہے - خدا آپکو جزائے خیر دے آپنے عوام کیلئے بہت عمدہ اور کم قیمت نسخہ ایجاد کیا ہے مہربانی کر کے دو شیشیاں اور بھیج دیجیے -

جناب شمس الحکما ایس ایم حکیم زین العابدین صاحب مقام مدناپلی ملک مدراس سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا نمک سلیمانی میں نے خود استعمال کیا اور اکثر گٹھیا و کھانسی والے مریضوں کو دیا بہت مفید ثابت ہوا واقعی اسکے فوائد شمار سے باہر ہیں مہربانی کر کے ایک شیشی جلد روانہ فرمائیے -

ربع مجیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علے خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین

اما بعد یہ ایک مختصر رسالہ ہی ربع مجیب کی ساخت اور اُسکے استعمال مین امید کہ مفید ہو۔ ربع مجیب جسکو ربع دستور بھی کہتے ہین ایک آلہ کا نام ہی جو آفتاب اور ستارون کے طلوع غروب اور اُنکے صحیح اوقات کا اندازہ کرنے اور ٹھیک وقت کے معلوم کرنے کے لئے بہت بکار آمد ہی۔ اس آلہ کی ساخت نہایت سادہ ہی اور اسکے فوائد بہت ہین فہرست کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ اکثر اعمال ہندسی اور حسابی اسکے ذریعہ سے ہوتے ہین۔

یہ آلہ چوتھائی دائرہ کی شکل کا ہی یہ ربع دائرہ کی قوس نوے درجون پر تقسیم ہے

پورے دائرہ مین ۳۶۰ درجہ ہوتے ہین کیونکہ یہ عدد سال شمسی اور سال قمری کا اوسط ہے۔ سال شمسی ۳۶۵ ¼ دن تقریبًا۔ سال قمری ۳۵۴ ⅓ دن تقریبًا۔ اوسط ۳۶۰۔ دونون کا مجموع ۷۱۹ ۷/۱۲ ہوے اہل حساب کا قاعدہ ہی کہ جب کسر نصف سے زیادہ ہوجاتی ہی تو اُسکو ایک عدد صحیح مان لیتے اور جب کم ہو تو ترک کردیتے ہین اس لیئے مجموع تقریبًا ۷۲۰ ہوا۔ اُسکا نصف ۳۶۰ ہی اور بھی ایک قاعدہ ۳۶۰ درجون پر تقسیم کا یہ ہے کہ یہ عدد سوا ۷ کے تمام احاد پر تقسیم ہوسکتا ہی۔ اور ۱۰ - ۱۲ - ۱۵ - ۱۸ - ۲۰ غرضکہ اسکے اجزا ضربی بہت سے نکل سکتے ہین جس سے حساب مین بڑی سہولت ہوتی ہی تمام دنیا مین تقسیم دائرہ اتنے ہی درجون پر قدیم سے چلی آتی ہی اہل فرانس نے

البتہ ۴۰۰ حصون پر تقسیم کیا ہے - اور چینیون نے دائرہ ۳۶۵ پر تقسیم کیا ہے - جو سال شمسی کے دنون کی تعداد ہے -

اور ربع پر سیدھے اور اُلٹے عدد پانچ پانچ کرکے لکھے ہوے ہین یعنی ۵ - ۱۰ - ۱۵.....
اگر قوس کی پشت کو اپنی طرف رکھین تو دہنے ہاتھ کی طرف قوس کی ابتدا ہے اور بائین ہاتھ کی طرف انتہا - جو نصف قطر کہ اول قوس پر گذرتا ہے اُسکو جیب تمام اور جیب معکوس اور محیط مشرق و مغرب کہتے ہین اور جو نصف قطر آخر قوس پر گذرتا ہے اوسکو ستین اور جیب اعظم اور خط نصف النہار وسط السما اور خط شمال وجنوب کہتے ہین -

ہر ایک نصف قطر ۶۰ حصون پر تقسیم کیا ہوا ہے اور اس تقسیم کا شمار بھی سیدھا اولٹا لکھا ہوا ہے اس تقسیم کے ہر حصہ کو قطری درجہ کہتے ہین بمقابلہ محیطی درجون کے - لیکن تمیز کے لیے قوس کے حصون کو درجے اور قطر کے حصون کو اجزا کہتے ہین -

علم ہیئت مین سیدھے حصون کی ناپ قطری درجون سے اور قوسون کی ناپ محیطی درجون سے کیجاتی ہے - دائرہ کا قطر ۱۲۰ قطری درجون پر تقسیم کیا ہوا مانا گیا ہے - ۱۲۰ محیط یعنی ۳۶۰ محیطی درجون کا ایک تہائی دائرہ کے قطر اور محیط مین تقریبًا یہی نسبت ہے - اگلے وقتون مین یہی نسبت مان لیگئی تھی پھر تحقیق ہوا کہ قطر اور محیط مین ۷ : ۲۲ کی نسبت ہے اس سے بھی قریب ۱۱۳ : ۳۵۵ - کسور اعشاریہ مین ۳.۱۴۱۶۲۰۰ - یہ سب تقریبی نسبتین ہین -

جیب التمام اور ستین سے ۶۰ جدولین قوس تک کھچی ہوئی ہین - جو خطوط جیب التمام کے موازی ہین اُنکو مبسوط اور جو ستین کے موازی ہین انکو منکوس کہتے ہین ابتدائے ستین سے چوبیسوین جزکے دوریے پر ایک ربع دائرہ کھچا ہوا ہے اُسکو مدار میل اعظم اور میل کلی کہتے ہین - یہ ربع دائرہ معدل النہار سے منطقۃ البروج کی دوری کو ظاہر کرتا ہے -

معدل النہار وہ بڑا دائرہ ہے جو قطبین (یعنے قطب شمالی وجنوبی) سے برابر فاصلہ پر آسمان کے

سمجھو ن بیچ مانا گیا ہے - منطقۃ البروج وہ بڑا دائرہ جس پر آفتاب کی سالانہ حرکت محسوس ہوتی ہے - یہ
دونون دائرے ایک دوسرے کو دو نقطون پر قطع کرتے ہین جب آفتاب انمین سے کسی نقطہ پر
آتا ہے تو تمام دنیا مین دن اور رات برابر ہوتے ہین - سال بھر مین ایسے دو دن اور دو راتین ہین —
پہلے ۲۱ مارچ اس تاریخ کو نوروز ہوتا ہے - موسم بہار کی ابتدا اسی دن سے لیجاتی ہے - اور
دوسرے ۲۳ - ستمبر اس تاریخ سے فصل خریف کی ابتدا لیجاتی ہے -

ان دونون آسمانی نقطون کو اعتدالین کہتے ہین - پہلے کو نقطہ اعتدال ربیعی اور دوسرے کو
نقطہ اعتدال خریفی - ان دونون نقطون کے مقابل ۹۰ درجون کے فاصلون پر دو نقطے اور ہین
جنکو انقلابین کہتے ہین ان دونون نقطون پر معدل النہار اور منطقۃ البروج کی دوری
تقریباً ۲۳ درجہ ہے (تحقیقاً ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ و ۴.۰ ثانیہ بحساب اوسط یکم جنوری ۱۹۱۰ء)
جب آفتاب ان نقطون پر آتا ہے تو بڑے سے بڑا دن یا بڑے سے بڑی رات ہوتی ہے -

۲۳ جون کو لکھنؤ مین ۱۳ گھنٹہ ۴۲ منٹ ۹ سکنڈ کا دن اور ۲۲ دسمبر کو اتنی ہی
بڑی رات ہوتی ہے -

ربع کے ہر ایک نصف قطر پر ایک ایک نصف دائرہ کھنچا ہوا ہے انمین سے ہر ایک
کو دائرہ مجیب کہتے ہین - ان دائرون کا فائدہ استعمال سے معلوم ہوگا -

چھوٹے چھوٹے دائرہ جو ربع کی سطح پر بنے ہوئے ہین وہ ثوابت کے نشان ہین
ہر ایک ثابتہ کا نام اُسکے نشان کے پاس لکھدیا جاتا ہے -

ربع کے مرکز کو قطب کہتے ہین - جو دھاگا قطب مین گذرتا ہوا محیط سے ذرا بڑھا ہے اور اسمین
ایک لنگر بندھا ہوا ہے اسکو خیط کہتے ہین - لنگر کو شاقول کہتے ہین - چھوٹا دھاگا جو بڑے دھاگے
مین گرہ کیا ہوا ہے اسکو خیط مری اور گرہ کو مری کہتے ہین یہ گرہ آگے پیچھے ہٹ سکتی ہے - ستّون
ہر دو پرزے اس شکل کے ⊡ بنے ہوے ہین انمین سے ہر ایک کو ہدفہ (دونون کو ہدفتان)
کہتے ہین ان دونون مین سوراخ ہین - ہر ایک سوراخ کو ثقبہ کہتے ہین اختیار ہے کہ ہدفتان

کی جگہ ایک پتلی سی نلی یا دوربین لگادین ۔

اجرام سماوی (آفتاب ماہتاب یا کسی ثابت یا سیارہ) کا ارتفاع لینا ۔

جب ہم آسمان کے نیچے کھڑے ہون تو جو نقطہ آسمانی ٹھیک ہمارے سر پر ہو اسکو نقطہ سمت الراس اور اُس کے مقابل قدمون کیطرف (زمین کے نیچے) جو نقطہ ہو اُسکو سمت القدم ۔ اور وہ دائرہ جہان آسمان زمین سے ملتے ہوے معلوم ہوتے ہین اُسکو دائرہ افق کہتے ہین ۔ دائرہ افق سمت الراس ۹۰ درجون کے فاصلے پر ہوتا ہی ۔ جو دائرہ سمت الراس اور دائرہ افق کے کسی نقطہ پر گذرتا ہی اُسکو دائرہ ارتفاع کہتے ہین ۔ اور جو قوس دائرہ ارتفاع کی درمیان مرکز کوکب اور دائرہ افق کے ہو اُسکو اس کوکب کا ارتفاع کہتے ہین اور جب اسکو ۹۰ درجہ سے گھٹادین تو باقی کو تمام ارتفاع کہتے ہین یہ فاصلہ ستارہ کا نقطہ سمت الراس سے ہوا ۔

آفتاب کا ارتفاع اسطرح معلوم کرتے ہین کہ ربع کو دونون ہاتھون مین لین اور آفتاب کی طرف گردش دین تاکہ روشنی آفتاب کی ایک ثقبہ سے نکل کے دوسرے ثقبہ پر پڑے بلکہ دوسرے ثقبہ سے گذر کے ٹھیک ایک ہی جگہہ پر واقع ہو ۔ اور لنگر ربع کے قریب آزادی سے لٹکتا ہو ۔ خیط نہ دائرہ سے باہر ہو نہ اندر بلکہ چھوتا ہوا ہو ۔ ربع کے جس درجہ پر خیط گذرتا ہو وہی درجہ ارتفاع ہی ۔

ستارے یا کسی بلند منارہ وغیرہ کا ارتفاع لینے کے لئے نیچے کے ہدفہ کو ایک آنکھ ملاکے دوسری آنکھ بند کرین اور اوپر کے ہدفہ کو حرکت دین یہان تک کہ جرم کوکب یا شے بلند کا نقطہ بالائی دوسرے ثقبہ سے نظر آئے ۔

جو چیز سطح افق سے نیچے ہو اُسکے اور دائرہ افق کے مابین جو قوس واقع ہو اُسکو انخفاض کہتے ہین اُسکے معلوم کرنے کے لئے ربع کو جھکائین ۔ اس طرح کہ نیچے کے ثقبہ سے جرم شے پست کا معلوم ہو ۔

بعض اصطلاحات علم مثلث: قوس کمان کو کہتے ہین جو تانت یا ڈور کمان کے

ارتفاع ۳۳ ½ تمام ارتفاع ۹۰ - ۳۳ ½ = ۵۶ ½ درجہ
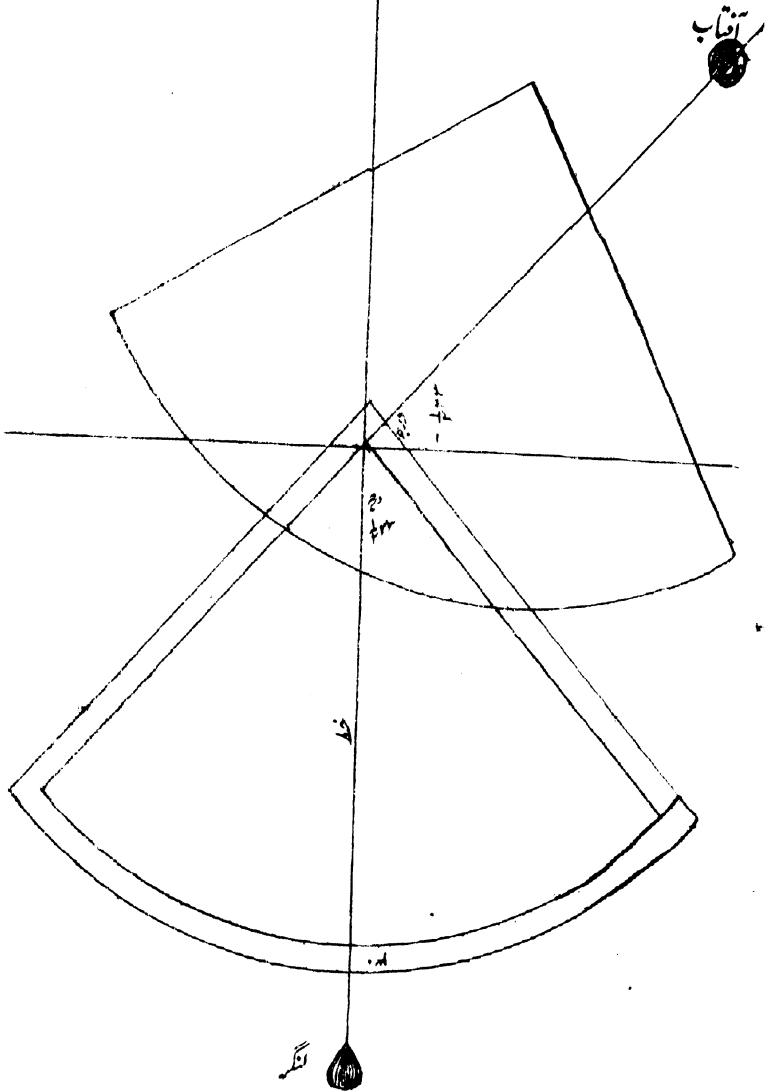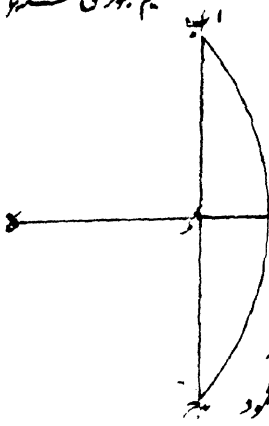
دونون طرف بندھا ہوا ہے اور جسکو کمان کھینچ رہی ہے
اُسکو وتر کہتے ہین خط ا ح اب قوس کا وتر ہے۔
نصف قطر کا وہ حصہ جو قوس اور وتر کے بیچون
بیچ واقع ہے اسکو سہم کہتے ہین (سہم عربی مین
تیر کو کہتے ہین) ب د قوس اب ح کی قسم کا سہم ہو
وہ خط جو قوس کے ایک سرے اور اُس نصف قطر پر عمود
ہو جو قوس کے دوسرے سرے مین گذرتا ہو جیب کہلاتا ہو خط ا د قوس اب کا
جیب ہے۔ کسی قوس کی جیب اُس قوس کے دوچند قوس کا نصف وتر ہوتا ہو۔
خط ب د قوس اب کا جیب معکوس کہلاتا ہو۔

بہ نسبت قوس کے جیب کی تین حالتین ہین ایک یہ ہو کہ قوس کے درجہ جیب کے اجزا سے کم ہون
یہ حالت اس صورت مین ہے جبکہ قوس ۳۰ درجہ سے کم ہو۔ دوسرے یہ کہ قوس کے درجے
جیب کے اجزا کے برابر ہون یہ اُس صورت مین ہے جبکہ قوس ۳۰ درجہ کی ہو تیسرے
یہ کہ قوس کے درجہ زیادہ ہون جیب کے اجزا سے یہ اُس حالت مین ہوگا جبکہ قوس ۳۰
درجہ سے زائد ہو۔

ربع دور یعنے ۹۰ درجہ کی جیب ۶۰ اجزا کے برابر ہوتی ہے۔ جب قوس ۹۰ درجہ
سے زیادہ ہو تو اسکو منقح کر کے جیب لینا چاہیئے۔

تنقیح قوس کا قاعدہ اگر قوس ۹۰ سے کم ہو تو وہ قوس منقح ہے اور اگر زائد ہو
ربع دور سے اور کم ہو نصف دور سے تو نصف دور سے اُسکو گھٹا دو جو باقی رہے
وہ قوس منقح ہے۔ اور جو نصف دور سے زائد اور تین چوتھائی دور سے کم ہو تو
نصف دور سے جسقدر زائد ہو وہ قوس منقح ہے اور جو تین ربع سے زائد اور تمام
دور سے کم ہو تو اسکو تمام دور سے گھٹا دو باقی قوس منقح ہے۔

ربع مجیب مین جو عمودی خطوط استین سے قوس تک گئے ہین وہ قوس کے درجون کی جیبین ہین جب کسی قوس کی جیب معلوم کرنا ہو تو اُس قوس کے درجے اول قوس سے شمار کرکے اور مبسوط پر گزرتے ہوے ستین پر جائین اور اول ستین سے اجزا معلوم کرین یہی اجزا جیب کے ہین۔
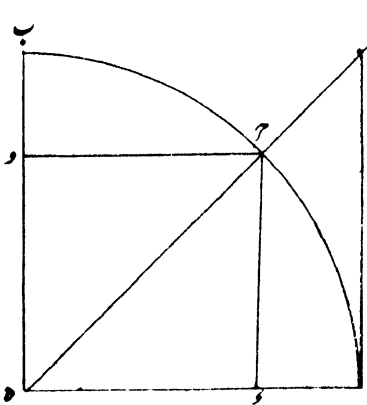
قوس کو ۹۰ درجہ سے گھٹانے کے بعد جو باقی بچے اُسکو تمام قوس کہتے ہین ۳۰ درجہ کی قوس کا تمام ۶۰ درجہ کی اور اسی طرح ۶۰ درجہ کی قوس کا تمام ۳۰ درجہ کی قوس تمام قوس کی جیب کو جیب التمام کہتے ہین۔

خط ح و قوس ح ب کی جیب اور قوس اح کی جیب التمام ہے جیب کی علامت جب اور جیب التمام کی علامت جم ہے۔

نصف دور اور تمام دور کی جیب نہین ہوتی۔ اصطلاحاً اسطرح کہتے ہین کہ نصف دور اور تمام دور کی جیب صفر ہے۔

علم ہندسہ مین ثابت ہوا ہے اور ادنی تامل سے معلوم ہوتا ہی کہ قوس زاویہ کا پیمانہ یا زاویہ قوس کا پیمانہ ہے لہذا ہر قوس کی جیب اوس زاویہ کی بھی جیب ہے جس زاویہ کو وہ قوس گھیرے ہوے ہے بشرطیکہ نصف قطر کو بلا لحاظ اسکی مقدار کے واحد فرض کرین دائرہ تجیب سے جیب کا معلوم کرنا بالکل ہی سہل ہی اس طرح کہ خیط کو درجۂ قوس پر رکھین (اول قوس سے درجون کا شمار ہے) اور مری دائرہ تجیب پر عقد کرین پھر خط کو اٹھاکے ستین پر رکھین اول ستین سے مری تک جیب قوس مفروض کی ہے۔

اور جب قوس کو جیب سے معلوم کرنا ہو تو خیط کو ستین پر رکھین اور مری کو درجات جیب پر عقد کرین پھر خیط کو اٹھا کے اسطرح قوس پر رکھین کہ مری دائرہ تجیب پر واقع ہو جس درجہ پر قوس کے خیط واقع ہو وہی قوس جیب مفروض کی ہی۔

ظل کے معنے سایہ۔ اصطلاحًا قوس یا زاویہ کے مماس کو کہتے ہین۔ مماس وہ خط ہے جو کہ قوس کے ایک سرے پر قوس کو چھوتا ہو اور اس نصف قطر پر عمود ہو جو کہ قوس کے اوسی سرے پر گذرتا ہو اور پھر اس بڑہاے ہوئے نصف قطر سے محدود ہو جو قوس کے دوسرے سرے مین گذرتا ہی۔ مثلاً خط اب قوس ج ب یا زاویہ ج ہ ب کا مماس ہی خط ہ ج یعنے ج ہ نصف قطر جو نقطہ ب اتک بڑہایا گیا ہی قاطع کہلاتا ہی کسی قوس کا مماس اُسکے تمام کا مماس التمام ہی۔ اسی طرح قاطع اور قاطع التمام۔ اصطلاح علم ہیئت مین مماس کو ظل کہتے ہین۔
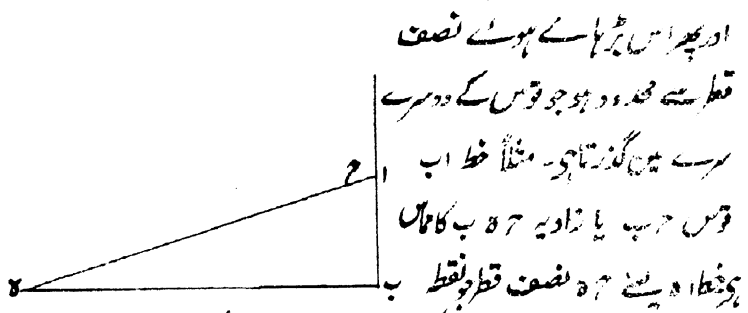
ظل کی پیمایش کا یہ طریقہ ہے کہ ایک مقیاس کسی سطح مین قائم کرتے ہین اس صورت مین آفتاب یا ماہتاب کی شعاعین ایک حد تک اُس سطح پر نہ پڑین گی۔ جس پر مقیاس قائم کیا گیا ہی۔ اور مقیاس کے قاعدہ سے خط شعاعی کے اُس سرے پر جو مقیاس کے سر پر گذرتا ہوا اُس سطح پر تمام ہوتا ہی جسپر مقیاس نصب کیا گیا ہے سایہ پڑے گا۔

مقیاس تین طرح سے نصب کیا جاتا ہی۔

اولاً سطح افق پر نصب کیا جائے اس صورت مین جب آفتاب سطح افق

گریموفون
TRADE MARK
"GRAMOPHONE"
اور متعلقات
"HIS MASTER'S VOICE"
براہ راست
دی گریموفون کمپنی لمیٹڈ جنرل ایجنسی
نمبر ۱۱ حضرت گنج ۔ لکھنؤ
سے کیون نہ خرید کیجیے۔ جہان سے تازہ اور عمدہ مال آپ کو حاصل ہو سکتا ہے۔
شرح قیمت مشین وریکارڈ وغیرہ
باجہ قیمت ریکارڈ قیمت
نمبر الف ۲۵ ۱۰۔انچھ یکطرفہ
نمبر ۲ الف ۴۵ ″ ″ دوطرفہ
نمبر ۵ ۴۳ ۱۲ ″ یکطرفہ
نمبر ۱۱ ۱۱۴ ″ ″ دوطرفہ
نمبر ۱۲ مہاپاتر ۲۲۵ ″ ″ یکطرفہ
ہمارے یہان گریموفون مندرجہ بالا کے علاوہ ۲۷۵ سے لیکر ایک ہزار چھ سو روپیہ تک کے بھی
ملسکتے ہین دیگر متعلقہ اشیاء البم سوئیان کمانیان ساؤنڈ بکس ریکارڈ وغیرہ کا کثیر ذخیرہ ہر وقت
موجود رہتا ہے گریموفون سانگ بک جسمین تقریباً ۵۵۰ گریموفون ریکارڈون کی گانے مع
مشہور گویون کے ہاف ٹون فوٹوگراف کے درج ہین قیمت
فہرستین حسب الطلب فوراً روانہ ہونگی
باضابطہ ایجنٹ
دی سردار کمپنی
نمبر ۱۱ ۔ حضرت گنج ۔ لکھنؤ
مفید عام پریس واقع ارادت نگر متصل ڈالی گنج لکھنؤ مین باہتمام محمد علی طبع ہوا

جامیست جہان نمائے ہر صفحہ درین

الناظر

نمبر | یکم فروری سنہ ۱۹۱۰ عیسوی | قیمت سالانہ عـہ

فہرست | | صفحہ

ماہتاب اور اوسکی حقیقت	منشی خادم حسن علوی	۱
ہستی باری تعالیٰ	حکیم مظفر حسین اظہر دہلوی	۱۰
ریویو تاریخ تمدن	محمد ضیاء الحسن علوی	۱۲
ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر ایل ایل ڈی	مسٹر ظفر علی خان بی۔ اے	۱۸
عورتون کی قابل اصلاح حالت	سید محمد فاروق	۲۹
تعلیم نسوان پروفیسرونکے خیالات	ایڈیٹر	۳۹
نظرے خوش گذرے	"	"
ریویو	"	۴۹

اڈیٹران

وصی الحسن علوی۔ بی۔ اے ظفر الملک علوی

پروپرائٹر۔ (مالک) جناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالہ الناظر۔ فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

فی پرچہ ۴/

فرمایش کے وقت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

یہ سب دوائین فقیرون کے مجربات سے ہین

دواخانہ مجربات جڑی بوٹی لکھنؤ

کی

ادویہ اپنے سریع الاثر اور کثیر المنفعت ہونیکی وجہ سے ہر حصۂ ملک مین مشہور ہین

عرق ممیرہ۔ امراض چشم کے واسطے اکسیر الخاصیت۔ دافع نزول ماء۔ جاذب رطوبات جالی۔ مقوی بصر۔ ہر طرحکی شکایات متعلقہ بصارت کا قطعی علاج اور ہر عمر کے آدمی کو یکسان مفید ہی۔ حالت صحت مین بھی اسکا استعمال بیحد فائدہ دیتا ہی۔ قیمت فی تولہ عگ

سفوف سامری۔ مقوی معدہ و اعصاب و دماغ و مولد خون صالح ہی۔ مثانہ اور گردہ کی بیماریون مین مفید ثابت ہوا ہی اور سرفہ کہنہ۔ ضیق النفس اور اختلاج قلب کا دافع۔ (خوراک ۲ رتی سے ۲ ماشہ تک) قیمت فی تولہ للعہ

حبوب بخار۔ تپ فصلی کے واسطے اکسیر کا کام کرتی ہین بخار کی حالت مین بھی استعمال ہو سکتی ہین (خوراک ایک گولی) فی ڈبیہ جسمین ۲۱ گولیان ہوتی ہین ہر ۳۰ گولیان ۸

حبوب تپ کہنہ و سرفہ کہنہ۔ یہ ایک نہایت لاجواب چیز ہی۔ مگر اسکے استعمال کے وقت سخت پرہیز کی ضرورت ہی۔ کیسی ہی مزمن تپ ہو گیارہ دن مین اکسیر کا کام کرتی ہی اور ایک عجیب قوت پیدا کر دیتی ہی (خوراک ایک گولی) گیارہ گولیان ایک ڈبیہ مین۔ فی ڈبیہ عللہ

حبوب نادرہ۔ بواسیر کو مفید۔ دافع قبض۔ مصفی خون۔ اخلاط فاسد کی دافع چندروز کے استعمال سے بہت فائدہ ہو سکتا ہی۔ حکیم صاحب کی گولیان اور اس قسم کی سب دوائیں کام کرتی ہی (ایک گولی سے پانچ گولی تک خوراک ہی) فی ڈبیہ ۳۲ گولیون کی قیمت عہ

روغن حیات۔ نادر الوجود چیز ہی۔ دافع قبض۔ مفرح۔ مفتح۔ مقوی معدہ۔

[illegible]

۱۳ اپریل [illegible]

مقوی گردہ و مثانہ - مقوی اعصاب - مقوی دماغ - مولد خون صالح
مقوی جگر - دافع سلسل بول - عام طور پر تمام اعضائے رئیسہ کو تقویت
دیتا ہے ۳ قطرہ سے ۳ ماشہ تک انتہائے مقدار ہی - قیمت فی تولہ ۵ر

روغن بواسیر - بواسیر خونی و بادی دونون کے حق مین اکسیر - مسے پھولے
ہوے ہون لگاتے ہی فوراً مرجھا جائینگے اور مرض دفع ہو جاسے گا - قیمت
فی تولہ - عہ

روغن دافع امراض گوش - ایک قطرہ ڈالنا چاہیئے - کان کے تمام
امراض - دانہ اور درد کے واسطے نہایت مفید ہی - اکسیر کی خاصیت رکھتا ہے -
قیمت ایک تولہ ۸ر دو تولہ عہ تین تولہ عمار پانچ تولہ سے ر

ان چند ادویات کے علاوہ کارخانہ ہین صدہا قسم کے اعلی سے
اعلی مجربات تیار رہتے ہین - اور چونکہ اکثر ادویہ مریض کی حالت پر لحاظ
کرکے تجویز کی جاتی ہین - لہذا جو صاحب خط و کتابت کے ذریعہ سے
اپنے مفصل حالات سے مطلع فرمائینگے مرض انکا چاہے کیسا ہی سخت
اور کٹھن کیون نہ ہو ہم دعوے کیساتھ اُن کو اپنے مجربات سے فائدہ پہونچانیکے
واسطے تیار ہین - نمونہ کے طور پر معمولاً جملہ ادویہ صرف ار ٹکٹ آنے پر روانہ
کی جاسکتی ہین -

ترکیب استعمال و پرہیز ہر دوا کے ہمراہ روانہ ہوگی - محصولڈاک و وی پی
ہر صورت مین ذمہ خریدار رہے گا -

پروپرائٹر جناب منشی محمد احتشام علی صاحب رئیس مالک کارخانہ
انس فلاور اینڈ آئل ملز لکھنؤ -

جملہ فرمایشات - مینیجر دواخانہ مجربات جڑی بوٹی - لکھنؤ کے پتہ سے آنا چاہیئن -

مطبع [illegible] لکھنؤ

الناظر

نمبر ۸ — یکم فروری سنہ ۱۹۱۰ع

ماہتاب

اور

اُسکی حقیقت

عرصہ ہوا کہ پروفیسر ڈارون نے یہ نیا خیال دنیا کے سامنے پیش کیا تھا کہ ماہتاب دراصل ہمارے کرۂ ارض کا ایک ٹکڑا ہے جو بوجہ شدت کشش مرکزی کے اصل جسم خاکی سے جدا ہوگیا ہے - اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے لازم ہے کہ ہم اس امر پر غور کرین کہ زمانہ موجودہ مین کرۂ ارض اور ماہتاب ایک دوسرے پر کتنا اثر ڈالتے ہین - یہ امر مسلمہ ہے کہ ماہتاب کی قوت سے سمندر مین دگنا تموج پیدا ہوتا ہے اور اس ذریعہ سے کل سطح ارض پر تقسیم آب برابر جاری رہتی ہے - اس تحریک سے ایک قسم کی رگڑ پیدا ہوتی ہے اور ان اجسام کی اندرونی قوت ہیجان مین آتی ہی - چونکہ زمین کی حالت دراصل ایک ایسی چکی کی سی ہی جسکے دونون طرف (بریک) لگائے گئے ہون اور وہ اُن کے درمیان گردش کرتی ہو اس صورت سے قوت ماہتاب جسکا ہم اوپر ذکر کر آئے ہین گردش ارضی کو ایک خاص حد تک روکتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہر دن اپنے سے پہلے دن سے کسیقدر بڑا ہوتا ہی -

مگر اس سے یہ نہ سمجھا چاہیئے کہ دن کہین منٹون یا گھڑیون بڑھتا چلا جاتا ہی - بلکہ حساب سے معلوم ہوا ہی کہ اس ترقی کی رفتار اسقدر سست ہی کہ آج کا دن شروع حساب سنہ عیسوی کے دن سے صرف ایک سکنڈ کے کچھ کسرات زیادہ ہے - آجکل زمین کا اندرونی حصہ ٹھوس مانا جاتا ہے لیکن جس زمانے مین یہ کرہ قدرتی قوتون کے اجتماع سے موجودہ شکل اختیار کر رہا تھا یہ حالت نہ تھی اس زمانے مین آفتاب و ماہتاب زمین کے رقیق اندرونی حصے پر زور ڈالتے تھے جسکے اثرات سے آجکل سے کہین بڑھکر تموج پیدا ہوتا تھا اور اسی وجہ سے اُس زمانے مین دن آجکل کے دن سے بہت زیادہ چھوٹا ہوتا تھا - خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اسی قبیل کی دوسری دلیل یہ ہی کہ اگر ماہتاب کی نسبت مان لیا جائے کہ گردش ارض مین حارج ہوتا ہی - اور یہ مانی ہوئی بات ہی کہ تحریک قوت اور رجعت تحریک ایک ہی چیز ہی اسلئے لازم آیا کہ زمین ماہتاب کی گردش کو بڑھا دیتی ہے - اور جب ماہتاب کی گردش اپنے دائرہ مین تیز ہو جانا ثابت ہو جائے تو کشش وسطی مرکزی کا بھی زیادہ ہو جانا مان لینا پڑے گا اور جب یہان تک نوبت پہونچی تو یہ کھل گیا کہ ماہتاب زمین سے دن بدن دور بھاگتا جاتا ہی نتیجہ یہ ہے کہ ماہتاب آج زمین سے اُس سے کہین زیادہ دور ہے جتنا کہ ایک ہزار برس قبل تھا - اب ہمنے غالبًا اپنی دلیل کا نقش قائم کر دیا ہے لہذا آپ سے گذارش ہے کہ اسی حساب کو مدنظر رکھکر اپنے خیالات کی لاکھہ برس اُدھر کی طرف رجوع کیجئے تو آپ اپنے کو ایک ایسے زمانے مین پائینگے کہ جب ماہتاب کرۂ ارض سے صرف چند ہزار میل فاصلے پر تھا اور جبکہ ماہتاب صرف چار یا پانچ گھنٹون مین اپنے کل دائرہ کا ایکدفعہ چکر لگا لیتا تھا (اب ۳۰ دن مین ایک دور ختم کرتا ہی) پروفیسر ڈارون نے حساب کے روسے یہ بھی بتایا ہے کہ بوجہ اتفاق عجیب کے کرہ ارض بھی اُس زمانے مین ۴ یا ۵ گھنٹون مین اپنے دائرہ کا ایک مرتبہ دورہ ختم کر دیتا تھا - اس طرح ظاہر ہوا

کہ اُس وقت زمین کا ایک ہی حصہ ماہتاب کے ہر وقت سامنے رہتا تھا جسکا نتیجہ یہ ہے
کہ یہ دونون ایک تھے - دوسرا عجیب اتفاق سنئے وہ یہ ہے کہ حساب سے دریافت
ہوا کہ اُس زمانے مین خط استوا پر کشش وسطی مرکزی اسقدر تیز تھی کہ ممکن تھا کہ
سطح ارض کے ٹکڑے ٹوٹ کر علیحدہ ہو جاءین - ان سب باتون سے ڈارون نے
یہ نتیجہ نکالا کہ ان تین واقعات کے تواتر سے نہ کہ اتفاق سے یہ واقع ہوا کہ
اصلی کرہ ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہوگیا جسکو اب زمین اور ماہتاب کہتے ہین - اب
آیئے آپکو اُس زمانے سے بھی پیشتر لیچلین اب پھر اسی حساب پر غور کیجئے تو آپ اپنے تئین
ایک ایسے زمانے مین پاءینگے جب آفتاب ماہتاب اور زمین ایک ہی عظیم الشان
تاریک داغ[۱] کی شکل مین تھے -

[۱] یہ داغ ابتدا مین سرد ہوتے ہین اور شعاہاے برقی سے ان مین ایک قسم کی جھلک پیدا رہتی ہے مگر جیسے جیسے کہ یہ ترقی کرکے ستارون کی شکل پیدا کرتے ہین ویسے ویسے انتہا سے زائد گرم ہوتے جاتے ہین چنانچہ خیال کیا جاتا ہے کہ جسوقت موجودہ زمین اور ماہتاب اس بڑے جزو سے جسے اب آفتاب کہتے ہین جدا ہوئے اسوقت یہ اسقدر گرم تھا کہ کل مجموعہ قریب قریب رقیق حالت مین تھا مگر چونکہ درجہ حرارت اسقدر بڑھا ہوا نہین ہوسکتا تھا کہ رقت بخارات کی شکل مین تبدیل ہو جاتی اسلئے یہ منجمد ہونا شروع ہوگئے ورنہ نائی ڈروجن نکل جاتی اور آج ہمکو زمین پہ پانی کا ایک قطرہ نہ دکھائی دیتا - جسوقت کہ یہ بڑا داغ شکست ہوا اُسوقت دونون ٹکڑے پیچ وتاب کھاکر خود اپنے گرد نہایت تیزی سے حرکت کرنے لگے اور جیسے جیسے یہ منجمد ہونے لگے لازمی طور پر انکی حرکت زیادہ ہوتی گئی اور یہانتک زیادہ ہوئی کہ ایک ٹکڑا پھر ٹوٹ گیا اور اُسکے دو حصے ہوگئے جسے ماہتاب اور زمین کہتے ہین یہ ہے ڈارون کی دلیل جو اُس نے ماہتاب کی ماہیت کے بارے مین قائم کی ہے دراصل اس قسم کی سیکڑون مثالین ہماری آنکھون کے سامنے روزمرہ آتی رہتی ہے اور سب ہیئت دان بخوبی جانتے ہین مگر ہم چند چھوٹی چھوٹی تحقیقین بیان

کرین لگے ستارون کا مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ بہت سے ستارے شکست ہونے کی طرف مائل ہوتے ہین اور جیسے ہی کوئی ستارہ شکست ہوا تمام چھوٹے چھوٹے ٹکڑے خود اپنے گرد اور اپنے بڑے ٹکڑے کے گرد گردش شروع کردیتے ہین لیکن ایک دوسرے سے اسقدر قریب ہوتے ہین کہ انکی جدائی صرف اعلیٰ درجہ کی دوربین سے معلوم ہوسکتی ہی گردش کی تیزی سے ایک روشنی کی جھلک پیدا ہوتی ہی جسکی وجہ سے ہم انکا ایک دوسرے سے فاصلہ دریافت کرلیتے ہین۔ جب کوئی ستارہ شکست ہوتا ہی تو بے انداز اندرونی قوت فضا مین منتشر ہوجاتی ہی اور ممکن ہی کہ یہی منتشر شدہ قوت اس شکل مین ظاہر ہوتی ہو جسے علمار ہئیت اصطلاح مین نوا یا عارضی ستارہ کہتے ہین۔

اب ہم پھر زمین و ماہتاب کی طرف متوجہ ہوتے ہین ڈارون کا خیال ہے کہ جب ماہتاب زمین سے جدا ہوا اُسوقت اُسکا رقبہ زمین کے موجودہ رقبہ سے کسیطرح زائد نہ تھا پس اگر یہ صورت تھی تو لازم ہے کہ ماہتاب کا بہت بڑا حصہ اُسوقت ٹھوس یا رقیق حالت مین ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جسوقت ہماری زمین کے سمندر موجودہ شکل اختیار کررہے تھے اُسوقت اجزات کے انجماد سے کرہ کے اس حصہ کو نکل بھاگنے کی قوت مل گئی ہو۔ بہرحال جب یہ معلوم ہوچکا کہ ماہتاب دراصل زمین کا جدا شدہ ٹکڑا ہے تو ہمکو یہ دریافت کرنے کی زیادہ ضرورت نہین کہ اسے جدا ہونے کی قدرت کیونکر حاصل ہوئی ہان اب یہ امر دریافت طلب ہی کہ یہ کس مقام سے جدا ہوا۔ اگر ہم یہ مان لین کہ یہ اُسوقت جدا ہوا جب کل سطح ارض رقیق حالت مین تھی تو یہ ظاہر ہے کہ بالکل ناممکن ہے کہ اُسکی جدائی کا مقام دریافت ہوسکے لیکن اسکے ساتھ ہی ایسے قرائن موجود ہین جنسے ظاہر ہوتا ہی کہ زمین کسیوقت مین بھی بحیثیت مجموعی رقیق حالتمین نہ تھی کیونکہ زمین کی ساخت مین بعض ایسے مادات شامل ہین جنکے گلنے کے لئے بہت سخت درجہ کی حرارت کی ضرورت ہی اور جس درجہ کی حرارت کسی زمانہ مین

نہ تھی اس طرح سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کل سطح ارض کسی حالت مین پوری پوری رقیق
نہ تھی - اس دلیل کا زور اس واقعہ سے اور زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ زمین کے اندرونی
حصص مین بھی اجزا موجود ہین جنپر حدت مختلف درجہ کی قائم رہتی ہو - لہذا یہ امر قابل
قیاس ہے کہ ہمارا کرہ ارض جسوقت سے معرض وجود مین آیا اسوقت تک جبتک
کہ اسکی سطح سمندر مین قائم نہین ہوئی بیرونی مادات کی رگڑ سے ٹھوس حالت مین قائم رہا
کیونکہ جب زمین ٹھوس حالت مین تھی تو اگر کوئی ٹکڑا اس سے ٹوٹکر نکل گیا ہوتا تو لازم تھا کہ جس جگہ
سے یہ ٹکڑا جدا ہو وہان کوئی شگاف یا نشان چھوڑ گیا ہو - بحیثیت مجموعی کرہ زمین کا وزن
۵ ر ۶ ہے یعنی اگر ترازو کے ایک پلے مین زمین رکھی جاوے اور ایک مین اسکے مقابل پانی
بھرا جاوے تو زمین کا وزن پانی کے حجم سے ۵ ر ۶ زیادہ ہوگا - اسکے بالمقابل ماہتاب
کا حجم صرف ۳ ر ۴ ہے اب ہمکو اسی کے ساتھ یہ بھی بتا دینا لازم ہے کہ وہ مادات جنسے
کرہ ارض کی سطح بنی ہے انکا وزن صرف ۲۰ ر ۷ ہے اور جب زمین کھودی جانے لگتی
ہے اسوقت گو مادات اوپر سے ہٹتے جاتے ہین مگر جیسا جیسا نیچے جاو زمین کے
حجم کا وزن زیادہ ہوتا جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ ماہتاب کل زمین کا نہین بلکہ سطح ارض
کا ٹوٹا ہوا ٹکڑا ہے اور اسمین اُن فلزات کی آمیزش نہین جو اندرونی مرکز ارض
مین موجود ہین - اب ہم اپنے جغرافیہ کی طرف نگاہ کرتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے
کرہ پر زمین اور پانی کی تقسیم ٹھیک طور سے واقع نہین ہوئی ہے اگر ہم نیوزی لینڈ سے
شمال مشرق جانب ایکہزار میل کے فاصلے پر ایک عمود کھینچین اور زمین کو اس
مقام سے دیکھین تو ہم کو وہ نقشہ معلوم ہوگا جیسا کہ شکل نمبر (۱) مین دیا گیا ہے یہ نقشہ
اس طریقہ سے کھینچا گیا ہے کہ فاصلہ کسی طرف سے کم نہین ہے اسیوجہ سے بحر الکاہل
کا پورا حربہ اتر آیا ہے اور زمین نسبتاً بہت کم دکھائی دیتی ہے - وسط دائرہ کے
قریب نشان × بنایا گیا ہے جس سے اس سمندر کا سب سے گہرا مقام معلوم ہوتا ہے

نمبر ۱
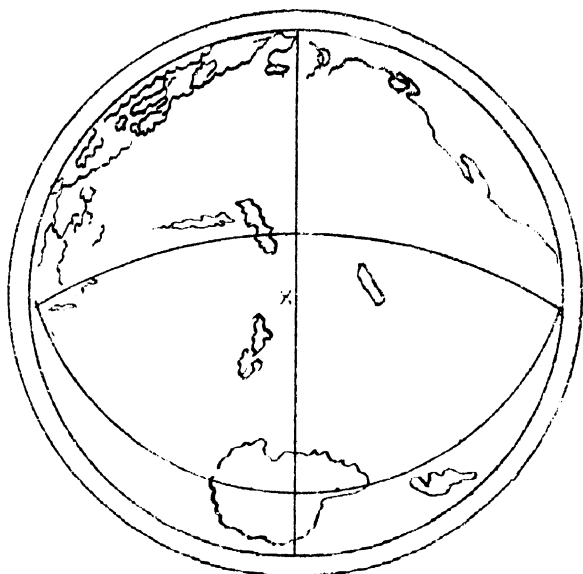
نمبر ۲
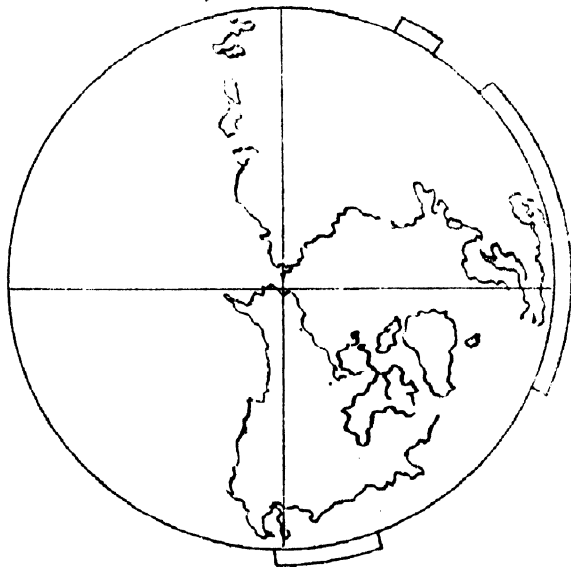
اب ہم اسی مرکز سے ٹھیک شمال کیطرف چلین اور ایک ربع محیط کا طے کر کے آبنائے بہرنگ کے قریب دوسرا عمود قائم کرین تو اس مقام سے دیکھتے ہی دنیا کا نقشہ ایسا دکھائی پڑیگا جیسا ہمنے شکل نمبر (۲) مین دکھایا ہے اس شکل مین ہمنے بر ہائے اعظم کو دائرے کے محیط سے نکلا ہوا دکھایا ہے جسمین یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کس مقام پر واقع ہین - محیط کرہ ارض کا مرکز اور مرکز گردش ارض ایک ہے مگر مرکز گردش اور مرکز بری ایک نہین ہے دوسرے الفاظ مین اسکو یون اداکر سکتے ہین کہ وہ مادے جنسے زمین بنی ہے اُن مادات سے زیادہ ہلکے ہین جنسے سمندرون کی تہ بنی ہے اگر سمندر کا پانی کھینچ ڈالا جائے تو یہ فرق بہت بین طور سے ظاہر ہو جائیگا - ماہران علم طبقات الارض اس بات پر متفق ہین کہ بر ہائے اعظم زمین کی ابتدائی حالت مین موجود تھے جب رقیق اجزا جوش کھاکر ایک دوسرے مین ملکر آہستہ آہستہ جمتے جاتے تھے اسوقت ہلکا مادہ پھین کی طرح اوپر تیر آیا اور زمین کی سطح قائم ہوئی مگر اس شکل مین لازم آتا ہے کہ ہلکا مادہ ہر جگہ اوپر ہو بر خلاف اسکے ہم دیکھتے ہین کہ اس ہلکے مادے کا ایک ٹکڑا ایک طرف رہ گیا ہے اور دوسرا ٹکڑا اسی جسامت اور انھین اجزا کا ہمارے سامنے آسمان پر موجود ہے جسکی نسبت ہمکو یقین کرنے کے پورے وجوہ موجود ہین کہ ہماری زمین کا حصہ ہے - ان سب باتون پر غور کرنے سے صرف یہ نتیجہ نکلتا معلوم ہوتا ہے کہ ماہتاب ہمارے کرہ ارض کی دوسری سمت سے جدا ہوا تھا اور بحر الکاہل کی تہ پر وہ خراش موجود ہے جس جگہ سے یہ ٹکڑا جدا ہوا - اگر ہم شکل نمبر (۳) پر غور کرین تو ہمکو معلوم ہو گا کہ بحر اٹلانٹک کے دونون ساحل قریب قریب ایک ہی شکل کے ہین - یہ امر اسوقت اور بھی صاف طور سے روشن ہو جائیگا اگر ہم دونون نئی اور پرانی دنیا ملاکر دیکھین کیونکہ یہ جوڑ بالکل بیٹھ جاتا ہے اور کچھ فرق نہین رہتا - اسکی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ جب اُس مقام کی سطح ارض جہان اب بحر الکاہل ہے ٹوٹ کر

نمبر ۳
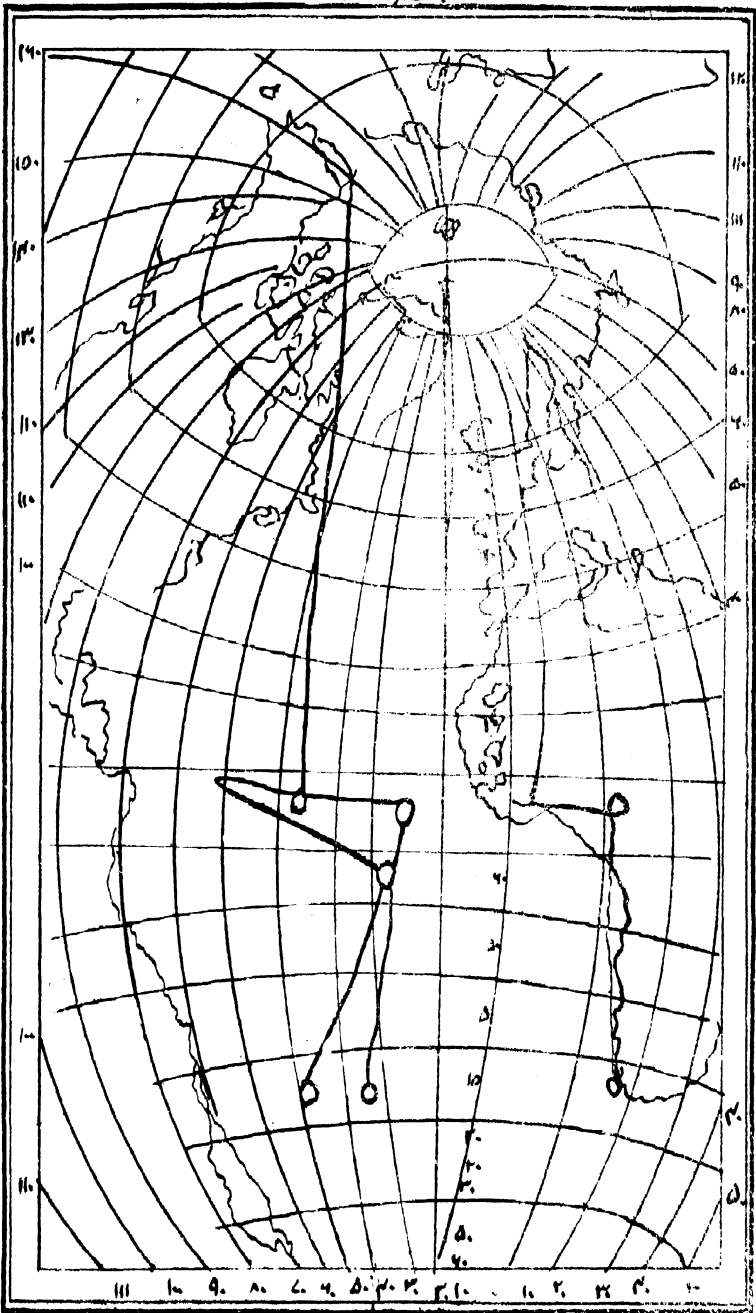
الگ ہوئی اسوقت اسی زور کی وجہ سے دوسری طرف سطح ارض شق ہوگئی اور موجودہ بحر اٹلانٹک کے لئے جگہہ قائم ہوگئی - اب ہم اسکو یون بیان کرتے ہین - جب زمین کی گردش بہت تیز ہوئی تو سطح ارض بمقام نیوزی لینڈ بوجہ کشش مرکزی کسی قدر اونچی ہونا شروع ہوئی اور جب گردش حد سے زائد تیز ہوئی تو دوسری سمت کی سطح پھٹ کر دو حصون مین منقسم ہوگئی اور بحر اٹلانٹک کا مقام بن گیا اور قبل اسکے کہ یہ شگاف ۲۰۰۰ میل سے زیادہ چوڑا ہوسکے اس جھٹکے کے صدمے سے انکے دوسری طرف کا ایک مدور حصہ ٹوٹ کر علیحدہ ہوگیا اور یہی ماہتاب ہے اس طریقہ پر بحر الکاہل کے دونون جانب ایک ایک براعظم باقی رہ گیا - اگر ہم اپنے سمندرون کے سواحل کی قطع پر غور کرین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ بحر الکاہل کے ہر طرف کوہ ہاے آتش فشان کی قطار موجود ہے - یہ پہاڑ بہت سی جگہون پر ترچھے واقع ہوئے ہین مگر سب کے ڈھالے سمندر کی طرف مائل ہین اب اگر بحر اٹلانٹک کی طرف غور کرو تو دوسرا ہی نقشہ دکھائی دیگا - یعنی سواحل نشیبی اور عموماً بہ جیبی قطع کے ہین اور کرہ ہاے آتش فشان محض براے نام ہین - ماہران علم طبقات الارض کی یہ بھی راے ہے کہ کسی وقت مین ایک براعظم اس وضع کا جو شمال کیطرف تنگ اور جنوب کی طرف چوڑا تھا موجودہ ریاستہاے متحدہ امریکہ کے قریب واقع تھا اور اس براعظم کی نسبت انکا گمان ہے کہ تھوڑی ہی مدت ہوئی سمندر مین خود بخود غرق ہوگیا - اب اس امر سے بھی اس جگہہ دو نتیجے نکالے جاسکتے ہین ایک یہ کہ ان عالمون کا خیال ٹھیک ہے اور دوسرا یہ کہ یہان سے بھی ایک ٹکڑا ٹوٹ کر ماہتاب مین شامل ہوا - یہی وجہ ہے کہ بحر اٹلانٹک اور بھی وسیع ہوگیا ہے - بہت سے لوگ ہمارے اس خیال کو بے وقعت محض سمجھینگے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ایسا کرہ جیساکہ ماہتاب ہے چند منٹ مین ایک مقام سے ٹوٹ کر ہزارہا میل کی مسافت طے کر گیا ہو - لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ فضاے آسمانی مین ایسی قوتین

مشاہدہ کی گئین ہین جنسے ایسی باتین ظہور مین آنا بالکل ایک معمولی بات ہے۔

خادم حسین علوی - وکیل گونڈہ

ہستی باری تعالیٰ

کھول کر آنکھ ذرا دیکھ تو اے نوعِ بشر — سب تجھے دنیا مین نظر آتے ہین کیا کیا منظر

اِن مین کچھ شان نرالی ہی نظر آتی ہے — غنچہ و گل ہون کہ اثمار ہون یا برگ و شجر

سلسلہ کوہ کا دیکھو تو مجسم خوبی — کیسے انداز سے پھیلا ہے یہ تا حدِ نظر

ہان! ذرا آنکھ تو اوپر کو اُٹھا کر دیکھو — جگمگاتے یہ ستارے ہین تو روشن وہ قمر

الغرض کوئی ہو شے - کان ہے وہ خوبی کی — ایسے نظارون سے ہو دنگ نہ کیون عقلِ بشر

دیکھکر عالم امکان کے یہ سب نظارے — پیدا ہوتا ہے سوال ایک یہ دل کے اندر

کیا یہ سب چیزین یونہین بنگئی ہین آپسے آپ؟

یا کوئی موجد و صنّاع ہوا صنعت گر؟

سنکے یہ مسئلہ سائنس نے فی الفور کہا — مادہ سے بنین اشیائے صغیر و اکبر

آسمان و مہ و خورشید و نجوم فلکی — باغ و راغ و چمن و نکہتِ گل - بادِ سحر

نہ تو دنیا ہی تھی پہلے نہ نشانِ دنیا — نہ نظر ہی تھی یہان اور نہ کوئی منظر

دفعتاً مادہ پیدا ہوا اک آپ سے آپ — پھر بنا اُس سے یہ عالم کہ جو آتا ہے نظر

حل کیا - اسطرح سائنس نے جب عقدہ — دہریون نے کہا - ہان شک نہین اسکے اندر

عقل نے سُنکے مگر اُسکے دلائل اُلٹے — کہا افسوس نہ کیون روئیے اب منطق پر

ایسی گمراہ سمجھ کا بھی ٹھکانا ہے کہین — ایسی باتون سے نہ ہو کس لئے دانا کو حذر

مادہ سے بنی ہر چیز یہ مانا - لیکن — یہ تو کہیے کہ ہوا مادہ پیدا کیونکر

آخر ش ہوگا کوئی اس کا بنانے والا — فعل کو بھی کہین ہو سکتا ہی فاعل سے حضر

ہان بس اس عالم امکان کا بنانیوالا
واحد و عاقل و صانع ہے خداے اکبر!

وہ خدا جسکی خدائی ہے۔ مبارک برتر		وہ خدا جسکی حکومت ہے ادہر اور ادہر
جسکے احکام کی تعمیل مین سب سیارے		کاٹتے پھرتے ہین دن رات جہان کے چکر
پس یہ لازم ہے۔ کرین اسکی اطاعت ہم سب		اُسکے احکام سے نکلین نہ سر مو باہر
کیونکہ دنیا مین اسی واسطے ہم آئے ہین		ہمکو احکام الٰہی سے ملی ہے۔ یہ خبر

آرزو ہے تو یہ ہے اور دعا ہے تو یہ ہے
جادہ مرضی مولا ہو۔ طریق اظہر

حکیم مظفر حسین اظہر دہلوی

غزل

امتحان کیون نہ لیا! کیا باعث؟		کم کیا جور و جفا۔ کیا باعث ؟
میری آہون کا اثر اُس بت پر		یا خدا کچھ نہ ہوا۔ کیا باعث ؟
اے جنون آیا نہ صحرا مین ہنوز		کوئی بھی آبلہ پا۔ کیا باعث ؟
نہ ہوئی سلسلہ جنبان اب تک		وحشت ہوش ربا۔ کیا باعث؟
نہ ہوا چاک گریبان اب تک		ٹکڑے دامن نہ ہوا۔ کیا باعث ؟
عقل کیون ہمرہ وحشت نہ ہوئی		صبر رخصت نہ ہوا۔ کیا باعث ؟
نہ جلے خانہ اغیار ہنوز		کیون رہے او آہ رسا۔ کیا باعث ؟
کیون نہ پہونچا کبھی اُس کے در تک		نالہ عرش رسا۔ کیا باعث ؟
کیون مرے دیدہ تر سے اب تک		خون کا دریا نہ بہا کیا باعث ؟

فہمی اس سوز جگر سے تیرے
آسمان جل نہ گیا۔ کیا باعث ؟

فہمی

ریاض حسین صدیقی

ریویو تاریخ تمدن

باب دوم

گذشتہ حصہ تنقید مین ان امور پر بحث کیجا چکی ہے۔ فلسفہ تاریخ کی ضرورت کیا ہے؟ اسکی تدوین کی کیا صورت ہونا چاہیئے۔ اس فن کی عظمت اور اہمیت۔ اس حصہ مین ایک سرسری نظر اس مسئلہ پر ڈالنا چاہیئے کہ وہ کون سے کارکنان طبعی ہین جو معاشرت انسانی پر بواسطہ یا بلا واسطہ عمل کرتے ہین یا خود مسٹر بکل کے الفاظ مین قوانین طبعی کی تاثیرات اشخاص کے خصائل اور سوسائیٹی کی ترکیب پر کیا ہوتی ہین ؟

یہ موضوع خود اسقدر وسیع ہے کہ اس نے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کرلی ہے اسلئے اسکے متعلق جسقدر زیادہ لکھا جائے وہ کم ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مجھکو اپنے کالج کے مشاغل سے اسقدر فرصت نہ ملسکی کہ ریویو کے تناسب سے کچھ زیادہ لکھ سکتا۔ آج گذشتہ وعدہ صرف چند صفحون مین پورا کررہا ہون۔ لیکن تاہم اس موضوع یا اسکے متعلقات کے بابت جو مواد موجود ہے اسکی تفصیل کئے دیتا ہون تاکہ ناظرین مین سے اگر کوئی صاحب چاہین تو اس سے فائدہ اٹھا سکین۔

خود مسٹر بکل کے معاصرین نے اس فن کو نہایت درجہ عام پسند بنانیکی کوشش کی ہے جنکے پیشرو "وینٹ" "سنڈلسھوان" اور "نیپ" ہین۔

ڈاکٹر ولگراف کی مشہور تصنیف انتھروپولوجی مین اس مسئلہ پر ایک مبسوط اور دقیق بحث کی گئی ہے کہ وہ کون اسباب طبعی ہین جو معاشرت انسانی پر اثر ڈالتے ہین۔ اس کتاب مین تقریباً وہ سب مسائل آگئے ہین جنکو مسٹر بکل نے اپنی تصنیف کا جز قرار دیا ہے۔

اقلیم کی تاثیر کے متعلق قدما، و متاخرین مین "مانٹسکیو" "ہیوم" "گیبنز" اور "کامٹ" نے نہایت طویل بحثین کی ہین۔

کوٹانے جو اضیات کا ماہر ہے تاریخ و اضیات مین تطابق پیدا کیا ہے۔ مشہور جرمن مصنف ولرنے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے کہ پالو جانورون کا اثر معاشرت و تمدن پر کیا ہوتا ہے۔

ہمکو افسوس کے ساتھ یہ امر ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ مسٹر بکل نے ان مصنفین سے مطلق فائدہ نہین اٹھایا شاید اسکا سبب یہ ہے کہ مسٹر بکل ان تصانیف سے بالکل ہی بے بہرہ تھے لیکن ایسا کہنا اتنے بڑے جلیل القدر مصنف کی وسعت نظر پر سخت حملہ ہے۔ اگر ان تصانیف کو پیش نظر رکھکر یہ فعل عمداً کیا گیا ہے تو طبیعت اسکو گوارا نہین کرتی کہ قانون تصنیف اور اخلاق کے سب سے بڑے جرم تعصب کا الزام بکل پر لگایا جائے۔ غرض اصلیت جو کچھ بھی ہو مگر اس امر سے تو ہم انکار کر ہی نہین سکتے کہ کتاب مین بہت سے وہ نقایص رہ گئے ہین جو ان تصانیف سے استفادہ کرنے سے بالکل ہی نکل جاتے۔

مسٹر بکل سے چالیس برس پیشتر رٹر نے جو جغرافیہ تقابلی کا مدون ہے۔ تاریخ و عالم طبعی مین رابطہ پیدا کیا تھا۔ جن نتایج تک وہ پہونچا اور جو کلیات اس نے انسے مستنبط کئے وہ اسقدر صحیح ہین کہ انکو دیکھکر استعجاب ہوتا ہے اسکی یہ تصنیف صرف ایشیا تک پہونچی تھی کہ وہ مر گیا مسٹر بکل کے بعض اصول رٹر کے بیانات کے بالکل ہی خلاف ہین مثلاً مسٹر بکل نے ایک موقعہ پر اس مسئلہ کے ثبوت مین کہ یورپ سے باہر تمدن بالکل طبعی اسباب کے ماتحت ہے مصر کے تمدن کو پیش کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے "چونکہ ہندوستان کی طرح مصر کا تمدن بھی سرزمین کی شادابی و زرخیزی و اقلیم کی شدت حرارت پر مبنی تھا" ......

رٹر لکھتا ہے کہ رود نیل کے اصلی باشندے (دیا بود) اپنے قرب وجوار

کی قومون سے جو سوب و لیبیا مین آباد تھین بلحاظ تمدن کے بہت ہی ادنی حالت مین سکتھے۔ ان کے بعد جو قومین آکر آباد ہوئین انھون نے اپنی خوش فکری و ذہانت سے اس قطعہ زمین کو شاداب بنا دیا۔ رود نیل کی طغیانی سے فائدہ اٹھایا

ان دونون بیانات کو دیکھو تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ رٹر کا بیان واقعیت کا پہلو زیادہ لیئے ہے۔ اسمین شک نہین کہ رود نیل کی طغیانی ایک حد تک اس تمدن کی معین ضرور تھی لیکن وہ اصلی سبب مصر کی ترقی کا نہ تھی کیونکہ اگر یہ صحیح ہوتا تو اس سے یہ لازم آتا ہو کہ مصر کے اصلی باشندے (دقیا یود) اس سے کیون نہ مستفید ہو سکے۔ رٹر کے اس بیان کا ثبوت سب سے زیادہ یہ واقعہ ہے کہ جب اس قوم نے زوال روم کے بعد اپنا دست حکومت مصر سے اٹھا لیا تو وہی لہلہاتے قطعے بنجر ہو کر رہگئے۔ یہی مثال بالکل ہندوستان کی ہے جس کے فطرتی ذرایع سرسبزی و شادابی کے مصر سے کہین زیادہ ہین لیکن آریا قومون کے آنیسے پہلے ہندوستان بھی غیر متمدن تھا۔ اسلیئے یہ کہنا کہ سرزمین کی شادابی و زرخیزی یا اقلیم کی شدت حرارت پر ہندوستان و مصر کا تمدن مبنی تھا واقعیت کے بالکل ہی خلاف ہی۔ اگر بجائے اسکے یہ کہا جا کہ کسی ملک کا تمدن وہانکے باشندونکے قوای ذہنی پر منحصر ہے تو ایک حد تک صحیح ہی۔

وہ کارکنان طبعی جو معاشرت پر موثر ہوتے ہین مسٹر بکل نے چار قرار دئے ہین۔ سرزمین۔ غذا۔ اقلیم۔ عام مناظر قدرت۔ علامہ ابن خلدون نے جو فلسفہ تاریخ کے مدون اور معلم اول ہین پہلے تین سبب گنائے ہین۔ مانٹسکیو نے سرزمین و اقلیم کو صرف لے لیا ہے غذا کو علیحدہ کوئی کارکن نہین قرار دیا ہے۔ بکل نے عام مناظر قدرت کا اپنے اضافہ کیا ہے۔ اسلیئے ہم اسوقت مناظر قدرت اور انکے آثار پر ایک نظر ڈالتے ہین۔

مسٹر بکل کے نزدیک مناظر قدرت دو قسمون مین منقسم ہین ایک تو وہ

جو قوت متخیلہ پر اثر ڈالتے ہین اور دوسرے وہ جنسے ہماری عقل متاثر ہوتی ہے - ہر ایک قوم کے زمانہ جاہلیت مین اول الذکر کا غلبہ ہوتا ہے اور زمانہ تمدن مین موخر الذکر کا - جن چیزون سے نفس انسانی مین ہول دہشت یا استعجاب کی کیفیات پیدا ہوتی ہین وہ قوت متخیلہ کو مشتعل کرتی ہین اور اسیکے ساتھ ہی عقل کو اسکا ماتحت بنا دیتی ہین مثلاً وہ حوادث طبعی جو انسان کے امن و عافیت مین خلل انداز ہوتے ہین - انمین سب سے زیادہ حیرت خیز زلزلے ہین کیونکہ وہ بالکل بے شان و گمان واقع ہوتے ہین اور ان سے بے شمار جانین تلف ہو جاتی ہین - جس ملک مین زلزلہ آتا ہے وہان کے باشندون مین بیم و ہراس و بزدلی پیدا ہو جاتی ہی اور اس خوف و دہشت - مجبوری و بیچارگی کی بدولت وہ خیالات دلون مین جگہہ کر لیتے ہین جنپر تمام تر توہم پرستی مبنی ہے اور جنکے بغیر توہم و بہواس کا پیدا ہونا مشکل ہے اس نظریہ کے ثبوت مین اٹلی - جزیرہ نماے اسپین و پرتگال کی مثال ان الفاظ مین پیش کی گئی ہی - "اسکی مزید مثال یورپ مین بھی ملسکتی ہے جہان نسبتاً ایسے آثار بہت ہی شاذونادر ہین لیکن وہان بھی اور بڑے ملکون کی بہ نسبت ملک اطالیہ اور جزیرہ نماے اسپین و پرتگال مین زلزلے اکثر واقع ہوتے ہین - اور آتش فشان مادون کا خروج اکثر ہوا کرتا ہے اور ٹھیک یہی مقام وہ ہین جہان توہمات بیجا بہت دائر سائر رہے ہین اور وہم پرست گروہون کو بہت کچھ رسوخ و اقتدار حاصل رہا ہے - یہی وہ ملک ستھے جہان علماء ملت نے سب سے پہلے اپنے سکے بٹھائے جہان مذہب عیسوی مین بدترین خرابیان پیدا ہوئین اور جہان سب سے زیادہ عرصہ ممتد تک توہمات باطلہ نہایت مضبوطی سے قدم جمائے رہے" یہ اشارہ مسٹر بکل کا کیتھولک کلیسا کیطرف ہے - لیکن یہان ایک سخت مغالطہ سے کام لیا گیا ہے جسکا نام بجدہ قبہ ہے

یعنی چونکہ یہ واقعہ اس گذشتہ واقعہ کے بعد ہوا اسلیئے یہ گذشتہ واقعہ اس واقعہ کا سبب یا علت ہی۔

ایک دوسرے موقعہ پر مسٹر بکل نے لکھا ہے ”چونکہ منطقہ حارہ مین فطرت کے شدائد بہت ہین اسلیئے یہان قوت تخیلہ بالکل ہی قابو مین نہین ہے اور مذہب سراسر خوف پر مبنی ہے بخلاف اسکے یورپ مین فطرت انسان کے تابع ہے اور وہان استدلال کی حکومت ہے“ اس دعوے کے ثبوت مین اسنے ہندوستان و یونان کی حالت پیش کی ہے وہ لکھتا ہے کہ ایشیائی تمدن کا رجحان اسطرف تھا کہ عبد و معبود مین فاصلہ بہت زیادہ ہو جائے اور یونان کے تمدن مین یہ خاص بات نظر آتی ہے کہ وہان کا تمدن اس فاصلہ کو کم کرتا ہے۔ اس وجہ سے یونان مین عظمت پرستی اور مشاہیر پرستی کے آثار بہت عرصہ سے نظر آتے ہین جنکا وجود بھی منطقہ حارہ مین نہین ملتا چنانچہ یہ خصوصیت ہندوستان مصر عرب فارس ہر ایک جگہ کے تمدن مین موجود ہے۔ یونان کے اثر سے تمام یورپ متاثر ہوا جسکا بدیہی ثبوت رومی کلیساؤن کے عقائد مین ملتا ہے۔ مگر غور کرو کیا واقعات اس استدلال پر کوئی روشنی ڈالتے ہین کیا ویدون کی تمام تعلیم کا ماحصل یہ نہین ہے کہ برہمن قربانیون کے ذریعہ سے ابتدائی دیوتاؤن پر اقتدار حاصل کر لیتے ہین کیا ہیروڈوٹس کے بیان پر وثوق کر کے کوئی فوری نتیجہ نکال لینا اس بدیہی ثبوت کے مقابلہ مین وقیع ہو سکتا ہی کہ لسس مصر کے دیوتاؤن مین ایک انسانی دیوتا تھا اور جس سے ہر انسان مرنے کے بعد منطبق کیا جاتا تھا۔

سب سے بڑا اعتراض مسٹر بکل پر جو عائد ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ اُنکے نزدیک قومیت کا اثر مطلق کسی قوم پر نہین ہوتا خاندانی عادات کوئی چیز نہین ہین۔ مگر مندرجہ ذیل مشاہدات سے کون صحیح العقل انکار کر سکتا ہی اور اس مسئلہ سے کون متفق نہین ہی کہ قومیت کے آثار و خواص صرف ملک کے ہر حصہ ہی مین نہین پائے جاتے ہین بلکہ

تاریخ کا ہر ایک دو رانکی شہادت دیتا ہے - مثلاً

سامی قومین ہمیشہ یزدان پرست اور موحد ہوتی ہین -

ایرین قومین ہمیشہ مشرک تہین - جسکے آثار ہندوستان سویڈن وناروے تک نظر آتے ہین - ایک شاعری ہمیشہ انڈو جرمن اقوام مین پائی جاتی ہے سامی قومین اس سے محروم ہین آخر مین یہ بتانا ضروری ہے کہ مسٹر بکل کی یہ تصنیف انیسوین صدی کی بہترین تصنیف ہے اس صدی کے مشہور حکیم اسپنسر نے اپنی کتاب سوشیالوجی مین اسپر ایک خاص نظر ڈالی ہی اور بکل کے بہت سے کلیات سے اسکو اتفاق ہے - اسکی حق پرستی اور عدالت کی دلیل اس سے زیادہ مسلمانون کے لئے کیا ہو سکتی ہے کہ بانی اسلام صلعم کے متعلق اس کے الفاظ یہ ہین "سب سے بڑا آدمی جو دنیا مین کبھی پیدا ہوا"

زبان اُردو مین ترجمہ کے متعلق ایک غلطی ہو رہی ہے (اور جسکی جوابدہ انجمن ترقی اُردو ہے کیونکہ وہی اس بدعت کی بانی ہی) کہ فلسفہ کی وہ تصانیف ترجمہ کرائی گئی ہین جو ہمارے ہندوستان اور خاصکر مسلمانون کے تمدن منزلت کے لحاظ سے بہت ارفع و اعلی ہین - یہ غلطی تو ایک طرف اسپر مستزاد یہ ہے کہ انتخاب کتب مین سب سے بڑی غلطی کتاب کی تقدیم و تاخیر کے متعلق ہوتی ہے - کسی مصنف کی وہ کتاب ترجمہ ہوتی ہے جو سب سے بعد مین ترجمہ ہونا چاہیئے تھی - مثلاً اسپنسر کی کتاب تعلیم کا ترجمہ اسلئے اسوقت بے موقع ہے کہ اس کتاب مین انسانی افعال سے بلحاظ انکی قوت تعلیم کے بحث کی گئی ہی مگر ظاہر ہے کہ جب تک افعال انسانی کی وہ حقیقت جو اسپنسر کے ذہن مین ہے ہم نہ سمجھین اسوقت تک ہم یہ دعوی نہین کر سکتے کہ ہم نے کتاب تعلیم کا صحیح مطالعہ کر لیا - لیکن یہ بڑی خوشی کی بات ہی کہ بکل کی کتاب اس اعتراض سے بری ہے کیونکہ بلحاظ جامعیت زبان انگریزی مین یہی ایک کتاب اس موضوع پر تھی اور تاریخ کی دقیق تصانیف کے ترجمے سے پیشتر اسکا ترجمہ ہونا ضروری تھا - اس سے ہمکو صرف تاریخ

کی اہمیت ہی نہین معلوم ہوتی ہے بلکہ کسی ملک کی تاریخ لکھنے کیواسطے جو لوازمات ہین ان سے بھی واقفیت ہوجاتی ہے - ہمکو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی قوم کی تاریخ پر کن حیثیتون سے نظر ڈالنا چاہیئے فقط -

ضیاء الحسن علوی - ایم - اے - او کالج - علیگڈھ

ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر ایل ایل ڈی
نمبر ۲

(منقول از اخبار زمیندار)

رومن کیتھولک مذہب کے پیشواؤں نے کچھ تو اُس تحریف کی وجہ سے دھوکا کھاکر جس نے توراۃ و انجیل کی سماوی اصلیت کو پایۂ اعتبار سے ساقط کردیا کچھ اُس جہالت کے اقتضا سے جو قرنہا قرن تک پادریوں کا سرمایہ امتیاز بنی رہی اور کچھ اُن سیاسی ضرورتوں سے مجبور ہوکر جنھوں نے اُن کے دین کو مبدل بہ دنیا کردیا اُن باتوں مین بھی دخل دینا شروع کردیا تھا جن سے انھین کوئی تعلق نہ تھا یعنی وہ انسان کو اخلاق حسنہ سکھلانے سکھاتے اور نجات اخروی کی راہ دکھلاتے دکھاتے علم و حکمت کے بھی سبق آموز بن گئے اور سائنس کے مسائل پر بھی ملہم من اللہی کی حیثیت سے رائے زنی کرنے لگے - اس خلط مبحث کا نتیجہ یہ ہوا کہ حقائق فطرت کے متعلق جب انسان کو صحیح صحیح علم ہوا تو ان کے دعاوی جنھین الہام سے کوئی لگاؤ نہ تھا باطل ہوگئے اور اُن کے پیرو اُن کو جھوٹا سمجھ کر کفر و الحاد کی طرف جھک پڑے اور مغربی دنیا ایک بڑی حد تک مذہب کی قید سے آزاد ہوگئی - ڈاکٹر ڈریپر کو رومن کیتھولک پادریوں کے اس طرز عمل نے یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور کیا ہے کہ وہ مذہب جو سائنس سے مطابق نہ ہو جھوٹا ہے اور وہ صحائف آسمانی جو حقائق فطرت کے مخالف ہوں ایمان پر کوئی

حق نہین رکھتے۔ یہ عام نتیجہ بالکل صحیح ہے اس لئے کہ بقول سر سید احمد خان رحمت اللہ علیہ کے سائنس گویا بحقیقت خدا کا کام ہے اور صحیفۂ آسمانی خدا کا کلام ہے۔ دونون مین اگر ضد ہو تو ممکن نہین کہ دونون سچے ہون لیں جسکی سچائی عقل سلیم کے نزدیک جو معیار یقین ہے مسلم نہ ہوگی وہ باطل ہوگا۔ لیکن ہمکو ڈاکٹر ڈریپر کی بالغ نظری اور نصفت پروری سے اس امر کی توقع تھی کہ وہ صرف یہی نتیجہ نکال کر نہ رہجائینگے کہ چونکہ فرقۂ رومن کیتھولک کے لوگ مسئلہ عصمت پاپا کے قائل ہین اور اسکو نائب خدا سمجھکر اُسکی ہربات کو برحق سمجھتے ہین اس لئے رومن کیتھولک مذہب جھوٹا ہے اور سائنس کے ساتھ توافق نہین رکھ سکتا اور چونکہ پراٹسٹنٹ مذہب سچائی کی تلاش بائبل کے اوراق مین کرتا ہے اور اصلی سچائی صحیفۂ فطرت کے اوراق مین مضمر ہے لہذا وہ عقلی بحران جس مین یورپ مبتلا ہوا چاہتا ہے منجر بہ ہلاکت مذہب ہوگا۔ ہمکو امید تھی کہ ڈاکٹر ڈریپر مذہب اور سائنس کے درمیان ایک خط فاصل کھینچکر اور ایک کو معاد اور دوسرے کو معاش کا مظہر قرار دے کر اس مسئلہ پر بحث کرینگے کہ اگرچہ موضوع جدا جدا ہے۔ لیکن انسان کو اُس جسمانی اور روحانی منزل پر پہونچنے کیلئے جسکی طرف انگشت ارتقا اشارہ کر رہی ہے دونون کی یکسان ضرورت ہے اور تا وقتیکہ سائنس اور مذہب ایک دوسرے کے ممد و معاون نہ ہونگے انسان کے قواے ذہنی و روحانی منتہاے بلوغ کو نہ پہونچ سکینگے۔ ہمین خیال تھا کہ ڈاکٹر ڈریپر موجودہ مذاہب کا مقابلہ کرکے ایک ثالث کی حیثیت سے یہ فیصلہ کرینگے کہ ان مین سے کونسا مذہب سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور اس لحاظ سے سائنس کے دوش بدوش چلنے کے قابل ہے۔ افسوس ہے کہ ہماری یہ تمنائین اور توقعات پوری نہین ہوئین۔ ڈاکٹر ڈریپر نے جو فیصلہ کیا ہے وہ یکطرفہ اور یکطرفہ ہونے کی حیثیت سے بھی بالکل ادھورا ہے۔ انھون نے اول تو سائنس کے مد مقابل کی شخصیت کی تعمیم کو تخصیص سے بدل دیا ہے یعنی علوم کا حریف نصرانیت کو قرار دیا ہے کسی دوسرے

مذہب سے سروکار نہین رکھا اور نصرانیت سے بھی رومائی نصرانیت مراد لی ہے غالبًا اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ رومائی نصرانیت ہی نے اپنے آپ کو علوم و فنون کا سب سے بڑا دشمن ثابت کیا ہے دنیا مین بجز رومائی نصرانیت کے اور کوئی مذہب ایسا نہین ہو جو قدیم الایام سے ہر علمی تحریک کے ساتھ اس درجہ معاندانہ برتاؤ کرتا چلا آیا ہو اور جس کے ہاتھون اہل علم کو اتنی سخت ایذائین پہونچی ہون اور غالبًا اسی لئے مذہب کو سائنس کا حریف قرار دیتے ہوے ڈاکٹر ڈریپر نے مذہب سے مراد رومن کیتھولک نصرانیت لی ہے اور اپنی کتاب کا نام بجاے "نصرانیت اور سائنس کی معرکہ آرائی" کے "معرکہ مذہب و سائنس" رکھا ہے پراٹسٹنٹ نصرانیت کے متعلق اگرچہ اُنھون نے ایک مقام پر یہ لکھا ہے کہ اسکا اور سائنس کا میل ممکن ہے لیکن جب اُنھین کے قول کے مطابق یہ دیکھا جاتا ہے کہ سائنس پر پراٹسٹنٹ مذہب کا ذرا سا بھی احسان نہین ہے اور اسکی ترقی مین مارٹن لوتھر کی اصلاح نے ذرا بھی حصہ نہین لیا اور نیز جب یہ امر پیش نظر رکھا جاتا ہے کہ زمانہ حال کی فلسفیانہ تنقید نے اناجیل مقدسہ کو جو پراٹسٹنٹون کا مِنہاج ایمان ہین تحریف و تدلیس سے مملو ثابت کر دیا ہے اور اُن مین ایسے ایسے تاریخی نواقص کا موجود ہونا بدلائل قاطع پایۂ ثبوت کو پہونچا دیا ہے جن سے اُن کی تنزیل ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے اور جن کا جواب کسی پادری سے بن نہین پڑا تو سمجھ مین نہین آتا کہ کیونکر یہ دونون ایک دوسرے کے دلی دوست ہو سکتے ہین ۔

رومائی اور پراٹسٹنٹ نصرانیت مین سب سے بڑا مابہ الافتراق یہ ہے کہ رومن کیتھولک فرقہ آیات کتب مقدسہ کی تفسیر اور مذہبی عقائد کی تاویل و تعین کا حق صرف پاپاے روما اور اس کے ماتحت پادریون سے مخصوص سمجھتا ہے اور پراٹسٹنٹ فرقہ کے عقیدہ کے بموجب تورات و انجیل کی تفسیر و تاویل کے متعلق ہر لکھے پڑھے شخص کو حق اجتہاد حاصل ہے یہ فرق اگرچہ بجاے خود بہت بڑا فرق ہے اور اسنے

پر اٹسٹنٹون کے پاؤن سے قسیسیت کی بیڑیان کاٹ کر انھین بزعم خود معصوم وغیر خاطی پاپا کی غلامی سے آزاد کر دیا ہے لیکن اسکا کیا علاج ہو سکتا ہے کہ توراۃ وانجیل کی آیات بدستور اسی منافقت آفرین شان کے ساتھ قائم ہین جس نے سائنس کے ہاتھ مین منجنیق بن کر رومائی نصرانیت کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اب پر اٹسٹنٹ نصرانیت کے حلقہ بگوشون کو اس حد تک آزاد خیال بنائی جارہی ہے کہ اُن کے نزدیک خدا کی حکمت اور مادہ کی قوت از قبیل مترادفات ہین تاویل کا میدان نہایت وسیع ہے لیکن نہ اتنا وسیع کہ اُن تحریفات کو سائنس کے ساتھ تطبیق دینے مین عقل سلیم کا خون کئے بغیر کامیابی حاصل ہو سکے جن سے توراۃ وانجیل کے اوراق بھرے پڑے ہین۔ ایک فرانسیسی باورچی سے جو اپنے فن کا اوستاد تھا پیرس کے کسی امیر نے فرمایش کی تھی کہ فن طباخی مین جو بے مثل کمال اُسے حاصل ہے اسکا ثبوت سڑے ہوے مٹن کا قلیہ تیار کر دے۔ باورچی نے جواب دیا کہ جناب والا مین سو سال پرانے بوٹ کے تلے کا شوربا تیار کر سکتا ہون۔ لیکن سڑے ہوے مٹن[۱] کو قابل خورش بنانا میرے امکان سے خارج ہے۔ یہی حال تحریف شدہ توراۃ وانجیل کا ہے۔ اگر کوئی آیت حقیقت مین الہامی ہو اگر کوئی صحیفہ حقیقت مین آسمانی ہو تو اس کی تاویلین ہو سکتی ہین لیکن اُن مہملات کی کیا صحیح اور مفید یقین تفسیر ہو سکتی ہے جو انسان کے تراشے ہوے ہون اور فطرت کے حقایق مسلمہ کی ضد ہون۔

ڈاکٹر ڈریپر اگر اُس مواد کی بناپر جو اُن کے پاس موجود تھا اور جس سے اُس کتاب کی ترتیب مین بقدر ایک سو صفحہ کے حصہ لیا ہے کام لیتے تو وہ باسانی ثابت کر سکتے کہ مذہب اپنی ترقی یافتہ شکل مین انسان کو نہ صرف اسبات کی اجازت دیتا ہے کہ بہ آزادی تمام اُن حقائق کا اکتشاف کرے جو عقل انسانی کی رسائی کے اندر ہین اور تمام وہ کوششین عمل مین لائے جن سے اُسکی طبیعی معلومات مین اضافہ ہو سکتا ہے

[۱] بکری کا گوشت

بلکہ انکو کوششون کو اپنے آغوش عاطفت مین سے کر جہان انسان کو روحانی اور اخلاقی حیثیت سے کامل بنتا اور ابدی زندگی کے تمتعات سے بہرہ اندوز ہونا سکھاتا ہے وہان دنیوی حیثیت سے بھی اُسے اعلی درجہ کے مدارج پر پہونچانا چاہتا ہے۔

اسلام کو ڈاکٹر ڈریپر نے نصرانیت کی ایک شاخ تصور کیا ہے۔ کوئی مستقل مذہب نہین سمجھا۔ اسی لئے اُنھون نے اسکو رومن کیتھولک کلیسا کی اصلاح جنوبی اور پراٹسٹنٹ مذہب کو کلیسا ے مذکور کی اصلاح شمالی سے تعبیر کیا ہے لیکن اگر اُن کے اس خیال کو جس کے ایک حد تک معقول ہونے مین کلام نہین پوری طرح سے تسلیم کر لیا جاے تو پھر تو اُن سے اس امر کی بدرجہ اولی توقع تھی کہ وہ اسلام کو مذہبی ترقی کی معراج یا منتہا قرار دے کر اور سائنس کی اس حیرت انگیز ترقی کو پیش نظر رکھکر جو اسلام کی سرپرستی مین اسے میسر ہوئی اور جس نے یونان و مصر و کالدیہ و ایران ہندوستان و چین کی فرسودہ ہڈیون مین نئی روح پھونک کر علوم جدیدہ کی بنیاد قائم کی اس نتیجہ پر پہونچتے کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو فطرت الہی و سنت ایزدی سے تطابق کلی رکھتا ہے۔ بالفاظ دیگر مذہب و سائنس مین اگر وفاق پیدا ہو سکتا ہے تو صرف اسی صورت مین جب کہ مذہب سے مراد اسلام لی جاے۔ اور یہ تعبیر نادرست بھی نہ ہوگی اسلئے کہ اگر کوئی مذہب دنیا کے تمام مذاہب کے حسنات کے شیرازہ بند ہونے کی وجہ سے ہمہ گیری کا ادعا کر سکتا ہے اور اس حیثیت سے تمام مذاہب کا بچشم انصاف قائم مقام بن سکتا ہے تو اسلام ہے۔

یہ دعوی ہم کچھ اس وجہ سے نہین کر رہے ہین کہ ہم مسلمان ہین بلکہ اسلام کے دینی و دنیوی کارنامون کو پیش نظر رکھکر کرتے ہین جنکا ذکر خود ڈاکٹر ڈریپر نے اس کتاب مین شرح و بسط کے ساتھ کیا ہے اسلام کے اُس اصولی عقیدہ کا ذکر کرنے کے بعد جسکا راز لا الہ الا اللہ مین چھپا ہوا ہے اور جو ہر قوم کے ترقی یافتہ مذہبی جذبات کا منتہا ہے

اور ان روحانی و اخلاقی حقایق کا بالاجمال اعادہ کرنے کے بعد جنکی تکشیف حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمائی ڈاکٹر ڈریپر نے جہان اسلام کی عدیم النظیر علمی فتوحات اور قابل رشک تمدن کا ذکر کیا ہے وہان یہ بھی بتایا ہے کہ اسلام نے خود اپنے ہاتھون سے سائنس کے اس پودے کو سینچا جسے عجایب خانہ اسکندریہ کے زندہ جاوید بانی بطلیموس سوٹر نے لگایا تھا لیکن جو نصرانیت کی بنجر زمین مین خشک ہو چلا تھا اور یہ اسی آبیاری کا صدقہ تھا کہ علوم و فنون حکمت و فلسفہ صنایع و بدایع کا وہ لہلہاتا ہوا چمن عقل و ادراک کی سیر کے لئے تیار ہو گیا جس کے پھول یورپ و امریکہ مین آج نئی شگفتگی کے ساتھ مہک رہے ہین - علوم جدیدہ کا دور سولہوین صدی سے شروع ہوتا ہے - ظہور اسلام چھٹی صدی مین ہوا یہ ہزار سال کا زمانہ ان مسلسل و متواتر کوششون سے بھرا پڑا ہے جو علوم قدیمہ کے احیا اور علوم مروجہ کی بقا کے متعلق دنیائے اسلام کے طول و عرض مین ظاہر ہوتی رہین اور یہ امر روز روشن کیطرح عیان ہے کہ سائنس نے جو ترقی گذشتہ تین سال مین کی ہے اس کے لحاظ سے وہ اسلام ہی کا شرمندہ احسان ہے گویا اسلام نے ایک ڈھانچہ قائم کر لیا تھا جس پر یورپ نے گوشت و پوست چڑھا لیا -

تم نے قندیل سخن کو منڈھ لیا تو کیا ہوا ؛ ؛
ڈھانچہ مین تو ہین وہی اگلے برس کی تیلیان

ایسی حالت مین جبکہ اسلام یا بقول مصنف نصرانیت کی جنوبی شاخ نے جسکے ماننے والے روئے زمین پر بقدر ربع کرور نفوس کے موجود ہین سائنس کی ہم آہنگی و ہمصفیری کا یہان تک دم بھرا ہو - ایسی حالت مین جبکہ ہادی عرب کے جانشینون نے جاہلون کو عالم - عامیون کو فلسفی اور غلامون کو شہنشاہ بنا دیا ہو - ایسی حالت مین جبکہ وادی بطحیٰ سے ایک ابر رحمت نے اٹھکر مغرب و مشرق مین خیر و برکت

سے کہ وہ موتی برسائے ہون جنکو دنیا ابھی تک رول رہی ہے۔ایسی حالت مین جبکہ کل مومنین اخوۃ کی منادی سے نے ارذل ترین اقوام کو مسند نشینان بزم شرافت کے پہلو مین جگہ دے کر حریت اخوت اور مساوات کے وہ سنہرے اصول قائم کر دیئے ہین جن پر عمومیت کے ساتھ عمل کرنا صرف دنیاے اسلام ہی مین ممکن ہے۔ایسی حالت مین جبکہ لکم دینکم ولی دین کا فرمان واجب الاذعان مسالمت اور روا داری کے وہ حقوق ادا کرتا ہو جنکا یہود ونصاری مجوسی وہنود کو یکسان اعتراف ہی ایسی حالت مین جبکہ رب زدنی علما کی رضا صریح اور جن مین لا اکراہ فی الدین نے شان تاسیس پیدا کر دی ہے اور الحکمۃ ضالۃ المومن فحیث وجدہا فہو احق بہاکی وحی منطوق نے علم وحکمت کو خواہ اسکا ماخذ کچھ ہی کیون نہو مسلمانون کی میراث قرار دیا ہو۔ یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ مذہب اور علم کی سمائی ایک اقلیم مین نہین ہو سکتی اور یہ دونون ایک ایسی کشمکش مین مبتلا ہین جن مین بالآخر مذہب کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائیگا۔

بہرحال ڈاکٹر ڈریپر نے یہ کتاب لکھکر ہم پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے کہ تلاش حق کا دروازہ کھول دیا ہے اس دروازہ کے اندر داخل ہو کر ہر شخص علی قدر توفیق گوہر مقصود سے اپنی جیب و دامان بھر سکتا ہے اور اگر اُسے مبدار فیاض سے ذوق سلیم جو دوسرے لفظون مین ایمان سے تعبیر کیا جا سکتا ہے عطا ہوا ہے تو وہ اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ مذہب اور سائنس ایک دوسرے کے حریف نہین بلکہ حلیف ہین۔

ظفر علی خان

غزل

وصل ہے پر دلین ابتک ذوق غم پیچیدہ ہی — بلبلا ہے عین دریا مین مگر نمدیدہ ہے
سجدہ تیرا فرض سمجھا جو تیرا گرویدہ ہے — ماہ نو پیر فلک کا جبہۂ سائیدہ ہے

بے حجابی یہ کہ ہر صورت مین جلوہ آشکار — گھونگھٹ اُس پر وہ کہ صورت آجتک نادیدہ ہی

اتنے بتخانون مین سجدے ایک کعبے کی عوض — کفر تو اسلام سے بڑھکر تیرا گرویدہ ہی

دل کی وسعت وہ کہ نقطے سے بھی کم ہفت آسمان — جسم یہ لاغر خطِ وہمی سے جو کاہیدہ ہے

ہجر مین کیسا زمین و آسمان کا فاصلہ — جو ستارا ہے وہ داغ حسرت بالیدہ ہے

بادۂ رنگ فنا کا شیشۂ نازک مزاج — یا حباب بحر یا میرا دل شوریدہ ہے

دیر کیون اے اذن جنت منزل میزان کے بعد — اب تو ظاہر ہے کہ میرا ہر عمل سنجیدہ ہے

×××××××××××××××××××××××××××××

فتنہ زار حشر سب سمجھے ہین جسن میدان کو — دامن تار نگہہ کا گوشۂ جنبیدہ ہے

منھ لگانا تھا کہ سب گرد کدورت دور تھی — بادۂ گلگون مزاج عاشق رنجیدہ ہے

وادیِ عرفان مین داغ تہمت دخلِ دوئی — نقش پائے ناتوانِ عارفِ لغزیدہ ہی

دیجئے کس چیز سے تشبیہ تیرے حسن کو — ایک تو ہی دیدہ ہی تیرے سوا نادیدہ ہی

عاشق شیدا ہوا سمین یا کہ چشم نقش پا — جس نے تیری چال کو دیکھا قیامت دیدہ ہی

آدمی کی سرکشی غفلت ہی اپنی اصل سے — ذوق سجدہ قطرۂ افتادہ سے پوچیدہ ہی

عاشق گریان نے رات اپنی تڑپ کر صبح کی — چشم اشک آلودہ ہی زخم نمک پاشیدہ ہی

دم بخود رہنے دو کیون رسوا ہو مجھکو چھیڑکر — غیر دریا بلبلے مین اور کیا پوشیدہ ہی

دیکھکر محشر خرامی اُنکی اب سمجھا ہون مین — ذرہ ذرہ کاروان فتنۂ خوابیدہ ہی

حشر مین مُنھ پھیر کر کہنا کسی کا ہائے ہائے
آسیِ گستاخ کا ہر جرم نابخشیدہ ہی

از حادثۂ جہان زآیندہ مترس — وز ہرچہ رسد چو نیست پایندہ مترس

این یک دم نقد را غنیمت میدان — از رفتہ میندیش وز آیندہ مترس

عمر خیام

طفولیت

وہ بھی کیا دن تھے کیا زمانہ تھا گھر کی چار دیواری میرے لئے تفرجگاہ ہائڈ پارک سے کم نہ تھی۔ دیوالی اور شب برات کے تیوہارون کے چراغ اور آتشبازی میجک لنٹیرن کے کرشمون کا لطف دیتی تھی۔ گھر مین کسی تقریب کا ہونا اور میراثنون کا گانا تھیٹر کے نظارہ سے کم نہ تھا۔ سادہ دلی تھی اور بیفکری قناعت تھی اور بیخودی۔ عیش یا فراغت کا سچ تو یہ ہے کہ وہی زمانہ تھا۔ کمسن لڑکے اور لڑکیان جمع ہین نت نئی بھولی بھالی تجویزین کھیل کود کی ایجاد ہو رہی ہین۔ سادہ لوح کمیٹی غور کر رہی ہے آنا فانا مین پیش ہوئین اور منظور اور عمل شروع ہو گیا۔ اللہ اللہ۔ ساتھ کی کھیلنے والی کمسن لڑکیان بے تکلفی سے ہم آہنگ آپس مین پیار کی باتین ہو رہی ہین۔ کبھی کبھی خفگی بھی ہو جاتی ہے مگر معًا کسی تجویز شدہ کھیل کا خیال آگیا اسکی لذت اور لطف نے عارضی رنجش کو کھو دیا۔ پھر وہی ہنسی اور کھیل شروع ہوئی پاک دل پاک خیالات۔ پاک ربط۔

میرا خیال ہے کہ بچون مین اور فرشتون مین عملًا کوئی فرق نہین۔ اب وہ لطف کہان سے میسر ہون گے۔ اب تو ایک سر ہے اور ہزار سودا۔ وہ سبکروحی مفقود۔ لوگ کہتے ہین کہ "لیت الشباب یعود" میرا خیال ہے "لیت الصبا یعود" زیادہ پر لطف ہے۔ مین تو اب بھی جب بچون کو کھیلتے اور شوخیان کرتے دیکھتا ہون گھنٹون دیکھتا رہتا ہون اور میرے لئے اس سے بڑھکر پر لطف کوئی مشغلہ نہین ہوتا۔ اس نظارہ سے زمانہ گذشتہ کے ایسے پر لطف واقعات اور دلکش تصورات پیش نظر ہوتے ہین۔ کہ گھڑی دو گھڑی کے لئے فانوس خیال بجانا پڑتا ہی۔ دنیا کے مکروہ افکار سے نجات مل جاتی ہے۔ بعض وقت تو یہ بھی جی چاہتا ہے کہ بلا سے آؤ ان کے ساتھ کھیل کود کے پھر چند ساعت معصومیت مین بسر کر دین۔ اس ارادہ سے کچھ تو ہنسی آتی ہے اور کچھ یہ خیال ہوتا ہی کہ بچون کی پیاری

آزادی مین کھنڈت پڑ جائیگی - اور یہ سب کھیل چھوڑکے مودب ہو جا یئن گے - جو اس بات کی تمیز ہے کہ گویا وہ کوئی گناہ عظیم کر رہے تھے -

گو یورپ والے بچون کے ساتھ کھیل کود مین بالکل اُسی طرح منہمک ہو جاتے ہین جیسے برابر والے - مگر ہندوستان مین بچون کے ساتھ کھیلنا کیا معنے بچون کا بڑون کے سامنے کھیلنا خلاف تہذیب خلاف آداب اور خدا جانے کیا کیا سمجھا گیا ہے جب بڑے گھر کے باہر ہوتے ہین تب بچون کو کھیلنے کی سوجھتی ہے یا چوری چھپے - اس برتاؤ کے عیوب بدیہی ہین - یہی کیا کم اخلاقی خرابی بچون مین پیدا ہوتی ہے کہ مخفی طور پر کام کرنے کی (اور یہ سمجھکر کہ یہ کام بزرگون کی ناراضی کا باعث ہی) عادت پڑ جاتی ہی جو رفتہ رفتہ بڑی بڑی بُرائیون کے لئے پیش خیمہ ہوتی ہے مین سمجھتا ہون کہ اگر ہم معین اوقات بچون کے ساتھ کھیلنے مین صرف کرین تو نہ صرف بچون کے کھیل شایستہ و مفید ہون گے بلکہ ہماری اُس حسرت کی بھی تلافی ہوتی رہیگی جو فقدان طفولیت کے سبب کبھی کبھی خار الم بن کے نیش زنی کرتی رہتی ہے -

امین الحسن رضوی بسمل

غزل

یہ رنگ چمن ہے خانہ بر دوش ۔۔ ہے زیب نگاہ عارضی جوش

تکلیف سکون کا نام ٹھیرا ۔۔ اُمید ہے یاس سے ہم آغوش

ادس جام کا ہے خمار ساقی ۔۔ تھا دست نگار جس کا سرپوش

اے کاش تیری زبان سے سن لون ۔۔ جان تو بہ لب رسیدہ خاموش!

کیا یاد رکھینگے ظلم تیرے ۔۔ ہم دل شدگان خود فراموش

مت پوچھ ہجوم شوق ماضی ۔۔ جب ہو سر لطف وہ خطا پوش

یاد است نوازش تغافل ۔۔ غافل ز قبا و انچہ بر دوش

بسمل حسرت نے سچ کہا ہے ۔۔ "یہ ہمان وفا نہ کر فراموش"

امین الحسن رضوی بسمل

نوجوانون کو نصیحت

یہ کبھی خیال نہ کرو کہ تم جیسا چاہو گے ویسا ہی ہو جائیگا مگر اسکے ساتھ ہی خیال رکھو کہ اپنی قوتونکو زنگ نہ لگنے دو اور ہر موقع سے فائدہ اُٹھاؤ۔

ہم راستبازی کی دنیا مین رہتے ہین لیکن آجکل کی ہر ایک چیز علی ہے پھر بھی سچا آدمی غالب رہیگا جھوٹ بولنے اور فضول نمایش سے پرہیز کرو اپنے تئین دنیا کے سامنے ویسے ہی پیش کرو جیسے کہ تم ہو اپنے ہر کام کی عمارت سچائی کی چٹان پر قائم کرو تاکہ بربادی کی لہرون سے محفوظ رہو۔

دراصل زندگی کی شرافت محنت ہے سست اور کاہل آدمی کا تنازع للبقا مین کوئی کام نہین ہے افراط تفریط سے بچو نیکی کی افراط بھی بعض وقت سخت مضر ہوتی ہے۔

ایک وقت مین ایک کام اور صرف ایک ہی کام کرو۔ کام صاف کرو ذرا بھی گڑبڑ نہ رہے جو کام شروع کرو اسے انتہا کو پہونچا کر دم لو۔

متفرق علوم کے پڑھنے سے باز رہو۔ صرف وہی پڑھو جسے یاد رکھنا چاہتے ہو اور وہی چیز یاد رکھو جسے استعمال کرنا چاہتے ہو۔

لوگون کے سامنے چالاکی اور عقلمندی کا اظہار نہ کرو۔ اپنے ہر فعل کو ایمانداری محبت اور ہمدردی سے مملو رکھو۔ اگر تم ہوشمند ہو تو تمہاری ہوشمندی قدرتاً خود بخود ظاہر ہو جائیگی اور جن لوگون کو معلوم ہے کہ کس چیز کی تعریف کرنا چاہیئے تمہاری خود بخود تعریف کرین گے۔ بیوقوفون کی تعریف سے بچو۔

کسی کے کام مین نکتہ چینی اور کسی کی عیب جوئی نہ کرو اور ذیل کے زرین قاعدے اپنی زندگی کا اصول بناؤ۔ بدون کے لئے دعا کرو کمزورون پر رحم کرو۔ نیکون سے محبت کرو۔ چھوٹے بڑے ہر قسم کے لوگون کی تعظیم کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو تمہارا یہی طرز عمل فلاح دنیاوی اور نجات اُخروی کی کُنجی کا کام دیگا۔

خادم

(ترجمہ) پروفیسر بلیکی

عورتونکی قابل اصلاح حالت

(۲) اصلاح کی ضرورت

اس سے پیشتر ہم کسیقدر حسرتناک الفاظ مین تفصیلاً عرض کر چکے ہین کہ عورتون کی جانب سے طبقہ ذکور محض غافل اور لاپرواہ ہے - ممکن ہے کہ ہمارے اس خیال سے جو نفس امر واقعی سے کم نہین بعض اصحاب متفق نہون - لیکن ہماری عاجزانہ رائے ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جاے کہ ہم عورتونکی طرف سے بے خبر نہین - تاہم ضروری ہے کہ اس سے زیادہ توجہ اُنکی گری ہوئی حالت کے درست کرنے پر مبذول و منعطف کیجاے - ہمارے بہت سے دوست اکثر کہا کرتے ہین کہ عورتون کی اصلاح کا مسئلہ کچھ زیادہ اہم نہین - گویا اُن کے خیال مین طبقہ نسوان کی موجودہ افسوسناک کیفیت چندان نقصان رسان نہین - سطحی نظر رکھنے والے لوگ یقیناً فرقۂ اُناث کے ضروری اور ذی وقعت پوزیشن (حیثیت) سے واقف نہین یا اُس سے عمداً چشم پوشی کرنا چاہتے ہین - بہی خواہان ملک کا فرض ہے کہ وہ جہان ملکی فلاح و بہبود کے ذرایع و تدابیر پر آے دن غور کیا کرتے ہین وہان یہ دھیان بھی رکھین کہ وہ آفتاب جس سے ہندوستان مین علم و ہنر کی روشنی پھیل سکتی ہے - ابر جہالت مین چھپا ہوا ہے یعنی عورتین جنکی تعلیم و تربیت ہمین آسمان فضل و کمال کا خورشید درخشان بنا سکتی ہے خود تعلیم و تربیت کی محتاج ہو رہی ہین -

دنیا مین عورتون نے بڑے بڑے کام کئے ہین جنکے تفصیلی اور قابل وثوق حالات آجتک تاریخ عالم کے صفحات پر موجود ہین - ارباب بینش اُن کو دیکھکر غور کر سکتے ہین کہ ادمنہ سابقہ کی اور ہمارے وقت کی مستورات مین کسقدر فرق ہے - عورتون کو ہم بجاے خود ناقص العقل - بیکار اور ضعیف الدماغ سمجھ لین لیکن انصاف اور قانون مذہب کی رو سے اس عالم کے بنانے اور سنوارنے مین بہت زیادہ اُنھین دخل حاصل ہے اور یہ ایک الیسا

حق ہے جسے جابرانہ خیالات اور متمردانہ جذبات کسیطرح زایل نہین کرسکتے اور ہمکو کسی صورت سے یہ اختیار نہین ہے کہ ہم مستورات کے اس استحقاق کو جو اُنھین فطرت سے روز اول مل چکا ہے اپنی خام خیالی اور جاہلانہ خود رائی کی بھینٹ چڑہائین -

"الرجال قوامون علی النساء" کے پر مغز و حکمت آمیز اصول کے جو معنے ہم لوگون نے سمجھ رکھے ہین وہ اُس سے بہت مختلف ہین جسکے قرون اولی کے صافدل اور دیندار مسلمان عامل رہ چکے ہین - اگر ہماری طرح ہمارے اسلاف نے بھی عورتون کو ہیچ و ناکارہ سمجھ رکھا ہوتا تو غیر ممکن تھا کہ حضرت عائشہ و اسمار یا زبیدہ وغیرہا کی سی فخر قوم خاتونین مسلمانون مین پیدا ہوکر علمی و عملی کارنامون سے اپنا نام روشن کرتین - عورتون کی تعلیم و تربیت مین ہمارے یہان پردہ سب سے بڑی رکاوٹ خیال کیا جاتا ہے لیکن وہ پردہ نشین بی بیان کیسی تھین جو ایکطرف مردون کے پہلو بہ پہلو علوم دینی و دنیاوی مین کمال پیدا کرتی تھین اور دوسری طرف تلوار ہاتھون مین لیکر اپنے دینی بھائیون کے ساتھ مذہب اور قوم کی حفاظت کیلئے جان لڑا دینا معمولی بات سمجھتی تھین - حقیقت یہ ہے کہ اُسوقت کے لوگ ہماری طرح عورتون کو ذلیل و ہیچکارہ نہ جانتے تھے اور ملکی و مذہبی فرایض کی ذمہ داری کا بوجھ جتنا حصہ بقدر جثہ کے مصداق عورتون پر تھا اُسکا اُنھین احساس تھا - یہان ہم ہین کہ ساری خدائی کے مالک و مختار بنے بیٹھے ہین اور اپنی بہو بیٹیون کے حقوق کے غاصب بننے سے عار نہین رکھتے - مان بہنون کو ہم نے لونڈی اور غلام سے بھی کمتر سمجھ رکھا ہے - ہمارے خیال مین عورتین ایک بے جان چیز ہین جنھین اپنی موجودہ ذلت بار حالت کو محسوس کرنے اور اُسکے انسداد مین ساعی ہونے کی بھی قابلیت نہین اسمین شک نہین کہ چونکہ صدیون سے عورتین ہمارے جابرانہ خیالات سے متاثر ہوتی ہین اسوجہ سے اُنمین اب اتنی حس بھی باقی نہین کہ اپنی تکالیف و مصائب پر غور کرین یا اسباب کی کوشش کرین کہ مردون کی امداد و استعانت سے مستغنی ہوکر خود اپنی نجات

کی راہین نکالیت۔

جو لوگ مسئلۂ اصلاح نسوان سے دلچسپی رکھتے ہین اُنھین معلوم ہے کہ ہماری مستورات کی علمی حالت کسقدر اصلاح و ترقی کی محتاج ہے۔ اس سے کسیکو انکار نہین ہو سکتا کہ اخلاقی اور تمدنی پہلو سے قطع نظر زمانہ مذہبی زندگی مین بھی وہ وہ خرابیان پیدا ہو گئی ہین جنکا اندفاع ازبس ضروری ہے۔ ہمارے یہان کی عورتون کے خیالات اور جذبات جہالت۔ اوہام باطلہ اور خود پسندی کا مجموعہ بن رہے ہین اُنکی زہریلی تاثیر ہماری سوسائٹی (ہیئت اجتماعیہ) کو خستہ و خراب کر رہی ہے اور اسلام نے جو عزت عورتون کو از روے عقل و انصاف عطا کی ہے وہ اُن سے کُلیتاً خارج ہو چکی ہے۔

مستورات کی موجودہ حالت پر جب غائر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اخلاقی تعلیم مردون کے ساتھ ساتھ عورتون کو دی تھی اُسکی طرف سے بالکل چشم پوشی کر لیگئی ہے اور انسانی سوسائٹی (ہیئت اجتماعیہ کا ایک رُکن (عورت) مذہبی و اخلاقی ضروریات سے اسقدر دور ہے کہ گویا مذہب و اخلاق سے اُسے کوئی واسطہ ہی نہین۔ بچون کے لئے مان کی گود پہلا مدرسہ ہے جہان اُنھین معنوی طور پر علمی دنیا کے طور و طریق سکھلائے جاتے ہین۔ مان کے خیالات کا پرتو لڑکے کے دل و دماغ پر پڑتا ہے اور اس کا اثر آخر وقت تک قائم رہتا ہے۔ ایک فلاسفر اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ سے کہتا ہے کہ بچہ جسقدر اپنی بارہ برس کی عمر مین سیکھ لیتا ہے اُس سے زیادہ وہ بقیہ ساری عمر مین نہین سیکھ سکتا۔ ظاہر ہے کہ یہہ بارہ سال کا ابتدائی زمانہ مان کی آغوش شفقت ہی مین بسر ہوتا ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مان کی اخلاقی اور علمی قابلیت اس قسم کی ہو جس سے بچون کے رکھ رکھاؤ۔ تعلیم و تربیت استحکام کیرکٹر (طبیعت) وغیرہ مین بسہولت مدد مل سکے۔

افسوس ہے کہ ہماری مستورات کی جہالت و لاعلمی اور اُن کی دماغی

کمزوریوں سے جو حقیقی اصلاح کے فقدان سے پیدا ہوئی ہین اُنہین ایک باقاعدہ
مان کے فرائض ادا کرنے کی لیاقت نہین پیدا ہوئی - انسانی زندگی مین مذہب کا
رنگ ہمیشہ نمایان رہتا ہی - لیکن مذہب ایک نازک چیز ہے - خیالات کا ذرا سا اُلجھاؤ
آدمی کو لامذہبی کے تنگ و تاریک گڈھے مین پھینکدیتا ہی - مسلمانون کے لیئے
فرداً فرداً یا مجموعی حیثیت سے الحاد و لامذہبی سے زیادہ خطرناک دوسری مصیبت نہین
اُن کی دینی و دنیاوی ترقیون مین مذہب کا ہاتھ ہمیشہ اونچا رہا ہی اور اب بھی مصلحان
قوم اسبات پر متفق ہین کہ مذہب سے علیحدہ ہوکر مسلمان ترقی نہین کر سکتے اور بشرط
محال اگر ترقی کی صورت دیکھنا نصیب بھی ہوئی تو اُس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے کیونکہ
اُس کے خطرناک نتائج موجودہ نکبت و ادبار سے کہین بڑھکر نقصان رسان ہونگے
مختصر یہ ہے کہ ہماری آیندہ ترقیون کے لئے ہمارا مذہب ہی ہادی و رہبر بن سکتا ہے -
لیکن یہ مذہب نہین جو ہماری عورتون کے ہاتھون معجون مرکب بن رہا ہی بلکہ وہ مذہب
جسکی تعلیم ہمارے ہادی برحق نے دی ہے جو اوہام قبیحہ اور عقائد باطلہ سے معرا ہی
اور جس سے زیادہ سادہ - سہل اور قرین عقل کوئی اور مذہب نہین -

اسلام نے سرچشمۂ ہدایت بنکر ہمکو جو راستہ دکھایا تھا اُسے ہم ایک
عرصہ ہوا کھو چکے ہین اور ایک ایسے دشوار گذار دشت کو - مین جا پڑے ہین جہان
قدم قدم پر ٹھوکرین کھا کر بھی سر اُٹھانیکی نہین سوجھتی - جس مذہب نے سب سے زیادہ
زور و شور کے ساتھ دنیا مین وحدانیت کی تعلیم دی اور خدائے واحد کی عجیب و غریب
قدرت کے رموز آشکار کئے اُوسی کے برائے نام پابند ہوکر اور اُسی کے نام لیوا کھلا کر
ہم آج سیکڑون بدعتون پر کاربند ہین جو شرک کی حد تک پہونچتی ہین اور جنھین اسلام سے
متعلق کرنا دراصل اسلام کے صاف و شفاف دامن پر بدنما دھبہ رکھنا ہے - سیکڑون
رسمین اسطرح سے ہماری جزو زندگی بن گئی ہین کہ گویا وہ ہمارے مذہب کی رُو سے

نہایت ضروری اور واجب التعظیم ہین۔ حالانکہ اُن کی اصلیت اس سے زیادہ نہین کہ یہ ہمکو تا ہالی ترکسے پہونچی ہین۔ ہندوستان مین آکر مسلمانون سے نے سلسلہٰ مناکحت قائم کیا اور ہندوستانی عورتون کے خیالات ومقالات سے متاثر ہوئے پیر پرستی یا قبر پرستی کی اجازت اسلام نے کب دی ہے ؟ لیکن آجکل ہملوگ خدا پرست ہونے کی جگہہ حقیقتاً قبر پرست بن گئے ہین۔

ہمارے مذہبی خیالات کی کمزوری زیادہ تر عورتون کی بدولت ہے۔ البتہ مردون کا اسقدر قصور ضرور ہے اور یہہ قصور کچھ کم نہین کہ اول ہی اول اسکی روک تھام نہکی۔ غور کرنے کی جگہہ ہے کہ ذراسی غفلت نے تو مذہب مین اتنی خرابی پیدا کردی اب اگر اسکا انسداد نہ کیا جائے اور ہماری آنے والی نسلون پر بھی یہی بدعت آمیز خیالات رنگ جمالین تو اسکا نتیجہ کیا ہوگا۔

عورتون کی حالت دیکھئے تو سرتا پا شرک وبدعت سے ملوث ہین۔ خدا کے احکام اور نبی صلعم کے فرمان کی تعمیل کی جگہہ اُن کے دلون مین ٹوٹکون گنڈون اور تعویذون کی وقعت بیٹھی ہوئی ہے۔ بھوت پری۔ جن اور دیو کی وہمی دہشت اُن مین پورے طور پر جاگزین ہے۔ کسی ولی کے مقبرے کی زیارت اُن کے لئے مسجد جانے سے بڑھکر ہے۔ بیشک بزرگان دین کی زیارت سے فیضیاب ہونا بُرا نہین لیکن اُن کی عظمت کو حد سے زیادہ بڑہانا یا خدائی کارخانہ کا اُنھین مالک ومختار جاننا مذہباً ناروا ہے۔ بیمارون کی شفا۔ حاجتمندن کی ضرورت۔ اولاد کی خواہش یہ تمام براہ راست خدا سے متعلق ہین لیکن ہماری مستورات فقیرون کو سمجھی ہین کہ بیٹا دینا انھین کے اختیار مین ہے۔ یہ وہ حقوق ہین جو واحد مطلق کی ذات پاک سے واسطہ رکھتے ہین۔ عالم نسوان کا ڈھنگ سب سے نرالا ہے۔ خود اللہ میان بھی تو عورتونکی عزت افزائی سے نہین بچ سکے۔ ان کے نام پر منتین مانی جاتی ہین۔ رتجگے ہوتے

ہین - گلگلے پکائے جاتے ہین - رحم بنتا ہے اور سب سے پر لطف بات یہ ہے کہ ان چیزون پر اُن کا فاتحہ ہوتا ہی - معاذ اللہ - خدا فرماتا ہی کہ وہ اپنے بندون کی نذرونیاز سے مستغنی ہے لیکن عورتین اُس بے نیاز کو بھی پیشکش گذرانا ضروری سمجھتی ہین -

مذہبی پہلو سے ہٹکر عورتون کے اخلاق و عادات پر نگاہ پڑتی ہے تو وہ بھی فوری اصلاح کے محتاج ہین نرم دلی جو مستورات کا قدرتی وصف ہے تقریبًا بالکل مٹ گئی ہے - گھر مین بیٹھے بیٹھے دوسرون کی بُرائیان کرنا خاص طور پر اب اُن کی عادت مین داخل ہی - شہر مین چاہے یہ ردی حالت نہ ہو لیکن دیہات و قصبات مین جہان باہمی میل ملاقات کے ذرایع زیادہ سہل الحصول ہین عورتون کی اخلاقی کمزوریان زیادہ تر ظاہر ہوتی ہین - شادی غمی کے موقعون پر برادری کی عورتون کا جمع ہونا ضروری ہی - اس مجمع سے جسکو سابقہ پڑا ہے وہ بتاسکتا ہے کہ اس اجتماع کی جو غرض و غایت ہی وہ کہانتک پوری ہوتی ہے - چونکہ ان مستورات مین سے زیادہ تر بے علم ہوتی ہین اس لئے وہ اس قسم کی سوشل (معاشرتی) مجلسون سے فائدہ اُٹھانے مین قاصر رہتی ہین - البتہ جہان چار بی بیان جمع ہوئین ساری عمر کے دُکھڑے روے جاتے ہین اور پشتہا پشت کے جھگڑے قضیے نکل آتے ہین - میلاد شریف کی مجالس بھی قصبات مین جہان کہین ہوتی ہین انہین تمام برادری کی عورات مدعو کی جاتی ہین لیکن افسوس ہے کہ انہین یہ مادہ نہین کہ اس ذکر خیر کو فارغ ہو کر سنین - اور اُس مجلس مبارک کا ادب ملحوظ رکھین - کذب - فریب - غیبت - عیب جوئی یہ اخلاقی امراض ہین جو ہمارے طبقہ اناث مین سرایت کر گئے ہین - ہمین اسکا اقرار ہے کہ یہ عیوب تمام و کمال مردون مین بھی موجود ہین - لیکن سمجھنا چاہیئے کہ مردون نے سیکھے کس سے - انھین عورتون سے - اگر عورتین زیور علم و اخلاق سے آراستہ ہو جائین تو یہ مرض قوم سے فوراً جاتا رہے - ورنہ چھوٹے بچے ان عیوب کو

لازمہ زندگی جانکر ماں کی گود سے عملی دنیا مین اُترینگے ۔

اصلاح تمدن کا مسئلہ ایک عرصہ سے مسلمانان ہندوستان کے پیش نظر ہے اور جو تقویت اسکو مولوی خواجہ غلام الثقلین صاحب ایسے ہمدرد قوم کی بے لاگ کوششون سے نصیب ہوئی اُس سے باخبر اصحاب ناواقف نہین مجھے اُمید ہے کہ خواجہ صاحب نے اس مسئلہ کی چھان بین کرنے مین یہ اصلی راز دریافت کرلیا ہوگا کہ ہماری تمدنی اصلاح مردون کے علاوہ عورتون پر منحصر ہے ۔ شادی و غمی کے اخراجات جو محض رسماً ہم مسلمانون مین رائج ہین اور جنکی وجہ سے سیکڑون ہزارون متمول گھرانے افلاس کے پنجے مین آگئے صرف عورتون کی ذات سے قائم ہین ۔ تقریبات کے مواقع پر خصوصاً اور روزمرہ کی ضرورت پر عموماً نمایش و زیبایش کے لئے جو صرفہ مسلمانون مین جائز رکھا گیا ہے اُسمین شریک غالب عورتین ہوتی ہین ہزارون روپیہ کا زیور عورتون کے لئے اسوجہ سے بنایا جاتا ہو کہ وہ استعمال ہوتے ہوتے رفتہ رفتہ ختم ہوجاسے ۔ کپڑون کی بھی یہی حالت ہو کہ [illegible] تنزیب ہی سے کام نکال لے لیکن بی بی پر ریشمی گلبدن و کمخواب کے بغیر نفنیہ حرام ہے اس افلاس کے زمانہ مین بھی جبکہ مسلمانون مین فارغ البال لوگون کا قحط ہو اور ہر شخص نان شبینہ کا محتاج ہے عورتون کو اپنی فضول خرچی محسوس نہین ہوتی ۔ کاش انکین تعلیم دیکر ہم خواب غفلت سے بیدار کرین ۔ اور وہ قوم کی مفلسی پر نظر کرکے بیکار بلکہ نقصان رسان نمایش و زیبایش سے دست بردار ہون ۔ *

* لیکن اگر زیور علم سے آراستہ ہوکر مقتدر خواتین نے لباس کے معاملہ مین وہی طرز عمل اختیار کیا جسکے لئے ہمارا تعلیم یافتہ گروہ بہت بجا طور پر بدنام ہے تو " افگندہ در آتش گر از آبم بدر آورد " کہنے کے سوا چارہ نہوگا اور اُن کی قابل اصلاح حالت مزید اصلاح کے لائق ہوجائیگی ۔

اگر ہم فلسفیانہ نظر سے لباس کے مسئلہ پر غور کرین تو یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ جسمانی حفاظت

کے لئے جو لباس کا مقصد اولین ہے آسان ترین ذریع اور نہایت ہی کم خرچ کافی اور ضروری ہیں
عورتون مین فطری طور پر آرایش کا خیال آرام پر مقدم ہوتا چونکہ موجودہ فلسفیانہ نظریون سے ثابت
ہوگیا ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہو کہ تن پوشی کی ضروریات کے علاوہ اُن کے
واسطے تھوڑا سا سامان بمقابلہ مردون کے زائد درکار ہوگا - لیکن اسکے یہ معنی نہین کہ اس میدان
اجازت کو اس درجہ وسعت دی جاے اور اون کے لئے اتنے لوازم پوشاک جائز کئے جائین کہ مردون
کی ساری کمائی اسی کے نذر ہوجائے -

ایسی صورت مین جبکہ ہماری ملکی ضروریات مقتضی ہین اس بات کی کہ ہندوستان کے
تمام باشندے متحد و متفق ہوکر ادبار کی اوس گھنگھور گھٹا کو دور کرنے مین مصروف ہون جو ہمارے
مطلع قومی پر نہایت خوفناک اور ڈراؤنی صورت مین نظر آرہی ہے - جبکہ ہماری تمام قوتون کا اجتماع
ضروری ہے اس غرض کے لئے کہ ہم اپنی قوم کو اُس پستی و مذلت کے قعر سے نکالین جسمین ہم سالہا
سال سے پھنسے ہوے ہین اور روزمرہ ڈوبتے جاتے ہین - جبکہ ہمارے تمام ذرایع آمدنی اون
اخراجات کی کفالت کو کافی نہین جو ہمین ملک مین تعلیم عام کرنے - اہل ملک کو اعلیٰ تعلیم دلانے
ملکی صنعت و تجارت کو فروغ دینے اور اہل ہند کو اقوام عالم کی نظرون مین وقیع بنانے کے لئے
درکار ہین - کیا ہمارے ابنائے وطن بلا لحاظ اسکے کہ وہ کس طبقہ یا درجہ سے تعلق رکھتے ہین اپنے
اوپر فرض نہ جانینگے کہ وہ ان فضول مصارف اور غیر ضروری اخراجات سے چندے باز آئین اور
ایثار نفس کی اعلیٰ ترین مثال قائم کرکے دائمی زندگی اور آیندہ نسلون کی شکر گذاری کی گوناگون
لذتین حاصل کرین - اگر علوم و فنون مین ہمین وہ دستگاہ ہوتی جو جرمنی اور فرانس کے باشندون
کو اقوام عالم مین سرافراز بنائے ہوے ہے اگر مال و دولت مین ہم اُس قوم کے ہم پلہ ہوسکتے جو دنیا
بھر کے بازارون پر برقی رد کیطرح حکومت کررہی ہے اگر تہذیب و شایستگی کے وہ مدارج
ہم طے کرچکے ہوتے جنھون نے اینگلو سیکسن Anglo Saxon نسل کے دماغ کنگرۂ فلک
سے جا ملائے ہین - اگر عزت و رفعت کی اُس منزل پر ہم پہونچ جاتے جس نے یورپ و امریکہ کی

عورتون کے فرایض کے منجملہ اولاد کی پرورش اور اُسکی نگہداشت ایک اہم خدمت ہے - لیکن کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہماری عورتون مین بچون کے غور و پرداخت کا مادہ موجود ہے - زچا خانہ سے لیکر لڑکے کی دس سال کی عمر تک کوئی وقت ایسا نہین آتا جس مین اُسکی مان باقاعدہ طریقہ پر اُسکی خبر گیری کرتی ہو - زچا خانہ مین جو خلاف اصول حفظان صحت بچون کو رکھا جاتا ہے - اُس سے عورتین بالکل ناواقف ہین - ایک معمولی سی بات یہہ ہے کہ وہان آگ جلاکر اسقدر دہوان کیا جاتا ہے کہ سانس گھٹنے لگے لیکن زچہ اور بچہ دونون اسی دہوین مین رہتے ہین - میرے ایک دوست نے جو حیدرآباد سے ولایت ڈاکٹری تعلیم حاصل کرنے گئے ایک مرتبہ اپنے ایک خط مین لکھا تھا کہ یہ دہوان مان اور بچہ دونون کے لئے سخت مضر ہے اور اسمین نقصان رسان جراثیم رہتے ہین -

ہندوستان مین ہر سال سیکڑون بلکہ ہزارون معصوم بچے محض عورتون کی ناواقفیت کی نذر ہوتے اور اس دنیا سے آنکھ کھولتے ہی رخصت ہو جاتے ہین لیکن ان کے ضایع جانے پر بھی ہم باوجود رنجیدہ و غمگین ہونے کے انسدادی وسائل کے عملی طریقے نہین اختیار کرتے - اور عورتون کو اسکا گمان تک بھی نہین ہوتا کہ اپنے نونہالون کی بے وقت موت کی موجب خود وہی ہین - انگلستان و امریکہ مین

بقیہ نوٹ - سفید رنگ اقوام کو فخر و مباہات کی مے دوآتشہ کا متوالا بنادیا ہے تو ہم بطیب خاطر اجازت دیتے بلکہ اپنی تمام کوششین اس التزام کو قائم و برقرار رکھنے مین صرف کرتے کہ ہندوستان کا ایک ایک بچہ زربفت و کمخواب کے گدون پر سوئے - استبرق و سنجاب کے کپڑے پہنے اور زر و جواہر سے آراستہ رہے - لیکن بحالت موجودہ ہم سوائے اسکے کیا کہہ سکتے ہین کہ

مجو آسودگی گر مرد راہی کاندرین وادی
چو خار از پا برآید پا ز دامان بر نمی آید

ایڈیٹر

متعدد انجمنین اور سوسائٹیان کتے بلیون کی حفاظت کے لئے قائم ہین وا سے برحال ما کہ ہم اپنے دل کے ٹکڑون کی حفاظت کا سامان بھی نہین کر سکتے۔

عورتون کے خانگی مشاغل کیطرف بھی ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے اس صنف خاص کو بھی ہم قابل اصلاح پاتے ہین۔ بظاہر تو وہ دن بھر مصروف نظر آتی ہین لیکن اُن کی مصروفیت حد سے زیادہ بے قاعدہ ہوتی ہی جس سے انکو آرام نہ ملنے کی بھی شکایت رہتی ہے اور کام بھی ادھورا ہوتا ہے۔ سینا پرونا کھانا پکانا بیشک زنانہ سوسائیٹی کے ضروری ہنر ہین اور ہم مانتے ہین کہ ان امور مین انھین خاص حد تک دستگاہ بھی ہوتی ہی لیکن ان مفید مشاغل سے بھی وہ پورے طور پر واقف نہین کہی جا سکتین۔ کھانا پکانے مین انکو صرف اسیقدر ملکہ ہوتا ہے کہ وہ چار قسم کی معمولی غذائین تیار کر لین یہی حال سینے کا رہنے کا ہے۔ ان مین جدت اور طباعی مطلق نظر نہین آتی۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی زنانہ نمایشون کو دیکھکر اگرچہ بعض دستکاریون کی تعریف کرنا پڑتی ہے لیکن بقیہ تمام اشیا ایک ہی پرانے ڈھرے پر بنی ہوتی ہین اور تا وقتیکہ مکمل تعلیم نہ دیجائے یہی حالت باقی رہیگی۔

ان چند سطور کے مطالعہ سے ظاہر ہو سکتا ہی کہ عورتون کی اصلاح ضروری ہے اور اُن کی گری ہوئی حالت اصلاح کی محتاج ہے۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ معاشرتی کسی پہلو سے دیکھیئے وہ اصلاح کی محتاج ہین۔ مصلحان قوم سے پوشیدہ نہین کہ حقیقی اصلاح کس چیز کا نام ہے اور وہ کس طرح ہو سکتی ہے۔ جو لوگ اصلاح کے مخالف ہین اور عورتون کو بحالت موجودہ چھوڑ دینا پسند کرتے ہین وہ طبقہ نسوان کے نادان دوست ہین۔ جو تصویر سطور بالا مین ہم نے اپنے کمزور الفاظ مین دکھائی ہے کون کہہ سکتا ہے کہ وہ ہولناک نہین۔ اگر اسی ذلت بار حالت سے ہمکو آیندہ فلاح و بہبود کی کوئی امید ہے تو اسکا کوئی جواب

نہین۔ اور اگر اسی طبقہ نسوان کی مدد سے ہم آنے والی نسلون کو عمدہ حالت مین دیکھنے کے آرزومند ہین تو خیریت ہے ؎

گر مسلمانی ہمین است کہ حافظ دارد
وائے گر از پس امروز بود فردائے

سید محمد فاروق

مسئلۂ تعلیم نسوان

پر

دو رئیسون کے خیالات

ہندوستان کی تمام بدنصیبیون کا باعث اور ساری خرابیون کا ذریعہ طبقہ امرا رہا ہی۔ کچھ تو دولت کا نشہ متوالا بنائے رکھتا ہے اور پھر اگر دولت کے ساتھ حکومت بھی شامل ہوئی تو "کریلا اور پھر نیم چڑھا" کی مثل صادق آتی ہے۔ اور چونکہ دولت و حکومت دونون ملکر بنی نوع انسان کی کمزور طبیعتون پر بہت اثر کرتی ہین اسلئے ہمارا خیال تھا اور ہے کہ جبتک طبقۂ امرا اصلاح پذیر نہ ہوگا ملک و قوم مین اصلاحات کی بنا مستحکم نہ ہوسکیگی۔ معاشرت کی اصلاح کے ساتھ تمام ترقیان وابستہ ہین پس اصلاح سے ہماری مراد معاشرتی اصلاح ہی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب اکثر امرا کو قومی ضروریات کا احساس ہونے لگا اور وہ ہر طرح کی اصلاحات کی کوشش مین حصہ لینے لگے ہین۔ چنانچہ ہم اس بات پر اظہار مسرت کئے بغیر نہین رہ سکتے کہ ہندوستان کے اُس پست ترین فرقہ مین بھی جسپر بقول مولانا حالی مدظلہم "عجب وقت پڑا ہے،، بعض امرا ایسے نکل آئے ہین جنکی اعلی روشن ضمیری اور قومی دردمندی سے ہین بڑی تقویت ہی اور جنکی خالص مساعی اور غیر معمولی ہمدردی سے فلاح و بہبود کا شجر امید بار آور ہوتا نظر آتا ہے۔

علیا حضرت ہرہائنس نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ جی سی ایس آئی - جی سی آئی - ای - فرمان فرمائے دولت بھوپال خلد اللہ ملکہا و حشمتہا کی ذات سراپا برکات نے قومی کشت زار کی آبیاری کے لئے جو چشمۂ فیض جاری کئے ہین اُنکا ذکر خیر الناظر کے صفحات کی عزت افزائی کا باعث ہوتا رہا ہے - اور ہمارے صوبہ کے نوجوان تعلقدار آنریبل راجہ سر محمد علی محمد خان بہادر کے سی آئی ای نے جو دلچسپی معاملات قومی مین ظاہر کی ہے وہ نہ صرف اُس گران بہا امداد سے معلوم ہوتی ہے جو مسلمانان ہند کے تعلیمی مرکز کو اُن کے دست فیض سے پہونچی ہے بلکہ اس سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ تعلیمی کانفرنس منعقدہ رنگون کا صدر نشین بناکر قوم نے اُنکی ہمدردانہ کوششون کا اعتراف کرلیا ہے -

حضور سرکار عالیہ بھوپال نے اپنی سالگرہ کے موقع پر جو تقریر مدرسہ سلطانیہ کی لڑکیون کے سامنے کی اُسمین تعلیم نسوان کے متعلق اُن کے وہ سچے خیالات ظاہر ہوے ہین جن پر اُنکی تمام علمی کوششون کی بنیاد ہے اور آنریبل سر راجہ صاحب نے اپنی تقریر صدارت مین اس مسئلہ پر جو راے ظاہر کی ہے اُس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ خواتین ہند کی تعلیم مین کیا سرگرمی ظاہر کرنے والے ہین -

ہمارا صوبہ جو کبھی تہذیب و تعلیم کے لحاظ سے ہندوستان کے سربرآوردہ طبقون مین شمار کیا جاسکتا تھا آج افسوس ہے کہ سب سے پیچھے نظر آتا ہے اور چمنستان ہند کے زرین قطعات تعلیمی کمی کی وجہ سے بنجر پڑے ہوے ہین - ہمین امید ہے کہ سر راجہ صاحب اور اُن کے ہمخیال روساے صوبہ اس کمی کو دور کرنے کی بہت جلد کوشش فرمائینگے تاکہ میدان ترقی مین اودھ کے باشندے بھی دوسرے صوبجات کے لوگون کے ساتھ چل سکین اور قومی فلاح کی امیدین زیادہ مستحکم و استوار ہوجائین -

ذیل مین ہم دونون پرمغز تقریرون کے اقتباسات درج کرکے بزرگان وطن کو ان اعلیٰ خیالات کی طرف توجہ دلاتے ہین - علیا حضرت نے دوران تقریر مین فرمایا کہ

دیکھو اس زمانہ مین ہرطرف ترقی کے لئے جدوجہد ہورہی ہے اور ترقی کا ذریعہ صرف تعلیم وتربیت ہی پایا گیا ہے - پس ہمارے ملک کی عورتین اگر تعلیم یافتہ نہ ہونگی - تو ناممکن ہے کہ اصلی ترقی ہوسکے کیونکہ بچہ کی تربیت وتعلیم ماں کی گود سے شروع ہے - اور ماں کو بھی اُسکے اخلاق وعادات مین کامل دخل ہے یہ ناممکن ہے کہ جب تک ماں کے اخلاق وعادات عمدہ نہ ہون بچہ صرف باپ کے اخلاق وعادات کا اثر قبول کرسکے - اسکے علاوہ عورتون کے فرائض بچہ کی تعلیم وتربیت پر ہی ختم نہین ہوجاتے - بلکہ خانہ داری کا انتظام شوہر کی مسرت اُسکے حقیقی وقدرتی فرائض مین داخل ہے -

خانہ داری کا فن معمولی فن نہین ہے بلکہ وہ اسقدر وسیع ہے کہ اُسکے لئے بہت سے علوم فنون کے سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے - کوئی عورت جب تک کہ وہ تعلیم یافتہ نہو - یہ دعویٰ نہین کرسکتی کہ وہ اپنے شوہر کی آمدنی اور خرچ کا انتظام اس طریقہ سے کرسکیگی کہ گھر کی مالی حالت درست رہے - اور کوئی مشکل پیش آئے اور وہ عمدگی کے ساتھ نوکرون کے کام کی نگہبانی کرسکے - یا تیمارداری کی خدمت بجالائے - اپنے شوہر اور اعزا کے مذاق کے مطابق انتظامات کرے - اور گھر کو شوہر کیلئے خوشی ومسرت کا گھر بنادے -

اپنی اولاد کی جسمانی اور اخلاقی تربیت اور قوائے عقلی کو مکمل کرے کیا تم خیال کرسکتی ہو کہ ایک جاہل عورت اپنے تعلیم یافتہ خاوند کی وقعت جان سکتی ہے - اور بلحاظ ہر کے وہ تمام حقوق ادا کرسکتی ہے جو مذہب واخلاق نے اُسکے ذمہ عائد کئے ہین ؟ یا وہ اُون اوہام کا جو آجکل ہر گھرانے پر مسلط ہین مقابلہ کرسکتی ہے - یا اُسکی نیکی اصلی وحقیقی نیکی ہوسکتی ہے - اسلام سے پہلے کا زمانہ ایسا گذرا ہے کہ عورتون کی حالت غلامی سے بھی بدرجہا بدتر تھی لیکن جب اسلام کی بدر شعاعین دنیا پر پھیلین تو اُس نے عورتون کو بھی تاریکی سے نکالا ، اور مردون کے برابر درجہ قرار دیکر حقوق معین کردیئے - انکو حصول علم مین آزادی دی اور ہر طرح کی سہولتین پیدا کردین - اون کے ساتھ حسن سلوک نرمی اور محبت کی ہدایت کی -

راجہ صاحب نے بیان فرمایا کہ

قاعدہ کی رو سے عورتون کی تعلیم مردون کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہونی چاہیئے مگر ہمارے یہان جب لڑکون ہی کی تعلیم کی ایسی ناقص حالت ہے تو عورتون کی تعلیم خواہ مخواہ قابل تاسف حالت مین

ہونی چاہیئے۔ سنہ۱۹۰۱ء مین صرف ایک مسلمان لڑکی بمقابلہ ۳۱ ہندو اور ۳۳ پارسی لڑکیون کے کالج کی تعلیم پانے والیون مین تھی - سکنڈری مدارس مین صرف ایک سو چالیس مسلمان لڑکیان بمقابلہ ۱۴۰۲ پارسی اور ۴۳۱۶ ہندو لڑکیون کے ہندوستان مین مین صوبہ برہا مین ۳۵ لڑکیان انگریزی کی تعلیم پارہی ہین - ابتدائی مدارس مین البتہ لڑکیون کی تعداد زیادہ ہوتی جاتی ہے خاصکر بنگال اور مشرقی بنگال مین میرے نزدیک اب لوگون کو اس مسئلہ مین کوئی تعصب نہین ہے - مگر پھر بھی بہت سی مشکلین ہین خصوصاً متوسط الحال شرفا اپنی لڑکیون کو پردہ شکنی کے خوف سے سرکاری مدارس مین بھیجنا پسند نہین کرتے اسکا علاج یہی ہے کہ ہم خود اپنے یہان زنانہ مدارس قایم کرین اور پرانی رسوم و عادات پر اپنی آیندہ اخلاقی اور تمدنی ترقی کو قربان نہ کرین یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ عورتون کو تعلیم دینے سے جو امور قومی ترقی کے سدراہ ہین اُن مین سے ایک عظیم سبب دفع ہو جائیگا۔ ہم نے گذشتہ زمانہ مین عورتون کی طرف سے بہت لاپروائی کی اور اُن کو اس منصب سے جو فطرتی طور پر اُن کو سوسائٹی مین حاصل ہے محروم رکھا - اب وہ گویا اسکا عوض لے رہی ہین اور ہماری ترقی کی سدراہ رہینگی جب تک ہم اس بدسلوکی کی تلافی نہ کرین جو سابق مین اُن کے ساتھ کی گئی ہے میری رائے مین ہکو اُس روشن خیال فرمانروا یعنی بیگم صاحبہ بھوپال (جی سی ایس آئی) سے اس بارہ مین سبق حاصل کرنا چاہیئے تاکہ مسلمان عورتون کی آیندہ نسلین جہالت سے محفوظ رہین -

لیکن یہ سب پاکیزہ خیالات محض زیب اوراق رہنے سے زیادہ حیثیت نہین رکھتے اگر قوم ان سے متاثر نہ ہوئی اور بزرگان قوم نے فوراً اُن سبقون پر عمل پیرا ہونا نہ شروع کیا جو ان سے حاصل ہوتے ہین - زمانہ کی رفتار بہت تیز ہے دوسری قومین سبق حاصل ہوتے ہی عمل شروع کر دیتی ہین - ہمارے قومی بہی خواہون کو بھی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جو وقت بلا عمل گذر رہا ہے وہ کامیابی سے اُن کو دور کرتا جاتا ہی - اب تو وہ وقت آگیا ہی کہ ہر ہر فرد قوم کو اپنی جگہہ پر ہادیان قوم کے احکام کی تعمیل مین کمر بستہ ہونا چاہیئے -

ایڈیٹر

نظرے خوش گذرے

الندوہ

نکبت زدہ ہندوستان کے باشندون مین جہان اور سیکڑون عیوب آج نظر آرہے ہین وہان یہ داغ بھی کچھ کم نمایان نہین کہ اُنمین وہ شوق مطالعہ اور ذوق باقی نہین رہا جو اُن کے اسلاف مین تھا چنانچہ اس امر پر افسوس ظاہر کرتے ہوے مولوی سید سلیمان نے الندوہ کے دسمبر نمبر مین علماے سلف کے علمی انہماک کے بعض سبق آموز واقعات بیان کئے ہین۔ وہ کہتے ہین:۔

امیر محمود الدولہ ابن فاتک مصر کا ایک نہایت مشہور رئیس طبیب اور فاضل تھا مطالعہ کا اُس کو غایت درجہ کا شوق تھا۔ ایک بہت بڑا کتب خانہ اُسکی ملکیت مین تھا۔ سواری سے جب اُترتا سیدھا کتب خانہ چلا جاتا اور ایک دم اُس سے جدا نہین ہوتا مطالعہ اور تصنیف اُسکی زندگی کا شغل تھا اور انھین کو وہ اپنی زندگی کی لذات اور مقصد سمجھتا تھا اور وہ اپنے ان اشغال مین اس مسرت اور محویت کے ساتھ مصروف تھا کہ بیوی بھی اسکو اپنی طرف مائل نہ کر سکی۔ محمود الدولہ نے جب وفات پائی اُس کی بیوی رنج و غصہ اور جوش انتقام مین اپنی سہیلیون کو لیکر اُٹھی اور رو رو کر کتب خانہ کی ایک ایک کتاب حوض مین ڈالدی۔

فتح بن خاقان کے علمی شوق کا یہ عالم تھا کہ

اپنی عبا کی آستین اور جیب مین ہمیشہ کتاب رکھتا تھا جب خلیفہ دربار سے کسی کام کو اُٹھ جاتا تھا تو فتح خلیفہ کی واپسی تک اپنی کتاب کے مطالعہ مین مشغول رہتا تھا یا خود فتح جب نماز یا ضروری حاجت کے لئے اُٹھتا تھا تو آمد و رفت کے راستہ مین بھی کتب بینی سے باز نہین آتا تھا۔

علماے ہندوستان مین سے مولانا عبدالحق دہلوی اور مولوی محمد نعیم صاحب فرنگی محلی کے علمی مشاغل ہمارے لئے خاص طور پر غور طلب ہین۔

"محدث موصوف نے اپنی محویت مطالعہ کا افسانہ خود اپنی زبان سے بیان کیا ہے۔ رات کو چراغ کے سامنے جب وہ کتاب دیکھنے بیٹھتے تھے تو اسقدر محو ہو جاتے تھے کہ اکثر جھک جاتا تھا اور عمامہ مین آگ لگجاتی تھی اور جب تک بال نہ جلنے لگتے خبر نہ ہوتی۔ یہ واقعہ متعدد بار پیش آیا۔"

"امام طحاوی کی سنن جب پہلی بار چھپکر شائع ہوئی تو پچاس روپیہ اُسکی قیمت تھی۔ مولانا کے پاس روپیہ نہ تھا شوق کی انتہا یہ ہے کہ اپنا ایک خاص مکان اس غرض کے لئے علیٰحدہ کیا اور اُسکی قیمت سے کتاب منگوائی۔"

اس مضمون کا آخری حصہ اُس سچی عقیدت مندی کو ظاہر کر رہا ہے جو ایک سعادت مند شاگرد کو اپنے شفیق اُستاد سے ہونا چاہیے۔ ہم بہت ہی خوش ہوتے اگر علامہ شبلی نعمانی کے شوق مطالعہ کے ذکر کے ساتھ ہی اُس فدائی قوم کے مشاغل علمی کا تذکرہ بھی کر دیا جاتا جسکی عمر کا بہت بڑا اور بہترین حصہ ہندوستان مین ایک نئے علم کلام کی بنا ڈالنے مین صرف ہوا۔

جدید تعلیم یافتہ گروہ کی فہرست مین ایسے لوگ بہت کم ہین لیکن اگر تلاش و جستجو کی جائے تو دو چار اس بدنصیب گروہ مین بھی ایسے نکل آئین گے جو اپنے علمی ذوق و شوق مین اگر علماے سلف پر سبقت نہین لے جا سکتے تو کم از کم اون کے ہمسر ضرور ہین بلدۂ فرخ بنیاد حیدر آباد مین جو عرصہ سے علما اور فضلا کا ملجا بنا ہوا ہے ہمارے مخدوم مسٹر عبد الحق بی اے تشریف رکھتے ہین جنکے متعلق ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہین کہ اُنکا تمام وقت جو فکر معاش کی اُدھیڑ بُن سے بچکر اُنکا اپنا کہا جا سکتا ہو کتابون کی سیر یا قلم گردی مین گذرتا ہے۔

نظام المشائخ

فلسفہ اور تصوف کے عنوان سے ایک مضمون نواب عبد الرشید خان رئیس ایلی کے قلم سے نکلا ہوا نظام المشائخ کے دسمبر نمبر مین شائع ہوا ہے جسمین فلسفہ اور تصوف کا

مختصراً مقابلہ کیا ہے۔ چونکہ مضمون مختصر تاہم اسے بتمامہ نقل کیے دیتے ہین۔

فلسفہ وہ چیز ہے جس سے اشیاء کی ماہیت جہان تک قوت انسانی کے امکان مین ہے معلوم ہو سکے جسپر محض حواس قدرت نہین رکھتے اس کے دو طریقہ ہین۔ ایک استدلال یعنی اون مقدمات بدیہیہ یقینیہ سے جنپر قوت حواس سے یقین ہوگیا ہو۔ ایسا صحیح نتیجہ پیدا کیا جائے کہ اُس امر کے واقعی یا غیر واقعی ہونے کا یقین ہو جائے جس سے حواس قاصر ہین۔ مثلاً محض حواس کے ذریعہ سے ہم نہین جان سکتے کہ مثلث متساوی الساقین کے قاعدہ کے زاویہ آپس مین کم و بیش ہونگے یا برابر انکے مساوی یا غیر مساوی ہونے پر ہمین شک رہے گا۔ لیکن جب استدلال اوسکا برابر ہونا ثابت کردے گا تو اطمینان ہوجائے گا کہ وہ غیر مساوی نہین ہوسکتے۔ اِس کا نام فلسفہ مشائیہ رکھا گیا ہے اِسکے لیے بہت علوم پیدا ہوئے اور ہوتے رہین گے جہانتک اِس کے قواعد و علوم پیدا ہوتے ہین اُسیقدر بعض امور کے یقین کرنے کو اُن سے کچھ مدد ملتی ہے۔ لیکن جب مقدمات یقینیہ بدیہیہ کے قائم کرنے اور طریقہ انتاج مین غلطی ہوتی ہے تو دھوکہ پڑ جاتا ہے اور انسان واقفیت کے جاننے مین غلطی کرتا ہے اسیلیے واسطے لکھا گیا کہ دپاے استدلالیان چوبین بود) دوسرا طریقہ اشراقین کا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے آئینہ عقل کو وہم خیال کے زنگ سے پاک کیا جائے اس مین جسقدر قوت ادراک قدرت نے رکھی ہے اُسیقدر بصیرت پیدا کرکے اصلیت امور معلوم کرے بس یہی تصوف ہے فرق اسقدر ہے اشراقی مختلف امور کی واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے اور صوفی محض امور ضروریہ کی۔ اشراقی چاہتا ہے مثلاً جس شئے کی وہ یون شکل آنکھ سے دیکھکر واقعی اُسکا علم حاصل کرلیتا ہے اسکا محض نظر عقل سے سے اثر بھی دریافت کرسکے اس کے واسطے حواس کافی نہین ہین۔ لیکن صوفی کو صرف اصول مذہبی اور امور تہذیب کے واقفیت سے غرض ہوتی ہے۔ جس سے وہ احکام شرعی کی پابندی اپنے شوق طبیعت سے کرسکتا ہے اور منہیات شرعی سے اوسکو طبعاً نفرت پیدا ہوجاتی ہے جس کا نتیجہ اعلیٰ سب جانتے ہین۔ مثلاً ایک مہربان باپ جسکو اُسکا دہ سالہ لڑکا سچا مہربان جانتا ہے اُس سے کہتا ہے کہ یہ کونین مکسچر پی لو جس سے آیندہ بخار تمکو نہ ستائے گا۔ تمھاری تکلیف جاتی رہے گی

وہ اپنے باپ کے کہنے پر یقین کرکے نہایت نفرت کرکے مجبوراً اوسکو پیتا ہے - لیکن پھر باوجود
اس علم کے دوسری خوراک پینا نہین چاہتا جب تک کہ پھر باپ جبر نکرے ایسی حالت مین
مرض کا پورا دفعیہ مشکل ہے لیکن ایک ڈاکٹر جسکو کونین کی خاصیت کا ذاتی علم ہے خود وہ بغیر
کسی کے جبر کے اپنے شوق سے کونین پیکر خوش ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ مرض دفع ہوگا -
پھر وقت معین پر اپنے شوق سے مکسچر بناکر پی لیتا ہے اس شوق مین وہ بدمزگی کونین کی بھی
اُسکو محسوس نہین ہوتی جو نادان بچہ محسوس کرتا اور اُبکائیان لیکر پیتا تھا - اسی طرح عالم تصوف کو
احکام شرعی کی خوبیان علم ذاتی کے طور پر معلوم ہوکر اُن کی پابندی کا شوق پیدا ہوجاتا ہے -
اور منہیات سے ذاتی نفرت ہوکر وہ اُسسے بلا لحاظ سزائے عدالتی کے محفوظ رہتا ہے - پس اگر
صفائی قلب کے ہزار طریقے جدا گانہ ہون تاہم اُسکا نتیجہ ایک ہوگا اور جب ہر علم کے واسطے وقت
درکار ہے اوسکے واسطے بھی وقت درکار ہوگی - کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ علوم ظاہر اس کثرت سے
ہین کہ ان سب کو مین تمام عمر مین بھی حاصل نہین کر سکتا اس لیے مجھکو کچھ بھی حاصل کرنا نہین
چاہیے جاہل محض رہنا بہتر ہوگا - ایسا ہی کیا یہ کہہ سکیگا کہ تصوف انتہا تک حاصل کرنے کو جب
عمر کافی نہین ہے تو مین کچھ بھی نہین حاصل کرتا بلکہ انسان جو علم جسقدر حاصل کرتا ہے اُسیقدر
اوس سے فائدہ اُٹھاتا ہے -

کشمیری میگزین

جنوری نمبر مین اُردو کے اعلیٰ ترین انشا پرداز پروفیسر محمد حسین آزاد دہلوی کی
افسوسناک حالت کا تذکرہ کرتے ہوے اڈیٹر صاحب رسالہ نے یہ مفید تجویز پیش
کی ہے کہ "کوئی بندۂ خدا اونکے حالات و سوانحات لکھنے کی طرف توجہ کرے" جو
بقول اونکے اُردو کی بہت بڑی خدمت ہوگی - واقعی زبان اردو کے خادمون مین
پروفیسر آزاد سے زیادہ سوانح عمری کا کون مستحق ہوسکتا ہے جسنے آب حیات کے
سرچشمہ سے تمام تشنہ کامان اُردو کو سیراب کرکے اپنی انشا پردازی کا رہین احسان

بنا لیا ہے ہماری ناچیز راے مین حضرت آزاد کے شاگرد رشید جناب مولانا سید ممتاز علی صاحب ایڈیٹر تہذیب نسوان سے زیادہ اس کام کے لیے کوئی شخص اہل نہین اور ہمین اونکی ذات سے پوری توقع ہے کہ وہ اس ضروری تجویز کو جلد تر عملی جامہ پہنانیکی کوشش فرمائینگے ۔

عصمت

ہندوستان کی شریف بی بیون کی خوش قسمتی ہے کہ اونکی دلچسپی اور فائدہ کے لیے دہلی سے ایسا نفیس رسالہ شایع ہوتا ہے ۔ جسکی صورت دل فریب ۔ مضامین کار آمد اور زبان پاکیزہ ہوتی ہے ۔ ظاہر ہے کہ اگر عورتون کی تعلیم مین زیادہ کوشش کی جائے تو ہمارے بہت سے کام سدہر جائین ۔ نومبر کے عصمت مین رابعہ بیگم صاحبہ نے بچون کی پرورش کے متعلق جو قیمتی ہدایات لکھی ہین وہ خاص توجہ کی مستحق ہین ۔ ایام حمل مین جو بے احتیاطیان کی جاتی ہین اون سے بے شمار اموات ہوتی ہین ۔ بچے بھی ضایع ہوتے ہین اور بسا اوقات زچہ بھی جان سے جاتی ہے ۔ اور ان تمام اموات کی ذمہ دار زیادہ تر خود مستورات ہین اور کمتر دیگر اسباب ۔ کاش عورتین اپنی نازک حالت کا لحاظ کرکے زیادہ احتیاط سے کام لیا کرین کہ دنیا ان بے وقت اموات سے تیرہ و تار نہو ۔ رابعہ بیگم صاحبہ کی راے مین ۔

حاملہ کو چاہیے کہ عمدہ عمدہ اخلاقی کتابون کو زیر مطالعہ اور اچھی اچھی باتون کی جانب طبیعت کا میلان رکھے ۔ ہر وقت طبیعت خوش بشاش رکھنی چاہیے ۔ رنج غم غصہ فکر پریشانی وغیرہ کو حاملہ کے پاس پھٹکنے بھی نہ دینا چاہیے ۔ بچہ کے لیے یہ بہت مضر ہے ۔ خوبصورت خوشنما تصویرون ۔ چیزون شکلون کو پیش نظر رکھے ۔ وزنی چیز اٹھانا سخت محنت کرنا سخت بیمار کی عیادت کو جانا وحشت انگیز وخوفناک تصاویر دیکھنا کسی عورت کے وضع حمل کے وقت جانا ۔ تیز جلاب لینا بیمار کے لیے زیادہ مقدار مین کونین کھانا ۔ دانت اوکھڑوانا نشتر دلوانا ۔ دور و دراز کا سفر ۔ چھکڑے یا اسی قسم کی اور سواریان یا دوسری بدن ہلانیوالی

سواری - رنجیدہ وحشت ناک خبرون کا دفعتہً سننا وغیرہ بھی منع ہے -

زچہ خانے کو دہوئین سے بھر رکھنا اور وہان ہر طرح کی کثافت پھیلانا بے حد مضر ثابت ہوا ہی - زچہ اور بچہ کی حالت مریض کی سی ہوتی ہے اور بجاے اسکے کہ مکان صاف ستھرا رکھا جائے اور پاک وصاف ہوا کا گذر ہو عموماً زچہ خانے کثیف بھی ہوتے ہین اور اچھی ہوا بھی وہان نہین پہونچنے پاتی -

ہندوستان کے زچہ خانے عموماً ایسے تنگ وتاریک وبند ہوا کرتے ہین - جسمین صحیح سالم آدمی کا تندرست رہنا ہی ناممکن ہے - زچہ جو بجائے خود ایک مریضہ ہوتی ہے اور بچہ جس کے سب اعضا کمزور اور جسکو دنیا مین آئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے - اُسکا تو اس مکان مین زندہ رہنا بھی تعجب کی بات ہے - ایسے مکانون کی ہوا کو سم قاتل زہر ہلاہل سے کم نہ سمجھنا چاہیے - خصوصاً جب کہ اس مین تیل کا چراغ روشن ہو - آگ جل رہی ہو - اجوائن وغیرہ کا دہوان گھٹا ہوا ہو لوگون کی بھیڑ بھاڑ ہو - زچہ بچہ کے لیے ایسا مکان مناسب ہے جو نہ بہت ٹھنڈا ہو نہ بہت گرم - دونون طرف دروازے کھڑکیان ہون جنمین ہوا کی آمد ورفت بخوبی ہو سکے - تازہ وعمدہ صاف ہو - لیکن سرد ہوا کے سخت جھونکے بھی زچہ بچہ کے لیے سخت مضر ہین - کمرہ مین آفتاب کی روشنی ہو لیکن تیز دہوپ بھی مناسب نہین - ہوا صاف ہونیکے لیے بھی کبھی عود لوبان جلانے مین مضائقہ نہین -

خاتون

علیگڈھ مسلمانان ہند کا تعلیمی مرکز ہے - نہ صرف مردون کے لیے بلکہ عورتون کے لیے بھی - اگرچہ گروہ آخر الذکر کی تعلیم کا انتظام ابھی ایسا نہین کہ علیگڈھ صحیح طور اونکا تعلیمی مرکز کہا جاسکے لیکن ہماری آرزو ہے اور آثار ایسے ہین کہ ہم اس آرزو کے پورا ہونے کی توقع کرین کہ فرقہ اناث کے لیے بھی تعلیم کا مرکز وہی باعث فخر مقام ہو جہان سے تمام مسلمانون کو فیض حاصل ہو رہا ہے -

موتمر الاسلامی یعنی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے تعلیم نسوان سیکشن (شعبہ) کے

سکریٹری شیخ عبد اللہ صاحب کو جو انہماک اس نہایت اہم مسئلہ سے ہے اوس کا نتیجہ وہ زنانہ نارمل اسکول ہے جو علیگڈھ مین قائم ہے اور یہ قابل قدر رسالہ۔ خاتون کے دسمبر نمبر مین تعلیم نسوان کے عنوان سے (ف از دیرہ دون) نے بعض پر لطف اگرچہ پریشان خیالات ظاہر کیے ہین۔ تعلیم یافتہ بی بی کا جاہل شوہر سے سابقہ ہونا اس سے کہین برا ہے کہ تعلیم یافتہ نوجوان کو جاہل بی بی ملے۔ اس لیے کہ ہمارے ہان مرد کو عورت پر فطری اخلاقی اور مذہبی تفوق سے زیادہ جو فوقیت حاصل ہے وہ مرد کی بدنصیبی کو کسی قدر کم کر دیتی ہے۔ برخلاف اسکے عورتون کی دلی کمزوری اور فطری نرم دلی اون کی سیکنی کو دو چند بنا سکتی ہے۔ ہمین ان خیالات سے بالکل اتفاق ہے۔

میری راے ہے کہ بچپن مین نسبت کبھی نکرنا چاہیے۔ والدین کی محبت اور محنت سے اولاد کو پرورش کرتے ہین اور جوان ہونے پر شادی کرتے ہین۔ اگر میان بی بی۔ دونون علم سے آراستہ ہین توکیا کہنا۔ اور اگر ان دونون مین سے کوئی بھی جاہل ہے تو اوسے دنیا ہی مین دوزخ ہے اکثر ناموافقت اسی وجہ سے رہتی ہے۔ سنے کس طرح میان جاہل بی بی تعلیم یافتہ یا میان تعلیم یافتہ اور بی بی جاہل۔

ایڈیٹر

ریویو

ڈاکٹر گنیش پرشاد بھارگو مالک سلیمانی پریس۔ بنارس کی توجہ سے مندرجۂ ذیل کتب دفتر الناظر مین بغرض ریویو آئی ہین۔ خیرات۔ قرض۔ رشوت۔ بیبی ہوم۔ تعصب۔ مشیر الشباب دو حصے۔ معشوقۂ غدار۔ حسن اسلام اور جوان بی بی کمسن شوہر۔

ڈاکٹر صاحب کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی کتابون کے ذریعہ ملک سے وہ بداخلاقیان دور ہون جو ہماری تباہی و بربادی کا باعث ہو رہی ہین۔ یہ رسالے

اون لوگون کی ہدایت کے لیے ضروری ہین جو مذہب و اخلاق کی کتابون کا چھونا گناہ جانتے ہین۔ اور اگرچہ ادبی حیثیت سے ان کی کوئی وقعت نہین لیکن نیم تعلیم یافتہ اور مریض دل جماعت کے لیے شکر آلود کونین سے کم نہین۔ ہم ان رسالون کی عبارت کو پسندیدہ نگاہون سے نہین دیکھتے۔ نہ اسوجہ سے کہ اسمین غلطیان بہت ہین بلکہ اس بنا پر کہ ہر ہر قدم پر خوش مذاقی کی داد دیگئی ہے۔

فلسفہ صرف و نحو

جناب احسن مرزا صاحب شہر مشہدی لکھنوی نے عربی صرف کے قواعد اردو مین لکھے ہین۔ کتاب کا حجم ۵ جزو قیمت ۸/ مع محصول ڈاک ہے اور لکھنؤ۔ محلہ بنجاری ٹولہ۔ مکان جناب منشی حکیم سید مہدی حسن صاحب احسن صاحب تفاسیر انیس کے پتہ سے ملتی ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی کے اعتبار سے قیمت زیادہ نہین۔ عربی کے مبتدیون کو اگر یہ کتاب اوسی ذوق و شوق سے پڑھائی جائے جس طرح کہ وہ لکھی گئی ہے تو کوئی وجہ نہین کہ پھر کوئی طالب علم صیغون اور گردانون کی بہول بھلیان مین ٹھوکرین کھائے۔

ادیب

۱۹۰۸ء مین جو سیلاب حیدر آباد دکن مین آیا تھا اوسکی حسرتناک داستان اس رسالہ کے طوفان نمبر مین درج ہے۔ یہ دفتر رسالہ ادیب واقعہ گوشہ محل۔ حیدر آباد دکن سے صرف ۱۲ مین مل سکتی اور ۱۳۶ صفحات اور ۳ عکسی تصویرون کے اس مجموعہ کو پڑھکر طغیانی رود موسی کی مکمل اور صحیح کیفیت معلوم ہو سکتی ہے۔

ایڈیٹر

بدہضمی و کھٹی ڈکاروں کا آنا	قبض کمی اشتہا	نفخ شکم و پیٹ کا درد

ضعف و فتور ہاضمہ

گردہ یا مثانہ کی گرمی کا کم ہونا

امتلاء کھانسی و دمہ

بواسیر اسہال و پیچش

تازہ سندات

جناب منشی حبیب احمد صاحب نمبردار موضع شیدوالہ ضلع سہارنپور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شیشی نمک سلیمانی آپکے کارخانہ سے منگا کر استعمال کیا بربب کعبہ مجھکو چند در چند امراض لاحق تھے۔ اب مجھکو کسی نوع کی شکایت نہیں ہے آپ کا ایجاد کردہ نمک سلیمانی ہر قسم کے درد کی دوا اور مرض معدہ کیواسطے شفا ہے۔ مہربانی فرماکر ایک شیشی نمک بہت جلد بذریعہ ویلیو پے ایبل بھیجدیجیے۔

جناب سید حسن رضا صاحب منصرم ریاست بستی تحریر فرماتے ہیں کہ واقعی آپ کا نمک سلیمانی جسکی چار شیشیاں میں نے منگوائی تھیں قابل تعریف ہے مجھکو بواسیر کی شکایت تھی جاتی رہی اور [illegible] زیادہ اسکو فائدہ ہوا مہربانی کرکے دو شیشی اور روانہ فرمائیے۔

ہیضہ و طاعون	درد قولنج و زیادتی ریاح	ہضم غذا کے وقت تبخیر یعنی بدن کا گرم ہونا

قیمت فی شیشی (۸) محصول ڈاک [illegible]

[illegible] نمک سلیمانی [illegible]

نمک سلیمانی

قیمت فی شیشی (۸) [illegible] محصول ڈاک [illegible]

علاوہ امراض مندرجہ بالا کے بہت سے امراض کا علاج ہے

ملنے کا پتہ - [illegible] نمک سلیمانی [illegible]

ضعف دماغ و ضعف بصر	درد گٹھیا و نقرس	پیشاب کا بار بار آنا اور زیادہ مقدار میں ہونا

تازہ سندات

جناب صاحبزادہ محمد امین الرحمن خان صاحب نبیرہ عالیجناب نواب صاحب والی جھجھر مرحوم۔ مقام لودیانہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ واقعی آپ کا نمک سلیمانی بدہضمی کھٹی ڈکار۔ نفخ۔ درد ریاحی اور درد شکم کے واسطے نہایت مفید پایا میرے چند دوست معدے کی شکایت کے شاکی میرے پاس آئے میں نے آپ کا نمک سلیمانی انکو دیا خدا کے فضل سے ان لوگوں کو آرام ہوا۔ درحقیقت آپ کا نمک سلیمانی امراض معدہ کے واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اور میں خود درد ریاحی اور کھٹی ڈکاروں کے مرض میں مبتلا تھا اس نمک سلیمانی کے استعمال سے شفاء کلی حاصل ہوئی۔

جناب منشی ولی اللہ شاہ صاحب رنگون سے تحریر فرماتے ہیں کہ تین بوتل نمک سلیمانی بھیجدیجیے۔ یہ دوا بہت مفید ہے۔

جسم پر ورم ہونا اور مواد فاسدہ کا اجتماع

فساد خون داد و سموان

بچھو یا بھڑ کے کاٹے کا زہر

بچوں کے دانت نکلنے کی تکلیف

عام کمزوری دلی پیدائش خون	مستورات کے ایام کی خرابی	گلے کی سوزش دانت کا درد

صورت اول جبکہ مقیاس سطح افق پر عمود ہو

پر ہوگا تو سایہ لا متناہی ہوگا اور جب آفتاب بالائے سر ہوگا یعنی عین نقطہ سمت الراس پر تو سایہ معدوم ہو جائے گا۔

صبح کو سایہ لا متناہی ہوگا پھر گھٹنے لگے گا یہان تک کہ معدوم ہو جائے گا۔ پھر بڑھنے لگے گا پھر غروب کے وقت لا متناہی ہو جائیگا۔

دوسری صورت جبکہ مقیاس سطح افق کے متوازی ہو

دوسری صورت یہ کہ مقیاس کو اسی سطح مین قائم کرین جو سطح افق پر عمود ہو یعنی مقیاس سطح افق کے متوازی ہو۔ اس صورت مین مقیاس کا رُخ جب آفتاب کے مقابل ہو تو سایہ معدوم ہوگا پھر بڑھنے لگیگا یہان تک کہ دوپہر کے وقت لا متناہی ہو جائیگا۔ پھر گھٹنا شروع ہوگا حتےٰ کہ غروب کے وقت پھر معدوم ہو جائیگا۔

تیسری صورت جبکہ مقیاس سطح مائل پر قائم کیا جائے یعنی سطح افق پر نہ عمود ہو نہ متوازی بلکہ مائل ہو

تیسری صورت جبکہ مقیاس سطح مائل پر قائم کیا جائے اس صورت مین سایہ کا گھٹنا بڑھنا آفتاب کی محاذات اور سطح مفروض کے میلان پر موقوف ہے۔

ان تین صورتون کے موافق تین طرح کی دھوپ گھڑیان بنائی جاتی ہین یعنے اُفقی دھوپ گھڑی عمودی دھوپ گھڑی۔ اصلی دھوپ گھڑی۔

اصلی دھوپ گھڑی کی ساخت نہایت آسان ہے۔ ایک دائرہ کو ۳۶۰ درجون پر تقسیم کرکے اُسکے مرکز پر ایک مقیاس مثلاً ایک سوئی بطور عمود کے کھڑی کرکے دائرہ کی سطح کو معدل النہار کی سطح پر منطبق کر دیتے ہین اور یہ بہت آسان ہے۔ کیونکہ مقیاس (سوئی) جب قطب شمالی کی محاذات مین ہوگا تو دائرہ معدل النہار کی سطح پر منطبق ہو جائیگا۔

صورت اول

مقیاس سطح افق پر عمود ہے
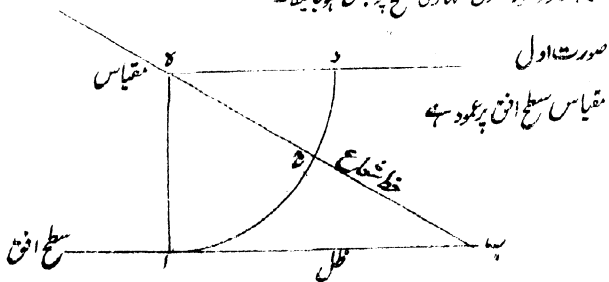
صورت دوم مقیاس سطح افق کے متوازی ہے۔

مقیاس

ا

ب

ج

ہ

ظل
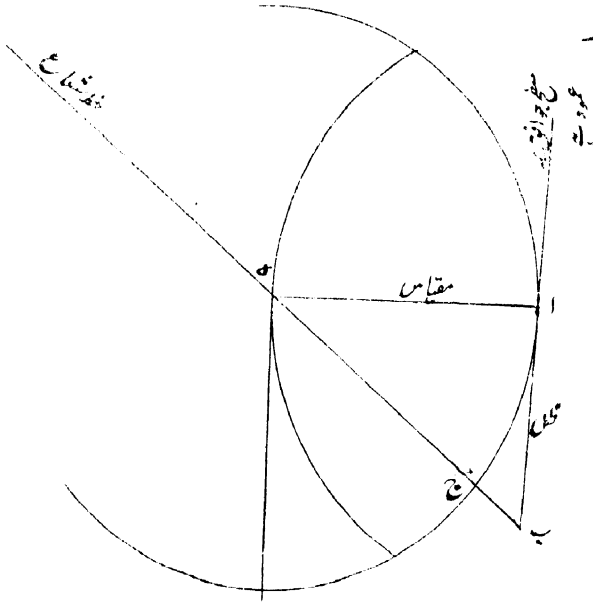
صورت سویم مقیاس افق کے ساتھ سوائے قائمہ کے اور کوئی زاویہ بناتا ہے۔

سطح مائل

ظل

ب

ہ

ا
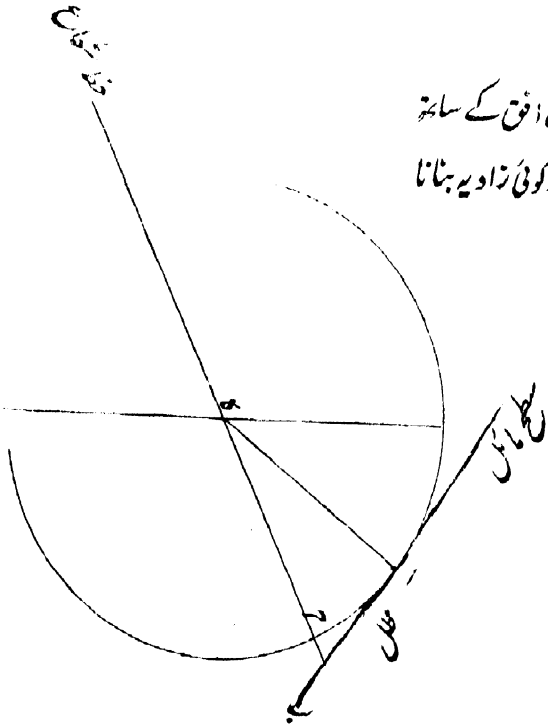
تینون صورتون مین ظل اُس قوس یا زاویہ کا مماس ہے جو خط شعاع اور مقیاس سے محدود ہے۔ اب ظل ہے قوس ا ح یا زاویہ ا ہ ب کا۔

پہلی صورت مین ہ ب ا زاویہ ارتفاع ہے دوسری صورت مین ا ہ ب زاویہ ارتفاع ہے ان دونون صورتون مین نہایت سہولت کے ساتھ زاویہ ارتفاع معلوم ہوسکتا ہے۔ اسلئے کہ پہلی صورت مین اب سایہ قوس یا زاویہ ارتفاع کا مماس التمام ہے۔ اس کو ظل ثانی کہتے ہین دوسری صورت مین اب سایہ قوس یا زاویہ ارتفاع کا مماس ہے۔ اسکو ظل اول کہتے ہین۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ظل اول مماس کو اور ظل ثانی مماس التمام کو کہتے ہین۔

خط شعاعی کا وہ حصہ جو مقیاس کے سر اور منتہائے ظل سے محدود ہے اسکو قطر ظل کہتے ہین۔ ظل اول کے قطر کو اصطلاح علم مثلث مین قاطع اور ظل ثانی کے قطر کو قاطع التمام کہتے ہین۔ علامت مماس کی مس ہے اور علامت مماس التمام کی مم قاطع کی علامت قط اور قاطع التمام کی قطم۔ ظل اول کی علامت ظا اور ظل ثانی کی ظم ہے۔ اب ہم ایک ایسی شکل بناتے ہین جس سے تمام اصطلاحین جو اس وقت تک بنائی گئی ہین بیک نظر دیکھنے سے معلوم ہو جائین۔

دائرہ ب ے ل م جسکا مرکز نقطہ ہ ہے چار حصون پر منقسم ہے خط ب ہ ل اور خط ے ہ م دو قطر دائرہ کے ہین جو نقطہ ہ پر
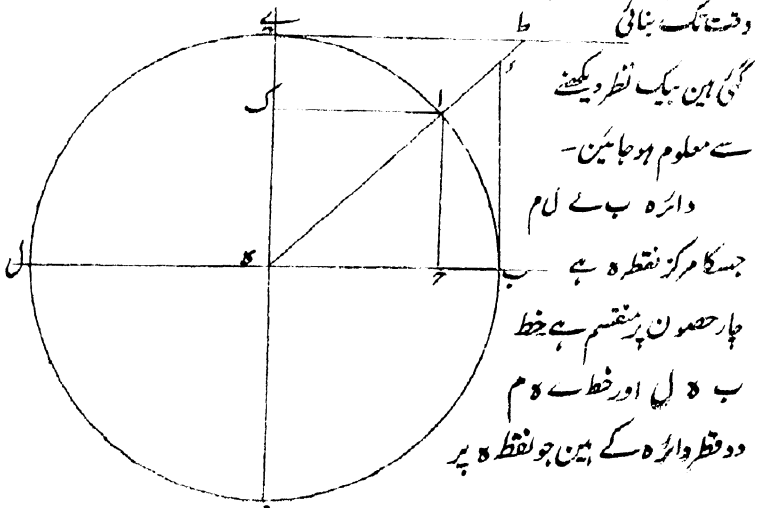
ایک دوسرے کو قطع کر کے دائرہ کو چار برابر حصون پر تقسیم کر دیتے ہین ان چار حصون سے ایک یعنی ب ہ سے تمہارا ربع مجیب ہے۔

اس ربع مجیب مین اب قوس زیر بحث ہے جسکے سامنے مرکز پہ زاویہ ا ہ ب پیدا ہوتا ہے۔ قوس اب کا تمام قوس ا ئ ہے اور زاویہ ا ہ ب کا تمام زاویہ ا ہ ے ہے۔ ا ح جیب۔ ا ک جیب التمام۔ ب ح جیب معکوس۔ ک ے جیب معکوس التمام۔ د ب مماس یا ظل اول۔ ط ے مماس التمام یا ظل ثانی۔ د ہ قاطع یا قطر ظل اول۔ ط ہ قاطع التمام یا قطر ظل ثانی قوس زیر بحث یا زاویہ مقابلہ کے ہین۔

جیب اور جیب التمام۔ جیب معکوس اور جیب معکوس التمام کے معلوم کرنے مین کوئی دشواری نہین ہے کیونکہ وہ ربع مجیب کے اندر واقع ہین۔ البتہ ظل اور قطر کے معلوم کرنے مین کچھ دشواری ہے اسکو حساب سے معلوم کرتے ہین کیونکہ

جیب : جیب التمام :: ظل : نصف قطر

لیکن ہمنے سہولت کے لئے ربع مین ایک اور قوس ربع دائرہ کے اندر کھینچ دی ہے۔ اس طرح کہ اُسکے دونون سرے نقطہ ے اور ب پر منطبق ہین اور مرکز اس قوس کا مرکز ہ کے مقابل ہے چونکہ یہ مرکز ربع مجیب پر موجود نہین اور مرکز ربع کو قطب کہتے ہین اس لئے ہم اس مرکز کو قطب خفی کہین گے اور بمقابلہ اُسکے جو مرکز ربع مین موجود ہے اُسکو قطب ظاہر کہین گے۔

پس جب کسی زاویہ کا ظل معلوم کرنا ہو اُسکو قوس معکوس پر لیکے جیب التمام یا ستینی پر ظل معلوم کر لو مگر اس طرح بھی صرف ۴۵ درجہ تک ظل معلوم ہو سکتا ہے۔ ۴۵ درجہ سے زیادہ کا ظل سلمی سے لیتے ہین۔

ظل سلمی فرض کرو کہ قوس اب ۴۵ درجہ سے بڑی ہے اس صورت مین ظل طب نصف قطر ربع سے بڑا ہو پس اس کے معلوم کرنے کیلئے نقطہ د کو دریافت کرو یعنے وہ نقطہ جس پر

سے قطر ظل خط د ح موازی و مساوی نصف قطر پر گذرتا ہے۔ پس نصف قطر کے مربع کو د ح پر تقسیم کرو حاصل ظل مطلوب ہے۔
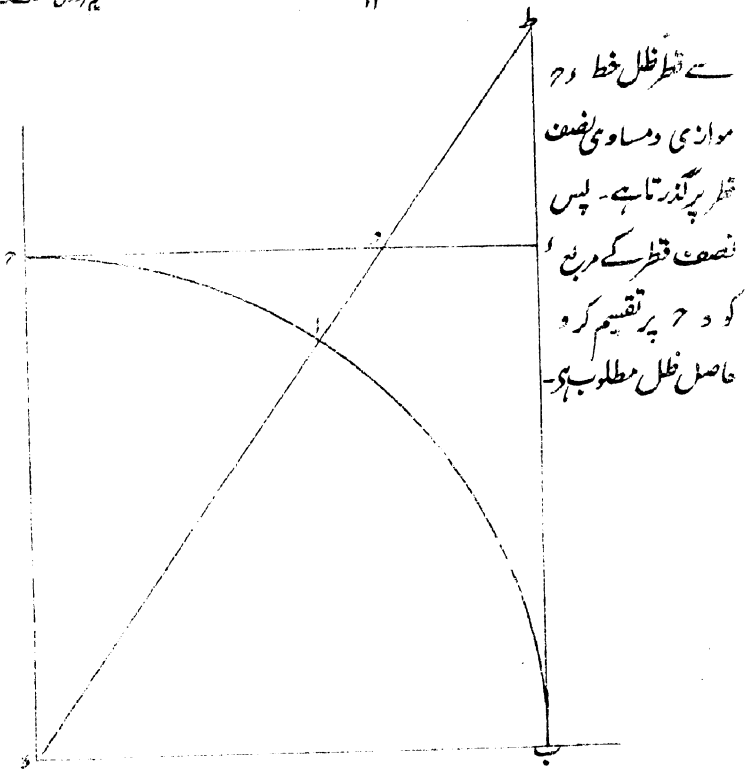
ط ب : ب ھ = ھ ح : ح د لہذا $\frac{ب ھ \times ھ ح}{ح د}$ = ط ب یعنی ب ھ کا مربع [illegible] تقسیم کیا [illegible] برابر ظل مطلوب کے ہے یا اس طرح کہ تمام زاویہ جو ۴۵ درجے سے کم ہے اس کا ظل دریافت کرکے نصف قطر کے مربع کو اس پر تقسیم کرو حاصل ظل مطلوب ہے۔

حاصل اس قاعدہ کا یہ ہے کہ اگر نصف قطر کو واحد فرض کریں تو ظل اول کا مکافی ظل ثانی اور ظل ثانی کا مکافی ظل اول ہوتا ہے۔

اگر واحد کو کسی عدد سے تقسیم کریں تو خارج قسمت کو عدد مذکور کا مکافی کہتے ہیں جیسے مثلاً ۱۰۰ کا مکافی $\frac{1}{100}$ دس کا مکافی $\frac{1}{10}$ وقس علیٰ ہذا جس قدر کوئی عدد بڑا ہو اسی نسبت سے اس کا مکافی چھوٹا ہوگا ظل اول اور ظل ثانی میں مکافات ہے۔

اگر نصف قطر کو واحد نہ فرض کریں بلکہ ۲۰ یا ۱۲ یا ۷ فرض کریں تو ظل ثانی کے لیے نصف قطر کے مربع کو ظل ثانی پر تقسیم کرنا ہوگا۔

سایہ کی پیمائش ظل کی پیمائش کے لئے تین پیمانہ مقرر ہین ایک ظل ستینی یعنے مقیاس کو ساٹھ حصون پر تقسیم کرین اور ہر حصہ کو جز کہین اور پھر ہر جز کو ساٹھ حصون پر تقسیم کرکے دقیقہ کہین اس صورت مین مقیاس کے دقائق کی تعداد ۳۶۰۰ ہوئی۔ یا مقیاس کو ۱۲ حصون پر تقسیم کرکے ہر ایک حصہ کو ۶۰ پر تقسیم کرین اس صورت مین دقائق کی تعداد ۷۲۰ ہوئی یا مقیاس کو ۷ پر تقسیم کرکے ہر حصہ ۶۰ پر تقسیم کرین تو دقائق کی تعداد ۴۲۰ ہوئی
جب ۶۰ پر تقسیم کئے ہوے مقیاس سے سایہ کو ناپین تو سایہ کو ظل ستینی کہتے ہین اور جب ۱۲ پر تقسیم کئے ہوئے سے ناپین تو ظل اصابع اور جب ۷ کے پیمانہ سے ناپین تو ظل اقدام کہتے ہین۔

ظل ستینی اعمال علم ہیئت مین عموماً اور ظل اصابع اعمال کسوف و خسوف مین خصوصاً اور ظل اقدام اوقات صلوٰۃ وغیرہ کے لئے مستعمل ہے اور تم سمجھے ہو کہ ان سب کا ایک ہی ہے۔

قدیم جدولین جیوب و اظلال کی ۶۰ کے پیمانہ پر ہین۔ اور انگریزی جدولون کا مقیاس واحد مانا گیا ہے اور پھر اس مقیاس کو دس اور سو اور ہزار وغیرہ پر تقسیم کیا ہے اس مقیاس سے جو جیوب اور اظلال اور اقطار اور سہام اور وتار لئے گئے ان کے مقیاس کو طبیعی کہتے ہین۔ مقیاس طبیعی سے مقیاس ستینی مین تحویل کرنے کیلئے صحاح کو مرفوع اور کسرون کو ساٹھ مین ضرب دینے سے جو حاصل ہو اسکو درجہ اور پھر جو کسرین بچین انکو ۶۰ مین ضرب دینے سے جو حاصل ہو انکو دقائق وغیرہ کہتے ہین مثلاً ۶۶ درجہ ۳۰ دقیقہ۔ کا ظل مقیاس طبیعی سے ۲۵ ۸۴ ۹۹ ۲ ر ۲ ہے۔
پس دو عدد صحیح دو مرفوع یعنے ۱۲۰ درجہ ستینی ہے اور ۲۹۹۸۴۲۵ ر
۱۶ر۹۹۰۵۵۰ درجہ

۹۹۰۵۵ر ۲۴۳۳ر ۹۸ر ۸ر
۶۰ ۶۰ ۶۰ ۶۰

۳۰۰ ۵۹٫۴۴ دقیقہ ۹۰۰ ۲۵ ثانیہ ۸۰ ۵۸ ثالثہ ۰ ۴۸ رابعہ

پس مجموعہ اجزاے ستینی ۱۵۹ ۲۵ ۵۸ ۴۸ ہوے

قدیم براہمہ ہند کا طریقہ جیوب کے ناپنے کا یہ ہے کہ وہ نصف قطر کے برابر قوس لیکے اسکو واحد فرض کرتے ہین اور اسی پر ہر زاویہ کی جیب کا حساب کرتے ہین ۔ نصف قطر کی مقدار اس پیمانہ سے ۵۷ درجہ ۱۷ دقیقہ ۴۴ ثانیہ ۴۸ ثالثہ ہے مگر اُن لوگون نے ۴۴ ثانیہ کو ایک پورا دقیقہ مان کے نصف قطر کو ۳۴۳۸ قہ لے لیا ہے ۔ اسکو مقیاس محیطی کہتے ہین ۔

اجزاے قطری سے محیط ۳۷۶ درجہ ۵۹ دقیقہ ۲۷ ثانیہ ہے ۳۶۰ پر تقسیم کرنے سے ۱ درجہ ۲ دقیقہ ۴۹ ثانیہ ۵۴ رابعہ ہوتی ہے ۔ یہ پیمانہ قطری ہے ۔ پیمانہ قطری سے مقدار نصف قطر کی ۳۶۰۰ دقیقہ ہوئی ۔

ہمارے ربع مجیب پر درجات قطری اور محیطی دونون بنے ہوئے ہین ۔

ربع مجیب سے ظل کے معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ خیط کو درجہ ارتفاع پر رکھین اول قوس سے اور آخر قوس سے جی وہی ارتفاع لین اور منکوس مین ہوتے ہوے خیط کی طرف چلین اور جہان پر جدول اور خیط کا تقاطع ہو وہان مری کو رکھین پھر خیط کو اٹھا کے ستینی پر رکھین اول ستینی سے مری تک ظل ستینی ہے ۔
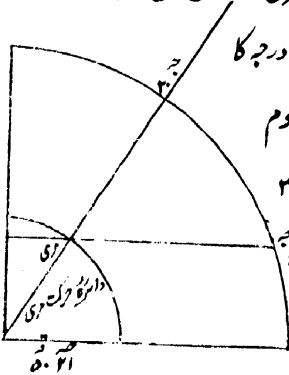
اسی مقام سے یہ بھی قاعدہ پیدا ہوا کہ اگر ۷۰ درجہ کا ظل مطلوب ہوتا تو پہلے ۲۰ درجہ کا ظل معلوم کرتے یعنی ظل مستوی ۲۰ درجہ کا اور ۳۶۰۰ کو اس مقدار پر تقسیم کرتے تو ظل ۷۰ درجہ کا معلوم ہوجاتا مثلاً ۱۶۴ درجہ ۵۰ دقیقہ فہو المطلوب ۔

جب ارتفاع ۴۵ درجہ سے زیادہ ہو خیط کو اُسی ارتفاع پر رکھکے آخر قوس سے در ایک مقیاس ظل کا فرض کرے
مثلاً ۳۰ یا ۱۵ یا ۱۲ یا ۱۰ یا ۶ (یعنی کوئی جزو صحیح ۶۰ کا) اور مقیاس کو
ستینی پر لیکے مبسوط مین خیط کی طرف چلے اور مقام تقاطع سے منکوس مین ہوکے
جیب التمام پر آئے - اول جیب التمام سے جزو ظل حاصل ہوگا اسکو مخرج مین اُس
مقیاس کے ضرب کرے یعنی اگر ۳۰ لیا تھا تو دو چند اور اگر ۱۵ تو چہار چند اور اگر ۱۲
تو پانچ گنا وقس علی ہذا -

قطر ظل - مربع نصف قطر اور مربع ظل کے مجموعہ کا جذر قطر ظل ہے - یا اسطرح کہ
نصف قطر کو ظل مین ضرب دیکے جیب پر تقسیم کرین خارج قسمت قطر ظل ہے - کیونکہ -
د ح : د ہ = اب : اہ پس د ح × اہ / اب = د ہ د ہ قطر ظل ہے فہو المطلوب

ظل سے ارتفاع کے معلوم کرنے کا قاعدہ یعنی
عکس عمل سابق - چاہیے کہ بمقدار قامت مقیاس کو اول
ستینی سے لین مبسوط مین در آئین - اور مقدار ظل معلوم
کو اول جیب التمام سے لین اور منکوس مین در آئین جہان
دونون خیط تقاطع کرتے ہین وہان خیط کو رکھین پھر دیکھین
کہ خیط کس درجہ قوس پر پڑتا ہے اول قوس سے اُس درجہ تک ارتفاع ظل مستوی ہے
اور آخر قوس سے اُس درجہ تک ارتفاع ظل معکوس ہے کہ مقیاس اُسکا اصابع یا اقدام
ہے - ستینی اور جب جدول ظل تا مقیاس سے تقاطع نہ کرے یعنی ظل کے اجزا
بہت سے ہون تو نصف ظل اور نصف قامت یا ثلث ظل اور ثلث قامت سے
یا جس جز کے ساتھ ممکن ہو اجزار قوس معلوم کرین -

ظل ستینی کو پانچ پر تقسیم کرنے سے ظل اصابع ہو جاتا ہے -

ارتفاع نصف النہار کہ اسکو غایت ارتفاع بھی کہتے ہین - دوپہر کے قریب ارتفاع کے

مفید عام پریس واقع اراوت نگر متصل ڈالیگنج لکھنؤ مین باہتمام محمد علی طبع ہوا۔

جا ایست جہان نمائے ہر صفحہ درین

۱۳۲۷ھ

الناظر

نمبر ۹	یکم مارچ ۱۹۱۰ء	قیمت سالانہ عہ/

فہرست مضامین

صفحہ

مضمون	مصنف	صفحہ
بکرا دیتہ یا بکرا جیت یا بکرم اعظم (نمبر ۲)	منشی دیانت حسین صدیقی	۱
غزل	آغا کمال الدین شیخ طہرانی	۹
الکلام مولفۂ مولانا شبلی پر تنقیدی نظر (نمبر ۱)	ایک طالب علم	۱۰
غزل	سید علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی	۳۲
فغان بسمل (نظم)	مسٹر عبد الحکیم بسمل	۳۳
مقدس گنگا	مسٹر محمد عمر جاذب	۳۴
گل و بلبل (نظم)	ملک محمد محی الدین احمد قمر	۴۰
لیڈیز کانفرنس کی ضرورت	سید امین الحسن رضوی	۴۱
غیبت و اعتراض	بیگم صفدر علی	۴۵
نظرے خوش گذرے	اڈیٹر	۴۸
ربع مجیب	پروفیسر مرزا محمد ہادی بی اے	۱۷/۲۴

اڈیٹران

وصی الحسن علوی بی اے ایل ایل بی ظفر الملک علوی

پروپرائٹر (مالک) جناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالۂ الناظر - فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

فی پرچہ ۴/

فرمایش کے وقت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

الناظر

نمبر ۹ یکم مارچ ۱۹۱۰ء

سلسلہ کے لئے "الناظر" بابت ماہ نومبر ۱۹۰۹ع ملاحظہ طلب ہے

بکرمادیتہ یا بکرماجیت یا بکرم اعظم

نمبر ۲

اب ہم ان طولانی مباحث سے قطع نظر کرتے ہین اور آٹھ بکرماجیت مین سے بکرماجیت اعظم اُسی کو قرار دیتے ہین۔ جو سب سے پہلے ہوگذرا ہے۔ بقیہ سات اُس کے بعد مختلف زمانون مین ہندوستان کے مختلف حصون پر حکمران ہوتے گئے! جن مین بکرم اعظم کے سے اوصاف حمیدہ ہون یا نہ ہون مگر فخر و مباحات کے لئے یا یمن و برکت کے خیال سے۔ خود اُنھون نے اس نام و لقب کو اختیار کیا یا اُن کے خوشامدیون نے اُن کو ایسا مشہور کر دیا۔

معذرت ۔ یہان پر یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بکرم اعظم کی کوئی مستقل سوانح عمری موجود نہ ہونے کی وجہ سے مجھکو اس مضمون کی ترتیب مین مختلف ماخذون کیطرف رجوع کرنا پڑا ہے مثلاً: ہندی فارسی اور انگریزی تاریخین ۔ قصے کہانیان زبانی افسانے سُنی سنائی روایتین ۔ ضرب المثلین وغیرہ ۔۔ اور اسطرح بہت سی سڑی گلی گھاس پھوس کو اکٹھا کر کے یہ مختصر سی جھونپڑی طیار کی گئی ہے پس اگر کسی قسم کی فروگذاشت

یا کوئی زیادتی مبصرین کامل الفن کی نظر کیمیا اثر مین بدنما معلوم ہو تو خاکسار کی ہیچمدانی اور کم بضاعتی پر نظر فرما کر اُس عیب سے چشم پوشی فرما دین - العذر عند الکرام الناس مقبولٌ -

بکرم اعظم کا حسب نسب - بکرماجیت اعظم پرمرا خاندان سے تھا جس کو مختصراً اب پوار کہتے ہین۔ اس نسل کے راجے ہندوستان کے بہت سے ملکون پر حکمرانی کرتے تھے - چنانچہ دکن مین نربدا کے پار تک ان کی سلطنتین پھیلی ہوئی تھین - پچھم مین سندھ دریا اُن کے ملکون کی سرحد تھا اور جو جو ملک اور صوبے اِن حدود کے اندر واقع تھے - اُن مین سے اکثر ان راجاؤن کے زیر فرمان تھے -

پرمرا کی اصل حقیقت - عیسوی صدی سے تقریباً دو یا تین سو برس پیشتر قریب قریب سارا ہندوستان اقوام تاتار سے بھر گیا تھا - اور راجپوتون کی نسلین صرف بگڑ ہی گئی تھین - بلکہ تقریباً نیست و نابود ہو گئی تھین - چونکہ یہ قومین بودھ مذہب رکھتی تھین - جو برہمنون کے قدیم مذہب کے سراسر خلاف تھا اسلئے اِن زبردست دشمنون سے لڑنے کے لئے برہمنون نے **بید** کی رُسّیت* کے مطابق چھتریون کے چار مورثان اعلیٰ کو آگ سے پیدا کیا - جن سے اس شجاع قوم کے چار نئے خاندان قائم ہوئے اور ان کی نسلین آناً فاناً تمامی ہندوستان مین پھیل گئین - ان چارون کی اولاد **اگنی کل** کہلائی اور ان کے نام یہ ہین **پرمرا چوہان** - **سُلنکی - پریہار** - چارون اگنی کل والون مین پرمرا والے بڑے ذی اختیار ہوئے اسی خاندان مین بکرم اعظم تھا -

بکرم اعظم کا باپ - بکرم اعظم کے باپ کا نام گندھرپ سین تھا - وہ راجہ باہو بل کا وزیر تھا - جو اُجین سے دور ایک خوش فضا میدان اور جنگل مین ایک عالی شان محل بنا کر اُسی مین

* اس موقع پر بید کی جو جو رسمین برتی گئین - اُن کی تفصیل باعث طوالت ہے اور درایتہً تاریخی حیثیت سے ساقط الاعتبار ہین - مارشمین صاحب نے اپنی ہسٹری آف انڈیا مین ان رسمون کو خوب مفصل لکھا ہے - مگر ہم نے فضول سمجھکر قلم انداز کر دیا -

بڑے عیش وعشرت کے ساتھ خوش گذرانی کرتا تھا اور اُسی کو راجدھانی مقرر کیا تھا۔

گندھرپ سین اور امباوتی۔ ایک مدت تک گندھرپ سین وزارت کے خطیر کام کو بڑی دانشمندی اور ہوشیاری سے انجام دیتا رہا لیکن اتفاقاً اس سے ایک ایسی حرکت سرزد ہوئی جس سے راجہ کو اُس کی نسبت بدگمانی پیدا ہوگئی۔ اور وہ بدگمانی اُس سادہ دل آقا کی کمال ناراضی کا باعث ہوئی اور نتیجہ اس رنجش کا یہ ہوا کہ معتوب گندھرپ سین کو اپنے وطن مالوف اوجین کو خیرباد کہنا پڑا۔

جلاوطن گندھرپ سین اپنے آبائی مسکن (اُجین) سے نکلتے ہی سیدھا امباوتی نگر چلا گیا بخت بلند نے مساعدت کی اور وہاں پہونچکر تھوڑے ہی دلون مین اُس نے اپنے زوربازو اور عقل تدبیر سے ایک مستقل حکومت قائم کر لی۔

امباوتی ہی مین اُس نے چار ون برن (برہمن۔ چھتری۔ بیش۔ شُدر) کی چار عورتون سے شادیان کین اور چارون سے چھ بیٹے پیدا ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

برہمنی سے ایک لڑکا ہوا اُس کا نام برہمنت تھا۔

چھترنی سے تین بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہین:۔ ہرسنگھ [1] بکرم [2] اور بھرتھری [3]

بیشانی سے جو لڑکا ہوا اُس کا نام چندر رکھا تھا۔ اور شدری کے بیٹے کا نام دھنونتر تھا۔

غریب الوطن گندھرپ سین چند روز تک امباوتی مین حکومت کرنے کے بعد معہ اہل وعیال اوجین کو واپس آگیا اور وہین راج کرنے لگا۔ ذی اختیار و صاحب قدرت باہوبل نے باوجود پہلی مخاصمت کے اس وقت کچھ تعرض نہ کیا۔ اس کی کیا وجہ؟ یہہ ایک ایسا سوال ہے۔ جس کا جواب شافی موجودہ تاریخی یادداشتین نہین دے سکتین ناچار قیاس و گمان کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

قرینہ یہ ہے کہ باہوبل کو ضعیف العمری اور لاولدی کے باعث سلطنت کی طرف سے استغناء اور بے پروائی تھی۔ اور اسکی نیکدلی۔ بے نفسی۔ بے غرضی اور صلح

جوئی سے نے اس گذشتنی و گذاشتنی جاہ و ثروت کے لئے کسی قسم کا جھگڑا یا تکرار کرنا پسند نہ کیا۔

اُجین ۔ اُجین کا پرانا نام **اونتیا** تھا اور ابتدا سے سورج بنسیوں کے قبضے مین چلا آتا تھا۔ لیکن بکرم اعظم سے تقریباً ڈھائی تین سو برس بیشتر۔ وہ مگدھ کے بودھ راجاؤن کا ایک ماتحت صوبہ بن گیا۔ چنانچہ پاٹلی پتر کے موریہ خاندان کا چشم و چراغ آشوک اعظم۔ پہلے اسی صوبے کا گورنر تھا۔ ہنگام قیام مین اُس نے ایک سیٹھ کی لڑکی سے شادی کر لی۔ جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی دو اولادین پیدا ہوئین۔ بیٹے کا نام مہیندر را اور بیٹی کا نام سنگھ مِتا یا سُمِترا تھا۔ دونون بھائی بہن تارک الدنیا ہو کر فقیر ہو گئے۔

موریہ خاندان کی تباہی کے بعد پاٹلی پتر کی راجگدی پر سُنگا اور کنوان (غالباً سُنگ اور کنو) دو گھرانے ۱۵۸ برس تک حکمران رہے۔ مگر رعب داب۔ شان و شوکت رفعت و وسعت وغیرہ۔ جو جو باتین لازمۂ فرمانروائی ہین سب کی سب موریہ گھرانے کے ساتھ ہی رخصت ہو گئین اور اکثر دور و دراز صوبے دائرۂ انقیاد سے باہر نکل گئے۔ انھین آزادی طلب صوبون مین اُجین بھی تھا (غالباً یہ واقعہ بکرم سے کچھ کم و بیش سَو برس پہلے کا ہے)۔

مندرجۂ بالا دو گھرانون کے پیچھے اندھرا (اندھر) خاندان مگدھ پر مسلط ہوا اور ۴۵۶ سال تک بڑی شان و شوکت سے فرمانروائی کرتا رہا۔ یہ خاندان دکن مین ایک بڑی سلطنت پر پہلے سے قابض تھا۔ چونکہ کرشنا اور نربدا کے دوآبہ مین واقع تھی۔ مگدھ پر قبضہ پانے سے وہ دو دو عظیم الشان سلطنتون کا مالک ہو گیا لیکن جب زوال آیا تو ۳۰ ہی برس مین دونون تتر بتر اور تہس نہس ہو گئین۔ اُس کے کُل ماتحت صوبے خود مختار ہو گئے۔ بلکہ خاص دارالخلافۃ کے علاقے بھی قبضے سے نکل گئے۔ لکھا ہے کہ اس ہر بونگ مین برہمن اور چھتری سے لیکر۔ دھانگڑ اور مُسہر تک اور سپہ سالار اور صوبہ دار سے لیکر سوٹیا اور خدمتگار تک ہر متنفس ملک کا ایک ایک حصہ دبا بیٹھا اور کوس لمن الملکی بجانے لگا۔

اُجین نے تو پہلے ہی انقلاب مین بند اطاعت سے آزادی حاصل کر کے اپنے بال و پر درست کر لئے تھے۔ اس مدت دراز مین اُس کو گذشتہ مافات کی تلافی کا خاطر خواہ موقع مل گیا۔ جس وقت یہان مگدھ کی راجگدی پر اندھرا خاندان براجمان تھا وہان تخت اُجین پر بکرم اعظم کی اولاد جلوہ افروز تھی۔

اُجین کو آزادی تو مل گئی۔ مگر اسپر بھی مدتون تک اس کو پائے تخت ہونے کا شرف حاصل نہ ہوا۔ چنانچہ جیساکہ اوپر کی سطرون مین لکھا گیا راجہ باہوبل اپنی شاہی بود و باش اور شاہی کاروبار کے لئے۔ اُجین سے دور۔ ایک نہایت ہی دلچسپ جگہ مین علٰحدہ ایک عالی شان محل سرا رکھتا تھا جو عمدہ عمدہ سامان آرایش اور اعلیٰ اعلیٰ لوازمات زیبایش سے سجا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعزاز اس شہر کو گندھرپ سین ہی نے بخشا۔

گندھرپ سین کی وفات امر سنگھ کی گدی اور تخت نشینی الغرض گندھرپ سین امباوتی سے واپس آکر اُجین مین حکمرانی کرنے لگا مگر اجل نے زیادہ عرصہ تک اُسے کامرانی اور فائز المرامی کا لطف نہ اُٹھانے دیا اور تھوڑے ہی زمانہ کے بعد وہ راہی مُلک بقا ہوا۔

اس کے بعد امر سنگھ (جو چھتری کے تین لڑکون مین سب سے بڑا تھا) باپ کا جانشین ہوا اور اپنے سوتیلے بھائی برہمنت کو (جو برہمنی کے بطن سے تھا) دیوان مقرر کیا۔ لیکن تھوڑے دنون کے بعد وہ بداطوار کسی بے اعتدالی کے پاداش مین اس معزز عہدے سے برطرف کیا گیا۔ چونکہ اسکو بھی امر سنگھ کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ تھا۔ بلکہ مان کی طرف سے نسباً اُسے ایک گونہ برتری حاصل تھی اس لئے اس بے توقیری کے ساتھ اُجین مین ٹھہرنا پسند نکیا اور دھکل دھارانگر کو چلا گیا۔ جو اُجین کے ہمسرحد راج کی راجدھانی تھا۔

دھارانگر کے راجہ نے برہمنت کی بڑی عزت و توقیر کی اور اپنا خاص مصاحب بنا لیا لیکن ؎ خوے بد در طبیعتے کہ نشست ✤ نرود جز بوقت مرگ از دست ✤ بدسرشت اور

بدخصلت برہمنت نے اس مسافر پروری اور مہمان نوازی کی قدر نہ کی بلکہ بڑی سفاکی اور بے رحمی سے اُس غریب نواز راجہ کو قتل کر ڈالا اور محسن کشی کا بدنما راج تلک جبین جاہل پر دے کر خود راجہ بن بیٹھا۔

ایسے بدکرداروں کی گذر کہاں؟ آخر اپنے کئے تلون کی بدولت اس کو وہان سے بھی نکلنا پڑا اور اُجین مین واپس آکر بصد ناکامی واصل جہنم ہوا۔

دھارا نگر بھی اجین مین شامل ہوگیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مقتول راجہ کا کوئی جانشین نہ تھا اور اسی وجہ سے برہمنت کے بھاگ آنے پر دھارا نگر کا تخت خالی پڑا ہوا تھا۔ امر سنگھ نے موقع وقت سے کام لیا اور اس راج کو بھی دخل کرکے اپنی قلمرو مین شامل کر لیا۔

امر سنگھ کا قتل اور بکرم کی گدی نشینی۔ گو امر سنگھ کو اپنے باپ کا بڑا بیٹا ہونے کے سبب سے تخت و تاج مل گیا تھا۔ مگر قیاساً یہ دریافت ہوتا ہے کہ عموماً جملہ ارکین دولت اور خصوصاً برہمن لوگ اُس سے دل مین ناراض تھے اور ہر دلعزیز بکرم ہی کی گدی نشینی سب کو منظور تھی۔ رنجش کی وجہ کیا تھی؟ یہ ٹھیک ٹھیک نہین معلوم۔ مگر واقعات سے اتنا مفہوم ہوتا ہے کہ امر سنگھ آزاد خیال آدمی تھا۔ اور اکثر اوقات اُس سے ایسی ایسی حرکتین سرزد ہوا کرتی تھین۔ جو قدامت پرستون کی آنکھون مین بدنما نظر آتی تھین۔ بلکہ بعض دفعہ اُس کی بے اعتدالیون سے ان کو صدمۂ دلی ہوتا تھا * نتیجہ اس بے اعتدالی کا امر سنگھ کے حق مین اچھا نہ ہوا اور وہ لوگ اسکو بے تاج و نگین کرنے۔ بلکہ اس کی جان لینے کے درپے ہوگئے۔ اور اگرچہ اس

---

* جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ جب برہمن لوگ امر سنگھ کو بکرم کے قتل پر آمادہ کرکر جنگل مین لے گئے تو امر سنگھ نے اُس مٹی کے مہادیو پر پیشاب کر دیا جس کو بکرم نے ابھی پوجا تھا۔ یہ نازیبا حرکت اُس کے ہمراہیون کو سخت ناگوار گذری اور اُنھون نے اُس کو ٹوکا بھی۔ لیکن اُس نے آئین بائین شائین جواب دے دیا۔ ۱۲

بدگمانی کا کوئی پکا ثبوت نہین ہے - لیکن قیاس یہ ہے کہ اس ناجائز منصوبے مین بکرم سے بھی مشورے لئے گئے اور اسکو اپنی گدی نشینی اور امر سنگھ کے قتل پر راضی کیا گیا -

بکرم ان دنون عین شباب مین تھا - علاوہ ڈنڑ - مگدر - کشتی اور دیگر فنون سپاہگری کے (جو راجپوتون کی بہترین قومی خصوصیات مین داخل ہین) اس کو ریاضت اور تپسیا کا بھی بدرجۂ غایت شوق تھا - ہمیشہ صبح کو اٹھکر اکھاڑا کرتا - اشنان کرتا - پوجا پاٹ کرتا - اور پھر دھیان گیان مین مصروف رہتا یہی اُسکا روزمرہ تھا -

ناسخ التواریخ مین لکھا ہے کہ بکرم ایام جوانی اور عالم شباب مین درویشانہ اور زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا ہندوستان کے تمام تیرتھون کی زیارت کرتا پھرتا تھا اور ہر جگہ جوگیون - سناسیون اور تپسیون کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا اور اپنے مذہب کے مطابق مشکل مشکل ریاضتین اور بڑی بڑی تپسیائین کھینچتا تھا -

الغرض جب سب معاملہ ٹھیک ٹھاک ہوگیا تو برہمنون نے ایک روز دربار مین حاضر ہوکر راجہ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی بڑے تصنع سے نہایت ہی پُر درد اور ہمدردی کے لہجے مین عرض کیا کہ پربھوی ناتھ ! بڑے سوگ کی بات ہے کہ آپ کا ناش کرنے والا جنم لے چکا سادھان رہنا اچت ہے جب راجہ نے اُن کی پیشین گوئی پر مطلق توجہ نہ کی - تو ہاتھ جوڑ کر پھر کہا کہ ایک بات اور ہے جس کو کہتے ہوے ہم لوگ ڈرتے ہین اگر جیودان بر ملے تو عرض کرین - اجازت ملنے پر عرض کیا کہ شاستر کے بچار سے ایسا جان پڑتا ہے کہ بکرم امر سنگھ کو مار کر راج کریگا -

پھر یہ حضرات برہمن امر سنگھ کو بکرم کے قتل پر آمادہ کرکے جنگل مین لے گئے اور وہان الٹی گنگا بہائی یعنی امر سنگھ ہی کو بکرم سے قتل کروا دیا * اور جیسا کہ اُن کا دلی مقصد تھا - بکرم کو تخت نشین کراکر اُس کے زیر سایہ بڑی کامرانی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے - اور بکرم

* جو صورت قتل کی لکھی ہے وہ محض ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے اس لئے اُس کی تفصیل قلم انداز کردی گئی ۱۲

کبھی تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوکر ہمیشہ ان محسنون کا شکر گذار رہا بلکہ اپنی دلی شکر گذاری کو حمایت مذہب اور احیاء رسومات قدیم کے ذریعہ سے ہر موقع پر عملی طور سے ثابت کرتا رہا سب اراکین دولت اور ماتحتین اس خبر سے نہایت خوش ہوے اطراف و جوانب سے مبارکبادین موصول ہونے لگین امر سنگھ کی جیٹھ رانی اُس کی لاش کے ساتھ ستی ہوئی فاعتبروا یا اولی الابصار

فتح دہلی و کشمیر - مہابھارتھ کی جنگ خونریز کے بعد تقریباً ساڑھے تین ہزار برس تک اندرپرست یا دہلی کے تخت پر مہاراجہ پریچھت کی ۲۷ پشتین حکمران رہین مگر اٹھائیسوین راجہ کھیم راج کو اس کے وزیر نے قتل کرکے راج گدی پر خود قبضہ کر لیا اس غاصب خاندان کی بربادی کے بعد دو اور خاندان یکے بعد دیگرے راج کرتے گئے اور تینون گھرانے کے کل ۸۲ راجے برسر حکومت رہے ۸۲ وان راجہ بکرم کا ہمعصر تھا اور اسکا نام راج پال تھا- راج پال پر کماون کے راجہ سکھونت نے بڑے زور شور سے حملہ کیا اور اُس کو مار کر دہلی کی پرانی سلطنت پر قبضہ کر لیا-

بکرم اعظم کو جب یہ خبر لگی تو ایک فوج جرار لے کر اُس پر دھاوا کر دیا اور ایک گھسان لڑائی کے بعد اس پہاڑی لٹیرے پر فتح نمایان حاصل کی اور اس کو شکست فاش دیکر دلی سے نکال باہر کیا-

اس مردانہ فتح و فیروزی کے بعد بکرم اعظم نے پانڈون کی قدیم اور آبائی سلطنت اندرپرست کو اپنی قلمرو مین شامل کر لیا-

بکرم نے دلی کے سوا اور اور ملکون کو بھی زیر نگین کیا- یہان تک کہ اسکی فتوحات کشمیر تک پھیل گئین لیکن ان فتوحات کی تفصیل نہین ملی-

بمن اور جاٹ اور دیگر تاتاری قومین تاتاری قومون کے تفصیلی حالات کی اس مختصر مین گنجایش نہین اگر فرصت ملی تو اس خصوص مین ایک علیحدہ مضمون نذر ناظرین کیا جائے گا- مختصر یہ کہ ہندوستان ہمیشہ سے ان غارتگرون کی جولانگاہ بنا رہا مشرق شمال

شمال و مغرب اور مغرب کا کوئی خطہ ان حملہ آوروں کی تاخت و تاراج سے محفوظ نہ رہا۔ ان کی قدیمی خصلت وجبلت انھیں کشان کشان بکرم کی قلمرو میں بھی لے گئی۔ اور انھوں نے اپنے معمولی ہتھکنڈے لوٹ اور تاراج کے وہاں بھی پھیلانے شروع کئے۔ لیکن بہادر بکرم کے مقابلہ میں خوب ہی مُنھ کی کھائی اور اُس نے اُنپر خوب خوب فتحیں پائیں (باقی آیندہ)

دیانت حسین صدیقی

غزل

دلم از درد ہجر گشتہ دو نیم ۔۔۔ چارہ کو جز رضا و جز تسلیم

ہست رخسار و قد و دندانت ۔۔۔ ماہ و سرو سہی و در یتیم

چون تو ھر گز نمی شود پیدا ۔۔۔ مادر روزگار گشتہ عقیم

ہست در خط زوال نعمت حسن ۔۔۔ خوب چہرہ ابہیم باش بہ بیم

چند روز دگر بر آرد سر ۔۔۔ ضیمرانت بزیر زلف چو جیم

مفشان زلف بر رخ سیمین ۔۔۔ تا نگردد برنگ مشکت سیم

زان شراب آر ساقیا کز وے ۔۔۔ زندہ گردد بجسد عظم رمیم

صاف شفاف چون چکیدۂ جان ۔۔۔ نغز و سرشار ھمچو طبع سلیم

خواھم امروز غوطہ در گردم ۔۔۔ در شط می بسان ماہی بسیم

این ہمان آذرین می است کزاد ۔۔۔ گشت گلزار نار ابراھیم

این اثر اندرین شراب بود ۔۔۔ کہ نہ در کوثر است و نے تسنیم

ورد نوشان لاابالے را ۔۔۔ در حیزانیست غیر اجر عظیم

سنجر اندر پیالہ مے بیند ۔۔۔ انچہ در طور دیدہ بود کلیم

آغا کمال الدین سنجر طہرانی

الکلام

مولفہ مولانا شبلی پر

تنقیدی نظر

نمبر اوّل

تمہید

فلسفۂ تصنیف وتالیف کا یہ ایک قانون ہے کہ جو اہل قلم کسی ایک خاص فن مین شہرت وکمال حاصل کر لیتا ہے وہ علم کے دوسرے شعبون مین اپنے اُس درجہ اور مرتبہ کو قائم نہین رکھ سکتا سعدی جو اخلاقی نظم کا خدا مانا جاتا ہے جسوقت رزم کا رنگ اختیار کرتا ہے تو ایک بھی حکایت صحیح طور سے نہین منظوم کر سکتا فردوسی اقلیم رزم کا تاجدار ہے مگر بزم کی سرحد مین قدم رکھتے ہی بے بس ہو جاتا ہے امام بخاری جن کے مجموعۂ احادیث کے متعلق تقریباً تمام دنیاے اسلام ہم آہنگ ہے کہ باعتبار صحت کے صرف قرآن اُس سے برتر ہے جب تاریخ کے لئے قلم اُٹھاتے ہین تو بلا تحقیق تمام رطب و یابس واقعات نقل کر دیتے ہین ڈیوڈ ہیوم جو انگلستان مین ایک اعلیٰ درجہ کا فلسفی ہوا ہے تاریخ مرتب کرتے وقت ملکی تعصبات کو اس کثرت سے دخل دیتا ہے کہ اسکو اعتبار و استناد کے رتبہ سے ساقط کرنا پڑا ہے -

اس عقدہ کو حل کرنا اور اس عجیب کلیہ کے علل و اسباب کی تشریح اگرچہ فلسفیانہ حیثیت سے نہایت دلچسپ ہے لیکن چونکہ ہمارے موضوع سے یہ بحث خارج ہے اس لئے ہم اسکو یہان پر نظر انداز کرتے ہین -

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی جنکی ایک تالیف پر ہمکو اس وقت مفصل تنقید کرنا ہے

متذکرۂ بالا اصول کی ایک عمدہ مثال ہین - مولانا موصوف کو تاریخ سے فطری مناسبت و دلچسپی ہے اور اپنی طبیعت کا نہایت صحیح اندازہ کر کے "اُنھون نے ابتداے زمانہ تصنیف سے اپنی تمام تصانیف (۶؟) کا موضوع تاریخ قرار دیا" (علم الکلام : صہ) چنانچہ ابتک اُنکی جسقدر رکتابین شایع ہوئی ہین اُن مین سے بعض تو مشاہیر اسلام کی سوانح عمریان ہین بعض علوم یا ادب کی تاریخین ہین اور بعض کسی شہرت پذیر واقعہ کی تاریخی غلطی ظاہر کرنے کی غرض سے تحریر کی گئی ہین - الغرض وہ سب تاریخ ہی کے متعلق ہین - اگرچہ اس مین شبہہ نہین کہ ان تاریخی تالیفات مین بعض مقامات پر ناکافی شہادت اور ناواقفیت کی مثالین پائی جاتی ہین (جس کا نمونہ شعر العجم اور رسائل شبلی مین متعدد مقامات پر ملتا ہی) لیکن سخت ناانصافی ہوگی اگر مولانا کی عرقریزی و جانکاہی کی داد نہ دیجاے - جس تحقیق و قابلیت کے ساتھ انھون سے اپنی زبان کے سرمایۂ تاریخ مین اضافہ کیا اور جن اَن تھک کوششون اور جانفشانیون کے ساتھ انھون نے اس خدمت کو انجام دیا ان کے لحاظ سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ اپنے دائرۂ عمل مین ایک نہایت وقیع و اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہین اور صحیح طور پر یہ استحقاق رکھتے ہین کہ انکو ہرس مورخون کی صف اول مین اُن کو جگہ دیجاے -

ایک علمی شہسوار کے جولانگاہ کے لئے میدان تاریخ بہت کافی وسعت رکھتا ہے لیکن مذہب کو مخالفون کے نرغہ مین محصور دیکھکر مولانا سے ضبط نہ ہوسکا اور انھون نے بادل ناخواستہ اپنے مقررہ حدود سے نکل کر علم کلام کی سرحد مین قدم رکھا اور عقل و مذہب کی مطابقت پر ایک کتاب مرتب کی - لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس چیز نے ان کی محققانہ وقعت کو سب سے زیادہ صدمہ پہونچایا اور جو اُن کے علمی کارنامون کے چہرہ پر ایک بدنما داغ ہے وہ اُن کی یہی تالیف "الکلام" ہے -

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چند سال ہوے مولانا نے یہ دیکھکر کہ "عباسیون کے[۱]

۱؎ علم کلام صفحہ ۲ -

زمانہ مین اسلام کو جس خطرہ کا سامنا ہوا تھا آج کچھ اُس سے بھی بڑھکر درپیش ہے مغربی علوم گھر گھر پھیل گئے ہین اور ..... مذہبی خیالات مین عموماً بھونچال آگیا ہے۔ نئے تعلیم یافتہ مرعوب ہو گئے ہین اور قدیم علما کبھی عزت کے دریچہ سے سر نکال کر دیکھتے ہین تو مذہب کا افق غبار آلود نظر آتا ہے ایک نئے علم کلام کی ضرورت محسوس کی اور خواہش کی کہ عقل و مذہب مین مطابقت دی جاسے لیکن یہان پہونچکر اُن کو یہ بھی نظر آیا کہ موجودہ مصنفین اسلام نے "یورپ کے ہر قسم کے معتقدات وخیالات کو حق کا معیار قرار دیا ہے اور پھر قران و حدیث کو زبردستی کھینچ تان کر اُن سے ملایا ہے" اس لئے مولانا کو جدید علم کلام کا تمام دفتر (یعنی سرسید احمد خان وغیرہ کی تصانیف کا ذخیرہ) بے سود معلوم ہوا اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے خود اُنھون نے ارادہ کیا کہ علم کلام کے متعلق ایک جدید سلسلہ تالیفات شایع کیا جائے۔

مولانا کی راے مین جدید علم کلام کی ترتیب کے وقت حسب ذیل شرائط کی پابندی ضروری ہے:-

(۱) عقائد کے متعلق قدما کے علم کلام مین ترمیم کی حاجت نہین "کسی شے کی صحت و واقعیت زمانہ کے انقلاب سے نہین بدلتی" اس لئے "جدید علم کلام کے مرتب کرنے والے کا صرف یہ کام ہے کہ ان بزرگون نے جن خزانون کو سر بمہر کر رکھا تھا انکو وقف عام کردے"

(۲) قانونی و اخلاقی مسائل کے متعلق نئے مباحث درج کرنا ہونگے کیونکہ قدیم علم کلام مین ان کا پتہ نہین۔

(۳) طرز بیان و اداے مطالب مین تعقید و پیچیدگی نہ ہو "دلائل و براہین ایسے صاف و سادہ پیرایہ مین بیان کئے جائین جو سریع الفہم ہونے کے ساتھ دل مین اُتر جائین۔

ان شرائط کی بنا پر یہ ضروری تھا کہ نئے علم کلام مین "بزرگون کے مقرر کردہ اصول کا سررشتہ کہین ہاتھ سے نہ جانے پائے" اور اس امر کی تحقیقات بھی لازمی تھی

کہ "ہر عہد مین ائمہ اسلام نے کیا اصول قرار دیئے تھے" چنانچہ مولانا نے اپنے قیام حیدرآباد کے زمانہ مین "علم الکلام" کے عنوان سے ایک کتاب شایع کی جس مین علم کلام کی ابتدا اور اُسکے عہد بہ عہد کی وسعت ترقی و تغیرات کی تاریخ درج ہے اسکے کچہ عرصہ کے بعد مولانا نے ایک دوسری تالیف "الکلام" کے عنوان سے شایع فرمائی جسکا مقصد اس کے سرورق پر ان الفاظ مین بیان کیا گیا ہے :-

"علم کلام جدید جس مین اسلام کے تمام عقائد کو فلسفہ حال کے مقابلہ مین نہایت بسط و خوبی کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے"

منقولہ بالا عبارت اپنا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے محتاج تشریح نہین۔اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مصنف کو حسب ذیل دو امور سے کامل واقفیت رکھنا چاہیئے۔

(۱) عقائد اسلام

(۲) فلسفۂ حال

جو مصنف کہ ان دونون سے کامل واقفیت کے بغیر ان مین مطابقت دینا چاہتا ہو اسکی کوشش کا نتیجہ سوا ے ناکامی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمارے "علامۂ عصر" مین ہر دو شرائط پائے جاتے ہین؟ عقائد اسلام کے متعلق فیصلہ کرنے کا ہمکو کوئی حق نہین لیکن انکی مذہبی خدمات کو دیکھتے ہوے اور اسکو بھی ملحوظ رکھکر کہ وہ شمس العلما کے لقب سے مخاطب کئے جاتے ہین اور اُن کے زیر اہتمام مسلمانان ہند کا بہترین مذہبی دار العلوم ہے ہم یہ تسلیم کئے لیتے ہین کہ وہ عقائد اسلام سے کافی واقفیت رکھتے ہین۔لیکن ہم افسوس مگر کامل وثوق کے ساتھ کہتے ہین کہ دوسری ضروری شرط مولانا مین قطعاً نہین پائی جاتی ہمارے مولانا بھی اس اصول سے ناواقف نہین وہ خود اسکو ایک نہایت لطیف پیرایہ مین ایک دوسرے مقام پر بیان کرتے ہین:[1]-

[1] الندوہ جلد ۵ نمبر ۱۱ صفحہ ۳ -

"ہندوستان مین ایک بھی عالم ایسا نہین ملسکتا جو فلسفۂ حال سے واقف ہو...... ایاز قدر خود بشناس ہم خود سمجھ سکتے ہین کہ ہم فلسفۂ حال کا کہان تک مقابلہ کر سکتے ہین - پہلے فارابی کیطرح فلسفۂ جدید سیکھو. پھر غزالی بنو - فارابی بننے سے پہلے غزالی بننا حماقت ہے"

یہی وہ اہم نکتہ ہے جسکو 'الکلام' کی تالیف کے وقت خود مولانا نظرانداز کر گئے ہین اور اسی ایک فروگذاشت کی وجہ سے وہ چند ظاہر فریب استدلالات اور محرف واقعات کا مجموعہ بن گئی ہے -

الکلام - تصنیف تو درکنار صحیح معنی مین تالیف بھی نہین کہی جا سکتی بلکہ وہ درحقیقت مصر کے ایک اہل قلم فرید وجدی کے خیالات کا اردو زبان مین خلاصہ ہے - ہمارے مولانا چونکہ یورپین زبانون سے ناآشنا ہین - اسلئے اُنھون نے یورپ کے متعلق اپنا تمام سرمایہ معلومات فرید وجدی کے خزانۂ خیالات سے قرض لیا لیکن افسوس یہ ہے کہ مولانا نے انتخاب مین غلطی کی فرید وجدی مذہبی جماعت مین خواہ کسی حیثیت سے علامہ تسلیم کیا جاتا ہو لیکن یورپ و مشرق کے درمیان سفیر ہونے کی حیثیت سے وہ نہایت ناقابل اعتماد و غیر معتبر ہے - اُسنے اپنی تصانیف مین جسقدر تدلیس و تحریف سے کام لیا ہے اسکی پردہ دری کے لئے ایک مستقل رسالہ کی ضرورت ہے بہرحال ہمارا موجودہ فرض صرف 'الکلام' کی تنقید ہے اس لئے فرید وجدی سے ہم قطع نظر کرتے ہین -

الکلام مین متعدد مقامات پر جو یورپین حکما کے اقوال درج ہین انکے متعلق خوش عقیدہ اردو دان پبلک سمجھتی ہے کہ یہ اقوال براہ راست اصلی تصانیف سے اور صحیح معنی مین اقتباس کئے گئے ہونگے لیکن اس طلسم کو توڑنے کے لئے ہم ذیل مین ایک مثال درج کرتے ہین :-

'الکلام' مین دو مقامات پر ہربرٹ اسپنسر کا مندرجہ ذیل مقولہ نقل کیا گیا ہے :-[۱]

[۱] الکلام صفحہ ۳۸ و صفحہ ۵ -

"ان تمام اسرار سے جن کی یہ کیفیت ہے کہ جسقدر ہم زیادہ غور کرتے ہین اسی قدر وہ اور غامض ہوتے جاتے ہین اسقدر قطعی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے اوپر ایک ازلی و ابدی قوت موجود ہے جس سے تمام اشیا صادر ہوتی ہین"

اور دونون مواقع پر اس سے یہ استشہاد کیا گیا ہے کہ بڑے بڑے حکیمون اور فلسفیون نے انتہاے غور و فکر کے بعد خدا کے ثبوت مین یہ استدلال پیش کیا ہے - جیسا کہ خود مولانا کو مُسلّم ہے اُنھون نے براہ راست یہ قول اسپنسر کی کسی تصنیف سے نقل نہین کیا بلکہ یہ ماخوذ ہے فرید وجدی کی کتاب "حدیقۂ فکریہ" سے لیکن تعجب یہ ہے کہ خود فرید وجدی نے بھی اسپنسر کی اصلی تصنیف کا مطالعہ نہین کیا بلکہ اُس نے ایک مصری عالم کی کتاب ثمرۃ الحیوۃ سے نقل کیا[۵۱] جو ترجمہ ہے سر جان لیبک کی کتاب "یوز آف لائف" کا اور اسپنسر کی کسی خاص تصنیف کا حوالہ لیبک صاحب کی کتاب مین بھی نہین ہے !! لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت ناک اس کا موقع استشہاد ہے - فرید وجدی اور مولانا شبلی اس کے یہ معنی لیتے ہین کہ ہربرٹ اسپنسر خدا کا قایل تھا - اور اسکے ثبوت مین اس نے یون استدلال کیا تھا لیکن سر جان لیبک کی اصل کتاب جسکے یہ دونون خوشہ چین ہین ہمارے سامنے موجود ہے وہ اسکو خدا کے ثبوت مین نہین پیش کرتا بلکہ یہ ظاہر کرنے کو کہ ہماری عقل رازہاے عالم کا انکشاف نہین کرسکتی اور اکثر امور مین ہمکو اپنی ناواقفیت و جہالت پر قانع ہونا پڑتا ہے[۵۲]

اسی قسم کی غلط بیانیون کی ایک دوسری مثال یہ ہے کہ ہمارے مولانا ایک مقام[۵۳] پر توحید و خدا پرستی کو حاسۂ فطری قرار دیتے ہوے "مشہور محقق میکسمولر" کا ایک قول نقل کرتے ہین[۵۴] یہ قول ماخوذ ہے حدیقۂ فکریہ صفحہ ۱۴ سے فرید وجدی اس کی سند مین لکھتا ہے کہ یہ منقول ہے امریکا کے مشہور و معروف پروفیسر میکسمولر کی کتاب "اصل الدین وارتقاءہ" سے

---

[۵۱] الحدیقۃ الفکریہ صفحہ ۵۴ -

[۵۲] دیکھو لیبک صاحب کی "ثمرۂ حیات" صفحہ ۱۳۴ و ۱۳۵ (مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

[۵۳] الکلام صفحہ ۳۵ [۵۴] حدیقۂ فکریہ صفحہ ۱۱ -

مگر ہم باادب مصر و ہندوستان کے دونوں علامہ بزرگون سے دریافت کرتے ہین کہ میکس مولر امریکہ کی کس یونیورسٹی مین پروفیسر تھا؟ اورکس زمانہ مین؟ اور اُسکی مذکورہ بالا کتاب کہان شایع ہوئی ہے؟ - ہان اگر میکسمولر سے اُس شخص کی جانب اشارہ ہو جو علم الالسنہ کا بہت بڑا ماہر تھا - اور جس کے زیر اہتمام مشرق کی مذہبی کتابون کے ترجمہ کا سلسلہ شایع ہوا ہے تو یہ امر کسی سے مخفی نہین کہ وہ جرمنی کا باشندہ تھا اور امریکا مین نہین بلکہ انگلستان مین اکسفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر تھا اُسکی سوانح عمری جو اُسکی بیوی نے دو ضخیم جلدون مین مرتب کی ہے ہمارے پیش نظر ہے اور اُسکے آخر مین اُسکی تمام تصانیف کی فہرست شامل ہے لیکن جس کتاب کا حوالہ فرید وجدی دیتا ہے اسکا کہین ذکر نہین -!

اسطرح کی متعدد مثالین الکلام - مین پائی جاتی ہین باینہمہ ہم مولانا کی نیک نیتی پر شبہہ نہین کرتے ہین ہمارے خیال مین اس کا باعث محض انکی مغربی زبانون سے ناواقفیت ہے اس بنا پر اور مولانا کی معقول پسندی پر نظر کرکے ہمکو قوی امید ہے کہ وہ اپنی غلطیون سے مطلع ہوکر پبلک کے سامنے ان کے اعتراف کرنے مین تامل نہ کرین گے آیندہ صفحات مین الکلام کے بعض مختلف فیہ اہم مسائل پر ہم تفصیل کے ساتھ تنقیدی نظر ڈالینگے -

مذہب اور عقل

تمہید کے بعد آغاز کتاب مین مولانا نے ایک باب علوم جدیدہ اور مذہب کے عنوان سے قائم کیا ہے جس مین اس خیال کی کہ علوم جدیدہ کا مقابلہ مذہب نہین کرسکتا تردید کرتے ہوے فرماتے ہین :-

"یونان مین فلسفہ ایک مجموعہ کا نام تھا جس مین طبیعیات ، فلکیات - عنصریات - الہیات - مابعد الطبیعیات سب کچھ شامل تھا لیکن یورپ نے نہایت صحیح اصول پر اسکے دو حصہ کردیئے جو مسائل کہ تجربہ و مشاہدہ کی بنا پر قطعی و یقینی ثابت ہوگئے تھے انکا نام سائنس رکھا اور جو مسائل کہ تجربہ و مشاہدہ کی دسترس سے باہر تھے انکا نام فلسفہ رکھا .. (صفحہ ۷)

"اب دیکھنا چاہیئے کہ سائنس کو مذہب سے کیا تعلق ہے؟ سائنس جن چیزون کا ابطال یا اثبات کرتا ہے مذہب کو اُن سے مطلق سروکار نہین - عناصر کس قدر ہین؟ پانی کن چیزون سے مرکب ہے؟ ہوا کا کیا وزن ہے؟ نور کی کیا رفتار ہے؟ زمین کے کسقدر طبقات ہین؟ یہ اور اسی قسم کے مسائل سائنس کے مسائل ہین - مذہب کو ان سے کچھ سروکار نہین -

مذہب جن چیزون سے بحث کرتا ہے وہ یہ ہین - خدا موجود ہے یا نہین؟ مرنے کے بعد اور کسی قسم کی زندگی ہے یا نہین؟ خیر و شر کی پابندی کوئی چیز ہے یا نہین؟ ثواب و عقاب ہے یا نہین؟ ان مین سے کون چیز ہے جسکو سائنس ہاتھ لگا سکتا ہے؟ سائنس کے اساتذہ نے جب کہا ہے تو یہ کہا ہے کہ ہم کو ان چیزون کا علم نہین؟ یا یہ کہ یہ چیزین تجربہ و مشاہدہ کے احاطہ سے باہر ہین یا یہ کہ ہم ان باتون کا یقین نہین کرتے کیونکہ ہم صرف ان باتون کا یقین کرتے ہین جو تجربہ و مشاہدہ سے ثابت ہو سکتی ہین کوتاہ نظر عدم علم سے علم عدم سمجھ جاتے ہین سائنس والے کہتے ہین کہ فلان چیزین معلوم نہین کوتاہ بین اسکے معنی لیتے ہین کہ ہمکو ان چیزونکا نہ ہونا معلوم ہے" (صفحہ)

اقتباس بالا کے حصہ اول مین سائنس و فلسفہ کی جو تعریف کی گئی ہے وہ اگرچہ کسی قدر ترمیم کی محتاج ہے لیکن سردست ہم اسکو تسلیم کرکے مذہب اور سائنس کے تعلقات پر غور کرتے ہین - بلا شبہ اگر ہمارے مولانا اسکی ذمہ داری کرلین کہ مذہب کو سائینس سے کچھ سروکار نہین تو ہم اُنکو اطمینان دلاتے ہین کہ سائنس کو بھی بلا وجہ مذہب کی مخالفت کی ضرورت نہین لیکن واقعات بتاتے ہین کہ ابتدا سے اسوقت تک ... ہر زمانہ مین پر مذہب نے سائنس اور علمی ترقیون کی مخالفت کی ہے ڈاکٹر ڈریپر کی لاجواب کتاب سائنس و مذہب کی معرکہ آرائیون کی تاریخ پڑھو یا اسکے مثل کوئی اور علمی تاریخ پڑھو تو معلوم ہوگا کہ مذہب نے ایک ایک قدم پر سائنس کی مزاحمت کی ہے اور ہر عہد مین پیشوایان مذہب نے علمی ترقیون کو کفر و الحاد کے تازیانون سے روکنا چاہا ہے اگرچہ اس کوشش مین وہ ناکام رہے اس سے بھی بڑھکر ہمارا یہ دعوی ہے کہ مذہب اپنی فطرت سے مجبور ہے کہ

سائنس کی مخالفت کرے۔ مذہب اپنے حلقۂ حکومت کو کسی ایک خاص علم و فن تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اپنی عملداری کو عالمگیر کرنا چاہتا ہے اسکا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا کے علوم و فنون کے تمام مراحل صرف اسی کے وسیلے سے طے ہو سکتے ہیں۔ کھانے پینے بات چیت کرنے سونے جاگنے ناچنے گانے میں خفیف سی خفیف چیزوں کے متعلق مذہب کی قیود و پابندیاں قائم ہیں خدا کا وجود خالق و مخلوق کے حقوق آفرینش عالم راز حیات ارض و سما خلقت مخلوقات کے باہمی تعلقات اصول معاشرت مسائل تمدن ملکی نظامات، مباحث اخلاق ان میں کون سا عقدہ ہے جسکے حل کرنے کا مذہب نے دعویٰ نہیں کیا؟ ان میں سے کون مسئلہ جسکے متعلق مذہب نے فیصلہ صادر نہیں کیا؟ مذہب علانیہ کہہ رہا ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین مذہب صاف الفاظ میں دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے دنیا کے ہر شعبے قانون اخلاق علم و فن کے متعلق وحی و الہام کے ذریعہ سے بہترین فیصلہ کر دیا ہے۔ لیکن اسکے اس صریح دعوے پر پردہ ڈالکر ہم سے کہا جاتا ہے کہ مذہب کو صرف معاد سے تعلق ہے اس تناقض پر غور کرو کہ ایک جانب تو مذہب کو صرف عقائد دینیہ تک محدود رکھا جاتا ہے اور پھر اسی کتاب میں چند صفحات آگے چلکر معاملات و اخلاق وغیرہ کے عنوان قائم کرکے مذہب کو "تمدن و ترقی کا موید" کہا جاتا ہے۔ ہم علامہ شبلی سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر مذہب صرف ان ہی سوالات کا جواب دیتا ہے جنکو آپ نے بیان فرمایا ہے اور اس نے صاف صاف کہدیا ہے کہ "تم لوگ دنیا کی باتیں خود خوب جانتے ہو"[۱] اور فی الواقع ان حضرت نے دنیاوی معاشرت اور تمدن کو مذہب کے دائرہ سے بالکل الگ رکھا ہے[۲] تو کیا وجہ ہے کہ خود آپ آگے چلکر تحریر فرماتے ہیں کہ "ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ (یعنی مذہب اسلام) تمدن کا ترقی دینے والا ہے اور اس حد تک پہونچانے والا ہے جو تمدن کا انتہائی درجہ ہے"[۳] کیا یہ بدیہی تناقض نہیں ہے؟

[۱] الکلام صفحہ ۱۳ [۲] ایضاً صفحہ ۲۱۰ [۳] ایضاً صفحہ ۲۲۴۔

نتائج سے قطع نظر کرکے مذہب۔ سائنس اور فلسفہ کے طرز استدلال مین جو اختلاف ہے وہ بھی قابل غور ہے۔ سائنس ہم سے کسی مسئلہ کے تسلیم کرنے کے لیے اس بنیاد پر کہتا ہے کہ گذشتہ نسلون کے تمام تجربات اسکی تصدیق کرتے آئے ہین اور خود ہمارا ذاتی مشاہدہ بھی اسکی تائید کرتا ہے اور استقرار تام کی بنا پر وہ یقینی ہو چکا ہے۔ مثلاً مادہ کے ابدی و غیر فانی ہونے پر سائنس کہتا ہے کہ ہم کسی عملی طریقہ سے ایک ذرہ کو بھی فنا نہین کر سکتے اس لئے ہمکو اسکے غیر فانی ہونے پر اپنے مشاہدہ کی شہادت پر یقین کرنا چاہیے۔ فلسفہ ہم سے کسی مسئلہ کو تسلیم کرنے کے لیے اس لیے کہتا ہے کہ اُسکا ماننا ہماری عقل و قیاس کے مطابق ہے اور اُسکے مخالف خیال کو ہماری عقل تسلیم نہین کرتی۔ مثلاً مادہ کے متعلق ایک فلسفی ہم سے یون استدلال کریگا کہ اپنے ذہن مین کسی مادی چیز کا تصور کرو اور کوشش کرو کہ اسکے اجزا کے معدوم محض ہونے کا تصور تمہارے دماغ مین پیدا ہو سکے۔ ہم سو طرح سے تصور کرینگے! ہم یہ تصور کر سکتے ہین کہ اس مادی چیز کو کوئی شخص ہٹا لیگیا یا یہ کہ اسکے نہایت باریک باریک ٹکڑے کر دیئے گئے یا یہ کہ اُس مین آگ لگا دی گئی اور وہ جل کر خاکستر ہو گئی الغرض جسقدر تصورات اسکے متعلق ہمارے ذہن مین آسکتے ہین اُنکا ماحصل یہ ہے کہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت مین یا ایک صورت سے دوسری مین تبدیل ہو گئی لیکن اسکے اجزا کا فنا یا معدوم ہو جانا یہ ایک ایسا تصور ہے جس سے ہمارا ذہن عاجز ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس چیز کا تصور ہی ہمارے ذہن میں نہین آسکتا اسکو عملی طریقہ سے ثابت کرنے مین کہان تک کامیابی ہو سکتی ہے؟ اب ان کے مقابلہ مین مذہب کے طرز استدلال کو دیکھو۔ مذہب ہم سے کسی عقیدہ کو تسلیم کرنے کے لیے کہتا ہے تو کس بنیاد پر؟ کیا اس بنا پر کہ اس کی تصدیق تجربہ سے ہوتی ہے؟ کیا اس لئے کہ مشاہدہ اسکی تائید کرتا ہے؟ کیا اس لئے کہ وہ مقتضائے عقل و قرین قیاس ہے؟ نہین بلکہ محض اسلیے کہ مسیح محمد یا سری کرشن کا بیان ہے کہ وہ عقیدہ خود خالق کائنات کا تعلیم کیا ہوا ہے۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہین کہ اسلام نے اس معاملہ مین نسبتاً آزادی سے کام لیا ہے اور

قرآن مین جابجا اس قسم کی آیات پائی جاتی ہین جنکا یہ مفہوم ہے کہ انسان کو غور و فکر عقل و فہم سے کام لینا چاہیئے لیکن یہ سب احکام اسی وقت تک ہین جب تک کہ عقل و مذہب مین اتحاد رہتا ہے اور جہان ان مین اختلاف پیدا ہوا عقل کو پس پشت ڈال دینے مین کبھی تامل نہین کیا گیا۔ جن لوگون کو کسی مسئلہ پر یقین کرنے کے کافی وجوہ نہین ملتے اور جو لوگ معقول دلائل کی موجودگی مین کسی چیز پر یقین نہین کرتے انکی شان مین اسلام یہ کہتا ہے:۔

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا

کیا اس آیت سے بڑھکر اور کسی طریقہ سے یہ مفہوم ادا کیا جا سکتا ہے کہ اپنی عقل و علم کو کسی مسئلہ کی صحت و عدم صحت کا معیار قرار نہ دو؟

اسی عقل کشی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج بھی مذہبی جماعت بجائے اسکے کہ عقل کو معیار قرار دیکر مذہب کو اسکے مطابق جانچے مذہب کو اصل معیار قرار دیکر عقلی نتائج کو زبردستی کھینچ تان کر اس سے مطابقت دینا چاہتی ہے۔ ایک معقول پسند شخص کے نزدیک وہ مذہبی اعتقاد غلط ہے جو عقل کے مخالف ہے! لیکن مذہبی جماعت کے نزدیک وہ عقل ناقص ہے جو کسی مذہبی عقیدہ کے مخالف ہو۔ چنانچہ خود پروفیسر شبلی اسی بات پر سرسید سے ناراض ہین کہ اس بیچارے نے معقولات سے قرآن کی تشریح کرنا چاہی تھی حالانکہ ہمارے علامہ کے نزدیک منقول کی بنا پر معقول کی تاویل کرنا چاہیئے۔

ہم کو ان اشخاص پر حیرت ہوتی ہے جو اپنی تحریر مین فلسفۂ مذہب کا مرکب اضافی استعمال کرتے ہین یا کسی مذہب کو فلسفیانہ قرار دیتے ہین۔ اس قسم کے جملے نہ صرف غلط ہین بلکہ بے معنی ہین فلسفہ کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص بجائے خود اپنے قواے عقلی کی بنا پر رازہاے عالم کی تفتیش کرے لیکن فلسفۂ اسلام سے یہ مراد ہے کہ رازہاے عالم کی وہ حقیقت جو حضرت محمدؐ نے بتائی ہے اور وہ بھی اپنے قواے عقلی و دماغی کی بنا پر نہین بلکہ وحی والہام کی مدد سے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وحی والہام کی کیا حاجت تھی؟ صرف اس لیئے کہ ہمارے قواے عقلی ناکافی ہین

یا دوسرے الفاظ مین بعض مسائل ایسے ہین جنکی تحقیقات کا معیار عقل کے سوا کوئی اور مافوق الفطرت قوت ہے - یہی وہ مقام ہے کہ جہان سے فلسفہ اور مذہب کے حدود بالکل علیحدہ ہوجاتے ہین -

مذہب کی تعریف کرتے ہوئے حامیان مذہب کو حسب ذیل دو صورتون مین سے ایک لازمی طور پر قبول کرنا پڑیگی :-

(۱) یا یہ کہ مذہب صرف روحانیات اور معاد سے تعلق رکھتا ہے -

(۲) یا یہ کہ مذہب نے دنیا کے ہر معاملہ و مسئلہ مین راے زنی کی ہے -

اول الذکر صورت مین یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر خدا کو صرف امور معاد سے کیا تخصیص تھی ؟ قواے جسمانی و دماغی اسکی توجہ سے کیون محروم رہے ؟ مقتضاے انصاف تو یہ تھا کہ وہ اپنی مخلوقات کی تمام ضروریات کے متعلق (خواہ وہ بادی النظر مین کتنی ہی حقیر معلوم ہون) ہدایت کرتا - خالق عالم کے نزدیک تمام مخلوقات مساوی حیثیت رکھتی ہین - اگر شق دوم اختیار کی جائے تو تمام عقلی و علمی ترقیون کا سد باب ہوا جاتا ہے جب خدا نے خود ہی کسی مسئلہ کا فیصلہ کردیا تو اُس سے بہتر کون شخص راے دے سکتا ہے ؟ اس بنا پر فانون اخلاق فلسفہ سائنس غرض کسی علم پر غور و توجہ بیکار ہے -

مولانا کے اس غلط دعوے کے کہ " مذہب کو سائنس سے مطلق سروکار نہین " جواب مین ہم محض چند مسائل ذیل مین درج کرتے ہین جو مذہب[1] و سائنس مین مابہ النزاع ہین - اس قسم کے بیسیون مسائل اور مل سکتے ہین :

(۱) مذہب کہتا ہے کہ تمام موجودات کو ایک قادر مطلق نے چھ روز (یا بہ قول بعض حامیان مذہب کے چھ قرنون) مین پیدا کردیا -

سائنس کا دعویٰ ہے کہ لاکھون سالون مین تمام موجودات رفتہ رفتہ ترقی کے مدارج طے کرتی ہوئی اس حالت کو پہونچی ہے -

[1] ان مثالون مین مذہب سے صرف اسلام اور عیسائیت مراد ہے ۱۲

(۲) مذہب کہتا ہے کہ چند ہزار سال ہوے ایک پیمبر کی دعا سے ایک نہایت ہی عظیم الشان سیلاب آیا تھا جو اگر تمام روے زمین پر نہین تو کم از کم اسکے ایک بہت بڑے حصہ پر ضرور محیط تھا اور جس مین باستثناء چند افراد کے کل مخلوقات فنا ہو گئی تھی —

سائنس اسکے جواب مین صرف یہ نہین کہتا کہ اس واقعہ کی کوئی معتبر شہادت نہین ملتی بلکہ یہ کہ اس طوفان کے عدم وقوع پر علم طبقات الارض (جیالوجی) کی شہادت موجود ہے —

(۳) مذہب رات ہونے کا سبب یہ بتاتا ہے کہ آفتاب گرم پانی کے ایک چشمہ مین ڈوب جاتا ہے (تغرب فی عین حمئة)

جغرافیہ کا ابتدائی مسئلہ جس سے اسکول کا بچہ بچہ واقف ہے یہ ہے کہ رات اور دن ہونے کا باعث زمین کی گردش ہے —

(۴) مذہب ہم کو یقین دلاتا ہے کہ زمانہ ماضی مین خدا نے کسی شخص کی دعا یا خود اپنی مرضی سے قوانین فطرت کو توڑ دیا ہے۔ رسیان سانپ بن گئی ہین۔ لاٹھی اژدہا ہو گئی ہے۔ چاند شق ہو گیا ہے مردہ دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔ اور طرح طرح کے خرق عادات صادر ہوا کئے ہین

سائنس کا فتوی یہ ہے کہ خرق عادات و معجزات کا وقوع غیر ممکن ہے اور قوانین فطرت کے خلاف ہونا محال ہے —

(معجزات کی بحث تفصیل کے ساتھ آگے آتی ہے)

(۵) مذہب کا دعوی ہے کہ مرد کے مقابلہ مین عورت کا درجہ نہایت پست ہے اور اسی بنا پر عورتوں کے پامالی حقوق مین کبھی تامل نہین کیا گیا۔ اسلام نے جو اس معاملہ مین نسبتاً انصاف پسند ہے عورت کا درجہ مرد سے نصف

سائنس نے مرد و عورت کے قواے دماغی و جسمانی کا مقابلہ کر کے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگرچہ بعض حیثیتون سے مرد کو عورت پر اور بعض حیثیتون سے عورت کو مرد پر فضیلت ہے لیکن بہ حیثیت مجموعی دونون کا درجہ مساوی ہے اور ایک کو بہ حیثیت انسان دوسرے

رکھا ہے [۱] (وراثت اور شہادت کے معاملات مین) اس پر بھی تسکین نہ ہوئی تو علانیہ طور سے یہ مکرر کہا گیا کہ مرد کو عورت پر فضیلت ہو -

پر ترجیح نہین -

(۶) مذہب کا بیان ہے کہ تقریبًا دو ہزار سال ہوے ایک شخص (یعنی مسیح) دنیا کے مصائب سے تنگ آکر آسمان پر اُڑ گیا -

سائنس کہتا ہے کہ بوجہ کشش ارض اور ہوا کی عدم موجودگی کے کسی شخص کا دوسرے اجرام فلکی تک اُڑ جانا ناممکن ہے (اور آسمان کا تو سرے سے وجود ہی نہین)

(۷) مذہب کہتا ہے کہ خدا جسوقت چاہے کسی چیز کو پیدا کر سکتا ہے یعنی عدم محض سے وجود مین لا سکتا ہے اور جسوقت چاہے کسی چیز کو فنا کر سکتا ہے یعنی وجود سے عدم مین لا سکتا ہے

سائنس کہتا ہے کہ مادہ ازلی اور ابدی ہے نہ اسکو فنا ہے اور نہ وہ کسی چیز سے پیدا ہوا ہے

(۸) مذہب کہتا ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے

کمسٹری کی تحقیقات کے بموجب خاک کا خمیر انسانی ہوتا تو درکنار کوئی عنصر ہوتا اور مثل آکسیجن ہائڈروجن کاربن وغیرہ کے کوئی مستقل وجود رکھنا نہین ثابت ہوتا -

(۹) مذہب کی تعلیم ہے [۲] کہ ایک وقت آئیگا جبکہ آسمان پھٹ جائیگا اور ستارے جھڑ پڑینگے (گویا آسمان ایک چھت ہے

علم ہیئت (اسٹرانومی) نے ثابت کر دیا ہے کہ آسمان کوئی مادی چیز نہین جس مین خرق و التیام ہوسکے اور نہ ستارے کہین جڑے

[۱] زمانہ حال کے ایک مشہور و مقتدر مسلمان عالم یعنی شمس العلماء مولانا نذیر احمد ال ال ڈی نے قران کی ایک آیت سے یہانتک استدلال کیا ہے کہ مرد کی قوت حافظہ عورت کے حافظہ سے پوری دوگنی ہوتی ہے - !!

[۲] قران مین متعدد آیات ایسی ملتی ہین جن مین آسمان کو مادی چیزون سے تشبیہ دی گئی ہے -

جس مین ستارے بطور قمقمہ کے آویزان ہین ۔ ہوسے ہین جو گر پڑین گے ۔

اسی ضمن مین ایک دوسری غلطی مولانا سے سائنس دان جماعت کے منصب وفرائض کے سمجھنے مین واقع ہوئی ہے ۔ ہمارے علامہ فرماتے ہین کہ سائنس کے اساتذہ عدم علم کا اعتراف کر لیتے ہین اس لئے اس سے علم عدم کے معنی لینا غلط ہین ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اساتذہ سائنس محض عدم علم کا اعتراف نہین کرتے بلکہ عدم ثبوت وعدم یقین کے مدعی ہین وہ کہتے ہین کہ خدا کے ثبوت مین جسقدر دلائل مذہب پیش کرتا ہی وہ سب غیر تشفی بخش ہین اور اُن سے ایک سائنٹسٹ کا اطمینان نہین ہو سکتا ۔ خدا کے متعلق ایک مذہبی شخص کہتا ہے کہ ہم اسکے وجود پر دلائل قائم کرتے ہین اور اسکا ہونا ثابت کرتے ہین ۔ ایک دہریہ کہتا ہے کہ ہم اسکے عدم وجود پر دلائل قائم کرتے ہین اور اُسکا نہ ہونا ثابت کرتے ہین ۔ لیکن ایک ماہر سائنس کا مسلک ان دونون سے جداگانہ ہی وہ کہتا ہے کہ ہم لوگ اسوقت تک کسی عقیدہ کو تسلیم نہین کرتے جب تک کہ اُسکے ثبوت مین کافی شہادت نہ موجود ہو اور وہ تجربات کی بنا پر ثابت نہ ہو ۔ اب وجود باری کا مسئلہ جو پیش کیا جاتا ہے اسکے عدم وجود پر چونکہ تجربہ کی شہادت کافی طور سے موجود نہین اس لئے ہم اس سے قطعاً انکار بھی نہین کر سکتے باینہمہ اسکے تائید مین جو دلائل پیش کئے جاتے ہین وہ سب غیر معقول ہین اس لئے ہمارا ذہن اسکے وجود کے متعلق ایک عدم یقین کی حالت مین ہے ۔

بلاشبہ لفظ اگناسٹک کے لفظی معنی صرف نہ جاننے والے اور علم نہ رکھنے والے کے ہین لیکن سائنس کے اساتذہ نے اسکو جب کبھی اپنے لئے استعمال کیا ہے تو اسکے مفہوم مین "عدم یقین" کو بھی داخل کیا ہے ۔ چنانچہ ذیل مین ہم اُس شخص کی شہادت نقل کرتے ہین جس نے پہلے پہل اس لفظ کو سائنٹفک جماعت کے لئے اختراع کیا اور جو انگلستان کے ماہرین سائنس کا مسلم الثبوت پیشوا تھا

پروفیسر ہکسلی[1] ایک مضمون میں جو مشہور انگریزی رسالہ اُنیسویں صدی میں "اگناسٹی سی ازم اور عیسائیت" کے عنوان سے شایع ہوا تھا حسب ذیل تحریر کرتا ہے:

"میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگناسٹی سی ازم کو کسی منفی مذہب کا لقب نہیں دیا جا سکتا اور در اصل وہ کسی قسم کا مذہب نہیں کہا جا سکتا ہے بجز اسکے کہ وہ صرف ایسے اصول کی صحت کا یقین دلاتا ہے، جسکا تعلق جس قدر عقل سے ہے اسی قدر اخلاق سے بھی ہے۔

یہ اصول مختلف طرز سے بیان کیا جا سکتا ہے لیکن اُن کا خلاصہ ان الفاظ میں ہو سکتا ہے: انسان کے لئے یہ کہنا کہ وہ کسی دعوی کی واقعیت کا یقین رکھتا ہے تا وقتیکہ اسکے ثبوت میں اسکو کوئی ایسی منطقی شہادت نہ ملے محض غلط ہے۔

اگناسٹی سی ازم کا یہی دعوی ہے اور اُسکے لئے صرف یہی ضروری ہے اگناسٹک جماعت جس بات سے انکار کرتی ہے اور جسکو وہ اخلاقی حیثیت سے جرم سمجھتی ہے یہ ہے کہ "آدمی کو اُن بیرونی باتوں کے یقین کا [illegible] ہے جسکے ثبوت میں اسکو قابل اطمینان دلائل نہ ملیں، اور یہ کہ انکو ایسے دعاوی کے نہ قبول کرنے پر ملامت کیا جائے ...... جہاں تک میری ذات کو تعلق ہے میں یہ کہتا ہوں کہ اگناسٹی سی ازم اگرچہ مذہب [illegible] نہیں ہے تاہم اس (متذکرۂ بالا) عام اصول پر عملدرآمد کا نتیجہ یا تو اُن چیزوں کا انکار ہوتا ہے جن کے متعلق [illegible] ہم عصر مذہبی علم رکھنے والی جماعت یقین کامل کا اظہار کرتی ہے اور یا اُن کے متعلق کوئی رائے نہیں [illegible] ہوتی ہے" (دیکھو مجموعہ مضامین جلد پنجم)

غور کرو کہ ہکسلی نے ہر موقع پر بجائے علم کے یقین کا لفظ استعمال کیا ہے اور آخر میں اس راز سے بالکل پردہ اُٹھا دیا ہے۔

جیمس مل جو علم النفس والقویٰ (سایکالوجی) کا مشہور عالم ہوا ہے اگرچہ بیں امر کا قائل

[1] ٹامس ہنری ہکسلی سال ولادت ۱۸۲۵ء وفات ۱۸۹۵ء قانون فلسفہ اور علم العلاج میں متعدد یونیورسٹیوں سے وہ ڈاکٹر کی ڈگری پائی تھی انگلستان کی رائل سوسائٹی کا ایک عرصہ تک صدر انجمن تھا۔ یورپ میں شاید ہی کوئی سائنٹفک مجلس ہو جسکا ممبر وہ نہ ہو۔ انگلستان میں اس سے بڑھکر کوئی علم الحیات (بیالوجی) کا ماہر نہیں پیدا ہوا۔

تھا کہ حقایق اشیا کے متعلق انسان کو مطلق علم نہین ہو سکتا تاہم مذہب کے بارے مین سکوت یا تذبذب کی حالت مین نہ تھا بلکہ جیسا کہ اُسکا نامی گرامی فرزند اسٹوارٹ مل لکھتا ہے[۱]۔

"وہ یہ یقین کرنا غیر ممکن سمجھتا تھا کہ دنیا جو اسقدر برائیون سے لبریز ہے کسی ایک خالق کا جو غیر محدود طاقت اور کامل نیکی کا جامع ہو کام ہو سکتی ہے اسکی عقل ان دلائل کو حقارت کی نظر سے دیکھتی تھی جنکی وجہ سے لوگ اس صریحی تناقض کو دیکھنے سے اندھے ہو گئے ہین .... وہ مذہب کو محض ایک عقلی غلطی ہونے کی وجہ سے نفرت کی نظر سے نہین دیکھتا تھا بلکہ اسکو اخلاقی حیثیت سے بھی مضر سمجھتا تھا"

خود جان مل بھی اپنی سوانح عمری مین لکھتا ہے کہ میرا نشو و نما مذہب کی جانب سے ایک عدم یقین کی حالت مین ہوا لیکن اپنی وفات سے چند روز پہلے اُس نے جو مضامین مذہب کے متعلق تحریر کئے۔ جانتے ہو کہ اُن مین کیا تھا؟ کیا یہ تھا کہ مین مذہب کے متعلق سکوت کی حالت مین ہون؟ نہین بلکہ اُس نے اُن تمام دلائل کی جو مذہب کی حمایت مین پیش کئے جاتے ہین تردید کی تھی اور ثابت کیا تھا کہ یہ تمام دلائل مغالطہ پر مبنی ہین (یہ مضامین کتاب کی شکل مین شایع ہو گئے ہین اور انکو دیکھکر ہر شخص خود اطمینان کر سکتا ہے)

مذکورۂ بالا بیانات سے صاف انکار مذہب ظاہر ہوتا ہے لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر اُن لوگون کے خیالات کی تحلیل کیجائے جو واقعی اپنی زبان سے صرف عدم علم کا اعتراف کرتے ہین تو اُنکو بھی چار و ناچار انکار ہی کے دامن مین پناہ لینا پڑیگی مگر اس نتیجہ تک پہونچنے کے قبل مقدمات ذیل کو ذہن نشین کر لو۔

(۱) انسان کسی واقعہ کے متعلق بالکل خالی الذہن نہین رہ سکتا۔ اسکو جب کسی واقعہ کی اطلاع ملتی ہے تو اسکے اقرار یا انکار پر وہ ضرور کوئی رائے قائم کرتا ہے۔ اگر وہ علم محسوسات پر مبنی ہوتا ہے اور ہمارے گذشتہ تجربات کے مطابق ہوتا ہے تو ہم اسکی صحت پر

[۱] جان اسٹوارٹ مل کی آٹو بیا گرافی صفحہ ۴۳ جان اسٹوارٹ مل منطق فلسفہ اور پالیٹکس مین نہایت بلند پایہ مصنف ہوا ہے دنیا کے فلسفیون مین صرف یہی شخص تھا جسکی رائے کا لحاظ ہربرٹ اسپنسر بھی کرتا تھا۔

بلا تامل یقین کر لیتے ہین۔ لیکن جسقدر کمی کے ساتھ اس مین یہ شرائط پائے جاتے ہین اسی نسبت سے وہ مرتبہ یقین سے گرا ہوا ہوتا ہے۔

(۲) جب کسی واقعہ کے انکار و اقرار، دونون پہلوؤن مین سے کسی جانب شہادت نہین ملتی تو ہمارے یقین کا رجحان اسکی عدم صحت کی جانب ہوتا ہے[ف۱] اور علی الخصوص جبکہ وہ واقعہ ہمارے تجربات و بدیہیات سے بعید ہو۔ اس اصول کی مثال خود ہمارے علامہ نے بھی ایک دلچسپ پیرایہ مین دی ہے جسکو ہم بجنسہ یہان پر درج کرتے ہین۔ مولانا فرماتے ہین[ف۲] کہ ہم روزمرہ کے تجربہ مین اسی اصول کے پابند ہین۔ فرض کرو ایک شئے ہے جس کے نہ وجود کی شہادت ہے نہ عدم کی تو ہمارا علم اسکی نسبت کس قسم کا ہوتا ہے؟ ہم یہ نہین کہتے کہ ہم اس شئے کے متعلق کچھ نہین جانتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ جہان تک ہمکو معلوم ہے یہ شئے موجود نہین۔ مثلاً یہ ممکن ہے کہ دنیا کے کسی حصہ مین ایسے آدمی ہون جنکے دو سر ہون ممکن ہے کہ ...... ایسے دریا ہون جن مین مچھلیون کے بجائے آدمی رہتے ہون مگر ہم ان چیزون کی نفی کا یقین رکھتے ہین کیون اسلئے کہ ان کے وجود کی کوئی شہادت موجود نہین۔

ان دونون مقدمات کے تسلیم کرنے کے بعد یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ جو لوگ مذہب کے بارہ مین عدم علم کا اعتراف کرتے ہین ان کے یقین کا رجحان بھی اسی جانب ہوتا ہے کہ مذہب کی صحت ثابت نہین۔

اب جبکہ یورپ کے اساتذۂ فن کے بیانات سے ثابت ہو چکا کہ وہ لوگ مذہب کے منکر ہین اور جبکہ یہ بھی مسلم ہو چکا کہ جو لوگ عدم علم کے معترف ہین انکا طبعی رجحان بھی

ف۱ انگریزی منطق کا امام ڈاکٹر بین مندرجہ ذیل کلیہ کو اصول یقین قرار دیتا ہے "کسی امر کے وقوع کے دعوے کو جسکی تائید یا تردید مین کسی قسم کی شہادت موجود نہین ہے غلط قرار دینا چاہیئے" (پروفیسر موصوف کی منطق استقرائی جلد ۲ صفحہ ۱۵۲) ف۲ الکلام صفحہ ۴۲۔

دراصل انکار کی جانب ہے تو ایک مرتبہ پھر علامہ کے اس قول پر نظر ڈالو کہ ماہرین فن کی رای مذہب کے مخالف نہیں بلکہ بعض کم درجہ کے ناؤین ہمن جنکی ملمع کاریون نے ہمارے ملک کے نوجوانون کی آنکھون کو خیرہ کر رکھا ہے"!!! جس قوم کے علامہ مصنفین ہکسلی مِل و سپنسر[۵۱] و برگسن[۵۲] کو کم درجہ کے ناؤین قرار دین اور کیس فیلمرین[۵۳] کی راے کو ماہرین فن کا متفق علیہ فیصلہ تسلیم کرین۔ اسکی دماغی حالت کی اصلاح کون کرسکتا ہے؟

غالب سوختہ جان راچہ بگفتار آری

بدیارے کہ ندانند نظیری ز قتیل

مذہب و سائنس کے ان ہی اختلافات کو پیش نظر رکھکر اور پھر ان دونون کی گذشتہ تاریخ پر لحاظ رکھکر یہ امید کرنا بیجا نہین کہ مذہب اب چندروز مہمان ہے اور جسطرح آفتاب علم کے سامنے توہمات کی تاریکی دور ہوتی جاتی ہے اسیطرح جیون جیون سائنس کی تعلیم عام ہوتی جائیگی اسی نسبت سے مذہب کا اثر بھی زائل ہوتا جائیگا۔ انگلستان کا ایک مصنف جمیس گا ڈرنر لکھتا ہے کہ مذہب عیسوی کی بنیاد اسقدر متزلزل ہو گئی ہے کہ اسکے قیام کی کوئی معقول امید نہین معلوم ہوتی۔[۵۴] لیکن ہمارے خیال مین یہ ریمارک آج دنیا کے تمام مذاہب پر صادق آتا ہے۔

لیکن تحریر بالائی بنا پر اگناسٹی سی ازم اور دہریت کو مرادف ہرگز نہ قرار دینا چاہیے حاشا یہ ہمارا منشا نہین۔ اگناسٹک کے نزدیک ایک دہریہ بھی حقیقت سے اتنا ہی دور ہے جتنا کہ ایک سخت پابند مذہب اسکے میزان خیال مین مذہب و دہریت دونون مساوی وزن رکھتے ہین جس طرح سے حامیان مذہب بغیر کافی شہادت کے یہ فرض کر لیتے ہین کہ وجود عالم کی ایک علت فاعلی ہے جو اسکی خالق ہے قادر مطلق ہے عالم الغیب ہے اور جو ہر شے کی

---

[۵۱] جرمنی کا نہایت مستند محقق [۵۲] جرمنی کا نہایت مشہور عالم فزیالوجی کا ماہر۔ [۵۳] انیسوین صدی مین علم الامراض (پیتھالوجی) کا سب سے بڑا عالم اور علم الانسان (انتھراپالوجی) کا ماہر [۵۳] فرانس کا ایک ہیئت دان

[۵۴] مذہب انسان صفحہ ۱۵ (مطبوعہ واٹس اینڈ کو)

مسبب ہے مگر خود بلا سبب ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح دہریہ بھی کسی معقول استدلال کے بغیر یہ یقین کر لیتا ہے کہ یہ عالم بلا کسی علت کے خود بخود قائم ہے! لیکن اگناسٹک کی راے مین یہ دونون عقائد سطحی احتمالات سے زیادہ وقعت نہین رکھتے اور وہ دونون کی نسبت عدم یقین کا اظہار کرتا ہے۔

درحقیقت مذہب کی بنیاد اسوقت سے پڑتی ہے جبکہ انسان اپنے گرد وپیش کے واقعات و حادثات کو تجسس و تفحص کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے وہ غور کرتا ہے کہ دنیا مین ہر لحظہ جو تغیرات ہوا کرتے ہین ان کے علل و اسباب کا سلسلہ آخر کہین ختم ہوتا ہے؟ اگر ہوتا ہے تو کہان اور کیونکر؟ اس کے دل مین یہ خود بخود سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس عظیم الشان عالم کی ابتدائی حالت کیا تھی؟ اسی قسم کے سوالات کے جواب پر مذہب کی بنیاد پڑتی ہے۔ اسکے ساتھ ہی انسان کو یہ بھی نظر آتا ہے کہ دنیا مین ہر تغیر کسی دوسرے تغیر کا محتاج ہوتا ہے اور ہر نیا واقعہ کسی نہ کسی واقعہ سابقہ سے وابستہ ہوتا ہے اور یہ علت و معلول کا باہمی رشتہ تمام نظام عالم مین پایا جاتا ہے اپنے اسی روزمرہ کے مشاہدہ و تجربہ کو اپنی آیندہ تحقیقات کا سنگ بنیاد قرار دیکر وہ اپنی عقلی عمارت کھڑی کرنا چاہتا ہے اور اسی اصول اولین کی بنا پر وہ وجود عالم کے متعلق کسی تھیوری کے قایم کرنے کا ارادہ کرتا ہے لیکن یہان پہونچکر جو راے وہ قائم کرتا ہے وہ اسکے سابقہ تجربات و مشاہدات کے مخالف و منافی ہوتی ہے اور ان کے درمیان مطابقت دینے کے لئے اُسکی تمام کوشش بے سود ثابت ہوتی ہے! بلکہ اس راز کے انکشاف مین جسقدر زیادہ موشگافی کی جاتی ہے اسی نسبت سے یہ عقدہ اور زیادہ پیچیدہ ہوتا جاتا ہے اور مذہبی جماعات طفلانہ احتمالات کو بناے یقین قرار دیتی ہین۔

چون نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

وجود عالم کے متعلق جو رائین قائم کی جاتی ہین ان مین سے دو خاصکر

قابل الذکر ہین:[۵۱]-

(۱) ایک یہ کہ عالم ابتداء معدوم محض تھا اور اسکی خلقت ایک ہستی مطلق کی قوت ارادی کی وجہ سے ہوئی ہے جسکی قوت علم وعقل لاانتہا ہے جسکو کبھی فنا نہین اور جو اپنے وجود کے لئے کسی دوسری علت کی محتاج نہین اہل مذاہب عموماً اسی شق کو اختیار کرتے ہین

(۲) دوسرے یہ کہ یہ عالم کسی کا مخلوق نہین -بلکہ کسی علت کا معلول نہین اور بذات خود ہمیشہ سے قایم ہے - اس راے کو صحیح تسلیم کرنے والے دہریہ کے لقب سے مشہور ہین-

اول الذکر احتمال کی تائید مین جو ظاہر فریب دلائل پیش کئے جاتے ہین انکی مفصل تنقید آیندہ نمبرون مین آیگی لیکن سردست ہم صرف اتنا بتانا چاہتے ہین کہ مادہ عالم کا عدم محض سے وجود مین آنا ہمارے تجربات ومشاہدات کے منافی ہے[۵۲]-لیکن اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کرلیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مادہ عالم کی خلقت کے قبل کیا خلا بھی نہ تھا اگر تھا تو اسکا وجود کیونکر ہوا؟ اور اگر اسکا جواب نفی مین دیا جاے تو کیا عدم خلا کا تصور کسی انسانی دماغ مین آسکتا ہے؟ ان سوالات سے قطع نظر کرکے سب سے اہم یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس "ہستی مطلق" کی علت کیا ہے؟ اگر اسکے وجود کو علت ومعلول کے سلسلہ سے

---

۵۱ - ان دو شقون کے علاوہ اور بھی بعض احتمالات وجود عالم کے متعلق فرض کئے جاتے ہین - مثلاً صوفیون کا مسئلہ ہمہ اوست وحدت وجود وغیرہ لیکن چونکہ اسوقت ہمارا روے سخن صوفیون کی جانب نہین ہے اسلئے ہم اُن کے عقائد سے قطع نظر کرتے ہین -

۵۲ ہمارے ایک لائق عربی دان دوست اس اعتراض سے بچنے کے لئے یہ کہا کرتے ہین کہ الفاظ قرآن سے مادہ کا حدوث نہین ثابت ہوتا بلکہ قرآن اس مفہوم کا بھی محتمل ہے کہ مادہ عالم ہمیشہ سے موجود تھا خدا نے صرف ترکیب دیکر یہ صورت پیدا کردی - خود علامہ شبلی بھی قدامت مادہ کے قائل ہین اور بعض مسلمان حکماے سلف بھی (جس مین غالباً ابن رشد بھی شامل ہو) اُن کے ہم زبان ہین - لیکن اس تاویل پر ہمارا اعتراض بدستور قائم رہتا ہے آخر مادہ عالم کی ترکیب دینے والے اور اسکی صورت قایم کرنے والے کا وجود کیونکر ہوا؟ اور اسکی کیا علت ہے؟

مستثنیٰ سمجھا جائے تو یہ بھی بدیہیات کے خلاف ہے -

اگر شق دوم تسلیم کیجائے تو بھی ایسی ہی دقتون کا سامنا ہوتا ہے اسکے ماننے سے یہ ماننا لازم آتا ہے کہ دنیا کی ابتدا کسی زمانہ مین نہین ہوئی بلکہ ایک غیر محدود زمانہ سے قائم ہے لیکن ہم دریافت کرتے ہین کہ کیا ہمارے دماغ مین کسی غیر محدود زمانۂ ماضی کا تصور پیدا ہوسکتا ہے ؟ لیکن اگر بہ فرض محال ہم تسلیم کرلین کہ ہمارے دماغ مین سلسلہ نامتناہی کا تصور سما سکتا ہے تو بھی ایسا عقیدہ ہمارے پچھلے تجربات کے منافی ہے ہمارا مشاہدہ تو یہ کہتا ہے کہ ہر تغیر معلول ہے کسی تغیر سابقہ کا ؟ مگر دہریہ کہتا ہے کہ اسوقت تک تغیرات عالم مجموعی حیثیت سے کسی علت کے ساتھ وابستہ نہین !! اس سے قطع نظر کرکے یہ دیکھو کہ کیا اس جواب سے ہماری کچھ بھی تسکین ہوتی ہے ؟ کیا اس سے راز عالم کی گتھی کے سلجھنے مین مدد ملتی ہے ؟ ہمارا سوال یہ تھا کہ عالم کا وجود کیونکر ہوا ؟ اسکے جواب مین کہا جاتا ہے کہ یہ آج سے نہین بلکہ ہمیشہ سے قائم ہے - غور کرو کہ کیا اس جواب مین معقولیت کا کوئی بھی حصہ شامل ہے !!

ان ہی وجوہ کی بنا پر ایک سائنس دان ایگناسٹک مذہب اور دہریت دونون کو پایۂ معقولیت سے گرا ہوا اور غیر تشفی بخش قرار دیتا ہے وہ اگرچہ مذہب کا صاف صاف منکر ہے لیکن اسکے ساتھ ہی دہریت سے بھی متنفر ہے وہ بجائے کسی فرضی وغیر معقول احتمال کے تسلیم کرنے کے اپنے عقلی عجز و نارسائی کا اعتراف بدرجہا بہتر جانتا ہے وہ علانیہ کہتا ہے کہ ہمارے قوائے عقلی اسقدر قوی نہین کہ اس مادی عالم سے خارج کسی ہستی کی حقیقت دریافت کرسکین ہربرٹ اسپنسر کی رائے کے مطابق ممکن ہے کہ کسی غیر مادی ہستی کا وجود ہو لیکن ہمارے سامنے اسکی تائید مین جسقدر دلائل پیش کئے جاتے ہین وہ سب غیر معقول ہین - اس لئے ایک جانب تو ہم ان تمام پیش کردہ رایون کی صحت سے انکار کرتے ہین اور دوسری جانب اس مافوق العقل ہستی کے متعلق اپنی جانب سے کسی قسم کی رائے

قائم کرنے سے ساکت رہتے ہین -

عرفی شیرازی نے مذہب والون کی نسبت کسقدر سچ کہا ہے -

آنان کہ وصف حسن تو تقریر می کنند
خواب ندیدہ راہمہ تعبیر می کنند

راقم

"مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز"

بقلم ایک طالب علم

غزل

کچھ مجھکو یہ خیال بھی ہے مشق ناز مین — پامال کون ہو گیا اس ترکتازمین
کچھ کھل گئے ہین بند قبا خواب ناز مین — نقد وصال ہے گرہ نسیم باز مین
بچتا نظر ہے شرم کی اونچی ہے تھر کی — بچتا نہین شکار نشیب و فراز مین
دل لیکے بھول جانے کی عادت ہی آپکو — اب کے گرہ لگائیے زلف دراز مین
بے پردہ ہوگیا ہے تجلی سے حسن یار — ہے طاقت نگاہ کسی دیدہ باز مین
تیری زبان سے آگ لگی شمع انجمن — میری زبان کو دخل نہین میرے راز مین
پردہ مین زمزمہ زن ہے تو دھوکا ہی رہ گیا — ہے جسم مین یہ روح کہ آہنگ ساز مین
کہتی تھی آج شمع سحر مجھکو دیکھکر — جلتے ہو کس طرح سے غم جان گداز مین
اس بحر پر خطر مین ہون مین کسکی موج سے — ڈر کر ہوا سوار تلاطم جہاز مین
امید پر شکستہ ہون پائی ہے پرورش — مین نے ہوائے بال و پر شاہباز مین
خالی نہین فریب سے عیش اس جہان کا — ساغر شراب کا ہی کف شیشہ باز مین
کیونکر نہ ہنسی لگا رہی ہے اجل کیا بری طرح — الجھا کے رشتہ ہائے امید دراز مین

علی حیدر طباطبائی لکھنوی

فغان بسمل

نہ قابو مین سے دل میرا نہ بس مین ہو زبان میری — معاف ای ضبط اب معذور ہے تاب بیان میری

بجاے داغ خون دامن مین ہین آتش کے پرکالے — ہوئی ہے آتش افشان آج چشم خونفشان میری

دفور اشک مین آہو نسے چشم بادبانی ہے — عجب منجدھار مین ہے کشتی عمر روان میری

میری تقدیر مین وارفتگی تھی اور بربادی — ہوئی اک مشت خاک آخر غبار کاروان میری

تمناؤن کا دل مین اور دل کا خون ہے آنکھون مین — بیان کن سرخیون سے ہو رہی ہو داستان میری

مجھے ہر ہر قدم پر دوری منزل کا رونا ہو — ہم آہنگ جرس ہو شورش طرز فغان میری

بتا کوئی سبیل اے خضر مرگ ناگہانی کی — رہین سخت جانی ہو حیات جاودان میری

جگاتا ہے مجھے خواب عدم سے بخت خفتہ کو — صداے صور محشر ہو الٰہی ہر فغان میری

مٹون خود یا مٹا دون حسرت و حرمان کی ہستی کو
کہ ایسی زندگی اک داغ ہو انسان کی ہستی کو

رہی جس قوم مین تاب عمل روح روان ہوکر — دکھایا اس نے سکان زمین کو آسمان ہوکر

یہ وہ طاقت ہے جس سے بادشاہ مصر کہلایا — وہی یوسف جو آیا تھا غلام کاروان ہوکر

پشیمانی ہے ہمکو آہ اس بے دست و پائی سے — کہ غفلت نے دبایا ہے ہمین خواب گران ہوکر

نہ گرد راہ بنکر ساتھ پہونچے جانیوالون کے — رہے منزل مین پیچھے نقش پاے کاروان ہوکر

گئے آگے نکل وہ ہمسفر جو ہم سے پیچھے تھے — تن آسانی پڑی پانو مین اپنی بیڑیان ہوکر

متاع خانہ لوٹا سامنے قزاق دوران نے — خموشی نے نہ کچھ کہنے دیا مُہر دہان ہوکر

حریفون نے کیا زیر نگین ملک تمدن کو — مٹے ہم صفحہ ہستی سے بے نام و نشان ہوکر

کئے حاصل ہم آہنگون نے تمغے نیکنامی کے — کیا اک نام پیدا ہم نے رسواے جہان ہوکر

سیہ خانے جو تھے سب بنگئے ہین نور کے بقعے — ہماری شمع کا رنگ اڑ گیا آخر دھوان ہوکر

کوئی چارہ نہین اب سوز غمہاے نہانی کا
فقط یہ ہی کہ لین ہم آنسوؤن سے کام پانی کا

الٰہی دیکھتے ہین شان ہم تیری خدائی کی
بڑون کے واسطے بھی ہی کوئی صورت بھلائی کی

دعا کی نارسائی ہی تری درگاہ تک آخر
نہین کچھ غم جو بخت نارسا نے نارسائی کی

خدایا بس ترے در پر ہی اب فرق نیاز اپنا
بتون کے آستانون پر بہت دن جبہہ سائی کی

لگا دے پار خود اپنے کرم سے قوم کا بیڑا
خداوندا دکھا دے شان اپنی ناخدائی کی

بُرے ہین یا بھلے ہین امت خیر الوریٰ ہین ہم
سفارش ہی یہی نسبت جناب مصطفائی کی

خلیلؑ و آدمؑ و ایوبؑ کے مطلب بر آئے تھے
اب اس مشکل کو بھی امید ہی مشکلکشائی کی

ترقی پھر ہو میدان عمل کی دوڑ مین حاصل
جگمگے پھر قبائے خسروی دلق گدائی کی

جھلک ہو قرن اولیٰ کی ہویدا قرن آخر مین
کہ ہے مشہور نسبت ابتدائی انتہائی کی

فقط بسمل نہین اک شوکت اسلام کا طالب
یہی ہی آرزو ہر ایک مذہب کے فدائی کی

نہ حسرت آفرین کی ہی نہ تحسین کی تمنا ہے
دعا کے ختم پر اے قوم آمین کی تمنا ہے

عبدالحکیم بسمل

مقدس گنگا

اے ہندوستان کی سب سے مقدس اور پاک ندی - اے دلفریب اور دلستان ادا سے بہنے والی ندی - اے صبح بنارس کا سمان دکھانے والی ندی تو کچھ اپنے حالات تو بتا - سیاح اپنے سفر کے حالات بتاتے ہین مگر تو جو دائمی سیاح ہے کیون زبان بے زبانی اختیار کئے ہوئے ہی -

تیری داستان دلچسپ ہے - تیرے حالات بامزہ ہین تیرے جمال جہان آرا کی زیارت پاک ہندو دھرم کے ماننے والے لوگون کو ایک آن کی آن مین گناہون سے پاک

کرتی ہے - اور جنت الفردوس مین جسکو وہ لوگ اپنی زبان مین "سورگ" کہتے ہین یہہ سچائی ہے -

تیری سطح پر آفتاب جہان تاب کی کرنین کسی کی پرافشان پیشانی کی یاد دلاتی ہین - تیری لہرون پر کسی کی زلف کا دھوکا ہوتا ہے - اور تیری چمک پر کسی کے رخسار تابان کا نقشہ سامنے آجاتا ہے - تو کبھی ہماری پالن ہار بنی ہے تو کبھی تو نے ہمکو بحر فنا مین ڈبو دیا ہے اور شاید یہی وجہ ہو کہ تجھکو لوگون نے ذات الوالطینادیا مگر ہم تو اسپر بھی تیری خوبیون کے قائل ہین

اے مقدس اور اے پاک ندی ہمکو وہ زمانہ یاد ہے جبکہ سگر راجہ نے جسکے ساٹھ ہزار لڑکے تھے یگ کیا تھا اور اندر اسکا گھوڑا پاتال مین لیگیا اور اسکی تلاش مین ساٹھون ہزار لڑکے زمین کھودنے لگے تھے - اور اس سے ایک گڈھا پیدا ہو گیا تھا - جسکو اب ساگر یا سمندر کہتے ہین ادہمین جو لڑائی ہوئی تھی اور یہ ساٹھون ہزار مارے گئے تھے جنکی مکتی کی فکر بھاگرتکو پیدا ہوئی تھی اور اسی وجہ سے وہ تجھکو اے مقدس ندی ہمالیہ سے لایا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس قرب و جوار مین تیرا نام بھاگی رتی بھی ہے تو سوگ (فردوس برین) سے آئی ہے اسلئے تجھکو دیوتا ندی بھی کہتے ہین اور وہان سے آکر تو شیوجی کی جٹا سے نکلی ہے اور وہان سے ہمالیہ کا چکر کاٹکر تو اس ملک مین نمودار ہوئی ہے - اے ہندوستان کی ساری ندیون سے مقدس ندی اگر تو آج خشک ہو جائے تو قیامت نمودار ہو جائیگی - اصلی قیامت چاہے آئے یا نہ آئے یا کل کا وعدہ کرے مگر زندہ قیامت ضرور آجائیگی - جن زمینون کی رکشا اور پرورش تو کرتی ہی اور جنکے دل تو نے ہاتھ مین لے رکھے ہین وہ مرجائینگی اور اسیوقت واذالبحار سجرت کا نمونہ ہو جائے گا -

ہردوار مین ہر کی پیڑیان اور کرسنا گھاٹ علی گڈھ کے پاس راج گھاٹ فرخ آباد کے پاس بھوسون گھاٹ اور بنارس مین منی کرنیکا گھاٹ تیرے تقدس کی آج تک

یادگارین ہین -

اے مقدس اور پاک ندی ہندوستان کا مشہور شاعر جگناتھ کبھی تیرے لئے اپنی کتاب گنگا ہری مین کہتا ہے کہ " اے گنگا مہارانی جبکہ رانیان اپنے بدن مین چندن اور کستوری لگا کر تجھ مین کہتی ہین تو جن بر تون کی کستوری اُن کے بدن مین لگی ہوتی ہے وہ بھی تیرے پاک جل کی بدولت چتر بھج روپ دہارن کرکے سیدھے سورگ مین چلی جاتی ہین اللہ اللہ کیا تیری شان رحمت ہے -

نظر لطف سے دیکھے گی جنھین تو یکبار

مستحق خلد کے ہو جائینگے سارے سقری

اے مقدس ندی تیرے کنار عاطفت مین مرنا جنت کے داخلہ کا پروانہ ہے اور اسی لئے جو ہندو چوتھے آشرم مین آجاتے ہین وہ وہین عبادت کرتے کرتے رہ جاتے ہین -

تیرے آغوش عاطفت مین ہڈیان آجتک ڈالی جاتی ہین جسمین سب سے زیادہ دانت اور کھٹنے کی ہڈیان ہوتی ہین جنکو اصطلاح عام مین پھول کہتے ہین - اور انھین پھولون کی دیکھا دیکھی تیرے ماننے والون کے ہمنشینون نے سچ مچ کے پھول ایجاد کر لئے ہین -

جو شخص تیرا پانی راسے شرم مین چڑھاتا ہے وہ شیولوک مین بلا روک ٹوک داخل ہوجاتا ہے اور یہی راجون کے راجہ مہاراجہ سری رامچندر جی کی نصیحت ہے - ہندؤن مین جسقدر پاک رسوم ادا کی جاتی ہین اسمین تیرا پاک پانی استعمال کرنا ضروری ہے تیرے ہی پانی سے کریا کرم ہوتا ہے اور تیرے ہی نام اور تیرے پانی سے حلف اٹھایا جاتا ہے سچ تو یہ ہے کہ ہندؤن کے لئے تیرا پانی آب زمزم کے برابر ہے چاہے ڈاکٹر دونون کو مرکری لوشن کے برابر نہ خیال کرین -

اے مقدس اور پاک ندی تیرے اسقدر احسانات ہین کہ انکا بیان کرنا مشکل ہے مگر اسپر بھی تیرے ملک کے رہنے والے اور تجھسے ثواب اُخروی حاصل کرنے والے تجھسے بے خبر مسلمان تو شاید ہی جانتے ہونگے کہ تو کیا ہے مگر سچ یہ ہے کہ ہندو بھی بے خبر ہین

تو اسقدر مقدس ہے کہ جہان تو نہین تو تیرے عاشقون اور شیدائیون نے تیرے
نام پر اور دریاؤن کے نام رکھ لئے ہین اور انکو تیرا ظل یا بروز خیال کرتے ہین -
اے مقدس اور پاک ندی آج تیرے حالات یہ خادم پبلک مین پیش کرتا ہے
اگرچہ مین تیرے عقیدت مندون مین نہین ہون مگر خدا کا حکم ہے کہ لاتسبوا الدین یدعون
من دون اللہ عدواً بغیر علم اسلیئے تیرا ادب کرتا ہون اور ادب سے ذکر- کاش
اور مذہب والے اسکی تقلید کرین تو مذہبی فسادات اُٹھ جائین -
یہ مبارک اور مقدس ندی جسپر صوبہ جات متحدہ کے لوگ جسقدر ناز کرین کم ہے
ہمالیہ پہاڑ سے نکلی ہے اور سب سے پہلے ریاست گڑہوال کو اپنا مرہون منت بنایا اور
پندرہ سو میل کا سفر طے کرکے خلیج بنگالہ نامی ساگر سے ہم آغوش ہو گئی ہے - مقدس مقام
گنگوتری کے پاس ایک برف سے ڈہکا ہوا کوہ ہے وہان سے نکلی ہے جو ساگر کے
سطح سے دس ہزار تین سو فٹ بلند ہے شروع مین جہاری جو شمال مغرب سے
آتی ہے اور الک نندا دونون دیو پراگ پر ملتی ہین اسکے بعد یہ گنگا کے مقدس اور
پیارے نام سے یاد کیجاتی ہے اور یہ مقام نہایت مقدس مانا جاتا ہے اور اسیطرح گنگوتری
بھی- سکھی مقام پر یہ ہمالیہ سے نکل آتی ہے اور جنوب اور مغرب کی طرف اسکا رُخ ہوجاتا
ہے اور ہردوار مین نمودار ہو جاتی ہے- دیرہ دون سہارنپور- مظفر نگر- بلند شہر-
فرخ آباد کا نپور مین ہوتی ہوئی یہ آگے روانہ ہوتی ہے- یہان تک نہ تو اسکا زیادہ جوش
وخروش ہے اور نہ اسمین پانی کی کثرت ہے- صرف گرمیون مین جبکہ برف گھلتی ہے یا برسات
ہوتی ہے تو اسکا بھی پانی بڑھتا ہے- الہ آباد مین اس سے اسکی بہن جمنا ہم آغوش ہوجاتی
ہے پھر یہ دونون اپنا سفر شروع کرتی اور مشرق کی طرف اپنا رُخ کرتی ہین اور پھر جنوب
اور مشرق کی طرف رُخ ہوجاتا ہے اور اس سفر مین گھاگرا (جو اجودھیا جی سے متبرک
مقام پہنا شام اودہ کا لطف دکھاتا ہے) اور گومتی معانقہ کرتی ہین -

الہ آباد مین جس متبرک مقام پر یہ دونون مقدس ندیان ہم آغوش ہوتی ہین وہ بہت مقدس ہے اور اسکو پراگ کہتے ہین جہان لاکھون زائرین ہر سال جمع ہوتے ہین - پھر بنارس مین ہوکر یہ بہار کے لوگون کو اپنے جمال جہان آرا کی زیارت کراتی ہے جہان سون ندی اس سے آکر ملتی ہے پھر پٹنہ کے لوگون کو اپنا دیدار دکھاتی ہے اور یہان نیپال والی گنڈک اسکے قدم لیتی ہے اور راج محل تک پہونچ جانے پر اسکا رخ جنوب کی طرف ہو جاتا ہی اور یہ غور کی تباہ حالت پر غور کرنے لگتی ہے - یہان سے سمندر صرف دو سو چالیس میل رہ جاتا ہی بیس میل اور چلتی اور پھر اسکے چشمہ فیض جاری ہوتی ہین اور یہی اوس ڈلٹا کی ابتدا ہے جو خلیج بنگالہ کے دہانے پر ہے جو بخط مستقیم دو سو میل ہے اور چکردار راستہ کے لحاظ سے تین سو میل -

اس مقدس ندی کا خاص دہارا اس مقام سے پدما یا پدا کہلاتا ہے اور جنوبی مشرقی سمت کو رخ کرتا ہوا بہا کرتا ہے اور بہتا ہوتا ہوا گولنڈو اپہونچ جاتا ہی اور یہین پر جمونا آکر اس سے بغل گیر ہوتا ہے جو خود برہم پترا کا خاص دہارا ہے اور ان ہر دو کا مجموعہ خلیج بنگالہ سے مل جاتا ہی -

جس مقام پر ڈلٹا بنا ہی اسکے اوپر کے زاویہ پر مرشد آباد - ندیا جسور اور ۲۴ پرگنے کے اضلاع ہین - اور بیس میل پر ایک جنگل ہے جسکو سندر بن کہتے ہین - اور اسمین سے ہوکر بہت باریک دہارے گذرتے ہین - اسکو سندربن اسلئے کہتے ہین کہ اسمین سندری کے درخت اُگے ہوے ہین ہگلی بھی دراصل یہی مقدس ندی ہے اور تجارت کے لئے بہت مفید اور وہان سے نوے میل تک چلی گئی ہے -

اس مقدس ندی کے "کیچمنٹ بےسن" کا رقبہ چار لاکھ بیس ہزار چار سو اسی میل مربع ہے -

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اس مقدس ندی کی لمبائی پندرہ سو چالیس میل ہے۔ راج محل پر پانی کی رفتار تیرہ لاکھ پچاس ہزار مکعب فیٹ فی سکنڈ ہے مگر بزمانہ طغیانی دہانہ پر چوڑائی بیس میل ہے۔ خشک موسم مین اسکا پاٹ سوا میل سے سوا دو میل تک ہے اور گہرائی خشک موسم مین دس گز تک ہے۔

پانی کی رفتار بزمانہ طغیانی اٹھارہ لاکھ مکعب فیٹ فی سکنڈ ہے معمولی حالت مین دو لاکھ سات ہزار مکعب فیٹ فی سکنڈ ہے۔

اسمین طغیانی جب آتی ہے تو زیادہ سے زیادہ چالیس یوم تک رہا کرتی ہے الہ آباد سے بنارس تک یہ ندی ۶ انچہ فی میل نشیب مین ہو گئی ہے اور بنارس سے کلکتہ تک چار یا پانچ انچہ فی میل ہے اور کلکتہ سے سمندر تک ایک یا دو انچہ فی میل

جب کبھی اس مقدس ندی کو لوگون پر غصہ آیا ہے تو اسنے عذاب کا رنگ بھی پکڑ لیا ہے اور لوگ اگر آل فرعون کے مثیل ہو گئے ہین تو یہ ندی دریائے نیل کا بروز بن گئی ہے اور "واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون" کی حالت پیدا ہو گئی ہے اور اسی وجہ سے جنوبی بنگال مین کوئی عمارت اسکے قرب وجوار مین نہین بنائی جاتی۔

اسکے ساتھ ہی گنگوتری کے حالات بیان کرنا بے موقع نہ ہونگے یہ بھی ریاست گڑھوال مین ہے اور گنگا سی مقدس ندی پر واقع ہے اور اس مقام پر گنگا محض پندرہ بیس گز چوڑی ہے اور تین فٹ گہری۔ یہان آٹھ یا دس فیٹ اونچا ایک مندر ہے اسمین دو مورتین ہین۔ ایک گنگا کی ایک بھاگرتی کی۔

یہان پر دریا کو تین حصون پر تقسیم کیا ہے۔ ایک برہما کے نام پر نذر ہے۔ دوسرا دیشنو کے نام پر اور تیسرا شیوجی کے نام پر۔ یہ مندر دس ہزار تین سو انیس فیٹ سطح سمندر سے بلند ہے اور طول البلد ۲۸ درجہ ۹ دقیقہ ہے اور عرض البلد ۳۰ درجہ ۵۹ دقیقہ ہے۔

محمد عمر جذب

گل و بلبل

آرائش چمن ہے حسن و جمال میرا | محبوبیت کی جان ہے غنچ دلال میرا
سو زیور ون کا نہ زیور اک میری سادگی ہے | بے خط و خال ہونا ہی خط و خال میرا
خاکی گھر ہون لیکن کیفیتین نہ پوچھو | جام جہان نما ہے جام سفال میرا
مجھسے ہین آشکارا حسن ازل کے جلوے | دفتر ہے معرفت کا مضمون حال میرا
لکھتے ہین مجھکو شاعر کیون گوش بے سماعت | باد صبا سے پوچھو کچھ وجد و حال میرا
شمشاد پا بگل ہین اور پیچ و خم مین سنبل | پھیلا ہوا ہے ہرسو گلشن مین جال میرا
فصل بہار گویا میرا ہی ایک تبسم | موسم ہی جو خزان کا ہے اک ملال میرا
نرگس کی آنکھ مجھپر ہر دم لگی ہوئی ہی | بنیا وہی ہے جو ہے محو جمال میرا
سوسن کی دس زبانین مصروف ہین ثنا مین | ورد طیور گلشن ہے ذکر و حال میرا

در محفل بہاران شمع جگر گدازم
اے چون کلم بخوانی آگہ نہ ز رازم

گل نے کہا یہان تک جب اپنی داستان کو | بلبل نے بھی اٹھایا پھر سر بہ بوستان کو
بولی کسے سناؤن مین کون ہون کہان ہون | پیدا کرون کہان سے ہمراز و ہمزبان کو
کیونکر بتاؤن کیا کیا صدمے پہونچ رہے ہین | گلچین سے گلستان کو بجلی سے آشیان کو
غش دل گلاب پر ہی لالہ سے خون جگر ہی | آشوب کسقدر ہے اک جان ناتوان کو
مجھکو پڑی ہوئی ہے پھولون کی گلستان کی | میری پڑی ہوئی ہے صیاد و باغبان کو
گھر کر لیا ہے دل مین جبسے ان کے عشق گل نے | ہے کام لخت دل سے بس چشم خونفشان کو
گلہائے اشک خون سے آخر سراغ نکلا | دلمین چھپا رکھا تھا جس شاخ ارغوان کو
اک برق آسمان کی اک قہر باغبان کا | کس کس سے مین بچاؤن خاشاک آشیان کو

از عافیت در اینجا گاہے نشان ندیدم
بر ہیچ شاخسارے کنج امان ندیدم

ملک محی الدین احمد قمر

لیڈیز کانفرنس کی ضرورت

سید امین الحسن رضوی نے جو تحریک اپنے مضمون مین پیش کی ہے ہم اسکو ناظرین کی خدمت مین پیش کرتے ہین۔ النّاظر کے صفحات نہایت مسرت کے ساتھ موافق و مخالف ہر پہلو پر غور کرکے لکھنے والون کے واسطے وقف ہین ہم امید کرتے ہین کہ بزرگان قوم جنکو تعلیم نسوان کے اہم مسئلہ سے دلچسپی ہے۔ اپنی قیمتی رایون کا اس خاص تجویز پر اظہار فرمائین گے۔

ترقی تعلیم نسوان کے بہی خواہون کو یہ محسوس کرکے بہت مسرت ہوتی ہے کہ تقریباً اکثر نامور حصص ہندوستان کی عورتین تعلیمی معاملات مین غور و فکر کی عادی ہو چلی ہین۔ مضامین کے ذریعہ سے تبادلہ خیالات مین مشاقی پیدا ہو رہی ہے عورتون کے مخصوص پرچے ملک کی اس اہم ضرورت کو بتدریج پورا کرتے جاتے ہین۔ عورتون مین یہ مفید امنگ کچھ زیادہ دن نہین ہوے کہ پیدا ہوئی ہے اور رہنمایان قوم نے تھوڑا ہی زمانہ گذرا کہ شد و مد سے قوم کی ابتری اور کاواک نشو و نما کو محسوس کرکے اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تربیت اور تبادلۂ خیالات کے مفید ذریعے عورتون کے لئے ضروری اور اشد ضروری ظاہر کئے ہین۔ مدبران مصالح قومی کو مردون مین اعلیٰ تعلیم اور جامع تربیت کے نشو و نما مین کچھ ایسی ناگزیر دقت پیش آئی کہ عورتون کو گمنامی سے نکالنے "اور حجاب اکبر" کے بیش بہا جواہر کی طرف تحریص دینے کیلئے توجہ کرنا پڑی۔ جہان تک مین سمجھتا ہون تیر بہدف تدابیر اصلاح قومی مین مایوسی اور سب جتن پورے کرنے کی تھکن اسکا باعث ہوئی خادمان قوم نے ہر قسم کی تدبیرین (بدون شمول خواتین ہند) مردون مین ترقی تعلیم درستی اخلاق و معاشرت کے واسطے کین لیکن منتہائے کار یہ معلوم ہوا کہ جبتک قدرت کے شگفتہ پھول اپنی نیرنگیان زیب نگاہ نہ کرینگے یہ چمن سجتا نظر نہین آتا۔ افسوس یہ جو انجام مین خیال کیا گیا آغاز مین سوچ کر عمل پیرا

ہونیکی چیز تھی - کھلی ہوئی بات ہے کہ ہر شخص کی عمر کا اصلاح پذیر حصہ بلکہ بعض بعض مقامات پر اُس سے بھی زیادہ زمانہ عورتون ہی کے زیر پرورش ونگاہداشت بسر کرنا پڑتا ہے لڑکا اور پھر ہندوستانی لڑکا فطرتی طور پر مدت مدید تک ماں بہن خالہ پھوپھی چچی ہی سے بسی ہوئی دنیا کو دنیا سمجھتا ہے اور اس محدود حلقہ کے اخلاق وآداب تعلیم حسن معاشرت سے اُس کے دماغی قوی نشو ونما پاتے رہتے ہین - ظاہر ہے کہ اگر اسی اہم دنیا کی افتاد تعلیمی بنیاد پر ہے تو لڑکا بھی اسی رنگ مین رنگ جائیگا اور اگر ایسا نہین ہے تو لڑکے کو بھی "بوا بتا دے" کے سبق کا حافظ سمجھو - ہان تو میری غرض یہ ہے کہ مدبران قوم نے بہت دیر مین پورے طور پر عورتون کی تعلیم کے مسئلہ کو طے کیا اور ہندوستانی پبلک خصوصاً مسلمانون کی جامع ترقی کے لئے آخری علاج بھی تجویز کیا اس درنگ کاری کی تلافی ممکن ہے مگر نہ اس رفتار کے ساتھ جو اس سرد مزاج والی صنف انسانی نے اس وقت اختیار کی ہے ذرا غور کرو کہ ہر سال ہندوستان مین کتنی لڑکیان اور لڑکے وجود پذیر ہوتے ہین اور اس نسبت سے اُنکی نشو ونما اور عورتون کے سالانہ معیار اصلاح اخلاق وترقی تعلیم کو قیاس کرو پورے غور کے بعد تم مایوس ہو جاؤگے اور یہ یقین کرنے لگوگے کہ بس وقت نکلگیا اب اگر عورتین تعلیم بھی پائین تو سو برس تک تو ملک مین وہ برکات اور روشنیان نہین نظر آسکتی ہین جو ایک تعلیم یافتہ ملک مین نظر آنا چاہیئے مگر مایوسی ترقی کی دشمن اور کام کی بیری ہے - اسلئے کچھ نہ کچھ جو امکان مین رہ گیا ہے ضرور ہونا چاہیئے اسکی تدبیر یہ ہے کہ ہندوستان کی عورتون کی رفتار تعلیم تیز کر دیجائے اور یہ ممکن نہین جبتک کہ تعلیم یافتہ عورتین غیر تعلیمیافتہ عورتون سے نہ ملین اور اُن کے ذہن مین فوائد تعلیم ذہن نشین نہ کر دین اور ایک دوسرے کے تبادلہ خیالات سے سادے دماغ نہ متاثر ہون محض ہر مہینہ مین دو چار پرچون مین چند عورتون کے مضامین کا شایع ہو جانا میرے نزدیک عورتون کی ترقی کا حامی نہین ہو سکتا اور تحریص وریس اس قوم مین نہین پیدا ہو سکتی

جو ضروری و سہل الحصول ہے بشرطیکہ عورتون ہی کی طرف سے ہو۔ ایک ہندوستانی بیوی جسطرح اپنے ہمجنس کو دیکھکر رشک کرتی ہے اور اس جیسی بننے کی کوشش کرتی ہو مشکل سے دوسرے جنس کی کسی قول و فعل سے متاثر ہوگی اسلئے کہ جنس مقابل مردون کے متعلق تو سیدھی سادی سوزنی طبیعتین یہ طے کر چکی ہین کہ "اللہ رکھے تم مرد ہو ہملوگ تمہاری برابری کیا کرسکتے ہین" الغرض اسی اصول پر اس ابتدائی زمانہ مین جبکہ مردون کے لئے بھی اس قسم کے مشکلات درپیش تھے آنریبل سید احمد خان مرحوم نے ایجوکیشنل کانفرنس کا نسخہ تجویز کیا اسمین شک نہین کہ یہ نسخہ شیر مادر ہو کے رہا۔ اگر خدا جھوٹ نہ بلوائے تو ملک مین تعلیم کے شوقین اور زبان آوری مین مشاق فی صدی ۹۰ ہونگے تو اس نسخہ کے سریع الاثر ہونے کا نتیجہ ہین قوم کی بھلائیون کے سوچنے کی قوت جو کچھ ادھری قوم کی برائیان جو محسوس ہونے لگین یہ محض کانفرنس کا صدقہ ہے ورنہ تہذیب الاخلاق اور دیگر پرچے آخر مسلمانون کے مضامین سے اور بڑے کام کے بھلے کے مضامین سے لبریز ہوتے تھے مگر جبتک کہ دوبدو کی نوبت نہ آئی کچھ اصلاح نہ ہوسکی اس طور پر ضرورت اسکی ہے کہ عورتون کے لئے بھی وہی نسخہ تجویز کیا جائے اور ایک "آل انڈیا زنانہ ایجوکیشنل و سوشل کانفرنس" قایم کی جائے انشاء اللہ ایکدم مین اسوقت بہت سی قابل اور لایق خواتین موجود ہین ثروت کے لحاظ سے بھی ایسی ایسی ہین جو لندن کی ڈچز کہی جا سکتی ہین یہ لوگ سکریٹری پریسیڈنٹ پیٹرن میں ہوکر ہر سال نئے نئے شہرون آبادیون و بستیون مین کانفرنس کے اجلاس کرین اور ان عورتون کو جو ابتک تعلیم و اصلاح رسوم کی ترکیب لفظی سے بھی واقف نہین آدمی بنائین اُن مین جائز رشک و تعلیمی تحریص پیدا کرین۔ عورتین جب اپنی بہنون کو اسطرح مضمون آفرین اصلاح رسوم کی دلدادہ و عامل دیکھینگی میرا عقیدہ ہے کہ بغیر مزید کوشش کے اونمین وہ روح پیدا ہو جائیگی جو ہر تعلیمیافتہ ملک کے جاندار فرد انسانی مین

ہوتی ہے ابھی تک تو اچھی سمجھدار عورتین بھی اس شبہہ مین ہین کہ بعض پرچون مین جو مضامین عورتون کے نظر آتے ہین وہ فی الحقیقت اُنھین کے قلم و دماغ کا نتیجہ ہین یا اعزا و اقربا (ذکور) مین سے کوئی اُنکے نام سے چھپوا دیتا ہے۔ خود مجھسے اور اس قسم کی نہمیدہ عورتون سے جھک جھک ہو چکی ہے مگر اونکو یقین ہی نہین آتا یہ اسلئے کہ مدت جہالت و ناتراشیدگی عورتون کے لئے طبیعت ثانی ہو گئی ہے اور وہ بھولگئی ہین کہ ہم بھی لایق ہو سکتے ہین۔ ہم مین بھی وہی قابلیت ہے جو مردون کو عطا ہوئی ہے۔ ایک ذرا توجہ کی دیر ہے اس کانفرنس سے عورتون کے اس قسم کے شبہات بھی رفع ہونگے جسکا نتیجہ شوق تحصیل علم تو بدیہی ہے تبادلۂ خیالات اور میل جول سے جو ضمنی سیکڑون فائدے ہونگے وہ طرفہ بران۔ پھر عورتون کا میل جول۔ بقول مسٹر گلیڈاسٹن "دس عورتون کا منفقہ مجمع سیکڑون مردون کی متحدہ جماعت سے زیادہ قوی ہوتا ہے"۔ مین یہ نہین کہتا کہ یہ کانفرنس آج ہی اس اعلیٰ پیمانہ پر نظر آئے جیسی مردون کی کانفرنس ہے اسلئے کہ یہ ممکن ہی نہین۔ اُس کانفرنس کی ابتدا بھی کچھ ایسی شاندار نہین تھی۔ شروع شروع مین خدا بخشے سرسید اپنے حواریون اور دو چار تابعین سمیت تقریرین کر دیتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ ترقی ہوئی۔ یہ بھی یونہی شروع ہوگی اور بڑھے گی ابھی مینے ایک تجویز کی صورت پیش کی ہے اگر ملک کی خواتین نے اسکو بنظر استحسان دیکھا تو مین آیندہ کسی مضمون مین اس کانفرنس کے چند ادامر و نواہی بھی لکھونگا امید ہے کہ تعلیمیافتہ خواتین ہند ضرور ہر پہلو پر غور فرمائینگی۔ اور اپنے خیالات کا اظہار کرین گی۔

امین الحسن رضوی

عرض مطلب نرمی گفتار انشا میکند — حرف ناموزون ما را کرد موزون احتیاج

حسن و عشقے نیست جز اقبال داد بازظہور — لیلی این بزم استغناست و مجنون احتیاج

مرزا عبدالقادر بیدل

غیبت و اعتراض

افسوس کی بات ہی کہ غیبت اور اعتراض کا مرض ہم عورتون مین وبائی امراض کی طرح پھیلا ہے۔ مردونین یہ عیب شاذونادر ہوتا ہے۔ مگر عورتین زیادہ تر اس مین مبتلا ہین۔ جاہل ہی ہنین بلکہ تو ہنین۔ خاصی لکھی پڑھی شریف بیبیان اس سے بچنے کی کوشش نہین کرتین۔ مینے بارہا خیال کیا ہے کہ جہان چار بہنین ایکجگہ ہوئی ہین اسی قسم کے تذکرے چھڑ جاتے ہین۔ کیسیکے لباس پر ہنسی ہوتی ہے۔ کسی کے زیور پر۔ کسی کی صورت پر مذاق ہوتا ہے کسی کی طرز گفتگو پر۔ کسی کی سادہ لوحی پر قہقہے لگائے جاتے ہین۔ تو کسی کی سنجیدگی اور متانت پر۔ اگر دو کسی کی تعریف کرتی ہین تو چار ادمی ہین بے شمار عیب نکالتی ہین۔ ایک کہہ رہی ہین "تو بہ فلان بی بی تو بالکل دقیانوسی خیال پُرانے فیشن کی آدمی ہین انکے یہان کوئی زمانے کے رنگ پر نظر کرنا ہی نہین جانتا" دوسری بولین "اُفّہ وہ تو ہمیشہ بڑی لیڈی بنتی ہین" ایک بہن کسی دوسری بہن کی بابتہ فرماتی ہین "ارے بہنا! انکا کیا کہنا۔ وہ تو ہندوستانی معلوم ہی نہین ہوتین انہون نے تو سارا طریقہ انگریزون کا لیلیا ہے۔ وہی ہر چیز مین صفائی۔ وہی کھانیکا طریقہ۔ ویسی ہی وقت کی پابندی۔ بچون کی پرورش بھی انگریزی طرز پر ہوتی ہے۔ بڑی آزاد خیال آدمی ہین۔ ہم غریب ہندوستانیون سے وہ کیون بات چیت کرنے لگین" اور جن بیچاری بہنون پر یہ تبترے ہو رہے ہین۔ اُنکے فرشتون کو بھی خبر نہین۔ کہ کسینے اُنکو کیا کہا ہے شرم! شرم!! کیا یہی صورتین ہماری ترقی کی ہین؟ اور کیا انھین باتون پر ہم مسلمان خاتونین کہی جانیکی مستحق ہین؟ نہ غیبت کرنے والی بہنین خدا سے ڈرتی ہین۔ اور نہ اعتراض کرنے والیان اپنی بہنون کی دلشکنی کا خیال کرتی ہین۔ بلکہ فخریہ بیان کرتی ہین کہ ہمنے تو چار آدمیونکے

سامنے اُنکے منہ پر پھٹ سے کہدیا۔ بُرا لگے یا بھلا۔ کچھ ہمکو انکا یا کسیکا ڈر تو پڑا نہین ہے۔

کوئی ان سے پوچھے کہ آپ نے کون بڑا عمدہ کام کیا۔ ہان ایک بہن کا دل دکھاکر دل آزاری کی سند یافتہ البتہ ہوگئین۔ اگر وہ بھی (جنپر اعتراض کیا گیا ہے) تند گو اور تیز مزاج ہین تو ترکی بترکی جواب دیکر اُنھون نے آپکو شرمندہ کیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ بجاے راہ و رسم بڑھنے کے آپسمین رنجش ہوگئی۔ اور اگر وہ "جواب جاہلان باشد خموشی" سمجھ کر ٹال گئین۔ تو آپ سمجھین کہ ہمنے انکو لاجواب کردیا۔ بہرصورت۔ ایک کے دلمین دوسرے کی وقعت نرہی۔ اور جب وقعت نرہی تو محبت کہان۔ اسکی جگہہ تو نفرت اور حقارت نے لیلی۔ کیونکہ ہم جسکی وقعت نہین کرتے۔ اس سے محبت بھی نہین کرسکتے۔ ہم آپسمین ایکدوسرے سے محبت و ہمدردی کرنے کے واسطے پیدا کئے گئے ہین۔

ہماری تعلیم اور ہمارے میل جول کا یہی حاصل ہونا چاہئے۔ ہماری ترقی کا باعث ہمارا اتفاق ہی ہوسکتا ہے اور یہ ہمارے مذہب کا ایک ضروری جزو بھی ہے مثل مشہور ہے کہ تلوار کا زخم بھر جاتا ہے۔ مگر زبانکا زخم کبھی نہین بھرتا۔ ہمیشہ ہرا ہی رہتا ہے۔ دل آزاری بہت ہی بد ترچیز ہے۔ میری رائے مین یہ ایک ایسا گناہ ہے جسکو نہ خدا معاف کرتا ہے نہ بندے۔

مے خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن
ساکن بتخانہ باش و مردم آزاری مکن

غیبت اور اعتراض بھی دل دکھانے والی باتین ہین اور گناہ بے لذت۔ میرے نزدیک تو یہ طریقہ نہایت مناسب ہے کہ اگر ہمکو کسی بہن کی کوئی بات ناپسند ہے اور ہماری رائے مین قابل اعتراض ہے (اگر ہمارے اور اُن کے زیادہ رسم ہے) تو ہمکو لازم ہے کہ اُنسے دریافت کرین۔ کہ کیون وہ ایسی بات پسند کرتی ہین جسکو

لوگ بُرا کہتے ہین - اگر وہ اسکے لئے معقول وجوہات رکھتی ہین - تو ہمکو اسپر اعتراض کا کیا موقع ہے - اور اگر وہ غلطی پر ہین - تو ہمارا فرض ہے کہ ازراہ ہمدردی انکو انکے عیوب دکھائین اور سمجھائین - وہ مانین یا نمانین - یہ اُنکا فعل ہے - اور اگر ہمارے اُن کے اتنی بے تکلفی نہین ہے - صرف صاحب سلامت ہے - تب تو اور بھی ہمکو اعتراض کرنیکا یا پیٹھ پیچھے بُرا کہنے کا حق نہین ہے - خاموشی بہتر ہے - اور یہ سمجھ لینا کافی کہ انکی کچھ اسی مین مصلحت ہوگی -

اپنی اپنی پسند - اپنی اپنی مصلحت وطبیعت - ہم کوئی خدائی فوجدار نہین ہین کہ زمانے بھر کا انتظام کرین پہلے ہمکو اپنی حالت دیکھنا چاہیئے کہ ہماری کونسی باتین دوسرون کی نظر مین قابل اعتراض ہوسکتی ہین - ہمکو آپس مین ملنے میل ملاپ بڑہانا چاہیئے کہ تبادلۂ خیالات کا موقع ملے - ہمدردی اور محبت اور اتفاق بڑھے اچھے بُرے کی تمیز ہو - نہ اسلیئے کہ نفرت وحقارت - ملال وجھگڑا پیدا ہو -

خدا ہم سب بہنون کو توفیق دے کہ غیبت اعتراض اور تمام بُری باتون سے جنکو خدا بھی بُرا سمجھتا ہے اور بندے بھی بچنے کی کوشش کرین - اور اپنے چھوٹے چھوٹے بچون اور بھائی بہنون کے لئے ہم ایک اچھی مثال ہون تاکہ وہ بھی ان عیوب سے پاک رہین -

بیگم صفدر علی

بہ پوش چشم خود از عیب تا شوی بے عیب — کہ عیب پوش کسان عیب پوش خود باشد
صائب

رسوا شود کسے کہ سخن چین بود غنی — ہر جا کہ خامہ ایست زبانش بریدہ است

عیب مردان فاش کردن بدترین عیبہاست — عیب گو اول کند بے پردہ عیب خویش را
میاں غلام علی آزاد

سیاہ رو شود آنکس کہ عیب بین گردد — چو خامہ بر سخن ہیچکس مدار انگشت
فائق

آئینہ خود باش صفائی بہ ازین نیست — عیب ہمہ کس پوش قبائے بہ ازین نیست
مرزا جعفر زکی

ندارد نکتہ گیری حاصلے غیر از پشیمانی — سر انگشتے کہ بر حرفے نہی خواہی گزیدآخر
شوکت

نظر سے خوش گذرے

یہ دیکھکر مسرت ہوتی ہے کہ اکثر معاونین نے اپنے اپنے رسالون کو وقت پر شایع کرنے کی جد وجہد شروع کردی ہے اخبار ہو یا رسالہ وقت پر نہ پہونچے تو ناظرین۔ ایسے ناظرین جو رسالون اور اخبارون کے پڑھنے مین لطف پاتے ہین۔ پریشان ہوتے ہین۔ وقت کی پابندی کا خیال ہمارے ملک مین محض اس بنا پر نہین کیا جاتا کہ یہان وقت کی قیمت بہت کم ہے۔ مگر اخبارات ورسائل جو اہل ملک کے دماغی معلم ہین اونکو تو وقت کی ناقدری کرکے بری مثال نہ قائم کرنا چاہیئے۔ سنہ ۱۹ء کو ختم ہوئے دو مہینے ہوگئے ہین اور بعض رسالون نے ابھی تک سال گذشتہ کے پرچے شایع نہین کئے ہمنے الناظر کی مختصر زندگی مین کئی بار سخت مخالف اسباب جمع ہوجانیکے باوجود اس خاص اصول کو کبھی نظر انداز نہین ہونے دیا۔ چنانچہ اس بار عین زمانۂ اشاعت کے قریب ناچیز اڈیٹر کی علالت سے اشاعت مین تاخیر ہوجانیکا سخت اندیشہ تھا مگر الحمد للہ کہ ہماری قوت ارادی جسمانی بدنظمی پر قادر آئی اور ہمین اپنے ناظرین سے نادم ہونا نہ پڑا تاہم اتنا ضرور ہوا کہ اس عنوان کے تحت مین جس التزام سے ہم معاصرین کی خدمت کرتے تھے اوسمین ایک گونہ خلل واقع ہوگیا یعنی صرف ایسے ہی رسالون پر ہمین نظر ڈالنے کا موقع ملا جو خواتین کی دماغی تعلیم سے اہم کام کو سرانجام دے رہے ہین انمین بھی علیگڈھ کا معزز ہمعصر ہماری نظر سے نہین گذرا اس سے کہ جنوری نمبر اُس کا ابھی تک ہمارے دفتر مین موصول نہین ہوا غالباً ہنوز شایع نہین ہوا ہے ہم اس کوتاہی کے لئے معزز ناظرین سے عذرخواہ ہین اور آیندہ نمبر مین کوشش کرینگے کہ اسکی تلافی ہوجائے۔

عصمت

اس رسالہ کے دسمبر نمبر سے ایک سبق آموز اور دلچسپ مضمون (جوح م ب

کے قلم سے نکلا ہے) کا ایک حصہ نقل کرنا خالی از لطف نہ ہوگا - یہ تذکرہ ہے مسز الزبتھ فرائے ایک انگلستان کی خاتون کا جسنے رفاہ عام کے کامون مین اپنی فیاضی اور ہمدردی بنی نوع انسان کا ثبوت دینے کے علاوہ لنڈن کے مشہور محبس "نیوگیٹ جیل" کی اصلاح و درستی مین نمایان حصہ لیکر انگلستان کے تمام باشندون کو اپنے اعلیٰ اخلاق کا رہین منت بنالیا اور تمام طبقۂ اناث کی رہبری کیلئے مشعل ہدایت روشن کردی -

"سنہ ۱۸۱۳ء مین پہلی مرتبہ مسز الزبتھ فرائے نے اولڈ بیلی کے "نیوگیٹ جیل" کو دیکھا - جو باتین یہان کے بارے مین سنی تھین - اُس سے بھی بدتر حالت مین پایا - چار کمرون مین قریباً تین سو مستورات معہ اپنے بچون کے کھچاکھچ بھری ہوئی تھین - کپڑا اُن کے پاس کافی نہ تھا بلکہ چیتھڑے پہنے ہوئے تھین - اُنکی اخلاقی حالت اس درجہ خراب تھی کہ جو کوئی اُدھر آنکلتا تھا اس سے شراب کے لئے خیرات مانگتی تھین - بلکہ جو کچھ ہاتھ لگتا جبراً چھین لیتی تھین - چنانچہ داروغہ جیل نے مسز الزبتھ فرائے سے درخواست کی کہ مہربانی فرماکر اپنی جیب گھڑی دفتر ہی مین چھوڑ جایئے - کیونکہ اندیشہ ہے کہ میری موجودگی مین بھی آپکی گھڑی جاتی رہے" اس نیک خاتون نے بہت دیر تک یہان کی حالت کا ملاحظہ کیا اور جب واپس چلی گئین تو مسٹر ٹامس فاوَل بکسٹن سے کہا کہ

"وہان کے چشم دید مشاہدات کا تذکرہ مختصر الفاظ مین کرنا بالکل ناممکن ہے اور جو کچھ مین بیان کرتی ہون اسکو محض ایک دُھندلی تصویر سمجھئے - گندا اور گھٹی ہوئی کوٹھڑیون کی غلاظت - مستورات کی آپسمین تندمزاجیان اور شرارتین ناقابل بیان ہین"

رہنا سہنا - کھانا پکانا - کھانا دھونا - الغرض سب کچھ ایک ہی کمرہ مین ہوتا تھا ایک پمپ بھی وہان لگا ہوا تھا مگر پانی قیمتاً ملتا تھا -

شروع مین جب مسز الزبتھ فرائے نے قیدخانے کی یہ دردناک حالت دیکھی تو اسوقت ناممکن تھا کہ حکام اسکی اصلاح کی طرف متوجہ ہون لیکن اسکی متواتر تین سال کی کوششون اور محنتون کے بعد کچھ کچھ آثار امید

نظر آنے لگے۔

وہ پھر جیلخانہ کی اُن گندی اور غلیظ کوٹھریوں میں گئی۔ بلکہ اس دفعہ اپنی ہی درخواست پر چند گھنٹوں کے لیئے قیدی مستورات کے ساتھ بند رہی۔ داروغہ جیل نے لاکھ سمجھایا کہ آپ اُن کے ساتھ تنہا نہ رہیں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ آپ پر حملہ کرکے آپ کو گزند پہونچائیں " مگر اُس نے ایک نہ مانی۔ اُس کی خوش خلقی۔ حلیم الطواری اور سرگرمی نے اُن مجرم مستورات کے دلوں پر جن میں سے بعض وحشی جانور دن کی مانند تھیں بہت اثر کیا۔ انھیں یقین ہو گیا کہ الزبتھ فرائے جو کچھ کہتی اور کرتی ہے اس میں سراسر ہمارا ہی فائدہ ہے۔ چنانچہ وہ سب غور اور توجہ کے ساتھ اُس کا کلام سنتی رہیں۔

مسز الزبتھ فرائے نے قیدیوں کی خراب حالت کو درست کرنے اور اُن کو مدد پہونچانے کی غرض سے ایک "انجمن النسوان" بھی قائم کی اور حکام و افسران جیل سے قیدخانہ میں کام کرنے کی اجازت حاصل کرکے کام کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس انجمن کے مقاصد یہ تھے کہ جیل خانہ میں دینی و دنیوی تعلیم دیجائے۔ قیدیوں میں اچھی عادات و اطوار پیدا کئے جائیں اور جو قیدی رہا ہوں کوشش کرکے اُنکو کہیں نہ کہیں ملازم رکھا دیا جائے۔ جس وقت یہ مفید کام شروع کیا گیا تھا۔ تو بہت سے بڑے بڑے آدمیوں نے اس کی مخالفت کی اور روکنا چاہا۔ اُن کی نگاہ میں مسز الزبتھ فرائے کسی "سڑی" سے کم نہ تھی اُن لوگوں کے خیال میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ جس جگہ مجرم رکھے جائیں۔ اُسے آرام دہ جگہ بنانا گویا مجرموں کی تعداد کو بڑھانا ہے۔ لیکن الزبتھ فرائے اور اُن کی مددگار ان مخالفتوں سے پسپا ہونیوالی نہ تھیں۔ انھیں یقین تھا کہ اگر پیار اور محبت سے کام لیا جائے تو خراب سے خراب مستورات بھی اچھی عادات اختیار کرسکتی ہیں۔

جب لگاتار کوششوں کا سلسلہ جاری رہا تو مسز الزبتھ فرائے کو بہتری کی صورت نظر آنے لگی اور اس سے وہ بیحد محظوظ ہوئی۔ قیدیوں میں جو تبدیلی واقع ہوئی تھی اس کا ذکر مسٹر بکسٹن اس طرح کرتے ہیں کہ:۔

"اُن میں (قیدیوں میں) اب دنگہ و فساد۔ بدمعاشیوں اور بُری عادتوں کے بجائے

نیک عادات و اطوار اور اخلاق نظر آتے ہین - پہلے کی طرح اب شرابیون کا جتھا نہین دیکھا جاتا - اور شراب نخش اور واہیات گیت گائے جاتے ہین - اسی جیلخانہ کی نسبت یہ کہا جاتا تھا کہ یہ دنیا کا دوزخ ہے - مگر اب یہی ایک اچھا خاندان اور صنعتی کارخانہ بنگیا ہے"

حکام اور افسران جیل قیدیون کی اس تبدیلی شدہ حالت کو دیکھ کر سخت متعجب ہوئے - مسز الزبتھ فرای کی اب حوصلہ افزائیان ہونے لگین سب لوگ اسکی عزت و تعظیم کرنے لگے حتی کہ اُسے دعوت دیگئی کہ وہ "ہاؤس آف کامنس" کے اجلاس کے روبرو قواعد جیل کے بارے مین اپنی راے کا اظہار کرے ملکہ شارلٹ ڈیوک آف کناٹ اور شاہی خاندان کے دیگر ممبران نے اس کا نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا۔

مسز الزبتھ فرای کی کوششین صرف انگلستان ہی مین محدود نہین رہین - بلکہ اس نے انگلینڈ و اسکاٹلینڈ کے قیدخانون اور پاگل خانون کو دیکھنے کے علاوہ فرانس اور جرمنی کے قیدخانون کا بھی ملاحظہ کیا اور انکی بہتری و بہبودی مین حتی الامکان کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا - شاہ ڈنمارک اور انکی ملکہ اس کے کامون سے بہت خوش ہوے اور یہان تک اس کی عزت افزائی کی کہ اُسے اپنے ساتھ کھانے مین شریک کیا مسز الزبتھ فرای کو چونکہ اب اعلی اور خاندانی مستورات سے امداد ملنے لگی تھی اس لئے کام نے بہت عمدہ صورت اختیار کرلی تھی - اور صرف قیدیون کے ساتھ برتاؤ ہی مین نہین بلکہ قیدخانہ کی عمارت انتظام اور جلاوطنی کے بارے مین بھی بہت کچھ مفید تبدیلیان ہوگئی تھین - ان حالات سے مسز الزبتھ فرای کو بہت خوشی ہوئی ہے"

شریف بی بی

سید محمد فاروق کے جمع کئے ہوے بعض عمدہ اقوال "بیوی" کے متعلق شریف بی بی کے جنوری نمبر مین شایع ہوے ہین - جو بجنسہ درج ذیل ہوتے ہین :-

"حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے اچھے لوگ وہی ہین جو اپنی بی بیون سے اچھا برتاؤ کرتے ہین -

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ایمان کے بعد نیکبخت عورت سے زیادہ

کوئی نعمت نہین ہے -

مارٹن لوتھر کا قول ہے کہ اگرچہ مین کیسی ہی مفلسی کی حالت مین ہون لیکن اگر کوئی مجھکو دنیا کا تمام خزانہ بھی دیدے تو مین اپنی بیوی سے مبادلہ نہ کرون - دنیا مین سب سے زیادہ خوش نصیب وہی ہے جسکی بیوی عصمت مآب ہو - اور جسکے ساتھ وہ عیش سے زندگی بسر کرے -

فریڈی کہتا ہے کہ جیسا آرام مجھے اپنی بیوی سے ملا ہے - حقیقت مین کسی سے نہین ملسکتا -

ملٹن کہتا ہے کہ دنیا مین شریف بیوی مرد کیواسطے نعمت غیر مترقبہ ہے -

سائمون آرڈیلس نے کہا ہے کہ اگر کسی مرد کے پاس نیک عورت ہو تو اُسکو اس سے بہتر کوئی چیز دنیا مین نہین ملسکتی -

ٹینس کا قول ہے کہ مین اپنی بی بی کی ذکاوت اور فراست پر نازان ہون اور فخر کرتا ہون اور مین اپنے کو تمام دنیا سے زیادہ خوش نصیب خیال کرتا ہون -

تھیوڈ دربار کر نصیحت کرتا ہے کہ اشد ضروری باتون کے علاوہ کسی کام مین بیوی کی مرضی کے خلاف نہین کرنا چاہیئے - بیوی کی خاطر تواضع کو فرض سمجھنا چاہیئے - اُسے لعنت ملامت نہ کرنا چاہیئے - بیوی کیطرف غصہ سے نہین دیکھنا چاہیئے اسپر حکومت نہ کرنا چاہیئے اور نامناسب احکام سے اسکو تھکانا نہ چاہیئے - بیوی کے ساتھ محبت بڑھانا چاہیئے اور اُسکی کمزوریون اور خطاؤن کو معاف کرنا چاہیئے -

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے -

زن نیک و فرمان برد پارسا
کند مرد درویش را پادشا

الحجاب

نومبر کے الحجاب مین تعلیم نسوان پر دو مضمون ہین - مولوی ابوالحسن صاحب الہ آبادی تحریر فرماتے ہین :-

اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان خواتین کے لئے دار العلوم کھولنا کس حد تک سودمند ہے اور شیخ عبد اللہ صاحب بی اے ایل ایل بی اور اُن کے ہم خیال اخبار کا مجوزہ نصاب کہان تک مفید ہو گا - اور علامۂ شبلی تجویز نصاب مین عورتون کو مردون کے نصاب کے ساتھ کہان تک تحقیق کیا چاہتے ہین -

تعلیم انگریزی حقیقت مین خراب نہین ہے زبانی علم ہونے کی حیثیت مین وہ عربی سے ہر طرح مساوی ہے مگر طریق تعلیم خراب ہونے کے سبب سے عورتون کو انگریزی تعلیم دنیا اسلام کی فطرت کو بدلنا ہے اس لئے کہ جب وہ ایسے قوم کے علوم پڑھینگے جن کی تہذیب جنکا تمدن اور طریق معاشرت اسلام کے خلاف ہے تو تعلیم ضرور اثر کرے گی اور وہ بھی اسلامی تہذیب سے اسیقدر دور ہو جائینگی جتنے تعلیم یافتہ بچے دور جا پڑے ہین -

عورتون نے اگر ایف اے بی اے پاس کر لیا تو آیندہ کس بہبوی کی امید ہے وہ وکالت نہین کر سکتین وہ کسی عدالت کی کرسی نہین پا سکتین - عورتون کی ڈاکٹری انجنیری کی بھی آفرینش نہین ہوئی - وہ خانہ داری کی اہم ذمہ داریون کی جوابدہ ہین - بچون کی درستی اخلاق اور حفظان صحت کا پورا خیال بغیر تعلیم مذہبی کے کامیابی حاصل نہین کر سکتا میرے دعوے کی تائید مین الاسلام مصنفہ علامہ گورکھپوری کی ہر ہر سطر پڑھو اور غور کرو کہ وہ کن کن خوبیون کو اسلام مین ثابت کرتا ہے اور اسلامی تعلیم ضروری بلکہ اہم خیال کرتا ہے مسلمان اور اقوام سے صرف خوبی پردہ مین ممتاز ہین - اور بقول ڈاکٹر گستاؤلی بان مصنف تمدن عرب "پردہ کا عمدہ انتظام جیسا مسلمانون مین ہے وہ کسی قوم کو میسر نہین" خواتین مدرسہ مین تعلیم پا کر واقعی پردہ کو محفوظ نہین رکھ سکتین وہ ضرور پردہ شکنی کی درپے ہونگی - اور

عورتوں کا پردہ توڑنا ہرگز قرین مصلحت نہیں ہے اسلام کا تمدن اسکا موید ہے کہ عورتیں پردہ کرین - عورت کی فطرت میں یہ مادہ ودیعت کیا گیا ہے کہ وہ مردون سے محجوب ہون - ان کو حجاب سے نکالنا اُن کی فطرت کو بدلنا ہے -

عورتون کی تعلیم اُن کے گھرون مین محلہ کی مہذب خواتین کے زیر اثر ہونا چاہیے اور تعلیم وہی ہو جسے اسلام نے جائز رکھا ہو - اور جس سے اسلام پر حرف نہ آسکے -

مسلمان بچے آٹھ سال کی عمر مین سکول وغیرہ مین داخل ہوتے ہین - اور ان مقامات مین یا تو انگریزی تعلیم ہوتی ہے یا اردو کی مگر تہذیب کا دور چلتا ہے - اور یہی وجہ ہے کہ لاکھون کی تعداد مین ایسے مسلمان موجود ہین جو قرآن شریف سے سراسر ناواقف ہین اور صلوۃ وصیام سے نابلد - اگر عورتین مذہبی تعلیم کا جرعہ نوشی سے سیراب ہونگی تو وہ بچون کو ابتدا ہی مین مذہبی تعلیم سے روشناس اور خیالات ملت کی جانب سے پختہ کر دین گی - اور اس وسیلہ سے اسلام قوی اور زور آور رہے گا -

پس بوجہ مذکورہ بالا عورتون کے لئے مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے جسمین اُن کی فطری امور کے متعلق مسائل موجود ہین اور بچون کو تربیت کے ساتھ وہ مذہبی مسائل سے ناواقف بنا سکین گے - مذہبی علوم حکمت عملی سے بالکل لبریز ہین اور خاصتہً عورتون کے لئے اسی فلسفہ کی ضرورت ہے جسمین تدبیر قرن تہذیب اخلاق - سیاست مدن سے بحث کی جاتی ہے - اور سیاست مدن کو چھوڑ کر بقیہ دونون موضوع عورتون مردون کی اصلاح و مفاد پر مشترک ہین - اس سے میری غرض یہ نہین ہے کہ عورتین مسائل مذہبی کے ماورا اور علوم سے محروم رکھی جائین اگر اہل خاندان انکی تعلیم کا وہی انتظام کر سکتے ہین جو متقدمین کے زیر عمل تھا - تو ان کو فلسفہ کی بھی تعلیم دو - منطق - ریاضی - بلاغت - ادب - عروض - کیمسٹری - سائنس غرض سب پڑھاؤ - یہ بھی بتا دینا خلاف معنی نہ ہوگا کہ فی نفسہ کسی علم کی تعلیم مین نقص نہین ہے لیکن موجودہ طریق تعلیم اور وسائل تعلیم مضر اور خراب ہین -

بدہضمی و کھٹی ڈکار و ہنگا آنا

قبض و کمی اشتہا

نفخ شکم و پیٹ کا درد

ضعف و فتور ہاضمہ

گردہ یا مثانہ کی گرمی کا کم ہونا

امتلائے کھانسی و دمہ

بواسیر و اسہال پیچش

ہیضہ و طاعون

درد قولنج و زیادتی ریاح

ہضم غذا کیوقت تبخیر یعنی بدن کا گرم ہونا

تازہ سندات

جناب منشی محمد اسمعیل صاحب مقام بیال سے تحریر فرماتے ہین کہ تین ماہ کا عرصہ ہوا کہ مین نے آپ کے کارخانہ سے ایک بوتل نمک سلیمانی منگایا تھا۔ یہ نمک امراض معدہ کے لئے از حد مفید پایا ایک بوتل کلان نمک سلیمانی اور بھیجد یجئے۔

جناب منشی بدھو خان صاحب زمیندار مقام سوہن پور ضلع گورکھپور سے تحریر فرماتے ہین کہ مین نے ایک شیشی نمک سلیمانی آپ کے کارخانہ سے منگایا تھا اُس سے میرا دمہ جاتا رہا اور ایک لڑکا میرا تین برس سے بیمار تھا اُسسے بھی اس نمک سلیمانی سے صحت کامل ہوگئی۔ مہربانی فرماکر ایک شیشی اور عنایت کیجئے۔

قیمت فی بوتل کلان [illegible]

[illegible]

نمک سلیمانی

[illegible]

قیمت فی شیشی [illegible]

[illegible]

ضعف دماغ و ضعف بصر

درد گھٹیہ و نقرس

پیشاب کا بار بار آنا اور زیادہ مقدار مین ہونا

تازہ سندات

جناب سید عبدالحسن صاحب وکیل مقام لنگسگور ریاست حیدرآباد دکن سے ۲۸ مارچ ۱۹۰۸ء کو تحریر فرماتے ہین کہ خدا کا شکر ہے کہ آپکا نمک سلیمانی میرے امراض کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ مین اسکو ہمیشہ استعمال کرتا ہون مجھکو ضعف دماغ۔ ضعف معدہ کی شکایت اکثر رہا کرتی تھی لیکن جب سے یہ نمک سلیمانی استعمال کرنے لگا مجھکو پورا فائدہ ہے مہربانی فرماکر دو شیشیان اور بھیجد یجئے۔

جناب ڈاکٹر عبدالمجید خان صاحب سینیر گریڈ ہاسپٹل اسسٹنٹ مقام الان عید ملک برہما سے ۱۰۔ مارچ ۱۹۰۸ء کو تحریر فرماتے مین کہ مین نے کئی مرتبہ آپکے کارخانہ سے نمک سلیمانی منگوایا اور اسکو چند مریضون کو استعمال کرایا اور جس مریض کو دیا مفید ثابت ہوا۔

جسم پر ورم ہونا اور مواد فاسدہ کا اجتماع

فساد خون و داد و سہواان

بچھو یا بھڑ کے کاٹے کا زہر

بچون کے دانت نکلنے کی تکلیف

تمام کمزوری و کمی پیدائش خون

مستورات کے ایام کی خرابی

گلے کی سوزش و دانت کا درد

پھر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ارتفاع لیتا رہے جب تک بڑھتا جاسے اور جب کم ہونے لگے تو اسکے پیشتر جو ارتفاع لیا تھا وہی غایۃ ارتفاع ہے۔ پھر مشرق کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو اگر سایہ بائین جانب پڑے تو آفتاب نصف النہار مین سمت الراس سے جنوب کی طرف ہے اور اگر داہنی طرف پڑے تو آفتاب نصف النہار مین سمت الراس سے شمال کی طرف ہے۔

اگر عرض البلد اور میل آفتاب دونون ایک جہت مین ہون یعنے دونون شمالی ہون یا دونون جنوبی۔ تو میل درجہ آفتاب کو عرض بلد پر زیادہ کرین اور یہ مجموع ۹۰ درجہ یا اس سے کم ہو تو وہی غایت ارتفاع ہے اور اگر ۹۰ درجہ سے زیادہ ہو جاسے تو ۱۸۰ اسے گھٹا دین باقی غایۃ ارتفاع ہے۔ اور اگر ایک جہت مین نہ ہون تو میل درجہ آفتاب کو تمام عرض بلد سے گھٹا دین باقی غایت ارتفاع ہے۔

بعبارت دیگر

تمام عرض بلد۔ بعد کوکب جانب قطب خفی
تمام عرض بلد۔ بعد کوکب جانب قطب ظاہر } = غایت ارتفاع

اور اگر مجموع ۹۰ سے زاید ہو تو اس کا تکملہ غایت ارتفاع ہے۔

تکملہ کسی قوس یا زاویہ کا اس کا تفاوت ہے نصف دور سے۔

دائرۂ میل وہ دائرہ جو معدل النہار کے کسی نقطہ اور قطبین مین گذرتا ہے ایسے بیشمار دائرہ فرض کئے جاسکتے ہین کیونکہ معدل النہار کے کسی نقطہ مین ایسا دائرہ گذر سکتا ہے اس دائرہ پر کسی سیارہ کا بعد معدل النہار سے ناپا جاتا ہے۔ معدل النہار کا بعد منطقۃ البروج سے زیادہ سے زیادہ ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ ہے چونکہ آفتاب منطقۃ البروج سے کبھی نہین ہٹتا اسلیے بغایت بعد آفتاب ۲۳ ۲۷ دقیقہ سے زائد نہین ہوسکتا اسکو میل کلی کہتے ہین۔

دائرۂ عرض جو دائرہ منطقۃ البروج کے قطبین اور منطقۃ البروج کے کسی نقطہ اور معدل النہار

کے نقطہ محاذی پر گذرتا ہو۔ دائرہ عرض کی قوس جو منطقہ اور معدل النہار کا مابین ہو اُسکو میل ثانی کہتے ہین۔

میل اول معلوم کرنے کیلئے۔ اگر غایت ارتفاع بذریعہ ربع مجیب کے یا اور کسی طریقہ سے معلوم ہو اور تمام عرض بلد بھی معلوم ہو تو دونون کا تفاوت میل ہے اگر غایت ارتفاع سمت الراس سے جنوب کی طرف ہو اور اگر سمت الراس سے شمال کی طرف ہو تو تمام عرض بلد اور غایت ارتفاع کے مجموع کو ۱۸۰ درجہ سے گھٹا دین باقی میل اول ہے اور اگر ربع مجیب سے میل کو معلوم کرنا چاہو تو قوس ارتفاع کو بعینہ منطقۃ البروج فرض کرو اور اول قوس کو راس الحمل کہو اور ۹۰ درجہ تک برج حمل پھر ثور پھر جوزا۔ جوزا آخر قوس پر ختم ہوا اُسی نقطہ کو راس السرطان اعتبار کرکے اول قوس کی طرف چلو۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ سنبلہ کا تیسوان درجہ اول قوس پہ ہے پھر اس نقطہ کو راس المیزان سمجھو اور آخر قوس تک میزان عقرب۔ قوس۔ آخر قوس ارتفاع پہ برج قوس کا تیسوان درجہ ہوا پھر اوسی کو راس الجدی مان کے اول قوس کی طرف چلو۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔ حوت کا تیسوان درجہ اول قوس پر تمام ہوتا ہے۔

راس الحمل
راس المیزان
ثور
سنبلہ عقرب
حوت
جوزا
اسد قوس
دلو
راس السرطان
راس الجدی
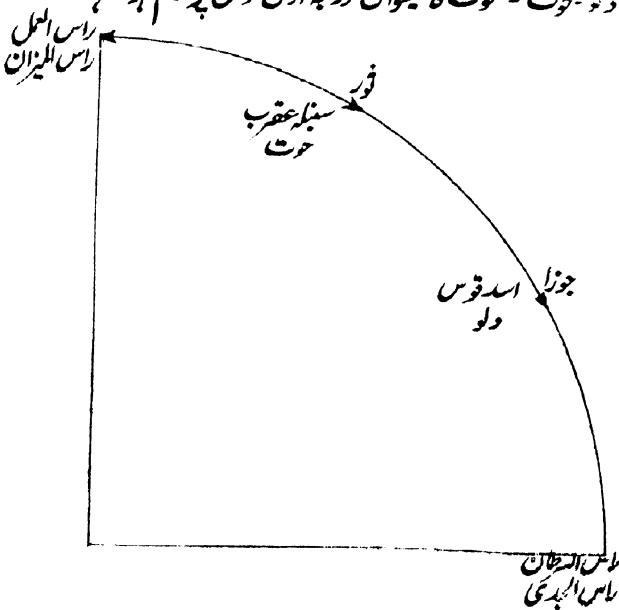
حمل۔ ثور۔ جوزا کے درجے اول قوس کی جانب سے شروع اور آخر قوس کیجانب تمام ہوتے ہین سرطان۔ اسد۔ سنبلہ کے درجے آخر قوس کی جانب سے آغاز اور اول قوس کیجانب سے ختم ہوتے ہین۔

میزان۔ عقرب۔ قوس۔ مثل۔ حمل۔ ثور۔ جوزا کے اول قوس سے آخر قوس کی طرف۔

جدی۔ دلو۔ حوت مثل سرطان اسد سنبلہ کے آخر قوس سے اول قوس کی طرف۔

ربع مجیب مین دائرہ میل شمس قطب سے ۲۴ اجزاے قطر کی دوری پر کھنچا ہوا ہے۔ جب درجہ منطقۃ البروج کا میل معلوم کرنا ہو تو خیط کو اس درجہ پر رکھو اور مری کو دائرۃ المیل اور خیط کے تقاطع پر پھر مری سے قوس کی طرف چلو جیب التمام کے موازی جو درجہ اول قوس سے ملے وہی میل ہے۔ مثلاً۔
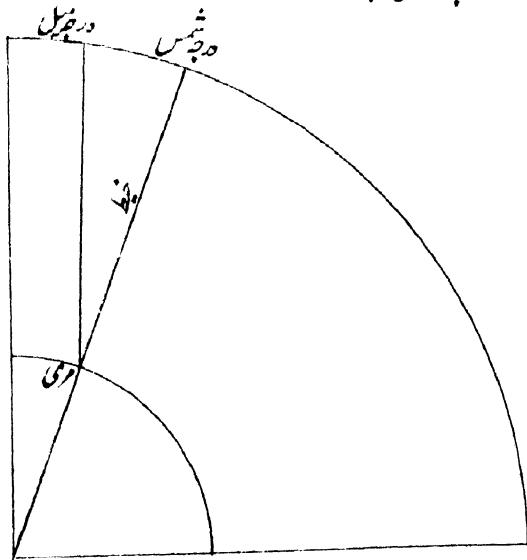
اور اگر دائرۂ میل نہ کھنچا ہوا ہو تو مری کو ۲۴ اجزاے قطری پر عقد کر کے خیط کو درجہ شمس پر رکھو اور مری سے قوس کی طرف جیب التمام کے موازی چلے آؤ۔ اول قوس سے

میل ہے - بعینہ اسی طرح آخر قوس سے بھی میل کو معلوم کر سکتے ہین -

بطریق حساب - درجہ شمس کو نقطہ اعتدال اقرب سے لیکے قوس کو منقح کرین اور اُسکی جیب معلوم کرین اس جیب کو دو چند کرکے اس کو پانچ پر تقسیم کرین حاصل عمل اول کی جیب سے اسکی قوس دریافت کرلین - خواہ ربع سے خواہ جدول الجیوب سے -

میل ثانی - میل اول درجہ مفروض معلوم کرین اور وہان سے مبسوط مین در آئین اور ۵۵ درجہ اول جیب التمام سے لیکے منکوس مین چلین اور تقاطع جدول پر خیط کو رکھین جس درجہ پر کہ خیط واقع ہو اول قوس سے وہی میل ثانی ہے -
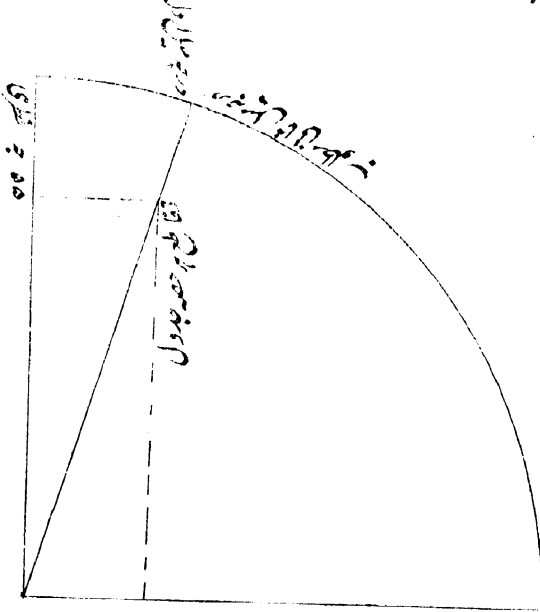
بطریق حساب ظل میل کلی : ظل میل مطلوب = جیب اعظم : جیب جزو مفروض

جیب جزو مفروض کو ۱۰ مین ضرب دیکے ۲۳ پر تقسیم کرین خارج قسمت ظل میل ثانی مطلوب ہے -

درجہ شمس - اگر غایت ارتفاع سے میل شمس معلوم ہو گیا ہو اور چاہتے ہو کہ درجہ شمس

معلوم کرو۔ خیط کو مقدار میل کلی پر رکھ کے (اول قوس سے) اور ارتفاع معلوم کو اول قوس سے لین اور مبسوط مین چلین اور تقاطع پر مری رکھین پھر خیط کو اٹھا کے ستین پر رکھین اور مری سے مبسوط مین ہو کے قوس پر آئین اول قوس سے درجہ شمس ہے۔

بس اگر میل شمس شمالی متزاید ہو تو شمس ربع ربیعی مین ہے اور اگر شمالی متناقص ہو تو ربع صیفی مین۔ اور اگر جنوبی متزاید ہو تو شمس ربع خریفی مین ہے۔ اور اگر جنوبی متناقص تو ربع شتوی مین۔
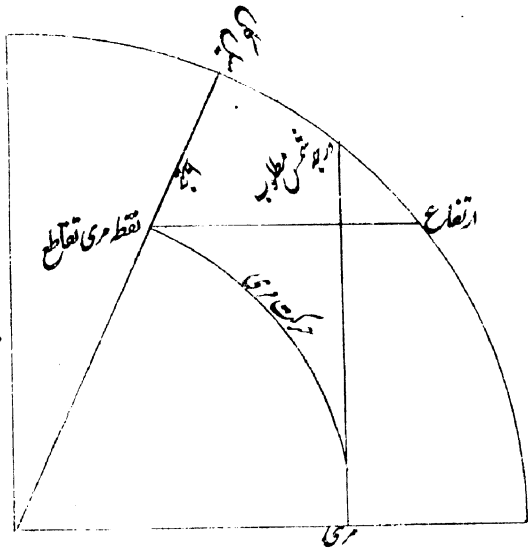
دوسرا طریقہ۔ میل کو اول ربع سے لین اور مبسوط مین در آئین جہان کہین جدول مبسوط قوس میل سے تقاطع کرے خیط کو وہان رکھین جس درجہ پر کہ خیط واقع ہو اول ربع سے شمار کرین درجہ شمس معلوم ہو جائیگا۔
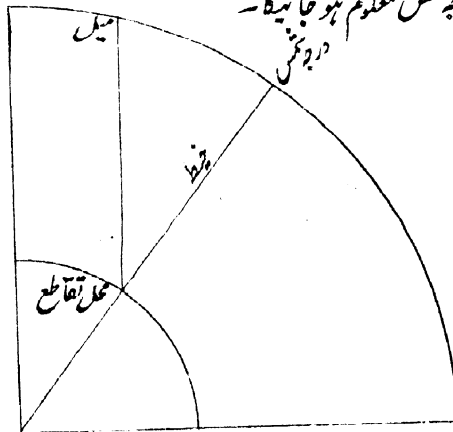
یہ طریقہ نہایت سہل اور واضح ہے۔

عرض البلد۔ یعنی دوری شہر کی خط استوا سے اور وہ بعینہ بعد معدل النہار کا ہے اُس شہر کے سمت الراس سے یا ارتفاع قطب کا ہے افق سے۔ عرض بلد معلوم کرنے کے لئے غایت ارتفاع کو رصد سے معلوم کرین اگر آفتاب عدیم المیل ہو یعنی اعتدالین مین سے کسی مین ہو تو اُس کا غایت ارتفاع تمام عرض البلد ہے ورنہ بعد کوکب یا میل شمس مین غایت ارتفاع کو جمع کرین اگر آفتاب یا کوکب جنوبی ہو یا بعد کوکب کو غایت ارتفاع سے تفریق کرین اگر آفتاب یا کوکب شمالی ہو صورت اول مین مجموع اور صورت دوم مین تفاضل تمام عرض البلد ہے۔

مساوات۔ غایت ارتفاع + بعد کوکب جانب قطب خفی = تمام عرض البلد

غایت ارتفاع - بعد کوکب جانب قطب ظاہر = تمام عرض البلد

صورت اول مین اگر مجموع ۹۰ سے زائد ہو تو ۹۰ کو اسمین سے گھٹا دین باقی عرض البلد ہے۔

معلوم رہے کہ غایت ارتفاع کی جہتہ کو سمت الراس سے شمار کرتے ہین۔ جب غایت ارتفاع ۹۰ درجہ ہو تو میل آفتاب بغیر عرض البلد ہے۔

جس شہر مین سایہ آفتاب کا سمت الراس سے شمال کی طرف جائے اس شہر کا عرض البلد میل کلی سے کم ہے۔ ایسے شہر کو ذات ظلین کہتے ہین (دو سایون والا شہر) کیونکہ جب غایت ارتفاع شمالی ہو تو سایہ بائین طرف ہو گا اور جب جنوبی ہو تو داہنی طرف ایسے شہر مین آفتاب دو مرتبہ سمت الراس پر گذرتا ہے۔ بخلاف ایسے شہر کے جس کا عرض البلد میل کلی سے زیادہ ہو۔ ایسے شہر کو ذات ظل واحد کہتے ہین کیونکہ سایہ آفتاب کا ہمیشہ بائین طرف رہتا ہے۔ یہ جو کچھ بیان کیا گیا اُن شہرون کے بارے مین ہے جو خط استوا کے شمال مین واقع ہون اور جو بلاد خط استوا کے جنوب مین ہین

۲۱ - مارچ کو آفتاب نقطۂ اعتدال ربیعی مین اور ۲۳ ستمبر کو نقطۂ اعتدال خریفی مین ہوتا ہے۔ اہل ہند آج کے دن بمقیاس سے سایہ آفتاب کا ناپ لیتے ہین اور اسکو پلبھیا یا اساس الظل کہتے ہین۔ لکھنؤ کا عرض البلد ۲۶ درجہ ۵۱ دقیقہ اساس الظل ۴۷۳ دقائق۔

اُنکا حکم اسکے برعکس ہے۔

عرض البلد کے معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی کوکب ابدی الظہور کا غایت ارتفاع اور غایت انخفاض معلوم کرکے دونون کا اوسط لین وہی عرض البلد ہو۔

کواکب ابدی الظہور اُن ستارون کو کہتے ہین جو کسی افق مفروض مین کبھی غروب نہین ہوتے یعنی وہ ستارے جنکا بعد قطب ظاہر کے عرض البلد سے کمتر ہو۔ اور بمقابلہ اُنکے کواکب ابدی الخفا یعنے وہ کواکب جنکا بعد قطب خفی کی جانب عرض البلد سے زائد ہو۔

مدارات شمس وکواکب تمام نقاط آسمانی معدل النہار کے ساتھ حرکت کرتے ہوئے نظر آتے ہین۔ روزانہ حرکت کا سبب حرکت ارض ہو یا حرکت سماء حسابی امور مین کوئی فرق نہین آتا۔ چونکہ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان ہی حرکت کرتا ہے۔ اسیے حرکت مرئی کے اعتبار سے تمام بول چال مین خواہ کسی زبان مین کیون نہو یہی کہاجاتا ہے کہ آفتاب ماہتاب یا ستارہ طالع ہوا افق سے اونچا ہوا سر پر ہو رہ گیا پھر نیچا ہونے لگا ڈوب گیا غروب ہو گیا۔ غرضکہ عام بول چال مین آسمان ہی کی حرکت اعتبار کی گئی ہے آسمان کے کسی نقطہ کے دورہ کرنے سے ایک دائرہ معدل النہار کے موازی پیدا ہوتا ہے اس دائرہ کو اُس نقطہ کا (یا اگر اُس نقطہ پر کوئی ستارہ ہو تو اُس کا) مدار کہتے ہین ربع مین بھی مدارات بنادیا کرتے ہین لیکن جب ربع مین مدار نہ ہو تو مرئی کی حرکت سے جو دائرہ پیدا ہوتا ہے وہ مدار ہوتا ہے۔ یعنی اس نقطہ کا مدار جسپر کہ مری عقد کی گئی ہے۔

ربع مجیب کا مرکز بجائے قطب (ہمارے ملکون مین بجائے قطب شمالی) کے ہو اسلئے ربع ارتفاع سے جو قوسین لیجائین اُسکا جیب التمام مدار اس نقطہ کا ہے جو قوس ارتفاع پر لیا گیا ہے مثلاً اول قوس سے ۲۰ درجہ کے بعد کا مدار کا نصف قطر ۵۶ درجہ ۲۳ دقیقہ تقریبًا۔

اور جو نقطہ یا ستارہ معدل النہار پر ہو اُسکا مدار ربع کے نصف قطر کے برابر ہے۔

جیب التمام ۶۰ درجہ
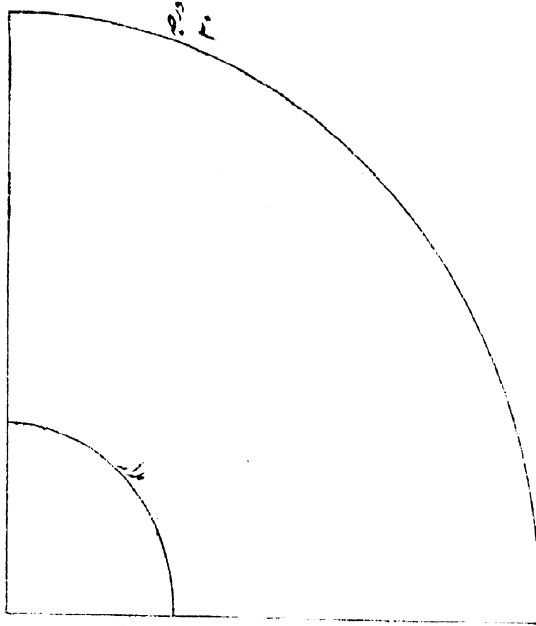
کسی زاویہ یا قوس کا جیب یا ظل یا سہم وغیرہ بقاعدہ تناسب معلوم کر سکتے ہیں یعنی جو نسبت افاعیل قوس اعظم کو افاعیل قوس اصغر سے ہی وہی نسبت نصف قطر اعظم کو نصف قطر اصغر سے ہے۔ مثلاً جب ۲۵ درجہ قوس اعظم : جیب ۲۵ درجہ قوس اصغر = ۶۰ : ۵۶ درجہ ۲۳ قہ۔

سہم قوس اصغر سے سہم قوس اعظم اسی قاعدہ سے معلوم ہو سکتا ہی لیکن چونکہ دائر وغیرہ معلوم کرنے کے لئے اکثر سہم کے دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ربع مجیب سے اُسکے معلوم کرنے کا قاعدہ لکھا جاتا ہے۔

مفید عام پریس واقع ارادت نگر متصل ڈالی گنج لکھنؤ مین باہتمام محمد علی طبع ہوا

جا ئیست جہان نماے ہر صفحہ درین

الناظر

نمبر ۱۰ | یکم اپریل سنہ ۱۹۱۱ع | قیمت سالانہ عما ۶ر

فہرست مضامین

صفحہ

مضمون	مصنف	صفحہ
الکلام مولفہ مولانا شبلی پر تنقیدی نظر (نمبر ۲)	"مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز"	۱
لسان العاقل وراء قلبہ وقلب الاحمق وراء لسانہ (نظم)	مرزا محمد بہادر بیادر	۲۵
مرآۃ الاذہان - مکالمہ (۳)	پروفیسر مرزا محمد ہادی بی اے	۲۶
اندھی دنیا (نظم)	منشی افتخار علی جگر	۳۱
زبان اُردو کی بیکسی اور بے وارثی (۲)	منشی احسان علی فصیح	۳۳
غزلیات	میر انتظام علی - علی ؛ منشی دیا نبی مکین صدیقی - فہمی	۴۱
آل انڈیا محمڈن لیڈیز کانفرس	بنت نذر الباقر	۴۳
لیڈیز کانفرس	ا-ع ساغر لکھنوی	۴۶
عورتون مین تعلیم (نظم)	منشی احمد علی شوق - قدوائی	۵۲
تندرستی	ناظرہ	۵۲
نظرے خوش گذرے	ایڈیٹر	۵۷
ربع مجیب	پروفیسر مرزا محمد ہادی بی اے	۲۵/۳۲

اڈیٹران

وصی الحسن علوی بی اے ایل ایل بی ظفر الملک علوی

پروپرائٹر ومالک - جناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالہ الناظر - فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

فی پرچہ ۴ر

یہ سب دوائین فقیرون کے مجربات ہین

دوا خانہ مجربات جڑی بوٹی لکھنؤ

کی

ادویہ اپنے سریع الاثر اور کثیر المنفعت ہونیکی وجہ سے ہر حصۂ ملک مین مشہور ہین

عرق ممیرہ - امراض چشم کے واسطے اکسیر الخاصیت - دافع نزول مار - جاذب رطوبات جالی - مقوی بصر - ہر طرحکی شکایات متعلقہ بصارت کا قطعی علاج اور ہر عمر کے آدمی کو یکسان مفید ہے - حالت صحت مین بھی اسکا استعمال بیحد فائدہ دیتا ہے - قیمت فی تولہ عمار

سفوف سامری - مقوی معدہ و اعصاب و دماغ و مولد خون صالح ہے - مثانہ اور گردہ کی بیماریون مین مفید ثابت ہوا ہے - اور سرفہ کہنہ ضیق النفس اور اختلاج قلب کا دافع (خوراک ۲ رتی سے ۲ ماشہ تک) قیمت فی تولہ للعہ

حبوب بخار - تپ فصلی کے واسطے اکسیر کا کام کرتی ہین - بخار کی حالت مین بھی استعمال ہو سکتی ہین (خوراک ایک گولی) فی ڈبیہ جسمین ۱۲ گولیان ہوتی ہین ۴ر ۴۰ گولیان

حبوب تپ کہنہ و سرفہ کہنہ - یہ ایک نہایت بےمثل چیز ہے - مگر اسکے استعمال کیوقت سخت پرہیز کی ضرورت ہی کیسی ہی مزمن تپ ہو گیارہ دنمین اکسیر کا کام کرتی ہے اور ایک عجیب قوت پیدا کر دیتی ہے (خوراک ایک گولی) گیارہ گولیان ایک ڈبیہ مین فی ڈبیہ عہ

حبوب نادرہ - بواسیر کو مفید - دافع قبض - مصفی خون - اخلاط فاسد کی دافع چند روز کے استعمال سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے نیم صاحب کی گولیان اور اس قسم کی سب ادویات کو مات کرتی ہے (ایک گولی سے پانچ گولی تک خوراک ہر) فی ڈبیہ ۳۲ گولیون کی قیمت عہ

روغن حیات - نادر الوجود چیز ہے - دافع قبض - [illegible] مفتح - مقوی معدہ

مقوی گردہ و مثانہ - مقوی اعصاب - مقوی دماغ - مولد خون صالح - مقوی جگر دافع سلسل بول - عام طور پر تمام اعضائے رئیسہ کو تقویت دیتا ہے - ۳ قطرہ سے ۳ ماشہ تک انتہائے مقدار ہے - قیمت فی تولہ صہ

روغن بواسیر - بواسیر خونی و بادی دونون کے حق مین اکسیر مسّے پھولے ہوئے ہون لگاتے ہی فوراً مرجھا جائینگے اور مرض دفع ہو جائیگا - قیمت فی تولہ عہ

روغن دافع امراض گوش - ایک قطرہ ڈالنا چاہیئے - کان کے تمام امراض - دانہ اور درد کے واسطے نہایت مفید ہے - اکسیر کی خاصیت رکھتا ہے قیمت ایک تولہ عہ دو تولہ عہ تین تولہ عہ پانچ تولہ سے

ان چند ادویات کے علاوہ کارخانہ مین صدہا قسم کے اعلیٰ سے اعلیٰ مجربات تیار رہتے ہین - اور چونکہ اکثر ادویہ مریض کی حالت پر لحاظ کرکے تجویز کی جاتی ہین - لہذا جو صاحب خط و کتابت کے ذریعہ سے اپنے مفصل حالات سے مطلع فرمائینگے مرض اُنکا چاہے کیسا ہی سخت اور کٹھن کیون نہ ہو ہم دعوے کیساتھ اُن کو اپنے مجربات سے فائدہ پہونچانیکے واسطے تیار ہین - نمونہ کے طور پر معمولاً جملہ ادویہ صرف ار ٹکٹ آنے پر روانہ کی جاسکتی ہین -

ترکیب استعمال و پرہیز ہر دوا کے ہمراہ روانہ ہوگی - محصول ڈاک و وی پی ہر صورت مین ذمہ خریدار رہے گا -

پروپرائٹر - جناب **منشی محمد احتشام علی صاحب** رئیس و مالک کارخانہ آئس فلاور اینڈ آئل ملز - لکھنؤ -

جملہ فرمائشات - منیجر دواخانہ مجربات جڑی بوٹی - لکھنؤ کے پتہ سے آنا چاہئین -

الناظر

نمبر ۱   یکم اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

الکلام

مولفۂ مولانا شبلی پر

تنقیدی نظر

نمبر دوم

فطرت انسانی اور حاسۂ مذہب

حامیان و مخالفین مذہب کے درمیان ایک مابہ النزاع مسئلہ مذہب کا فطری ہونا ہے - اول الذکر گروہ کا خیال ہے کہ مذہب انسان کی فطرت و خمیر مین داخل ہے اور کوئی شخص یا فرقہ قطعاً لا مذہب نہین ہو سکتا - منکرین مذہب کا دعویٰ ہے کہ حاسۂ مذہب فطری نہین - بلکہ محض بچپن کی تعلیم و تربیت کا اثر ہے - علامہ شبلی جو اول الذکر جماعت کے مسلمہ وکیل ہین اس معلہ مین کیونکر اپنے فریق کا ساتھ چھوڑ سکتے تھے ؟ فرید وجدی کی

انتقاد میں انھون نے بھی " انسان و ایمان " کے تعلقات پر بحث کی ہے اور الکلام میں
ایک مستقل باب اس عنوان سے قائم کیا ہے کہ " مذہب انسان کی فطرت میں داخل ہے "
(صفحات ۱۶ - ۲۱ کتاب مذکور) لیکن حقیقت یہ ہے کہ انکی تصنیف کا یہ حصہ جسقدر
خلاف واقعہ اور مغالطہ آمیز ہے - اسکی نظیر خود الکلام کے دوسرے مقامات میں بھی نہین
ملتی - ذیل میں ہم مولانا کے خیالات کو اُن ہی کے الفاظ میں درج کرتے ہین :-

مذہب کے فطری ہونے کی پہلی دلیل ...." بیرونی دشمنون اور مخالفون سے زیادہ
سخت اور زیادہ خطرناک گروہ دشمنون کا ایک اور ہے جو خود انسان کے اندر موجود ہے
اور جن سے اسکو ہمیشہ سخت معرکہ آرائیان رہتی ہین (مثلاً) طمع ..... کینہ پروری ....
جاہ طلبی ..... خواہش نفس ان دشمنون سے بچانے کیلئے ایک حد تک عقل کام دیتی
ہے وہ بتاتی ہے کہ اگر تم کسی کی آبرو کا قصد کروگے تو وہ بھی کریگا - تم کسی کو برباد کرنا چاہوگے
وہ بھی چاہیگا - تم دوسرون کی عزت نہ کروگے - وہ بھی نہ کرینگے - لیکن اول تو ایسی پیش بین
عقل خاص خاص تعلیم یافتہ اشخاص میں ہو سکتی ہے اسکے علاوہ بہت سے ایسے مواقع
پیش آتے ہین جہان اس قسم کے انتقام کا مطلق اندیشہ نہین ہوتا - حکومت کا خوف جاسوس
کا ڈر - بدنامی کا احتمال انتقام کا خطرہ ان مین سے ایک چیز بھی نہین ہوتی - ان موقعون
پر عقل اُن پر زور مخالفون کا مقابلہ نہین کر سکتی بلکہ ایک دوسری قوت ہے جو سینہ سپر
ہوتی ہے اور انسان کو ان دشمنون کے حملہ سے بچاتی ہے - اس قوت کا نام نور ایمان
کانشنس یا حاسۂ اخلاقی ہے اور یہی چیز مذہب کی بنیاد ہے - یہ قوت انسان کی اصل
فطرت مین داخل ہے عالم و جاہل رذیل و شریف شاہ و گدا افریقہ کا وحشی اور یورپ کا تعلیم یافتہ
سب اسمین برابر کے حصہ دار ہین " (صفحہ ۱۷ - ۱۸)

دوسری دلیل - دنیا مین افراد انسانی کے خاص خاص مختصات " یعنی زبان ملک قوم صورت
رنگ کو حذف کرتے جاؤ تو جو چیزین قدر مشترک رہ جائینگی - ان مین ایک مذہب بھی ہوگا

اور یہ بہت بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ مذہب فطری چیز ہے - جن چیزون کو ہم انسان
کی فطرت خیال کرتے ہین - مثلاً اولاد کی محبت ...... ان کے فطری ہونے کی یہی وجہ قرار
دیتے ہین کہ تمام دنیا کے آدمیون مین مشترک پائی جاتی ہین - اس بنا پر جب ہم یہ دیکھتے ہین
کہ دنیا مین ہر قوم ہر نسل ہر طبقہ کوئی نہ کوئی مذہب ضرور رکھتا ہے تو صاف ثابت ہوتا ہے
کہ مذہب فطری چیز ہے اس سے بڑھکر یہ کہ مذہب کے جو مقدم اصول ہین وہ تمام مذاہب
مین یکسان پائے جاتے ہین - خدا کا وجود اسکی پرستش کا خیال حیات بعد الموت جزا
سزا - رحم دلی ہمدردی عفت کا اچھا سمجھنا - جھوٹ دغا زنا چوری کو برا جاننا دنیا کے
تمام مذہبون کا اصلی اصول ہے ...... جو باتین بشر طرز زندگی و مدار حیات ہین تمام افراد انسانی
مین یکسان عطا کی گئی ہین (مثلاً کھانا پینا چلنا پھرنا سونا جاگنا) اس سے صاف ثابت
ہوتا ہے کہ مذہب کا اسقدر حصہ جو دنیا کی تمام قومون مین مشترک ہے لازمہ انسانی
تھا اور اس وجہ سے قدرت نے تمام قومون کو یکسان عطا کیا - ارسطو نے [illegible]
دلائل کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ سچائی دیانت داری عفت علم اچھی چیزین ہین لیکن
افریقہ کا ایک وحشی بغیر تعلیم و بغیر کسی دلیل کے خود بخود ان چیزون کو اچھا سمجھتا ہے [illegible]

پھر آگے چلکر اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب دعوی کیا ہے کہ خدائے واحد
کا اعتراف انسان کی فطرت مین داخل ہے اور اسکی تائید مین ذیل سے استدلال کیا ہے

"علم الانسان کے ماہرون نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ انسان جب بالکل فطرتی حالت
مین تھا یعنی علوم و فنون اور تہذیب و شائستگی کا بالکل وجود نہین ہوا تھا اُسوقت اُسنے
سب سے پہلے اصنام کی پرستش کی تھی یا خدا کی ! مادیین کے سوا تمام محققین نے
تصفیہ کیا ہے کہ انسان نے پہلے خدا کی پرستش کی تھی - مشہور محقق میکس مولر اپنی
کتاب مین لکھتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے خدا کے آگے اُسوقت سر جھکایا تھا جب
وہ خدا کا نام بھی نہ رکھ سکتے تھے "جسمانی خدا (بت) اس حالت کے بعد اسطرح پیدا

ہوئے کہ فطرت اصلی مثالی صورت کے پردہ مین چھپ گئی - یہی وجہ ہے کہ جس زمانہ سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے دنیا کے ہر حصہ مین خدا کا وجود تھا" (صفحہ ۴۵ - الکلام)

اقتباسات بالا کی بنا پر یہان حسب ذیل سوالات تنقیح طلب پیدا ہوتی ہین:-

کیا واقعی انسان مین کوئی حاسۂ اخلاقی پایا جاتا ہے جو فطری ہے؟

کیا یہ صحیح ہے کہ دنیا کی تمام اقوام بلا استثنا مذہب کی پیرو ہین؟

کیا درحقیقت علم الانسان نے فیصلہ کر دیا ہے کہ نوع انسان نے ابتدائی حالت مین بجاے بتون کے خدا کی پرستش کی تھی؟

پہلی بحث - انسان کے ضمیر مین ایک حاسۂ اخلاقی یا کانشنس کے فطری ہونے کا دعوی صرف ہمارے علامہ ہی نے نہین کیا ہے بلکہ یورپ کے فلسفیون کا ایک گروہ بھی جو انٹوئیشنالسٹ اسکول (Intuitionalists) کا متبع کہلاتا ہے (اور جسمین ڈیکارٹ - لبنز - شفٹسبری - بٹلر وغیرہ شامل ہین) انکا ہمزبان ہے لیکن ناظرین کو ان پرعظمت نامون سے مرعوب نہ ہوجانا چاہیے - بلکہ غور کرنا چاہیے کہ کیا ان کے پیش کردہ دلائل کافی وزن رکھتے ہین اس جماعت کے اراکین کانشنس کے فطری ہونے پر حسب ذیل استدلالات قائم کرتے ہین -

(الف) حواس خمسہ ظاہری جو فطری ہین عقل و فکر کی وساطت کے بغیر اپنے فرائض انجام دیتے ہین مثلاً ہماری آنکھون کے سامنے جو چیز آتی ہے ہم بلا تامل اسکا رنگ بتا دیتے ہین - ہم اپنے ہاتھون سے جس شے کو چھوتے ہین - اسکی سردی گرمی یا سختی و نرمی کو بلا توقف محسوس کر لیتے ہین - ہم اپنی زبان پر جس چیز کو رکھتے ہین بغیر وقفہ کے اسکے ذائقہ کا فیصلہ کر لیتے ہین بالکل اسی طرح سے جب کسی فعل کا ہمارے سامنے ذکر کیا جاتا ہے تو ہم فوراً بغیر توقف و تامل کے اسکے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہین - فیاضی ایمانداری ایثار نفس کے واقعات سنتے ہی ہماری زبان سے

تحسین کے الفاظ نکل جاتے ہین اور چوری بے ایمانی قتل کے حالات سننے کے ساتھ ہی ہمارے دل مین ناپسندیدگی کے خیالات پیدا ہو جاتے ہین - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مثل حواس ظاہری کے ایک حاسۂ باطنی بھی فطری ہے جو عقل کے توسط کے بغیر افعال کے ممدوح و مذموم ہونے کا فیصلہ کرتا ہے -

(ب) جو حاسات کہ تمام نوع انسان مین مشترک ہین وہ فطری کہے جاتے ہین اور حاسۂ اخلاقی بھی تمام عالم مین یکسان طور سے پایا جاتا ہی اسلئے وہ بھی فطری ہے -

(ج) ایسے مواقع پر جہان کہ بدنامی و انتقام کا مطلق اندیشہ نہین ہوتا اور جبکہ ارتکاب جرائم سے باز رہنے کی صلاح عقل بھی نہین دیتی اسوقت ایک خاص باطنی قوت راہ راست کی ہدایت کرتی ہے اور چونکہ یہ قوت خارجی قوتون سے مختلف ہوتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فطری ہے -

ان ہی استدلالات کی بنا پر مذہبی جماعت انسان اور مذہب کو لازم و ملزوم قرار دیتی ہے چنانچہ بعض ارباب قلم نے اصول منطق کو پس پشت ڈال کر انسان و حیوان کے درمیان دولت مذہب کو مابہ الامتیاز (جسکو اصطلاح مین فصل کہتے ہین) تسلیم کیا ہے اور انسان کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک مذہبی حیوان ہے - لیکن ان دلائل کو مشاہدہ کے معیار پر جانچو اور دیکھو کہ میزان واقعیت مین ان کا کیا وزن ہے -

(الف) پہلی دلیل پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ کسی امر کے متعلق فی الفور فیصلہ کر دینا محض فطری قوت پر منحصر نہین بلکہ بعینہ یہی نتیجہ مشق و تجربہ سے بھی پیدا ہو سکتا ہے - ایک کہنہ مشق و تجربہ کار قانون دان مقدمہ کی روداد سننے کی ساتھ ہی اسکے متعلق قطعی رائے قائم کر لیتا ہے ایک آزمودہ کار جنگ آزما فوج کی ترتیب وصف بندی وغیرہ پر نظر ڈالتے ہی نتیجۂ جنگ کے نسبت پیشینگوئی کر دیتا ہے - علم ریاضی و ہندسہ کا ماہر جامٹری کی شکل پر نگاہ ڈالنے کے ساتھ ہی اسکے ثبوت کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کر دیتا ہے لیکن کیا ان سب باتون کا

یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ مقنن سپہ سالار اور مہندس کی یہ قوتین مشق و تجربہ کا نتیجہ نہیں بلکہ فطری ہین ؟ بالکل یہی حال ہمارے حاسۂ اخلاقی کا ہے۔ ہم جب کسی اخلاقی جرم کا ذکر سنتے ہی اسکو مذموم کہہ اٹھتے ہین تو اسکی وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ ایام طفولیت سے اسکی برائی ہمارے ذہن نشین ہوگئی ہے اور یہی متواتر عادت سے جواب طبیعت ثانیہ ہوگئی ہے۔

ہمارے دعوی کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ہم صرف ان ہی افعال کی الفور اور بلا توقف فیصلہ کرسکتے ہین جو روزمرہ پیش آیا کرتے ہین اور جنکے متعلق ہماری گرد و پیش کی سوسائٹی رائے قائم کرچکی ہے۔ مثلاً چوری زناکاری قتل وغیرہ لیکن اگر کسی ایسے واقعہ کا ذکر کیا جائے جس سے ہمارے کان نا آشنا ہون یا جو کسی قدر پیچیدہ ہو اور جس مین مدح و ذم کے مدارج تقریباً مساوی ہون تو ہم ایسے افعال کی نسبت کوئی فیصلہ ایک لحظہ مین نہین کرسکتے بلکہ ایک مدت درکار ہوتی ہے اور عقل سے مشورہ لیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقی فیصلہ کی کوئی قوت فطری نہین ہوتی ہے بلکہ یہ نتیجہ ہے ابتدائی تعلیم و تربیت اور روزانہ مشق کا۔

اس خیال کی تائید ایک دوسرے طریقہ سے بھی ہوسکتی ہے۔ فرض کرو کہ ایک بچہ اپنی پیدایش کے ساتھ ہی ایک بالکل تنہائی کے مقام پر لاکر رکھا گیا اور اسکا نشو و نما ایسے مقام پر ہوا جہان نہ اسکو دنیا کے حالات کا تجربہ ہوسکتا تھا۔ اور نہ اُس پر کسی قسم کا سوسائٹی کا اثر پڑ سکتا تھا۔ اسکے جوان ہونے پر کوئی شخص اوس سے نکاح اور زناکاری کے واقعات بیان کرتا ہے۔ لیکن وہ خاموش ہے۔ وہ دونون افعال مین سے کسی کے مذموم ہونے کے متعلق اپنی رائے ہرگز فوراً نہین قائم کرسکتا۔ حالانکہ اگر حاسہ اخلاقی فطری ہے تو اسکو فوراً فیصلہ کردینا چاہیئے تھا۔

(ب) اس استدلال کا کبری بھی اگرچہ محتاج ترمیم ہے لیکن صغری تو اسقدر غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ خود حامیان کانشنس کو بھی اب بادل ناخواستہ اس دعوی سے دست بردار

ہونا پڑا ہے - ایک گروہ کا کانشنس ذبح حیوانات کے نام سے لرز جاتا ہے لیکن دوسرا
گروہ اپنے اعتقاد کے مطابق ان کی قربانی کو اپنی نجات کا وسیلہ سمجھتا ہے - ایک
جماعت کے نزدیک ایک عورت کے سوا دوسری عورت سے نکاح کرنا تمام اصول اخلاقی
کے منافی ہے ! لیکن دوسرے فرقہ کی راے مین تعدد ازدواج کا مسئلہ دنیاوی مصالح
کی بنا پر مناسب و ضروری ہے - ایک تیسرا طبقہ ایسا بھی موجود ہے جسکے قانون اخلاق
مین سرے سے نکاح کی دفعہ ہی غائب ہے - وہ ہر مرد کو اجازت دیتا ہے کہ جسقدر عورتون سے
چاہے لذت شہوانی حاصل کرے - اکثر قومون کے نزدیک چوری اور قتل بدترین جرائم
ہین لیکن ایسی جماعتون کی مثالین بھی موجود ہین جنکا کانشنس انکو ان جرائم پر بالکل ملامت
نہین کرتا - خود ہمارے ہندوستان مین ایک صدی کا عرصہ ہوا ٹھگون کی جماعت موجود
تھی جو اپنے عقیدہ کے مطابق مسافرون کو دغا و فریب سے ہلاک کر ڈالنا فرض مذہبی
سمجھتی تھی - اس طرح کی سیکڑون مثالین پیش کیجا سکتی ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ
مختلف قومین ایک دوسرے سے بالکل مختلف بلکہ مخالف و متضاد اصول پر عمل کرتی
ہین اور اپنے اصول کو کانشنس کے موافق خیال کرتی ہین - اس اختلاف سے بھی یہی
نتیجہ نکلتا ہے کہ حاسۂ اخلاقی فطری نہین بلکہ اسکا نشو و نما گرد و پیش کے خارجی اسباب کے
اثر سے ہوتا ہے -

(ج) اس استدلال کی صحت کا دار و مدار اس دعویٰ پر ہے کہ ارتکاب جرائم کے
وقت عالمگیر طور پر ایک باطنی قوت مانع ہوتی ہے - لیکن درحقیقت جس تعمیم کے ساتھ
یہ دعویٰ پیش کیا گیا ہے - اسکی تائید واقعات سے نہین ہوتی - مشاہدہ سے صرف
اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگون کو ابتدا سے اخلاقی تعلیم دی جاتی ہے اور سوسائٹی جنکو
بچپن ہی سے نیکی و بدی کا فرق بتاتی ہے - ان لوگون مین ایک حاسۂ اخلاقی پایا جاتا ہے
لیکن جن لوگون کا نشو و نما بغیر اخلاقی تربیت کے اور رندی کی حالت مین ہوتا ہے وہ تمام

عمر علانیہ بدکاریون مین مبتلا رہتے اور کوئی اندرونی تحریک ان کو منع نہین کرتی - ایسے بیسیون جرائم پیشہ قبایل موجود ہین جنھون نے بدافعالیون کو اپنا ذریعۂ معاش قرار دے لیا ہے مگر ان کا کانشنس ان کو کبھی سرزنش نہین کرتا اور وہ لوگ کبھی جرائم کو قابل ترک نہین خیال کرتے - لارڈ مکالے ہائی لینڈرز (اسکاٹ لینڈ) کے ایک قدیم لوٹیرے سردار کے حالات کے ضمن مین لکھتا ہے :-

> وہ اپنے طاقتور اعزا سے مراسم اتحاد قایم رکھتا تھا اور وہ لوگ بھی اسکے ڈاکو ہونے کی وجہ سے اسکے ساتھ محبت مین کمی نہین کرتے تھے کیونکہ وہ کبھی ان لوگون کو نہین لوٹتا تھا - اور یہ خیال کہ ڈاکہ زنی بہ حیثیت ڈاکہ زن کے ایک ذلیل و شرمناک حرکت کہی جاسکتی ہے کبھی ان لوگون کے دماغ مین آیا ہی نہ تھا -

تلاش سے ایسی جماعتون کی بہ کثرت مثالین مل سکتی ہین جنھون نے اپنی تمام زندگی کو جرم و عصیان کی نذر کر دیا ہے حالانکہ اگر حاسۂ اخلاق فطری ہے تو اُن کو ہر لحظہ اس سے مقاومت کرنا ہوتی - انگلستان کا مشہور فلسفی جان لاک اگرچہ مذہب کا پابند ہے - مگر اس بدیہی تناقض سے حیران ہو کر لکھتا ہے کہ میری سمجھ مین نہین آتا کہ کوئی شخص کیونکر عمداً اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی کی جرأت کر سکتا ہے - اگر وہ قوانین فطری اور اُسکے دل پر منقش تسلیم کئے جایئن [۱] -

حقیقت یہ ہے کہ انسان اگرچہ بالطبع آزاد و حریت پسند ہے لیکن سالہا سال کے رسم و رواج نے اسکو تقلید کا اس درجہ عادی بنا دیا ہے کہ قانون توارث کی روسے موجودہ نسل مین وہ بمنزلہ طبیعت ثانیہ کے ہو گئی ہے اور اب یہ حالت ہے کہ جب وہ اپنی گرو و پیش کی سوسائیٹی کے اثر اور دباؤ سے باہر ہو کر کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ایک قسم کا ہراس

---

[۱] - دیکھو لاک کا رسالہ فہم انسانی کے متعلق حصہ اول باب ۳ -

(Locke's "Essay on Human Understanding")

معلوم ہوتا ہے اسی اصول کی بنا پر وہ جب کسی ایسے فعل کے ارتکاب کا قصد کرتا ہے جو اسکی سوسائیٹی مین مذموم و ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہو اور جسکو اُسکے گردوپیش کی جماعت اخلاقی حیثیت سے قبیح خیال کرتی ہے تو اسکی طبیعت مین ابتدأ ایک طرح کی جھجک محسوس ہوتی ہے اسی جھجک اور ہراس کو مولانا شبلی حاسۂ طبعی قرار دیتے ہین۔ لیکن دراصل یہ حاسۂ اخلاقی سوسائیٹی کا پیدا کیا ہوا ہوتا ہے کیونکہ جن لوگون کا نشو و نما اخلاقی طبیعت کے دائرہ سے باہر ہوتا ہو یا جنکی سوسائیٹی مین کوئی اخلاقی قانون متعارف نہین ہوتا وہ لوگ کسی فعل کے ارتکاب کے وقت نہین ہچکچاتے۔

فطری جذبات کے مفہوم کو ہمارے مولانا نے اسقدر وسعت دی ہے کہ انکے خیال مین کسی حاسہ کی فطری ہونے کے لئے صرف یہ شرط کافی ہے کہ وہ تمام نوع انسان مین مشترک ہو اور اسی بنیاد پر وہ حاسۂ مذہب کے ساتھ اولاد کی محبت کو بھی فطری قرار دیتے ہین[۱]۔ لیکن یہ بہت ممکن ہے کہ کوئی غیر فطری حاسہ بھی تمام عالم مین مشترک ہو ہمارے خیال مین کسی حاسہ کے فطری ہونے کے لئے حسب ذیل شرائط لازمی ہین۔

(۱) وہ تحریک غیر ارادی ہو۔

(۲) وہ تحریک تمام نوع انسان مین یکسان طور سے مشترک ہو۔

(۳) اگر اس تحریک پر عمل نہ کیا جائے تو صریح نقصان محسوس ہو۔

مثال کے لئے ہم حاسۂ اشتہا کو لیتے ہین۔ بلاشبہ یہ تحریک ہر سہ شرائط بالا کے معیار پر پوری اُترتی ہے اور ہم اس حاسہ کو صحیح معنے مین فطری تسلیم کرسکتے ہین علی ہذا پیاس اور نیند کے حاسات بھی طبعی اور فطری کہے جاسکتے ہین۔ لیکن اس صنف مین حاسۂ مذہب کسی طرح نہین داخل ہوسکتا۔ حاسۂ اخلاقی مین آخرالذکر دونون شرائط قطعاً نہین پائے جاتے اسلئے وہ فطری نہین کہا جاسکتا۔ اولاد کی محبت کو فطری

[۱] الکلام صفحہ ۲۰

جاسے قرار دینا اگرچہ اس لحاظ سے بھی غلط ہے کہ یہ جذبہ تمام نوع انسان مین بالکل مشترک نہین[1]۔ لیکن اس سے قطع نظر کرکے یہ نقص موجود ہے کہ منجملہ شرائط مالارس مین تیسری ضروری شرط نہین پائی جاتی۔

دوسرا مسئلہ۔ مذہب کا عالمگیر ہونا۔ مذہب کا لفظ اگرچہ نہایت مبہم اور کثیر المعنی ہے لیکن ہم مولانا کے نہایت مشکور ہین کہ اُنھون نے خود اس لفظ کی تشریح کردی۔ جسکے تسلیم کرنے مین ہمکو بھی کوئی عذر نہین۔ مولانا کی راے مین مذہب کے اصل اصول یہ ہین:—

خدا کا وجود اسکی پرستش کا خیال۔ حیات بعد الموت۔ جزا۔ سزا۔
رحمدلی۔ ہمدردی۔ عفت کا اچھا سمجھنا۔ جھوٹ۔ دغا۔ زنا۔ چوری کو بُرا جاننا۔

لیکن کیا واقعی تمام دنیا ان کل عقائد کی پابند ہے؟ نہین ہم اس سوال کا معیار اور گھٹاکر صرف اتنا دریافت کرتے ہین کہ کیا تمام دنیا ان مین سے کسی عقیدہ کی پابند ہے؟ گذشتہ اقوام کی تاریخ اور حال کے سیاحون کے مشاہدات متفق اللفظ ہوکر اس سوال کا جواب نفی مین دیتے ہین۔ ایسی متعدد قومون کی مثالین موجود ہین جو مذکورہ بالا عقائد مین سے ایک کی بھی پابند نہین۔ پہلے ہم وجود خدا کے مسئلہ کو لیتے ہین جو سب عقائد سے زیادہ مہتم بالشان ہے مسٹر لینگ[2] کوئنس لینڈ (واقع آسٹریلیا) کے باشندون کے متعلق حسب ذیل

---

[1] ممکن ہے کہ ہمارا یہ دعوی بعض لوگون کو انوکھا معلوم ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ بعض قومین ایسی ہین جو محبت والدین تو ایک طرف اپنی اولاد کو عداوت کی نظرون سے دیکھتی ہین جان لاک اپنی اسی کتاب مین جسکا حوالہ ہم پیشتر دے چکے ہین لکھتا ہے کہ:—

"منگریلیا Mingrelia کے باشندے جو عیسائی مذہب کے پیرو ہین یہ ایک عام دستور ہو کہ اپنے بچون کو بلا تامل زندہ دفن کردیتے ہین اور بعض مقامات ایسے بھی ہین جہان کے باشندے اپنی اولاد کو کھا جاتے ہین (صفحہ ۲۳)"

[2] لینگ صاحب کا سفرنامہ کوئنس لینڈ صفحہ ۳۴، ۳۳ (Lang's Queensland)

تحریر کرتے ہین ۔

"وہ لوگ دنیا کے خالق و عالم اپنے افعال کے نگران اور آیندہ زندگی مین اجر دینے والے کی نسبت کوئی خیال نہین رکھتے ۔ وہ کسی معبود کی خواہ وہ ادنیٰ ہی درجہ کا کیون نہ ہو پرستش نہین کرتے ۔ ان لوگون کے یہان نہ کوئی بت ہے نہ عبادتگاہ ہے اور نہ کسی قسم کی قربانی ہوتی ہے ۔ الغرض وہ لوگ کسی قسم کا مذہب نہین رکھتے اور نہ اُن مین کسی مذہبی اعتقاد کا وجود ہے جو اُن مین اور درندون مین مابہ الامتیاز ہو سکے ۔ وہ لوگ بغیر خدا کے زندگی بسر کرتے ہین "

غور کرو کہ اس مصنف کو مذہب اسقدر عزیز ہے کہ وہ اسکو انسان و حیوان کے درمیان مابہ الامتیاز قرار دیتا ہے تاہم حق گوئی سے مجبور ہو کر اسکو ایک جماعت کے قطعاً لامذہب ہونے پر شہادت دینا پڑتی ہے ۔ اسی مصنف نے آگے چلکر مسٹر شمٹ Schmidt کا قول بھی اپنی تائید مین نقل کیا ہے جو خلیج مدٹن مین سات سال تک بہ حیثیت ایک مشنری کے قیام پزیر رہ چکے تھے اور وہان کی زبان اور باشندون کی طرز معاشرت سے بہ خوبی واقفیت رکھتے تھے ۔

سرجان لیبک (لارڈ ایوبری) ایم ڈی ۔ ال ال ڈی ۔ اف ۔ آر ۔ ایس جو نہایت وسیع النظر مولف اور طبقات الارض و آثار قدیمہ کے متعلق یورپ و امریکہ کی متعدد سوسائٹیون کا ممبر ہے اپنی کتاب "پری ہسٹارک ٹائمس" (Prehistoric Times) مین اکثر وحشی قبائل کے متعلق متعدد سیاحون کے چشمدید بیانات نقل کرتا ہے جنکا ماحصل یہ ہے کہ ان مین کسی طرح کے مذہبی اعتقادات کا وجود نہین ۔ ذیل مین ہم اُن مین سے چند کے نام درج کرنے پر اکتفا کرتے ہین :-

اسکیموز کے متعلق (یعنی نواح قطب شمالی کے باشندون کے متعلق) فرانکلن اور راس کی شہادت ۔

کناڈا کے بعض قبائل کے متعلق مسٹر ہیرن (Hearne) کی شہادت ۔

کالیفورنیا کے متعلق لاپیروز (La Perouse) اور بیگرٹ (Baegert) کی شہادت۔

برازیل کے اکثر فرقون کے متعلق والس بیٹس اسپکس مارٹیس کی شہادت۔

پاراگے کے متعلق ڈوب رزافر (Dobritzhoffer) کی شہادت۔

پالینیشیا کے بعض جرگون کے متعلق ولیمز (Williams) کی شہادت۔

جزائر ڈاموڈ (واقع آسٹریلیا) کے متعلق جوکس (Jukes) کی شہادت۔

افریقہ شمالی کی بعض قومون کے متعلق برٹن (Burton) اور گرانٹ (Grant) کی شہادت۔

جزائر انڈمان کے متعلق مواٹ (mouatt) اور پورٹ مین (Portman) کی شہادت۔

جزائر پلیو کے باشندون کے متعلق ولسن (Wilson) کی شہادت۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد شہادات ہین جنکو ہم طوالت کے خیال سے قلم انداز کرتے ہین اسی مصنف نے ایک دوسری کتاب "تمدن کا آغاز اور انسان کی ابتدائی حالت" کے عنوان سے تالیف کی ہے جو تحقیق و جامعیت کے لحاظ سے لاجواب ہے۔ اس کتاب مین مذہب کے عالمگیر نہ ہونے پر اُس نے اور چند معتبر شہادتون کا اضافہ کیا ہے اور خود مذہب کی نسبت اپنی رائے حسب ذیل الفاظ مین ظاہر کرتا ہے۔

یہ خیال کہ مذہب عام و عالمگیر ہے اکثر جلیل القدر حضرات نے ظاہر کیا ہے بااینہمہ یہ دعوٰی متعدد و معتبر مشاہدہ کنندگان کے بیانات کے منافی ہے۔ جہاز ران تاجر فلسفی رومن کیتھولک پادری پروٹسٹنٹ مشنری خواہ زمانہ قدیم کے ہون یا دور جدید کے کرہ ارض کے ہر گوشہ سے اس بیان پر متفق اللفظ ہین کہ انسان کی ایسی نسلین موجود ہین جو قطعاً لا مذہب ہین۔ اس بیان کی تقویت اس امر سے اور بھی ہوتی ہے کہ بعض حالتون مین اس واقعہ نے خود اسکو گ

حیرت مین ڈال دیا ہے جو اسکو بیان کرتا ہے اور اسکے سابقہ تصورات کے بالکل مخالف پڑا ہے۔[1]

اسی مصنف کے حوالہ سے ہم پادری بیگرٹ صاحب کا بیان کالیفورنیا کے اصلی باشندون کی نسبت درج کرتے ہین۔ پادری موصوف تحریر کرتے ہین کہ ہمارا مذہب قبول کرنے سے قبل ان لوگون کی گورنمنٹ اور مذہب کی حالت کا ذکر ضروری ہے لیکن دراصل ان لوگون مین دونون چیزون کا وجود نہ تھا۔ مجسٹریٹ پولیس قانون کچھ نہ تھا بتون اور عبادتگاہون پرستش اور مذہبی رسوم سے یہ لوگ بالکل ناآشنا تھے۔ یہ لوگ نہ تو خدائے برحق کا اعتقاد رکھتے تھے اور نہ چھوٹے دیوتاؤن کی پرستش کرتے تھے مین نے ان لوگون کے درمیان رہ کر یہ دریافت کرنے کی کامل تحقیقات کی کہ آیا یہ لوگ خدا حیات بعد الموت اور اپنی روحون کی نسبت کسی قسم کا تصور رکھتے ہین۔ لیکن مجھکو کبھی ان لوگون مین اس قسم کے خیالات کا ذرہ بھر بھی وجود نہین معلوم ہوا۔ ان کی زبان مین خدا اور روح کا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے کوئی الفاظ ہی نہین۔[2]

تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لو کہ ان تمام سیاحون نے دغابازی اور دروغ گوئی پر کمر باندھی ہے لیکن اسکا کیا جواب ہو سکتا ہے کہ وہ مذہب جسکے متبعین کی تعداد تقریباً آبادی عالم کی نصف ہے۔ یعنی بدھ مذہب۔ اپنے مذہبی دستور العمل مین خدا کا ذکر ہی نہین کرتا؟ باایں‌ہمہ اسکی اخلاقی تعلیم کسی دوسرے مذہب سے کم درجہ پر نہین۔ مغرب کا وہ پابند مذہب مصنف جسکو ہمارے علامہ "مشہور محقق" کے لقب سے یاد کرتے ہین۔ یعنی میکس موئر لکھتا ہے کہ "دین عیسوی سے پہلے جو اعلیٰ اخلاقی تعلیم انسان کو دی گئی تھی اسکے دینے والے وہ لوگ تھے جنکی نظرون مین خدا کا وجود

---

[1] (Lubbock "On the origin of civilization and Primitive Condition of man") صفحہ ۲۱۲

[2] صفحہ ۲۱۵

ایسا ہی بے بنیاد تھا جیسا کہ سایہ کا وجود۔ یہ وہ لوگ تھے جو معابد بناتے ہی نہ تھے۔ یہان تک کہ اس نامعلوم خدا کا بھی معبد نہ بناتے تھے"

مذکورہ بالا شہادتون سے مذہبی عقاید (خدا کا وجود اسکی پرستش حیات بعد الموت وغیرہ) کا عالمگیر نہ ہونا بہ خوبی ثابت ہو چکا ہے۔ اب مذہب کے اخلاقی پہلو پر نظر ڈالو اور تحقیقات کرو کہ کیا واقعی تمام دنیا۔ ہمدردی رحمدلی عفت کو مستحسن اور جھوٹ زنا چوری کو قابل نفرت خیال کرتی ہے؟ اس کا مجمل جواب نفی مین ہم پیشتر بھی دے چکے ہین اور بتا چکے ہین کہ بعض جرائم پیشہ قومون مین ڈاکہ زنی بالکل معیوب نہین سمجھی جاتی۔ ذیل مین اسی جواب پر چند اور شہادات کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ افریقہ کے بعض قبائل کے متعلق مسٹر برٹن تحریر فرماتے ہین[۵۱]

"مشرقی افریقہ مین کانشنس کا وجود ہی نہین پایا جاتا ہے اور توبہ کا لفظ صرف موقع جرائم کے ہاتھ سے نکل جانے پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ڈاکہ زنی اعزاز کی علامت سمجھی جاتی ہے اور قاتل (جسقدر سفاکانہ جرم ہو اسی قدر بہتر ہے) ہیرو خیال کیا جاتا ہے"

مرجان لیبک شمالی امریکہ کے ایک قبیلہ سیوکس (Sioux) کے متعلق مسٹر گال بریتھ (Galbraith) کے حوالہ سے لکھتے ہین[۵۲]

"وہ لوگ بدکاریون کو نیکی سمجھتے ہین۔ چوری آتش زنی۔ زنا بالجبر قتل یہ چیزین ان کے یہان فخر و امتیاز کی علامت تصور کی جاتی ہین۔ وہان کے باشندون کو بچپن ہی سے یہ سکھایا جاتا ہے کہ انسان کے لئے اعلیٰ ترین خوبی قتل کرنا ہے۔ وہ لوگ اپنی ناچ رنگ

---

۵۱) (Burton's First Footsteps in East Africa) "ابتدائی نقش پا افریقہ مشرقی مین" صفحہ ۱۷۶۔

۵۲) آغاز تمدن" صفحہ ۳۹۷ (Origin of Civilization)

کی محفلوں اور ضیافتوں میں اپنی چوری لوٹ مار اور قتل کی داستانوں کو فخریہ نظم میں سناتے ہیں - یہاں کے نوجوانوں کا اعلیٰ ترین مقصد بلکہ تنہا مقصد یہی ہوتا ہے کہ نوع انسان کے کسی فرد کے قتل میں ہاتھ رنگے - خواہ وہ عورت ہو یا مرد یا بچہ"

اسی کتاب میں آگے چلکر یہ مصنف آسٹریلیا کے باشندوں کے متعلق گورینیر آیر (Eyre) کے حوالہ سے تحریر کرتا ہے کہ ان لوگوں میں عدل و انصاف کا اخلاقی احساس بالکل نہیں ہوتا - یہ لوگ کسی فعل کے حق بجانب ہونے کا معیار صرف اس سوال کو قرار دیتے ہیں کہ آیا ہم لوگ جسمانی حیثیت سے یا بہ اعتبار کثرت تعداد کے اس قابل ہیں کہ اُن لوگوں کے انتقام سے جنکو ہم نقصان پہونچانا چاہتے ہیں محفوظ رہ سکتے ہیں ؟[1]

قتل و غارت ڈاکہ زنی چوری بد عہدی سے قطع نظر کرکے عفت و عصمت کے احساسات بھی عالمگیر نہیں کہے جا سکتے - تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ بعض قدیم اقوام میں بدچلنی کسی قسم کا جرم نہیں سمجھی جاتی تھی - خود یونان قدیم کی یہ حالت تھی کہ ایک جانب تو حکمت و فلسفہ کا آفتاب آسمان کمال پر پوری چمک دمک کے ساتھ ضیا گستر تھا اور دوسری جانب اسی روشنی میں وہ اندھیر تھا کہ بڑا سا بڑا حکیم اُن حیا سوز جرایم کا مرتکب ہوتا تھا جنکے ذکر سے بھی ہم زبان قلم کو آلودہ کرنا نہیں پسند کرتے - آج بھی مختلف اقطاع عالم میں ایسی قومیں ہیں جن میں عفت و پاکدامنی کا مطلق خیال نہیں - چنانچہ پالینیشیا میں بے حیائی انتہائی درجہ پر ہے - وہاں کے سیاحوں کا بیان ہے کہ جس قسم کے فحش الفاظ کو زبان پر لاتے ہوئے ہمارے یہاں کے مرد بھی جھجکتے ہیں اس سے بدرجہا زیادہ شرمناک گفتگو وہاں کی عورتیں بے محابا غیر مردوں سے کرتی ہیں - اس سے بھی بڑھکر یہ کہ وہاں کے مرد اپنی بیویوں کو بہ طور تحفہ کے مہمانوں کے سامنے پیش

---

[1] آغاز تمدن صفحہ ۲۹۷

کرتے ہین چنانچہ متعدد یورپین سیاحون مثلاً کپتان ہنچی اور پورٹر وغیرہ کو اسکا تجربہ ہوا ہے۔ تاسمانیا کے باشندون کا تیر اور بھی بڑھا ہوا ہے۔ وہ لوگ اس امر کو بہت بڑا اعزاز خیال کرتے ہین کہ کوئی یورپین انکی عورتون کے ساتھ زنا کرے۔ آسٹریلیا کے بعض قبائل کچھ نقدی معاوضہ پر اپنی بیویون کو اپنے دوستون کے یہان بھیجدیتے ہین مجمع الجزائر نوکاہیوا (Nukahiva) کے باشندون کے متعلق ڈاکٹر رابرٹ (Roberts) کا بیان ہے کہ وہان کے لوگ فرانسیسی ملاحون کے پاس اپنی عورتون کو اکثر بخوشی بھیجا کرتے تھے جن مین بعض لڑکیون کی عمر آٹھ آٹھ سال کی ہوتی تھی لیکن وہان کی بد اخلاقی کا تم اس سے اندازہ کرسکتے ہو کہ وہ بھی باکرہ نہین ہوتی تھین!!! جزائر انڈمن مین عام رواج ہے کہ شادی کے قبل عورت اپنے تئین مردون کے لئے وقف عام رکھتی ہے۔ لطف یہ کہ ان تمام مثالون مین سوسائٹی کے رسم ورواج کے بموجب عورت اپنے تئین کسی جرم کا مرتکب نہین سمجھتی[۱]۔

مختلف اقوام کی لا مذہبی اور بد اخلاقی کی ایسی ہی حالتون کو پیش نظر رکھکر انشیو جولی۔ پروفیسر آف سائنس۔ ٹولوس (فرانس) سے یہ نہایت صحیح نتیجہ اخذ کیا ہے کہ

"عورت یہی نہین کہ یہ قبائل خدا اور حیات بعد الموت کا کوئی عقیدہ نہین رکھتے۔ بلکہ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ ان مین کوئی اخلاقی خیال نہین ہوتا"[۲]

لیکن اسکے مقابلہ مین ہمارے مولانا کے فتوے پر غور کرو کہ اخلاقی جماعت مین ایک وحشی سا وحشی بھی ارسطو اور بنتھم کے دوش بدوش کھڑا ہو سکتا ہے!!! (الکلام صفحہ ۲۰)

---

[۱] یہ تمام مثالین ماخوذ ہین پیرس کے انتھراپالوجیکل سوسائٹی کے سکریٹری اور اسکول آف انتھراپالوجی کے پروفیسر مانشیو لیٹرنیا کی لاجواب تالیف (Letourneau's "Evolution of marriage") "ارتقاء نکاح" سے دیکھو صفحات ۶۰ لغایت ۶۴۔

[۲] پروفیسر موصوف کی کتاب "ہیومین بیفور میٹلز" صفحہ ۳۲۹-۳۳۰ (Joly's "man before metals")

تیسرا سوال - کیا علم الانسان کے ماہرین نے فیصلہ کر دیا ہے کہ انسان نے پہلے پہل خدائے واحد کی پرستش کی تھی؟ علامہ شبلی اس مسئلہ پر کسی بحث کو غیر ضروری سمجھکر اسکا مختصر جواب اثبات مین دیتے ہین اور اپنے سرسری جواب کو پبلک کی نظرون مین مستند و قیمتی بنانے کے لئے تحریر فرماتے ہین کہ

"مادئین کے سوا تمام محققین نے فیصلہ کیا ہے کہ
انسان نے پہلے خدا کی پرستش کی تھی"۔[1]

اس جملہ سے جو مفہوم میری سمجھ مین آیا وہ یہ ہے کہ جمہور محققین علم الانسان کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ انسان ابتدا ہی سے موحد ہے اور صرف ایک خاص جماعت یعنی مادہ پرستون کو اس سے اختلاف ہے مگر ان کی راے قابل وقعت نہین۔

ہم حیرت و استعجاب کے ساتھ اس عجیب و غریب فیصلہ کو بار بار پڑھتے ہین اور سمجھ مین نہین آتا کہ مولانا کے اس دعوے کی کیا معقول دلیل ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر عبارت بالا کا وہ مفہوم صحیح ہے جو ہماری سمجھ مین آیا ہے تو ہمکو چار و ناچار کہنا پڑتا ہے کہ مولانا نے اس موقعہ پر ایسے مغالطہ سے کام لیا ہے جسکی توقع ہرگز ان سے نہین کی جاتی تھی۔ ممکن ہے جو لوگ یورپ کی زبانون سے ناآشنا ہون اُن پر اس دعوی کا جادو چل جائے لیکن جو شخص کہ خود محققین علم الانسان کی تصانیف کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اس پر اس صریح غلط بیانی کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟

دراصل اس مقام پر سب سے زیادہ مغالطہ خیز لفظ مادئین کا ہے اگر اس لفظ سے مراد اُن لوگون سے ہے جو کسی قسم کی غیر مادی ہستی کے قطعاً منکر ہین اور جنکے خیال مین عالم کی علت محض مادہ ہی سے ہے تو مولانا کا دعوی اس لحاظ سے غلط ہے کہ ان مادہ پرستون کے علاوہ محققین کی ایک اور بڑی تعداد ہے جس نے انسان کے

---

[1] الکلام صفحہ ۲۳

ابتداءً خدا پرست ہونے کی نفی کی ہے اور جس مین ڈارون ہکسلی اسپنسر اینڈریو لینگ گرانٹ ایلن ایڈورڈ کلاڈ وغیرہ شامل ہین ۔ لیکن ان لوگون کو مادہ پرست کا لقب دینا سخت بیدردی کے ساتھ انصاف کا خون کرنا ہے ۔ کاش آج اسپنسر اور ہکسلی زندہ ہوتے تو اپنی آنکھون سے یہ حیرت انگیز تماشہ دیکھتے کہ جس عقیدہ کی صاف صاف مخالفت وہ اپنی تصانیف مین کر گئے ہین اسی کے تسلیم کرنے کا الزام آج اُنپر لگایا جاتا ہے[1]

ہان اگر مادئین کے مفہوم مین وہ تمام لوگ داخل کر لئے جائین جو روح پرست (اسپریچولسٹ) نہین ہین تو بلا شبہ مولانا کا دعوی درست ہو ۔ لیکن اس صورت مین انکو محض چند افراد تک محدود رکھنا سخت غلطی ہے ۔ کیونکہ علم الانسان کے جسقدر محققین ہوے ہین وہ بہ استثناے چند سب اسی جماعت مین داخل ہین ہمارے خیال مین اگر مولانا اپنے دعوی کو یون بیان فرماتے کہ با استثنا رچند افراد کے جو روحانیت کے معتقد ہین عموماً محققین نے انسان کے ابتداءً خدا پرست ہونے کی نفی کی ہو ۔ تو زیادہ قرین صحت ہوتا۔[2]

---

[1] پروفیسر ہکسلی اپنے ایک مضمون مین جو سنہ ۱۸۶۸ء مین آسنے بہ مقام ایڈنبرا پڑھا تھا صاف صاف کہتا ہے کہ اگرچہ سائینٹفک خیالات کے اظہار کے لئے ہکو مادیّت اصطلاحات و اشارات سے کام لینا چاہیے ۔ لیکن مادیت کے غلط اصول ہماری زندگی کی قوتون کو نقصان پہونچانے والے ہین اور مادیت ایک سخت اصول ہو (دیکھو زندگی کی طبعی بنیاد مشمولہ مجموعہ مضامین جلد اول) اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ مین وہ اپنے دوست جورج آدکر کو ایک خط مین تحریر کرتا ہے کہ میرے فلسفہ کا اصول اولین یہ ہے کہ مادہ پرستی اور روح پرستی دونون ایک ہی لغو محال کے انتہائی حدود ہین (دیکھو "لایف اینڈ لیٹرز آف ہکسلی" جلد اول صفحہ ۲۴۲) بالکل یہی خیال اسپنسر کا بھی تھا وہ لکھتا ہے کہ میٹریلیسٹ اور اسپریچولسٹ کا اختلاف محض نزاع لفظی ہے اور ہر دو فریق یکسان طور پر خارج از عقل ہین (دیکھو "فرسٹ پرنسپلز" صفحہ ۵۵۰ طبع پنجم)

[2] زیادہ تعجب یہ ہے کہ خود فرید وجدی کی تصانیف مین جو مثل دیگر مقامات کے اس کو بھی ہمارے مولانا کے لئے شمع راہ ہین یہ بیان بالکل اسی حیثیت سے نہین پایا جاتا جیسا کہ الکلام مین ہو ۔ فرید وجدی کے خاص

حقیقت یہ ہے کہ علم المعاشرت (سوشیالوجی) اور علم الانسان (انیتھراپالوجی) کے تقریبًا تمام ماہرین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ عقل کے ساتھ مذہب کا بھی نشو ونما ہوا ہے اور انسان نے اپنے قوائے دماغی کے ارتقا کے ساتھ مذہبی اعتقادات مین بھی تدریجی ترقی کی ہے جسکا منشا دوسرے الفاظ مین یہ ہے کہ خدا [illegible] کا اعتقاد جو نسبتًا زیادہ شریفانہ اور زیادہ معقول ہے دفعتًہ نہین پیدا ہوا بلکہ عقل انسانی بہت سے ادنیٰ درجہ کے مذہبی عقائد کے دورون کے بعد اس نتیجہ پر پہونچی ہے۔ مولانا اپنی تائید مین کسی مولف کا قول نقل کرتے ہین اور اس شہادت کو زیادہ وزندار بنانے کیلئے اسکو "مشہور محقق" کے لقب سے یاد کرتے ہین لیکن اول تو یہی امر بحث طلب ہے کہ یہ کون مصنف ہے اور اسکی کس کتاب سے یہ اقتباس منقول ہے[۵]۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ وہی مصنف ہے جو یورپ مگر ان سے بہت زیادہ ایشیا کی مذہبی جماعت مین مقبولیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو وہ شہرہ علم الالسنہ (فیلالوجی) کا ماہر تھا۔ مگر کیا علم الانسان مین اسکی رائے کچھ بھی وقعت رکھتی ہے؟

ڈارون لکھتا ہے کہ اس امر کی کوئی شہادت نہین پائی جاتی [illegible]

بقیہ حاشیہ گذشتہ - الفاظ یہ ہین :- اختلف العلماء الباحثون فی اصول الادیان فی اوّل معبود عبدہ الانسان فی اوّل نشأتہ فذھب المادیون منھم الی انہ عبد الاصنام .... وقال الروحیون من الفلاسفۃ الی ان الانسان عبد الخالق الاقدس (حدیقہ فکریہ صفحہ ۱۳) اگرچہ اس کے بعد اُس نے یہ بھی لکھدیا ہے اما النظریۃ الاولی وھی نظریۃ المادیین فقد سقطت الآن الی الحضیض وتبین فسادھا (حدیقہ صفحہ ۱۴) فرید وجدی کے مسلسل افتراعات اور غلط بیانیون کو پیش نظر رکھکر اسکے قلم سے اس اخیر جملہ کا نکلنا کچھ بھی عجیب نہین لیکن تعجب یہ ہے کہ مولانا شبلی فرید وجدی کے پہلے جملہ سے کیون قطع نظر کر گئے؟ اگر وہ اسکا بھی ترجمہ کر دیتے تو الزام سے بری الذمہ ہو جاتے۔

[۵] دیکھو اسی مضمون کا پہلا نمبر الناظر ماہ مارچ مین۔

ابتداءً ایک قادر مطلق خدا کے وجود کا اعتقاد موجود تھا بلکہ اسکے برعکس اس امر کی بہت قوی شہادت موجود ہے (جو عجلت پسند سیاحون کے بیانات سے نہین بلکہ ان لوگون سے ماخوذ ہے جو عرصہ دراز تک وحشی قبائل کے ساتھ قیام گزین رہے ہین) کہ ایسی متعدد قومین گذری ہین اور اب بھی موجود ہین۔ جنکی زبان مین اس خیال کے اظہار کے لیے کوئی لفظ ہی نہین ہے[۵۱]۔

ایک اور فاضل مصنف جسکی تصنیف کے استناد کے لیے صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ انٹرنیشنل سائنٹفک سیریز کے زیر اہتمام شایع ہوئی ہے سو صفحات سے زیادہ اس مسئلہ پر بحث کرکے آخر کار اسی نتیجہ پر پہونچتا ہے اور خاتمہ پر اپنی رائے یون ظاہر کرتا ہے[۵۲]۔

"اس مسئلہ کی صداقت و واقعیت پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ ان لوگون کی رائے کسقدر غلط ہے جو اپنے مذہبی تعصبات یا اپنی خانہ ساز منطق و تاریخ کی بنا پر یہ دعوی کرتے ہین کہ نوع انسان یا کم از کم ترقی یافتہ نسلون کا ابتدائی حاسہ خدا پرستی تھا یہ قطعاً غیر ممکن ہے۔ کیونکہ ایسا خیال منافی ہے عقل انسانی کے اصلی نشو و نما کے اسکی ابتدائی فطرت و تدریجی ترقی کے اور فطرت انسانی کے لازمی اتحاد کے۔"

پیرس کے انتھراپالوجیکل سوسایٹی کے ایک مقتدر ممبر پروفیسر بروکا (Broca) نے نصف صدی سے زائد عرصہ ہوا ایک مبسوط آرٹکل کے ذریعہ سے اپنا یہ خیال مذکورہ بالا سوسایٹی کے سامنے ظاہر کیا کہ انسان مین مذہب و خدا کے وجود کا خیال فطری و طبعی ہونا تو ایک طرف عام و عالمگیر بھی نہین بلکہ محض بچپن کی تربیت کا اثر ہے۔

۵۱۔ "ڈیسنٹ آف مین" صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ ۱۹۰۶ء (Darwin's Descent of man)

۵۲۔ "متھ اینڈ سائنس" مصنفہ ٹیٹو ویگنولی صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵

(Myth and Science by Tito Vignoli)

پروفیسر موصوف کی اس مدلل راے کو سوسائیٹی مین بہت وقعت دی گئی اور اس کے ممبرون کی ایک کثیر جماعت سے (جن مین سے ہر ایک بجائے خود ایتھراپالوجی کا ماہر ہے) اس راے سے اتفاق ظاہر کیا انسان کا ابتدائی مذہب سمجھنے کیلئے ہمکو انسان سے ابتدائی طرز معاشرت پر غور کرنا چاہیئے اور اس بے انتہا اختلاف کو پیش نظر رکھنا چاہیئے جو موجودہ سوسائیٹی اور ابتدائی سوسائیٹی کے خیالات و تجربات مین ہے - آج ہمکو کارخانہ عالم قوانین وضوابط کا پابند نظر آتا ہے - لیکن قدیم وحشیون کے نزدیک نہ کوئی قانون فطرت ہے اور نہ علت ومعلول کا سلسلہ کوئی چیز ہے نہ اسکی سوسائیٹی ایسی بڑھی ہوئی ہے اور نہ اسکے قواے مشاہدہ کافی نشوونما پائے ہوتے ہین - ہم لوگون کے نزدیک ہر ذی حیات کے لئے موت لازمی ہے مگر ہمارے دماغ مین یہ خیال کیونکر پیدا ہوا؟ اسلئے کہ ہم برابر لوگون کو اپنی طبعی موت سے مرتے ہوئے مشاہدہ کرتے ہین ہم ایسی آبادیون مین رہتے ہین جہان روزانہ طبعی اسباب سے اموات واقع ہوا کرتی ہین - اس کے علاوہ ہمارے پاس تاریخ کا ذخیرہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے پیشتر بیشمار نسلین آباد رہ چکی ہین اور انکا ایک ایک فرد اپنے وقت پر فوت ہوا ہے - لیکن ایک غیر متمدن وحشی قبیلہ کا خیال کرو جو آج سے بیشمار سال پہلے اسی سرزمین پر آباد تھے - اسوقت وہ لوگ آپسمین مل جل کر ایک مقام پر نہین رہتے تھے بلکہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیان بناکر متفرق طور پر بودوباش رکھتے تھے - اسکے علاوہ اُس زمانہ میں کوئی منتظم گورنمنٹ بھی نہ تھی جسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اکثر جانین کشت وخون کی نذر ہوجاتی تھین بعض لوگون کو جنگل کے درندے ہلاک کرڈالتے تھے اور بعض موتین اور اتفاقات ناگہانی کے باعث ہوتی تھین - ان اسباب کی بناپر انسان کے لئے موت کے لازمی ہونے کا تصور وحشی قبائل مین پیدا ہی نہین ہوتا - وہ لوگ جب کسی کی موت کی خبر سنتے ہین تو اُنکے دل مین حسب ذیل (یا اسی طرح کے اور) سوالات پیدا ہوتے ہین :- کیا وہ کسی

معرکۂ جنگ مین قتل ہوا؟ کیا کسی دشمن نے اُسکو پوشیدہ طورسے مار ڈالا؟ کیا کسی جنگلی درندہ نے اُسکو ہلاک کر دیا؟ کیا وہ جنگل یا ریگستان مین بھوک پیاس سے مر گیا؟ لیکن اگر اس قسم کے اسباب مین سے اُسکو کوئی سبب نہین ملتا تو وہ لوگ اسکی ہلاکت کو قبیلہ مخالف کی ساحری کا نتیجہ سمجھتے ہین۔

اسکے علاوہ اُس زمانہ مین موت کا متیقن ہونا بھی نہایت دشوار تھا۔ خود آج موجودہ زمانہ مین جبکہ گلی گلی مین طبیب و ڈاکٹر موجود ہین۔ اکثر ایسی مثالین پیش آجاتی ہین جہان کہ کسی شخص کی موت کے متعلق قطعی طورسے راے نہین دیجا سکتی۔ اس سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اُس زمانہ مین جبکہ نہ کوئی طبی مسئلہ منضبط ہو چکا تھا نہ کوئی طبیب موجود تھا اور مرگ اتفاقیہ کے اسباب اس کثرت سے موجود تھے کسی شخص کو قطعی طورسے مردہ قرار دینے مین کیسی دشواری پیش آتی ہوگی۔ سکتہ۔ غشی وغیرہ ایسی متعدد حالتین ہین۔ جن مین آدمی بالکل مردہ معلوم ہوتا ہے اور بعض اوقات ہوشیار سے ہوشیار ڈاکٹر بھی دھوکا کھا جاتے ہین۔ ایسی حالتون مین ایک وحشی شخص کیا کرتا ہوگا؟

اس موقع پر وہ اپنے تجربات سے مدد لیتا ہے۔ اُسکو نظر آتا ہے کہ خود اپنی زندگی مین بھی اُسکو اسی سے ملتی جلتی حالتون کا بیشمار مرتبہ تجربہ ہو چکا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ جسطرح مردہ کا جسم بے حس و حرکت ہوتا ہی اسی طرح سوتے وقت خود اسکا جسم بھی بے حس و حرکت ہوتا ہے۔ با اینہمہ وہ خواب مین چلتا پھرتا کھاتا پیتا ہی۔ اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ جسم ظاہری کے علاوہ کوئی اور باطنی قوت ہے جس سے تمام افعال سرزد ہوتے ہین اور جسکو وہ روح سے تعبیر کرتا ہے۔ اسکے نزدیک غشی سکتہ اور سونے کی حالتون مین روح کی مفارقت جسم سے محض عارضی ہوتی ہے اور جس وقت مین وہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاتی ہے وہ موت ہے۔ وہ روح کو جسم سے ایک بالاتر قوت سمجھتا ہی اسلئے اُس سے ڈرتا ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ مردون کی روحین جسم سے نکلکر کسی مقام پر

زندہ رہتی ہین کیونکہ وہ خواب مین اکثر انکی صورتین دیکھتا ہے۔ وہ یہ بھی خواب مین دیکھتا ہے کہ مُردے آتے ہین اور اسکو کسی بات کا حکم دیجاتے ہین۔ پس وہ بیدار ہوکر انکی تعمیل اپنا فرض جانتا ہے۔ وہ اُنکے خوش کرنے کی مختلف تدبیرین کرتا ہے۔ انکے نام پر قربانی کرتا ہے بھینٹ چڑہاتا ہے۔ منت مانتا ہے یا دوسرے الفاظ مین انکی پرستش کرنے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس عام ارواح پرستی مین بھی وہ مختلف مدارج قرار دیتا ہے۔ سردار قبیلہ کی روح اسکو تمام روحون سے ممتاز نظر آتی ہے اور تمام روحون کو وہ اس روح کے ماتحت قرار دیتا ہے۔ اس طرح سے انسان کا پہلا معبود روح ہے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ اپنے معبود کو ہر وقت اپنے پیش نظر رکھنے اور اظہار تعظیم وعقیدت کے لحاظ سے اسکی مجسم تصویرین بناکر رکھتا ہے اور بت پرستی کا دور شروع ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ ارتقار عقلی کے ساتھ ارتقار مذہبی بھی ہوتا جاتا ہے اور وہ تیسرے دور مین یہ سمجھنے لگتا ہے کہ تمام معبودون سے بالاتر ایک اور ہستی ہے جسکی قوت وقدرت سے یہ نظام عالم قائم ہے اور یہان سے خدا پرستی کا دور شروع ہوتا ہے۔ ؎۱

ایک مقام پر مولانا شبلی نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جس زمانہ سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے دنیا کے ہر حصہ مین خدا کا اعتقاد موجود تھا لیکن مولانا جبتک کہ اپنی تائید مین کسی خاص کتاب کا حوالہ نہ دین۔ ہم اس دعوے کو قبول نہین کرسکتے۔ ہم نے جہان تک قدیم اقوام کی تاریخ کا مطالعہ کیا۔ ہمکو اس امر کا کوئی ثبوت نہ مل سکا کہ خدا پرستی کا خیال بت پرستی کے خیال سے مقدم ہے۔ ؎۲ — راقـــم

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز

؎۱ ارتقار مذہب کا مضمون درحقیقت نہایت وسیع ہے۔ ہم نے اس موقع پر جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت مختصر خلاصہ ہے۔ ہربرٹ اسپنسر ایڈورڈ ٹیلر اور گرانٹ ایلن کی تصانیف کا اسکے متعلق ایک مفصل و مبسوط مضمون آیندہ شایع ہوگا۔ ؎۲ بلکہ برعکس اسکے ہماری نظر سے جسقدر تاریخین گذرین ان سب مین قدیم اقوام کی

بقیہ حاشیہ گذشتہ ۔ بت پرستی کے حالات درج ہین یہ مسلم ہے کہ انگریزی زبان مین اسوقت مسٹر گروٹ سے زیادہ کسی نے یونانی تاریخ کی تحقیق نہین کی لیکن ہمارے سامنے گروٹ صاحب کی تاریخ یونان کی ضخیم جلدین موجود ہین اور اسکی پہلی جلد مین دو صفحہ اول سے لیکر صفحہ ۳۴۶ تک قدیم یونان کے دیوتاؤن اور معبودون کے نام و حالات درج کرتے ہین ۔ قدیم مصریون کے مذہب کے متعلق حال کے دو محققین لکھتے ہین کہ وہ لوگ (یعنی قدیم مصری) بکری بھیڑ گائے مینڈک بلی کتا وغیرہ متعدد حیوانات کی پرستش کرتے تھے ایک اور مقام پر یہی مصنفین لکھتے ہین کہ اگر پرستش کرنے والون کے سامنے سیکڑون نہین تو بیسیون معبود ضرور تھے (دیکھو مصر قدیم مصنفہ مشرز النس وکلمین صفحہ ۲۰ و ۳۱) فونیشیا قدیم کے باشندے شمس پرست تھے (انسایکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۱۸ صفحہ ۸۰۲) اور قدیم بابل مین ارواح پرستی (یعنی یہ عقیدہ کہ ہر چیز ایک روح رکھتی ہے اور اسکی قوت مافوق الانسان ہے) کا عام چرچا تھا ۔ (انسایکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۳ صفحہ ۱۹۲)

ایک افسوسناک غلطی

"تنقید الکلام" کے ضمن مین

"الکلام" کی تنقید پر جو مضمون ماہ گذشتہ مین ہمارے قلم سے اسی رسالہ مین شایع ہوا ہے اسمین ایک مقام کی عبارت کا یہ مفہوم ہے کہ فرید وجدی نے توحید کے حاسۂ فطری ہونے پر میکسمولر کی کتاب اصل الدین و ارتقاءہ کی سند پیش کی ہے حالانکہ اس نام کی اسکی کوئی تصنیف نہین ہے ۔

لیکن یہ صریح غلطی ہے ۔ واقعی میکس مولر کی کتاب "آریجن اینڈ گروتھ آف ریلیجن" موجود ہے اور متعدد بار شایع ہو چکی ہے یہ کتاب مجموعہ ہے اُن لکچرون کا جو ۱۸۷۸ء مین میکسمولر نے ہیبرٹ لکچرون کے سلسلہ مین دیئے تھے ۔ ہمکو اس غلطی پر دلی افسوس ہے اور ہم نہایت ندامت کے ساتھ خود علامہ شبلی اور اُن کے واسطہ سے فرید وجدی سے معافی مانگتے ہین ۔

[illegible] صفحہ ۱۶

لسان العاقل وراء قلبه وقلب الاحمق وراء لسانه

یہی چاہیئے بشر کو جو زبان اپنی کھولے — کہ وہ سوچ لے سمجھ لے تو پھر اسکے بعد بولے

جو سمجھ خدا نے دی ہے تو زبان کر اسکے تابع — وہی عقلمند ہے بس کہ سمجھ سے کام جو لے

ہے زبان گو دہن میں اسے دل سے ہی تعلق — رہے یہ جو دل کے تابع تو یہ موتیوں کو رولے

وہ ہے جاہل اور ناداں جو زبان پہ آئے کہدے — کہ ہے کور اس سے بہتر کہ چلے نہ بے ٹٹولے

نہ کہے زبان سے اف بھی جو نہ سود مند دیکھے — رہے سوز غم میں جلتا جو ہزار قلب میں پھپھولے

کرے غیر گر شماتت یہ ہے دوسری مصیبت — یہ ہے کون عقلمندی کہ خود اپنا راز کھولے

جسے ہو نہ درد اصلا تو پھر اس سے کچھ کہے کیوں — نہ کرے زبان سے شکوہ جو بھر آئے دل تو رولے

ہے زبان کی عقل رہبر تو زبان ہلا سمجھ کر — کہ جو راستہ نہ جانے تو کسی کے ساتھ ہولے

جو کلام دلنشین ہو تو نہ کر تو اسکو اخفا — سنے تجھکو تم متفکر تو خوشی سے اسکو بولے

تری عقل ہے کسوٹی تری عقل ہے ترازو — تجھے چاہیئے کہ کس لے تجھے چاہیئے کہ تولے

جو سخن کہ مثل گوہر ترے لب تک آئے یاور
اسے رشتۂ بیان میں تجھے چاہیئے پرولے

جو سخن ہو مثل گوہر تو ہر ایک ہوگا خواہاں — یہ جواہر ایسے ہونگے کہ زمانہ ہوگا حیران

یہ وہ گوہر ثمین ہیں کہ نہیں نظیر جنکی — یہ وہ لعل بے بہا ہیں کہ ہیں حاصل بدخشان

جو کلام پر اثر ہو وہ ہے غیرت جواہر — کہ مقابلہ میں اسکے نہیں انکا کوئی پرسان

وہ ہیں چند سنگ ریزے تو جگر کے ہیں یہ ٹکڑے — نہیں انمیں ایسی خوبی جو ہے لطف انمیں پنہاں

وہ ہیں کوہ کے جگر میں تو ہے قلب انکا مسکن — وہ زمین کے نیچے پنہاں تو یہ آسمان پہ رخشاں

در و لعل کی یہ قیمت کہ فقط ہیں بہر زینت — یہ کلام میں ہے قدرت کہ بنے فقیر سلطان

جو کلام دلستان ہو وہ بہار بے خزاں ہو — یہ صفت کہاں گلوں میں کہ وہ ہیں خزاں سے ترساں

ہے فنا کا رنگ انمین ہی بقا کا حسن انمین — وہ ہین معرض تلف مین یہ ہزار سال یکسان

وہ ہین چند دن مین فانی یہ بہار جاودانی — نہ سموم کا ہے صدمہ نہ ہے آفت زمستان

ہے سپید کوئی غم مین کوئی زرد ہے الم مین — کوئی سرخ طیش مین ہے کوئی خوف سے ہے لرزان

ہے ثبات اس سے ظاہر وہ زوال کا ہے مورد — یہ بہار گلشن جان وہ ہے آبِ رنگ بستان

یہ زمانہ سلف کا ہے اک آئینہ جو دیکھو — ہوے منکشف اسی سے وہ جو راز سب تھے پنہان

کوئی اسکا ہو مخالف یہ کہینگے ہم تو یاور
ہے کلام مین ہر اک شے جو کھلی ہو چشم عرفان

حیدرآباد دکن — ۲۴ ذی قعدہ ۱۹

مرآۃ الاذہان

ذہنی ترقی کے لیے بے کتابی سبق

مکالمہ (۳)

لفظ

اوستاد۔ لفظ کے مفردات کیا ہین ؟

سعید۔ حروف۔

اوستاد۔ حروف کیا ہین ؟

سعید۔ اب ت ث وغیرہ۔

اوستاد۔ کوئی لفظ زبان سے کہو اور اُسکے اجزا کو بتاو جسکو ہجے کرنا کہتے ہین۔

سعید۔ مثلاً رشید ر زبر رَ ش ی زیر شی د موقوف رشید

اوستاد۔ ر ش ی د تو حرف ہین۔ زبر زیر موقوف کیا ہے۔

سعید۔ ان کو حرکتین کہتے ہین۔

اوستاد۔ اور رشید کی ی پر کون سی حرکت ہے۔

سعید- ساکن ہے -
اوستاد- کیا بغیر حرکت اور سکون کے لفظ نہین بن سکتا تو تم انکو اجزا کیون نہین کہتے -
سعید- تو یہ بھی اجزا ہین -
اوستاد- سکون کسے کہتے ہین -
سعید- جس حرف پر آواز گر پڑتی ہے اسکو ساکن کہتے ہین -
اوستاد- پھر گر کے اُٹھتی بھی ہے - اور جب اُٹھتی ہے تو کیا ہوتا ہے -
سعید- پھر حرکت (پھر کچھ سوچ کے) نہین وقف با حرکت - مثلاً رشید مین ی ساکن ہے اسکے بعد دال موقوف -
اوستاد- شاید تم حرکت اور سکون کے معنے نہین سمجھے - حرکت چال کو کہتے ہین اور سکون ٹھہراؤ کو - جب ایک مرتبہ کوئی چیز چلتے چلتے ٹھہر جاوے تو اب یا تو وہ اسی طرح ٹھہری رہیگی یعنی ساکن رہیگی یا اُسکی یہ حالت بدلے گی تو پھر چلنے لگے گی - ایسی حالت نہین ہو سکتی کہ نہ چلتی ہو نہ ٹھہری ہو - رشید مین ی پر آواز گر پڑی تو اب ہو سکتا تھا کہ لفظ وہین ختم ہو جاتا - لیکن وہان ٹھہرتے ہی پھر چل پڑا اور چل کے پھر رک گیا - لہذا وقف درحقیقت حرکت ہے اگرچہ زیر زبر پیش تین جانی ہوئی حرکتون سے کوئی نہ ہو -
استاد- اچھا ایک سب سے چھوٹے لفظ کی مثال دو -
سعید- کہ
اوستاد- اسکے ہجے کرو -
سعید- کاف زیر کہ
اوستاد- تو چھوٹے سے چھوٹا حرف ایک حرف اور ایک چھوٹی حرکت سے بنتا ہے -

سعید - یہ چھوٹی یا بڑی حرکت کیا -

اوستاد - زبر زیر پیش چھوٹی حرکتین اور انکو بڑھانے سے بڑی حرکتین پیدا ہوتی ہین - مثلاً زبر کو بڑھاکے کا زیر کو بڑھاکے کے کی پیش کو بڑھاکے کو کو -

سعید - مگر یہ تو حرف ہو گئے الف - یے - واو -

اوستاد - ہا - یہی تو سمجھنے کی بات ہے یہ حرف بھی ہین اور حرکتین بھی ہین -

سعید - ہم تو انھین حرف ہی کہین گے -

اوستاد - تو پھر زبر زیر پیش کو بھی حرف کہو - حرف وہی ہین جنکے ملنے سے لفظ بنتا ہے - تو بغیر ان کے لفظ نہین بن سکتے - پس حرف دو طرح کے ہوے ایک وہ جنکے بغیر آواز پیدا نہین ہو سکتی انکو حروف مصوتہ (صوت - آواز) اور دوسرون کو حروف مصمتہ (صمم گونگا پن) کہتے ہین -

سعید - انکو گونگا کیون کہتے ہین - ؟

اوستاد - اسلئے کہ اپنی ذات سے گونگے ہین کیونکہ خود کوئی آواز نہین پیدا کر سکتے - جب تک کہ حرکت مقصورہ یا ممدودہ کے ساتھ نہ ملین -

(زبر زیر پیش حرکات مقصورہ ہین ا یٔ ے وٗ وٗ حرکات ممدودہ ہین)

اگر نہین مانتے تو اُن حرفون سے کسیکو بغیر حرکت کے بول کے سناؤ -

سعید - نہین ممکن - یہ تو سب ہوے اور سکون کیا ہوا -

اوستاد - حرکت کے نہ ہونے کو سکون کہتے ہین - اور چونکہ آواز اسی وقت پیدا ہو گی - جب ہم آلہ صوت (بدن کا وہ حصہ جس سے آواز پیدا ہوتی ہو زبان تالو گلا دانت ہونٹ) کو حرکت دین - اسلئے ابتدا بسکون محال ہو - اچھا تو چھوٹے سے چھوٹا لفظ ایک حرفی ہے مع حرکت مقصورہ - اور اُس سے بڑا ؟

سعید - دو حرفی جیسے گل یا کا -

اوستاد - گل اور کا مین کیا فرق ہے؟

سعید - گل دو حرف مصمت اور ایک حرکت اور ایک سکون سے بنا ہے اور کا حرف مصمت حرکت اور حرف ساکن سے بنا ہے -

اوستاد - ان دونون کے بولنے مین برابر وقت صرف ہوتا ہی اور اس سے بڑا شاید تم نہ بتا سکو - ہمہ -

سعید - یہ سہ حرفی لفظ ہے -

اوستاد - دو حرفی آخر مین جو ہ ہے اُسکی آواز بولنے مین نہین نکلتی یعنی ہائی مختفی - تحریراً سہ حرفی اور تلفظاً دو حرفی - اور دو چھوٹی حرکتین ہ زیر م زبر - اس سے بڑا؟

سعید - اور اس سے بڑا لفظ سہ حرفی - جیسے باغ - چمن -

اوستاد - تم نے خوب مثالین دین پہلے مین حرف ساکن درمیان مین ہے اور دوسرے مین حرف ساکن آخر مین ہے - اچھا تو ان مین سے ہر ایک کو لفظ کہین گے یعنی معنی دار لفظ - اتنے بڑے لفظون کی مثال دو لیکن ٹھہر و چمن کو تم کے دفعہ کرکے بول سکتے ہو

سعید - چَ - مَنْ

اوستاد - کیونکہ حرف متحرک کے بعد اک ذرا ٹھہر سکتے ہین لیکن جس متحرک کے بعد ساکن ہو وہان نہین ٹھہر سکتے - وہ ٹکڑا لفظ کا جو یک بار منہ سے نکلے مقطع کہلاتا ہی -

سعید - جی ہان جسکو انگریزی مین سلیبل کہتے ہین -

اُستاد - ہان وہی - اچھا لفظون کے مُنھ سے بولنے کو کیا کہتے ہین -

سعید - تلفظ -

اوستاد - اور لکھنے کو کیا کہتے ہین - مثلاً کوئی لڑکا خوبصورت حرف لکھتا ہی تو کیا کہین گے -

سعید۔ خط اچھا ہے۔ خوش خط ہے۔ کتابت اور تحریر بھی کہتے ہین۔
اوستاد۔ اچھا تو جو لفظین تلفظ یا کتابت مین یکسان ہوتی ہین۔ اُنکو متجانس کہتے ہین اور اس صفت کو تجنیس کہتے ہین۔
سعید۔ اگر لفظ ایک ہی ہو اور معنی مختلف ہون تو بھی تجنیس کہین گے؟
اوستاد۔ کہہ سکتے ہین۔ کیونکہ وہ گویا دو لفظین ہین۔ اسی لفظ کو مشترک کہتے ہین۔ اگر لفظ مشترک کے دونون معنی معلوم ہون تو جب ایک معنی یاد آئین گے تو دوسرے بھی یاد آجائین گے۔ کیونکہ ہر معنی کے ساتھ ایک ہی طرح کا لزوم ہے۔ ہان ایک معنی مشہور ہون تو پہلے وہی ذہن مین آئین گے۔ یاد رکھو۔
ذہن مین پہلے آنے کو تبادر کہتے ہین مثلاً۔ سمندر دریاے شور۔ اور وہ کیڑا۔ جو آگ مین رہتا تھا۔ تو پہلے معنی مشہور ہین اسلئے وہی ذہن مین آئین گے مگر دوسرے معنی بھی اُسکے بعد یاد آسکتے ہین۔ یا خطا قصور کو کہتے ہین اور ایک شہر کا نام بھی ہے۔ پہلے قصور کے معنی ذہن مین آئین گے پھر شہر۔
کبھی دو لفظین ملا کے ایک لفظ کے مثل ہوجاتی ہین۔ مثلاً پرم (پر میرا) پرم (اوڑدن مین) یا دو لفظون مین ایسی مشابہت ہو کہ حرف دونون کے ایک ہی ہون مگر حرکات مین فرق ہو۔ علم۔ عَلم۔ سِحر۔ سَحر۔ قُمری۔ قَمری۔ گَرد۔ گُرد۔ یا ایک حرف ایک لفظ مین زائد ہو جیسے حال محال۔ مال جمال۔ برق بیرق۔ سرد سردا۔ یا دو حرف زائد ہون۔ مار بیمار۔ کار پیکار۔ زار بازار۔ نار گلنار۔ یا اس سے بھی زیادہ خوار خونخوار یا صرف ایک حرف مختلف ہو۔ بار باد۔ شراب شرار۔ کلس کلف۔ برف ظرف۔ چلن۔ چمن۔ یا قریب المخرج حرف ہون چلن جلن۔ اچھا تو ان سب صورتون مین کیون ایک سے دوسرا یاد آئیگا۔
سعید۔ کیونکہ آوازین ایکسی ہین۔ قاعدہ تماثل یعنے مثل مثل کو یاد دلا دیتا ہے۔

اوستاد - اور جب کتابت مین مشابہت ہو اگرچہ تلفظ یکسان نہ ہو - مثلاً
بوسہ توشہ نوشہ - مشکین مسکین - تاخت باخت کاخ کاج موج موچ
خواب جواب جوان خوان بوم یوم نوم ...
سعید - اس صورت مین شکل کو یاد دلاتی ہے یہی قاعدہ تماثل -

مرزا محمد ہادی بی - اے -

اندھی دنیا

قابل افسوس ہو اس محفل کہ ان کا حال
چھین لے نور بصر ہر آنکھ سے گر کردگار

جتنے ہین انسان اور حیوان جب سوکر اُٹھین
نور آنکھون مین نہ ہو ظلمت ہو ہر سو آشکار

پہلے تو اک شور برپا ہو زمین سے تا فلک
شور بھی وہ شور جس سے دل ہون شیر ونکے فگار

چیخ اُٹھین اور بچے اپنی مان کی گود مین
اور ہو ماؤنکو اپنے اندھے پن کا انتشار

پیاری پیاری شکل بچون کی نظر آئے جب
ہاتھ سے اُنکو ٹٹولین رو وین چیخین مار مار

آرزومندان حسرت کیش شیدائے ادا
رات کو جو شاہدان ناز سے ہون ہمکنار

گیسوے مشکین کی نکہت نے سلایا ہو جنھین
عارض گلگون کے نظارے کی لوٹی ہو بہار

کور ہو کر جب وہ مست بادۂ عشرت اُٹھین
ڈالکر باہین گلے مین یاس سے ہون اشکبار

گھر مین جب کحال کہنہ ہو کے نابینا اُٹھے
اور کھولے اپنے دروازے کو ہو کر بیقرار

اندھے ہمسایہ ہزارون گھیر لین آکر اُسے
اور کہین رو رو کے اس سے المدد اے غمگسار

وہ کہے مین بھی تمہاری طرح اندھا ہو گیا
خاک اب مجھکو سوجھائی دیگی کچھ تدبیر کار

خیر چلتا ہون دواخانے کو تم سب بھی چلو
آزمودہ ہین دوائین آنکھ کی وان بے شمار

فوج کوران راستے مین ٹھوکرین کھاتی ہوئی	تا دوا خانہ پہونچ جاے بدرد و انتشار

سب پہلے تو الماریون کا کھولنا دشوار ہو	پھر نہ کھلنے پر اُٹھین توڑین وہ ہوکر بیقرار

اب دوا مین آنکھ کی پہچاننا ممکن نہ ہو	ہر دوا کو آنکھ کی سمجھے دوا وہ ہوشیار

ہر دوا کو لیکے وہ ڈالے ہر اک کی آنکھ مین	ہر دوا نقصان پہونچاے نہ ہو کچھ سودکار

الغرض ہو جاے جب عاجز تو وہ سر پیٹ کر	یون کہے اندھی ہوئی دنیا بحکم کردگار

گھر سے گھبرا کر نکل آئین جوان و طفل و پیر
عورتین دامن سنبھالے ساتھ ہون با جان زار

گھر سے جو نکلے پلٹ کر پھر نہ وہ گھر جا سکے	راستے ہو جائین گھر کھو جاے آرام و قرار

ہیچ ہو جائین سبھی دیبا و کمخواب و حریر	ہیچ ہو جائین سبھی الماس و لعل آبدار

نام یاقوت و زمرد کا کوئی ہرگز نہ لے	اشک کے قطرے سے ہو بیقدر در شاہوار

اہل زینت بوجہ سمجھین زیورونکو پھینکدین	ہاتھ مین کنگن گلے مین موتیون کا ہو نہ ہار

کون دیکھے عارض گلگون کی رنگینی کا لطف	کون دیکھے سنبل زلف پریشان کی بہار

شعلۂ حسن بتان کی گرمیان جاتی رہین	جلوۂ برق تبسم سے نہ ہو دل بے قرار

ہوکے اندھے جنگلون سے نکلین شیر و خرس و گرگ	بحر سے نکلین مگر گھڑیال کچھوے سوسمار

کوہ سے اترین عقاب و باز و شاہین و تدرو	باغ مین ہو جائین اندھے طوطی و کبک و ہزار

ایک ہی صحرا مین نور چشم کھوئین گرگ و میش	ایک ہی وادی مین اندھے ہون ہم طاوس و مار

ٹوٹ جاے حد حسن امتیاز و انتظام
ایک ہی حالت مین ہون سب دلق پوش و تاجدار

لوگ بھی جا جمع ہون آواز جب ان کی سنین	آکے ملجائین بہم اسپ و سگ و فیل و حمار

خوردنی اشیا بڑی سرعت سے ہو جائین تمام	اور بونے جوتنے کا بند ہو سب کاروبار

پھر تو جسکے ہاتھ لگ جاے مٹھائی کی دکان	ہو سکے کسطرح اُسکی شادمانی کا شمار

وہ یہ سمجھے بادشاہی اُسکو گویا مل گئی — خوب حلوہ پیٹ بھر کر کھائی نکلیں روزہ دار
پلکے خوشبو سیکڑون ہمہ کے پہونچ جائین وہان — پھر نہ اُس دوکا نپر ہو خوان یغما کا شمار
صاف کردیتی ہے ٹڈی جسطرح برگ شجر — حال اس دوکان کا ہو جائے وہی انجام کار
الغرض کھانے کی شئے کوئی نہ ہو جب دستیاب — جانور جو بالون کے نیچے پڑین کرلین شکار
بھوک سے مجبور ہو کر کھائین کچھ دن گوشت خام — جب نہ ہو وہ بھی میسر ہو چلین مردار خوار
آدمی کا گوشت آخر آدمی کھانے لگے — باپ بیٹے کو تو بھائی کو کرے بھائی شکار
بھوک کی جب آگ بھڑکے ماتا کو بھول جائین — مائین عاجز ہو کے کھائین اپنے طفل شیر خوار
آخرش نشو ونمائے باغ ہستی ختم ہو — جو بچین کھانے سے انسان خشک ہو کر ہون وہ خوار
مادر گیتی کے سب بچے عدم کو چل بسین — کوئی بھی رہ جائے اس گھر مین نہ باقی جاندار

گوش دلمین غیب سے ہر دم یہ آتی ہے صدا
سب فنا ہو جائین گے باقی رہیگا کردگار

نشہ غفلت سے ہی ہر آنکھ اندھی ہو رہی — نشہ غفلت کا ہی ہر کاسہ سر مین خمار
بے حیائی آنکھ مین ہے مرد ہون یا عورتین — آنکھ والے ہین مگر اندھون مین ہی ان کا شمار
شرم سے خالی ہین گو آنکھین بڑی ہین ہل کی — آنکھ کی زینت حیا ہے قدرتی دلکش سنگار

شرم کے سرمے کو آنکھون مین جگہ دے اے جگر
مصحف دلکی ہے تفسیر آنکھ اس سے ہوشیار

محمد افتخار علی جگر

زبان اُردو کی بیکسی اور بے وارثی

نمبر ۲

متقدمین نے (آپ ایسے شخص) اور (فلان ایسے شخص) کی جگہ یہ کہین (آپ جیسے شخص) یا (فلان جیسے شخص) نہین لکھا ہے (ایسے) کا لفظ مقام صفت

مین بولتے تھے اور جیسے کا لفظ مقام مثال مین اب ایسے کا لفظ ایسے محل مین لکھا جاتا ہے جو محل صفت ہوتا ہے نہ محل مثال اسیوجہ سے لفظ ایسے کا مخفف لفظ سا ہوا۔ اور کہا جاتا ہے کہ اُسکا سا آدمی یا آپ سا آدمی۔ یہ سا کا لفظ بجاے ایسے لفظ کے بولا جاتا ہے نہ کہ بجائے جیسے کے۔ اب اگر کسی محاورہ یا لفظ مین بمقتضاے ذہانت لوگ جدت کرتے ہین۔ تو مناسبت معنے اور لفظ مختار لہ اور اُسکے محل سے کچھ واسطہ نہین رکھتے ہین جیسے نئے خیالات والے۔ اور پھر اسنے خیالات والے کی جگہ پر نئی روشنی والے۔ اور پھر ائی روشنی والے اسمین لفظ مختار اور مختار لہ مین کوئی مناسبت سمجھ مین نہین آتی کیونکہ روشنی کا لفظ کسی طرح سے خیالات کے معنی مین خواہ وضع خواہ دستور خواہ طرز عمل جو معنی مقصود ہون اُس سے مناسبت نہین رکھتا۔ یہ محاورہ اگر بمقابلہ مشعلچیون اور مکان داران حال کے اختراع کیا جاتا تو مضائقہ نتھا اب لفظ وغیرہ کی ساتھ ایک وغیرہ اور بڑھا دیا گیا جو پہلے وغیرہ کے معنی باطل کر دیتا ہے۔ کسی صاحب نے اُمنگ کی جگہ پر لفظ اُپج کا اپنی زبان دانی کے دعوے پر اختراع کیا ہے جسکا پتہ کسی زبان مین نہین ملتا کاشتکار دہقانی البتہ بولتے ہین۔ مین نے ایک اخبار کے سرنامہ پر جسکا نام اصطلاح مین اہل اخبار نے سرخی رکھا ہے یہ لفظ اُپج کا دیکھا۔ لکھا تھا (نئی اُپج) پہلے تو یہ سمجھا کہ الف اور پے کو زبر ہے جسکو کسی عربی دان نے براہ تمسخر پاجی کا صیغۂ افعل التفضیل بنایا ہے۔ جسکے معنی بڑا پاجی ہوے۔ مگر جب اُسکے ساتھ لفظ نئی کا شریک دیکھا تو بوجہ یاے تانیث تامل ہوا اور خیال آیا معنی اُپج کے اُمنگ لگائے لیکن جہان تک خیال تحقیق دوڑایا اساتذہ متقدمین کے کلام مین اس لفظ کا پتہ نہین چلا اور مہمل معلوم ہوا اس زمانہ کے غیر محققین نے عورت کو بجاے جناب کے جنابہ لکھنا شروع کردیا۔ حالانکہ اسمین ایک بڑا پہلو ذم کا نکلتا ہے۔ جناب ایک اسم جامد ہے اسمین تاے تانیث یا ہاے تانیث نہین لگائی جاسکتی۔ اسمین تا یا ہا لگانے سے

یہ لفظ مصدر ہو جاویگا اور مصدر ہو جانے پر اسکے معنی جنابت کے ہو جاوینگے۔
اور یہ لفظ اہل فقہ کی اصطلاح مین غسل کا مضاف الیہ بناکر غسل جنابت یعنی غسل ختم
ایام زنان کو کہتے ہین ایسے الفاظ مین تذکیر و تانیث نہین ہوتی۔ ورنہ حضور بیگم صاحبہ
کی جگہ یہ حضورہ لکھا جاتا (دیکھو لغت برہان قاطع) اسی طرح لفظ بی بی کو اس زمانہ
کے لوگ بیوی بولنا صحیح اور فصیح سمجھتے ہین۔ غرضکہ اب فصیح سمجھکر غلط الفاظ کا استعمال غیر
محقق لوگون مین بہت بڑھتا جاتا ہے۔ اور محاورات مین بھی اپنا محاورہ عمدہ و صحیح چھوڑ کر
بہ تتبع انگریزی اپنے محاورات روزمرہ اردو کو خراب کرتے اور بھلاتے جاتے ہین۔
مثالاً بیان کرتا ہون کہ جیسے بعض لوگ بولتے یا لکھتے ہین (کہ کیا آپ اپنا گھوڑا مجھکو
دے سکتے ہین) اگر انصاف کیجیے تو یہ محاورہ ہمارے قدیم محاورہ سے فصیح اور بہتر اور
مودب اور مہذب نہین کیونکہ ہم کہین گے کہ اگر کوئی سبب مانع نہ ہو تو آپ اپنا گھوڑا مجھکو
عنایت کیجیے علاوہ اسکے یہ فقرہ کہ کیا آپ اپنا گھوڑا مجھکو دے سکتے ہین۔ گھوڑے کا
مانگنا نہین ہو سکتا بلکہ یہ بات پوچھنا ایک شے کو جانکر اس سے لاعلم بننا ہے۔ کیونکہ یہ تو
ظاہر ہے کہ جب وہ گھوڑے کا مالک ہے گھوڑا دے سکتا ہے پھر پوچھنا کہ آپ کیا
اپنا گھوڑا مجھکو دے سکتے ہین ایک تجاہل عارفانہ ہے غرض کہ کچھ اپنا روزمرہ اور محاورات
بگاڑ کے اور کچھ انگریزی الفاظ و محاورات ملاکے زبان اردو کو تباہ کیا اور کر رہے ہین
اب تو یہ حالت ہے کہ نثر کا کیا ذکر نظم اردو مین بھی انگریزی الفاظ و محاورات شریک
کیے جاتے ہین ایک دن مین پیسہ اخبار لاہور دیکھ رہا تھا اسکے ایک صفحہ پر لکھا دیکھا
کہ تعزیت منظوم چونکہ طبیعت کو ایک مذاق شعر و سخن ہے اٹھا کر دیکھنے لگا سب نظم تو سمجھ گیا
مگر دو شعر کے الفاظ پوری طور پر نہ سمجھ سکا نہ پڑھ سکا مجبور ہو کر کاغذ پٹک کے بیٹھ رہا۔ تھوڑی
دیر کے بعد ایک انگریزی خوان دوست آئے تو اُن سے اُن دونون شعرون کا سبق
لیا۔ وہ دونو شعر یہ ہین سہ

وہ تھے اہل اسلام کے خاص لیڈر ادب اُن کا کرتی تھی ہر قوم یکسر
وہ تھے اولڈ فیشن مین مقبول یکسر رہے نیو فیشن مین جون شیر و شکر

اب یہان اگر لیڈر کی جگہ پر رہبر اور اولڈ فیشن کی جگہ پر اگلے لوگون مین اور نیو فیشن کے مقام پر نئی وضع والون مین ہوتا تو کیا مصرعہ موزون نہ ہوتا مگر کیجیے کہ وہ اپنے زبان قدیم اردو کے الفاظ و محاورات ہی بھولے بیٹھے ہین لکھتے کیا۔ پھر ایسے روزمرہ اور الفاظ اور محاورات کو لوگ اردو زبان کیون کہتے ہین۔ زبان مخلوط کیون نہین کہتے۔ زبان اردو صحیح وہی ہے جو عربی۔ فارسی۔ ہندی۔ انھین تین زبانون سے مرکب ہو اور ترکیب دیگئی ہو۔ زبان دانان متقدمین دہلوی یا لکھنوی کی زبان ہو ان دونون شہرون کے متقدمین کی زبان ہمارے لئے ذریعہ استناد ہوسکتی ہے اُسکی تقلید مین ہمکو اختیار ہے چاہے جہان کی زبان اختیار کرین یہ منحصر ہر شخص کے ارادہ اور پسند اور خیال پر ہے۔ ہمارے نزدیک ان دونون مین ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا اور اسکے لئے مباحثہ کرنا محض جہالت ہے دونون مقامون کی زبان کاملین اور اور اساتذہ مستند کی اختراع کی ہوئی ہے۔ اور انھین الفاظ اور محاورات عربی فارسی ہندی سے مرکب ہے چوتھی زبان کو دخل نہین، اور یہ دونون زبانین ہندوستان مین ایسی شایع ہوئین کہ جنکی بدولت دہقانی بھی اس ملک کے اپنی زبان مین عربی و فارسی کے الفاظ ہندی کے ساتھ ابتک استعمال کرتے ہین۔ مین مثلاً اُس کی روزمرہ بول چال اور محاورات مین سیکڑون الفاظ عربی اور فارسی کی نشاندھی کرسکتا ہون اور اُن کے لب ولہجہ مین بول کر بتا سکتا ہون۔

القصہ اردو زبان کی ایسی خرابیان خاص و عام مین بہت کچھ بڑھتی جاتی ہین اور کسی کے روکے رک نہین سکتین۔ اب زبان اردو کا فاتحہ پڑھ دینا چاہیئے اور زبان حال کو زبان مخلوط اپنے روزمرہ مین بولنا مناسب ہے۔ ہان جس کسی کو

زبان اردو کو زبان آبائی و ملکی جان کر اسکے زوال اور ناقدردانی کا درد و قلق ہو اُسکو
مناسب ہے کہ بجز زبان فارسی و عربی و ہندی وقت تقریر اردو اپنے کام و زبان پر
حتی المقدور کسی اور زبان کا لفظ آیندہ سے نہ آنے دے - البتہ اُس لفظ کے بولنے
کا مضائقہ نہین جسکا ہم معنی لفظ زبان اُردو مین نہ ہو - مثل اسم و علم کے اور اگر ایسا
لفظ تحریر مین لانا پڑے تو کنایتاً یا صراحتاً جس طرح سے ممکن ہو بعبارت قابل فہم
اردو دانان اسکی شرح کر دیا کرین - مین اس بارہ مین اس سے زیادہ خرابیان لکھ سکتا ہون
مگر میری یہ تحریر ایک ضخیم کتاب ہوئی جاتی ہے - البتہ اپنے اس سلسلۂ بیان مین
بلا لحاظ طوالت اسکو بھی عرض کر دینا مناسب جانتا ہون جو تفرقہ شعرائے قدیم اور شعرائے
حال مین ہوتا جاتا ہے - شعراے حال نے اپنی زبان اور محاورات اور ترکیب شعر مین محض
اپنی ذہانت اور جودت اور فکر عالی سے کام لینا شروع کیا ہے - اختراع محاورات و ترکیب
شعر مین کسی مسائل علمی متعلقہ نظم و کلام سے بحث نہین رکھی ہے - صحت و اختراع کے
لئے کوئی دلیل یا حجت مسائل علمی سے پیدا اور تلاش کرنا چھوڑ دیا اور اُنکے اس اختراع
اور جدت کے حسن و قبح کی تمیز کرنے والے بھی کمیاب ہوگئے ہین - اب جن صاحب
کو زبان اُردوے معلیٰ کا استاد مسلم اور صحیح بننا منظور ہو وہ سمجھ لین کہ ہمکو اپنی فکر
جودت اور ذہانت سے فقط مضمون آفرینی کا کام لینا چاہیئے - اختراع اور اصلاح اور
ترکیب بندش اور محاورات مین اپنی طرف سے جدت نہ کرنا چاہیئے - کیونکہ ہمکو ان مین
وہ مادہ علمی نہین جو اس کام مین صرف کیا جاتا تھا - اور نہ وہ لوگ ہین جو ایسی قابلیت
کے شناسا یا قاعدہ دان تھے - اور محاورات زبان اُردو کو اور قواعد نظم کو محدود
انھین متقدمین شعرا کی زبان تک سمجھین بلکہ زبان حال شعراء دہلی و لکھنؤ سے بھی
استثنا و اپنے قول کا نہ کرین وہ مادۂ آراستگی زبان و محاورات اردو اُن کے پاس بھی
نہین رہا اور بجز جودت و ذہانت سے کام لینے کے قواعد و اصول علمی سے اختراع کلام

کی تلاش اُنکو بھی نہین رہی اور نہ اُن کے کلام کے ناظرین و سامعین عام طور پر اِس لیاقت کے رہے جو حسن و قبح شعر کا حسب مسائل علوم فصاحت و بلاغت مثل متقدمین ادراک کرسکین زبان حال مین ایسے سامعین و ناظرین لایق فیصدی دس بھی ملنا غیر ممکن ہین۔ مین وہ تفاوت جو شعراء قدیم اور حال کے کلام مین ہوتا جاتا ہے۔ اس مضمون مین مثالاً بذریعہ اشعار عرض کرتا مگر اسکو کوئی صاحب بجز کلام معترضانہ و حریفانہ خیرخواہانہ تصور نہ کرتے۔ اور آمادہ بحث و مباحثہ ہوجاتے میرا مدعا محض اُنکا متوجہ کرنا جانب صحت محاورات و ترکیب شعر بدستور اساتذہ قدیم ہے تاکہ زبان و کلام اردو پھر اسیطرح اساتذہ گذشتہ اپنے محاورات اور ترکیب وغیرہ مین ان لوگون کو اپنا مسیحا سمجھے اور وہ لوگ اپنے حسن کلامی مین اساتذہ مستند گذشتہ کا جواب ہوجائین اور مین اُنکی ترقی ہنر اور قابلیت کا تہ دل سے خواہان ہون اور جو کچھ لکھ گیا اور اب لکھونگا بر سبیل بطور پند و موعظت لکھونگا نہ کہ بادعاے جرح و قدح جسکا مجھ مین مادہ و صلاحیت نہین۔ مین نے بقدر اپنے علم و ادراک کے جہانتک تجربہ کیا۔ تو شعراء حال بعض استعارات و تشبیہات و محاورات وغیرہ مین ایسی جدت کرجاتے ہین کہ وہ جدت محض بتائید ذہن و جودت معلوم ہوتی ہے۔ نہ کہ بقواعد علمی و با استناد۔ اور اپنے کلام مین ابہام اور محذوفات اور محاورات طبعزاد غیر مستند و غیر دلیل کو اکثر دخل دے رکھا ہے۔ استعارات مین تو طریق اقسام استعارہ پر کم نظر کرتے ہین اور نہین دیکھتے ہین کہ یہ استعارہ ہمارا بالتصریح ہے یا بالکنایہ اصلیہ ہے یا تبعیہ مطلقہ ہے یا مجردہ یا مرشحہ میرے نزدیک وقت استعارہ مستعارہ مستعار لہ مین تاویلاً یا ضمناً یا صراحتاً کوئی نسبت ہو تو اُسے حسب قواعد علمی ضرور خیال کرلینا چاہیئے بے سمجھے بوجھے ہر شے سے استعارہ نہ کرلینا چاہیے جیسے کوئی کہے سحر قلزم یا چمن رعد یا شام برق تو اُسکو مناسب ہے کہ پہلے

اپنے استعارہ کی وہ نسبت سمجھ لے اور تشبیہات مین بھی قواعد و طریق تشبیہ کے تحقیق پر اُونکی ذہانت اُنکو متوجہ نہین ہونے دیتی - اداے مضمون شعراء انکا بیشتر بہ ابہام و کنایہ ہوتا ہے اور فہم اسکا ذہن قیاس سامع پر چھوڑ دیا جاتا ہے - حالانکہ مضمون شعر کو ایسے الفاظ واضح سے ادا کرنا چاہیئے کہ شعر اپنے غرض مطلب مین محتاج ذہن و قیاس سامع کا نہ رہے علی الخصوص غزلیات مین - ایک دن میرے ایک دوست نے ایک شعر کسی اوستاد کا پڑھا - جسکے نام و تخلص سے وہ خود بھی ناواقف تھے اور اسکی داد مجھسے چاہی - مین نے اچھا ہے کہکر سکوت کیا اور میرے سکوت سے وہ مصر ہوے کہ اُسکے حسن و قبح سے اُنکو خبر کرون اور مجبور کیا وہ شعر یہ ہے

پاؤن پھیلاے ہین دامان کی طرح ہاتھ کھینچا ہے گریبان کی طرح

اونکے حسب تقاضا و اصرار مین نے کہا اول تو اس شعر مین ابہام ایسا ہے کہ بجز قیاس سامع کے مضمون شعر نہین سمجھا جا سکتا کہ متکلم اپنا حال کہہ رہا ہے یا کسی غیر کا دوسرے مشبہ اور مشبہ بہ مین جو وجہ شبہ رکھی ہے وہ قابل غور و تامل ہے کیونکہ دامان کا پھیلنا اور گریبان کا کھچنا ان دونون کا یہ فعل اختیاری و ارادی نہین اور اپنے وجود مین محتاج غیر ہے یہ تشبیہ بغیر اسکے کہ دامن سائل کی طرح کہا جاے اور گریبان اہل جنون کی طرح کیا جاسے - میرے خیال مین تشبیہ صادق اور پوری نہین ہو سکتی - بلکہ اس اپنی ترکیب پر بھی مجھکو تسلی نہین اس قسم کے ابہامات فی زمانا اشعار اساتذہ حال مین زیادہ پاسے جاتے ہین گو متقدمین کے کلام مین بھی شاذ و نادر ابہام ملیگا مگر وہ ابہام کسیقدر توضیح مضمون کے ساتھ ہوگا نہ ایسا کہ قیاس سامع کو بجز اپنی جانب دوسری طرف جانے ہی نہ دے بعض الفاظ و محاورات کی یہ حالت ہے کہ اکثر الفاظ و محاورات وہ مستعمل ہوتے ہین کہ متقدمین کے کلام مین جنکا ملنا دقت سے خالی نہین - مین مثالاً ایک ہی دو محاورون کو لکھتا ہون جیسے - آسے دن - یا پسلی کا

پھڑکنا۔ یا تمھاری جان سے دور آ گئے یہ محاورات مستورات مین مستعمل تھے رجال مین نہ تھے ۔ داغ نے اپنے ایک شعر مین جان سے دور باندھا تھا۔ اسپر اکثر زباندان قدیم معترض ہوے تھے شعرا متقدمین کے نزدیک جیسی شاعری مشکل تھی ویسی ہی اب متاخرین کے نزدیک آسان ہو گئی۔ اس زمانہ مین بڑے بڑے کامل و قابل لوگ علانیہ ٹوک دیئے جاتے تھے۔ جناب دبیر الدولہ منشی مظفر علی اسیر مرحوم نے ایک شعر اپنا مشاعرہ مین پڑھا ؎

اعضا جو بدن کے ٹوٹتے ہین گویا کہ طمانچے چھوٹتے ہین ؎

پوچھا گیا کہ آپ کا یہ شعر کس مذاق مین ہے آثار و اسباب و علامات عشق مین تو یہ صفت داخل نہین۔ موعظت و دیگر واقعات دنیاوی سے اسکو کوئی تعلق نہین۔ آیا اس شعر کا موضوع لہ کون اور کیا سمجھا جائے یہ شعر تو اطبا کے سامنے پڑھنے کے قابل ہے شعرا کے سنانے کی کوئی حاجت نہین۔ اور انجام کو بجز سکوت کچھ چارہ نہین ہوا۔ خواجہ وزیر مرحوم نے اپنے شعر مین جو پورا مجھکو یاد نہین یہ مصرعہ پڑھا ع

چھپ رہون گا گل قالین مین ابھی بو ہو کر

لوگون نے اُنسے کہا کہ بو کا کام منتشر ہونا ہے چھپنا نہین ہے وہ ساکت ہو گئے۔ پس شاعران حال کو چاہیئے کہ اپنے کلام کو جدت بے اصول سے اور ابہام اور محذوفات اور استعارات اور تشبیہات بے دلیل سے اور اُن الفاظ سے کہ جو بغیر اضافت اپنا مافی الضمیر ادا نہ کر سکین اور محاورات غیر مانوس السماعت سے بچائے رکھین اور کلام سے اُن متقدمین کے جنھون نے بعد سودا و مصحفی وغیرہ آراستگی زبان اردو مین کوشش بلیغ کی ہے مثل ذوق و غالب و مومن و آتش و ناسخ و اسیر و وزیر و صبا و رند و خلیل وغیرہ اپنے کلام کے استناد کے متلاشی رہین کیونکہ زبان اردوے سلیس کو انھین لوگون کے عہد تک محدود سمجھنا چاہیئے اور ادائے

مضامین مین توضیح کو برابر ملحوظ رکھین - جو الفاظ اپنے مفہوم مین محتاج اضافت
ہون اونکو نا تمام نہ چھوڑین جیسے لفظ بزم عزا کو بغیر اضافت لکھدیتے ہین -
یہ نہین خیال رکھتے کہ متقدمین نے لفظ بزم عزا کو جو بغیر اضافت ہوتی تھی اپنے
روزمرہ مین خاص کر لیا تھا بزم محرم کے لئے - پھر ہم بغیر اضافت اپنے متعلق
یا غیر کے متعلق اسکا استعمال کیون جائز رکھین - ہم تو اُنکے مقلد ہین خود مجتہد نہین
میرے نزدیک فی زماننا جن صاحب کو آرزو ہے حصول لیاقت اوستادی ہو
وہ اس استغنا اور بے توجہی کے ساتھ اپنی فکر رسا کو ضایع نکرین بیشک شاعران
حال کی طباعی و فکر و ذہانت اپنے کمال مین متقدمین شعرا سے کہین بڑھی ہے
اور قابل تحسین ہے - مگر افسوس کی بات ہے کہ وہ تحقیق اور اصول آراستگی زبان
و توضیح ادائے مضامین مین پابند قواعد و مسائل علوم بیشتر نہین تنہا علم عروض کو
اپنا ہادی سمجھتے ہین اور اپنے امکانی فعل کو غیر ممکن کر رکھا ہے ورنہ یہ لوگ متقدمین
شعرا پر کہین زیادہ افضلیت حاصل کر سکتے ہین - انکو تنہا اپنی جودت اور ذہانت
سے کام جدت کا نہ لینا چاہیئے - کسی قدر پابندی قواعد و مسایل علوم متعلقہ فن
ہنا بھی ضرور ہے - اور محاورات غیر مستند و غیر مروجہ سے احتیاط رکھین اور شعرا متقدمین
کے کلام سے استناد کو باعث اپنی صحت لیاقت و کمال اوستادگی کا جانین -

والسلام بالاکرام - احسان علی - فصیح

غزلیات

کاکل است این یا بنفشہ یا شب یلدا است این یا سہی سرو چمن یا قامت بالا است این

کاکل است این یا بنفشہ یا مار ماست این یا سواد روے دشمن یا شب یلدا است این

پارۂ از سنگ خارہ یا دل سنگین یار یا دل بیدرد دردم یا خم صہبا است این

برگ سوسن یا زبان یار یا نوک سنان یا نہال گلفشان یا ماہی دریاست این

دستۂ گل یا شکم یا وصل یا قوت جنان — لوح سیم خام یا آئینۂ دلہاست این

شاخ مرجان ست یا شاخ نہال طور حسین — ساعد دلدار یا نو بادۂ جانہاست این

بائے مطلوب دلم یا تائے قوت جان من — یای معکوس مے خوش یا مگر لبہاست این

جلوۂ رخسار پر نور تو یا لمعات برق — بیقراری دلم یا چشمک احداست این

چہرہ ات یا آئینہ یا آفتاب روز عید — ساغر صہبائے جنت یا گل رعناست این

چاہ بابل یا دو چشمت یا دو مہر مہرہا — یا بیاض سامری یا آہوے صحراست این

موج بحر آرزو یا زلف تو یا مشک چین — یا دو سلک نافہ یا زنجیر پائے ماست این

خط آزادی عشاق است یا دام فریب — سبزہ نو خیز یا طوطی شکر خاست این

ناف او یا چاہ نخشب یا چہ کنعان علی

چشمۂ خورشید یا گرداب دریاہاست این

از کلیات میر انتظام علی مرحوم

[illegible]

عجب بے درد کے پالے پڑا دل — ہزار افسوس ہے صد حسرت مرا دل

خبر ہی کچھ نہین کیا اسپہ گذری — تری زلفون مین جب جا پھنسا دل

تری ترچھی نظر نے تیر مارا — تری نیچی نگہ نے لے لیا دل

کہان تو پھر کہان یہ صحبت گل — خوشی کے چہچہے کرلے عنادل

ہے نالہ بے اثر پہلو مین میرے — اور آہ نارسا اور بیوفا دل

ہو منظور نظر اس کا یہی دل — الٰہی دے مجھے یا دوسرا دل

بھلا اب اٹھ کے ہم جائین کدھر کو — ترے کوچہ مین ابتر لگ گیا دل

قیامت مین شفیع المذنبین ہو — مرا شل غم سے یہ کرتا ہے دعا دل

بلا سے دوست دشمن ہو گئے سب — بھلا کیون پھر گیا مجھسے مرا دل

نتیجہ مری آہون کا ہے یہ فہمی

لئے پھرتے ہین وہ وحشت زدہ دل

دیانت حسین صدیقی فہمی

کہان طاقت مجھے حمد و ثنا کی — توانائی کہان شکر خدا کی

وفا کا ذکر کیا ہمکو ترا سے — نہین امید اب جور و جفا کی

نگاہ قہر بوسے کی عوض ہاے — مریض عشق کی کیا ہی دوا کی

قیامت ہو گئی مجھکو شب ہجر — کسے تشویش اب روز جزا کی

پھر چلکر تیغ گردن پر پلٹ جاے — شکایت کیا ہو بخت نارسا کی

جنازہ دیکھکر میرا کہا حیف — رہی دل ہی مین سب حسرت جفا کی

بتون سے ہاے میرا دل نہ بگڑا — خدا سے مین نے اکثر التجا کی

نگاہ ناز ہی نے مار ڈالا — نہ حسرت نکلی مشتاق ادا کی

نہین جب یار پہلو مین تو حاصل — نسیم صبح گلشن گر چلا کی

ہمارا ہی جگر کچھ تھا یہ فہمی

کہ کی اُس نے جفا ہم نے وفا کی

دیانت حسین صدیقی فہمی

آل انڈیا محمڈن لیڈیز کانفرنس

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

رفتار زمانہ کبھی یکسان نہین رہتی اسکی روانی بہتے ہوے پانی سے تیز اور ہمیشہ رُخ بدلتی رہنے والی ہے۔ زمانے کی یہ حالت ہے کہ کبھی کچھ ہے کبھی کچھ۔ یہ سمجھنا کہ ہمیشہ ایک ہی سی گذریگی سخت نادانی ہے۔ اسکے تبدل وتغیر کے لئے کوئی وقت مقرر نہین اور نہ کوئی انتہا۔ کہ اس درجہ پر پہونچکر اُس حالت مین ٹھیر یگا اس کے زبردست ہاتھ کسی چیز کو یکسان حالت مین نہین رہنے دیتے۔ خوش قسمت ہین وہ لوگ جو اسکے ساتھ ساتھ چلتے ہین اور جو ہماری طرح لکیر کے فقیر بنے رہتے ہین وہ کبھی ترقی نہین کر سکتے۔ کیونکہ

ممکن نہین کہ اب ہے جو صورت یہی رہے

ویسا کبھی رہا ہے نہ ایسا کبھی رہے

تبدیلی زمانہ کا اثر کسی ایک چیز پر نہین پڑتا۔ بلکہ کل اسباب عالم اس سے متاثر اور تغیر پذیر ہوتے رہتے ہین۔ جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ زمانہ شناس اقوام میدان ترقی مین سب سے آگے ہین۔ اور چونکہ ہماری قوم قدامت پرست ہے زینۂ ترقی سے کوسون دور رہی اور اسی خواب غفلت مین مدتون سرشار رہتی۔ مگر اُس زبردست قوت یعنی زمانہ کی ہوا کے اثر سے اس مدہوش قوم مین بھی بیداری کے آثار پیدا ہو گئے۔ جس سے امید پڑتی ہے کہ شاید یہ مردہ قوم کبھی زندہ ہو جاے۔

خدا غریق رحمت کرے رہنمار قوم سرسید مرحوم نے سب سے پہلے ضروریات زمانہ کو محسوس کیا۔ اور قومی کالج کھولا۔ اور نہ صرف کالج ہی کھولا بلکہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قایم کی۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج مسلمانان ہندوستان مین اسقدر تعلیم یافتہ اور زمانہ شناس حضرات نظر آتے ہین جنکو ضروریات زمانہ کا احساس ہے۔ اور انھین کی مہربانی اور ہمدردی سے

تعلیم نسوان کی ضرورت مان لی گئی ہے - جس کا انتظام بھی ہوگیا ہے - اور کیا جا رہا ہے - بفضل خدا اسوقت بھی ہزاروں مسلمان مستورات ہند حرف شناس ہین اور سیکڑون تعلیم یافتہ بلکہ اعلی تعلیم یافتہ ہین جو تعلیم نسوان کا احساس رکھتی ہین - اور اپنے فرقہ کی بیداری کی کوششون ہین مصروف ہین - یہ وقت ہے کہ اگر انھین شرعی قیود کے اندر انکی بہتری و بہبودی (جو نہ صرف اُنکی بلکہ تمام قوم کی بہتری ہے) کے وسائل سوچنے اور اُن پر عمل کرنے کی اجازت دی جائے - تو یہی کونے کی بیٹھنے والیان (جنکو عضو معطل سمجھ لیا گیا ہے) بہت کچھ کر دکھائین -

جا بجا زنانہ اسکول بھی کھل گئے ہین - اور زنانہ پرچے بھی جاری ہین - لیکن جسکی سب سے زیادہ ضرورت ہے اُسکا ابھی خیال بھی نہین - یہ تو ظاہر ہے کہ تبادلہ خیالات سے انسان جسقدر لیاقت حاصل کر سکتا ہے اُسقدر تعلیم سے بھی نہین - کیونکہ زمانہ کی ترقی کا یہی ایک گر ہے -

جب سے محمڈن کانفرنس قائم ہوئی - تب ہی سے مسلمانان ہندوستان کی آنکھین کھلین اور اُنھون نے اسباب ترقی کو سوچا اور سمجھا - لیکن افسوس اسوقت تک مسلمان مستورات کے میل جول کا کوئی ذریعہ نہین - آج سے پانچ سال قبل خاکسار نے قومی اخبارات مین لیڈران قوم سے اس اشد ضرورت کے پورا کرنے کی استدعا کی تھی - جسکی بہت کچھ مخالفت ہوئی بہت سی ردّ و کد کے بعد کچھ نتیجہ نہ نکلا - گو ہمارے زمانہ شناس ہمدرد نسوان شیخ محمد عبد اللہ صاحب سکرٹری تعلیم نسوان سیکشن ہماری خواہش پوری کرنے کو دل سے تیار تھے - اور ہین - لیکن مخالفین تعلیم نسوان نے ہماری چلتی ہوئی گاڑی مین روڑے اٹکا دیئے کہ ہماری دلکی دل ہی مین رہی -

الناظر کے مارچ نمبر مین خیر خواہ نسوان جناب سید امین الحسن صاحب نے اس اشد ضرورت کو محسوس کر کے اپنے خیال کا اظہار کیا ہے - اُن کا مضمون دیکھکر مجھے

جسقدر خوشی ہوئی ہے اسکا اظہار نہین کر سکتی - آپ نے اس ضروری امر کو دوبارہ معرض بحث مین لا ڈالا ہے - خدا اس کا نتیجہ نیک کرے - مگر ہمین اپنی بدقسمتی سے یہ امید نہین کہ اسدفعہ بھی اسکا نتیجہ خاطر خواہ نکلے - گو کچھ بھی مشکل نہین کیونکہ محمڈن کانفرنس کے ساتھ زنانہ صنعت و حرفت کی نمایش ہر سال ہوتی ہے - اور جس شہر مین نمایش متعلقہ کانفرنس ہوتی ہے اس شہر کی پردہ دار بیگمات عموماً شریک نمایش ہوتی ہین - ہان دوسرے مقامات سے نہین آسکتین کیونکہ اس کا کچھ انتظام نہین - کیا یہ بات سخت قابل افسوس نہین کہ جنکی دستکاری کی نمایش ہو - وہ خود دیکھ بھی نہ سکین میرے خیال مین جس غرض سے زنانہ صنعت کی نمایش کی جاتی ہے وہ مطلب ہی مفقود ہوجاتا ہے - زنانہ دستکاری مردون نے دیکھ لی اور تعریف کر دی سارٹیفکٹ اور تمغے دیدیئے - اس سے کیا فائدہ ہوا ؟ اتنا بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کس کس بہن نے اپنی اعلیٰ ہنرمندی کا انعام پایا اور جس چیز پر انعام ملا وہ کیسے بنائی گئی تھی - اور یہ خبر بھی کہ فلان بہن کو تمغہ ملا چند ہی بہنون کو معلوم ہوتی ہے - جو رسالہ "خاتون" کی خریدار ہین یا "ٹائمز آف انڈیا" پڑھنے کے قابل ہین - دو مردون کو یہ بھی نہین چاہیئے کہ اس موقع پر پردہ دار بیگمات خود موجود ہون اور دیکھین کہ ملک کے کس حصے سے کس کس لیڈی کی بنائی ہوئی کیا کیا چیزین آئین - جن کے لیئے انعام تجویز ہوئے تاکہ اُن کی ہنرمندی مین ترقی ہو - بس وہی ہمارا زنانہ کانفرنس ہوجاوے - سال کے سال بزرگان قوم کے زیرسایہ پردہ دار بیگمات نمایش دیکھنے کی غرض سے جمع ہوا کرین - اور وہین اپنی ترقی کے وسائل ملکر سوچا کرین - اور پھر عمل کرین -

خدا کے فضل سے اسوقت بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ و عالی رتبہ کارکن بہت سی بیگمات ایسی موجود ہین جو اپنی کانفرنس کی سکریٹری اور پریسیڈنٹ کے فرایض کو بطریق احسن انجام دے سکین - یہ تو ناممکن ہے کہ شروع ہی مین تمام مسلمان بیگمات ہند

کانفرنس میں شریک ہو جائیں ہر ایک کام کی ابتدا نہایت چھوٹے پیمانے پر ہوتی ہے۔
اور رفتہ رفتہ ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اگر مخالفین تعلیم نسوان کے اعتراضات کی پروا
نہ کرکے زنانہ کانفرنس کی بنیاد ڈالدی جائے اور شیخ محمد عبد اللہ صاحب سینہ سپر ہو کر
نمایش کے وقت زنانہ کانفرنس کا انتظام کر دین تو مین بلا تامل کہہ سکتی ہون کہ اس
کمزور فرقے کے ناتوان ہاتھ اپنی کانفرنس کا کام نہایت آسانی سے انجام دے سکینگے
ہم شیخ صاحب کے تعلیم نسوان فنڈ سے کانفرنس کے اخراجات کے لئے ایک پیسہ
لینا نہین چاہتے۔ صرف کانفرنس کا انعقاد ہونا چاہیئے۔ پھر کانفرنس فنڈ کھولکر روپیہ
جمع کر دینا ہمارا ذمہ۔

مین امید کرتی ہون کہ میری معزز دبیدار مغز بہن زہرا خانم صاحبہ (دہلی)
ضرور اس باب میں اپنے خیالات کا اظہار کرینگی۔ خدا کرے ہمارے سچے ہمدرد
سید امین الحسن صاحب کے سے چار پانچ اصحاب اور بھی انھین خیالات کے ہو جائین
تو کچھ امید ہو۔

بنت نذر الباقر۔ کوہاٹ

لیڈیز کانفرنس

لوگ سچ کہتے ہین کہ خلقت بھیڑیا دھسان ہوتی ہے۔ جس راستہ پر کسی نامی
گرامی آدمی کو چلتے دیکھا اور لوگ بھی۔ سنی دیکھا دیکھی وہی راستہ چلنے لگے۔ پھر لاکھ سمجھاؤ
بجھاؤ نہ کبھی سنین گے۔ اور نہ کسی کا کہنا مانین گے۔ اور ستم یہ ہے کہ سمجھتے ہین اپنے آپ کو بڑا
آزاد۔ بھلا کوئی اُن سے پوچھے تو کہ آزادی کے معنی کیا ہین۔ کیا آزادی کا یہی مطلب
ہے کہ ہم ایک طرف تو پرانی رسمون اور پرانی طرز زندگی کو چھوڑتے جائین اور دوسری طرف
نئی قسم کی رسمون اور نئی طرح کی زندگی کی سخت جکڑ بند میں پھنستے جائین۔ نئی روشنی والے
اپنے بزرگون کے متعلق ہمیشہ کہا کرتے ہین کہ یہ لوگ تو محض وضعداری پر جان دیتے ہین

لیکن اگر غور سے دریافت کرو اور انصاف سے کام لو تو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہی کہ اس قسم کی طرحداری پر کون مرتا ہے۔ اگلے زمانہ کے لوگ اپنی روش کے پابند تھے تو اسوجہ سے کہ ساری عمر اسی راستہ پر چلتے رہے تھے اور اسی طرح کی آب و ہوا مین اُن کا خمیر بنا تھا لیکن آجکل کے لوگ جو اپنی آبائی روش کو چھوڑ کر بات بات مین انگریزون کی نقل کرتے ہین اور اُنھین کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرتے ہین تو کوئی اُن سے پوچھے کہ بھلا کوا ہنس کی چال چلا اپنی بھی بھولا۔ نہ کہا جائے تو کیا کیا جائے۔ اور ستم ظریفی یہ کہ اُن کی وضعداری تو تقلید کی بندش مین جکڑی جائے اور ان کی طرحداریان آزادی کے نام سے شہرت حاصل کرین۔

بات اصل یہ ہے کہ سوچ سمجھکر کام کرنے والے بہت کم ہوتے ہین۔ دوسرون کی نقل کرنا اور دوسرون کے نقش قدم پر چلنا آسان ہے اس راستہ پر ہر چھوٹا بڑا ہو لیتا ہے اور کہین نہ کہین جا پہونچتا ہے۔ اگلے لوگ اگر اپنے لئے پرانی وضع اور روش کو صراط مستقیم جانتے ہین تو تو فیز اور بزعم تعلیم یافتہ حضرات یورپ کی تراش وخراش اور مغربی تحریکون کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہین۔

یہی حال لیڈیز کانفرنس کا ہے۔ چند روز سے ملک مین یہ دریا عام ہو رہی ہے کہ ذرا ذراسی بات کیلئے کمیٹیان ہوتی ہین اور کانفرنسین جمع ہوتی ہین۔ مردون کی دیکھا دیکھی عورتون نے انگریزی تعلیم اور انگریزی لباس کی چاہت شروع کی تو اُنھین بھی کانفرنس کا شوق چرایا۔ اور غور سیجئے تو اسکے بانی مبانی ہمارے ہی بھائی بند ہین۔ اگلے زمانہ کی عورتین اب تک کچھ نہ کچھ موجود ہین۔ لیکن اُن کو نہ کانفرنس کا خیال آتا ہے اور وہ نئی وضعداریون کو پسند کرتی ہین۔ مگر اب جو مردون نے عورتون کو کچھ شدید تعلیم دیدی اور اُنھین میز کرسی کی نشست و برخاست اور بیمون کے طریقہ پر بال بنانا اور ناک کان کے زیورون سے نفرت کرنا سکھا دیا تو لگین وہ بھی کانفرنس قائم کرنے

بیوی نے میاں سے کہا کہ صاحب آپ لوگ کانفرنس کرتے ہین ہماری بھی ایک کمیٹی بنا دو اور شوہر صاحب نے بیوی کی دلدہی کی خاطر نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ لیڈیز کانفرنس کی تجویز پیش ہی توکردی - اب ان سے کوئی بھلا پوچھے کہ اس کانفرنس سے کیا فائدہ ہوگا تو یہ تو کہین گے نہین کہ بیوی کی خاطر داری منظور تھی - دو چار وضعی ضرورتین اور ان ضرورتون کے لئے کچھ پوچ دلیلین کہہ سنائین گے اور اپنی بات کو وزن دار بنانیکے لئے دو چار بڑے بڑے لوگون کے غلط صحیح اقوال جو طوطے کی طرح رٹے گئے ہین سُنا دین گے - ارے صاحب اس سے کہین یہ لدی پھندی گاڑی کھوڑے چل سکتی ہے - ذرا دل کو ٹھنڈک پہونچایئے اور دماغ کو تقویت دیجئے اور کانفرنس کی ضرورت پر عقل دوڑایئے آپ کو نئی روشنی کی چکا چوندمین کچھ نہ معلوم ہوسکتا ہو تو مجھ سے سارا حال سُن لیجئے مگر انصاف سے کام لیجئے گا -

یون تو ہر ملک مین مردون اور عورتون کی ضروریات جدا گانہ ہوا کرتی ہین لیکن ہمارے یہان پردہ کی رسم کی وجہ سے دونون جنسون مین بہت جدائی ہوگئی ہے - مردون کو دنیا کے ہر قسم کے کاروبار کرنا ہوتے ہین اور عورت کو صرف چاردیواری کے اندر بچون کی دیکھ بھال اور کھانے کی فکر کرنا ہوتی ہے - مرد روزی کماتا ہے اور عورت اسکو خرچ کرتی ہے - مرد قسم قسم کے علم اور پیشہ حاصل کرتے ہین جن سے عورتون کو کچھ سروکار نہین ہوتا - مردون کو دن رات لکھنا پڑھنا رہتا ہے اور عورتون کو پلنگ یا تخت پر بیٹھکر ڈلیان کترنا یا کپڑے سینا - مرد کا ملکون ملکون کی سیر کرنا آسان ہے مگر عورتون کا گھر سے باہر نکلنا محال - مرد کو تمام طرح کی آزادیان حاصل ہین مگر عورت مقید اور مجبور ہے - مرد کو خدا نے اور قانون نے عورت پر حاکم بنایا ہے اور عورت اسکی محکوم اور تابعدار ہے -

پھر ایسی صورت مین بھلا کانفرنس کیا کام دیگی - مردون کی کانفرنسون نے

ابتک جو تھوڑا بہت کام کیا بھی سواس وجہ سے کہ ایک نہین سیکڑون مردون نے انکا نفرنسون کو کامیاب بنانے کیلئے شہرون شہرون کی خاک چھانی اور دوڑ دھوپ کرکے دوسرون کو اپنا ہم خیال اور مددگار بنایا - عورتین بھلا کب یہ کرسکتی ہین اور اگر وہ کرین بھی تو کیا آپ کی غیرت کا تقاضا نہ ہوگا کہ آپ انکو مکان کی چار دیواری مین بند رکھین - مردون کے یہان تبادلۂ خیالات کا وسیع پیمانہ پر ہونا ان کی روشن خیالی کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن عورتون کے یہان اس کا نتیجہ سوائے اسکے کیا ہوسکتا ہے کہ عورتین اُن قیود سے آزاد ہو جائین جو خدا رسول اور قانون معاشرت نے اُنکے لئے لازمی قرار دیئے ہین پھر عورتون مین اتنی تعلیم کہان جو وہ کانفرنس کا کام چلا سکین نہ اُن مین کوئی سید احمد خان ہے اور نہ مہدی علیخان اور نہ مشتاق حسین - لوگون کو تو اسمین بھی شک ہے کہ رسالون مین جو عورتین مضمون لکھا کرتی ہین یہ اُنھین کے مضمون ہوتے ہین یا

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

کا معاملہ ہوتا ہے - اور زیادہ تر لوگون کا خیال یہی ہے کہ یہ مضامین کسی معشوق کی لکھے ہوئے ہوتے ہین - اور جو دو ایک بڑی عالم فاضل عورتین ہون بھی تو اول تو لوگ عام طور پر اُن کی نسبت اچھی رائے نہین رکھتے اور دوسرے یہ کہ وہ اپنی راحت و آرام کو چھوڑ کر اس قسم کی دوڑ دھوپ کیون کرنے لگین - مردون کی سی جفاکشی تو عورتون مین ہوتی ہی نہین بلکہ عورتون کے یہان ذاتی آرام اور ظاہری زیب و زینت کا خیال مقدم رہتا ہے اور بفرض محال اگر یہ سب کچھ ہوا بھی اور کانفرنس بھی قائم ہوگئی تو کیا نتیجہ ہوگا - ایجوکیشنل کانفرنس نے کون بڑا کام کیا ہے جو لیڈیز کانفرنس کریگی بجائے اسکے کہ ان چیزون مین روپیہ خرچ کیا جائے اور وقت ضایع کیا جائے اپنے اپنے گانون اور شہرون مین مدرسے قائم کرکے مذہبی تعلیم کا چرچا پھیلانے کی کوشش کرو تو دین و دنیا دونون درست رہین گے - لڑکے مذہبی باد ون کی تعلیم و تربیت اُٹھا کر سعادتمند

رہین اور لڑکیان حیادار تو دونون مرادین حاصل ہوجائین - اور جو پنجاب اور بمبئی کے لوگون کی تقلید مین آپ بھی اپنے گھر کی عورتون کو سایہ اور ساڑی پہنا کر رکھنا چاہین اور ٹمٹم اور فٹن پر سیر کرانے کے خواہان ہون تو کانفرنس سے کہین زیادہ کارآمد میمون کے مدرسہ ہوسکتے ہین - فاعتبروا یا اولی الابصار

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوستدارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

از مسٹر اے - ع - ساغر لکھنوی از بمبئی

عورتون کی تعلیم

عقل فطرت نے جو دی مجھکو تو کیون دی آخر؟
ہمت اجزائے بسیط[۱] نے یہ کیون کی آخر؟

لفظ ہمت کا غلط - بس مجھسے بڑی چوک ہوئی
علم کی بحث غلط ذکر سے مشکوک ہوئی

عقل ذرات بسیط کا اثر ہے اسے شوق
نہ اُسے فہم - نہ ہمت - نہ خبر ہے ای شوق

مادّہ[۲] خود تو ہے نادان - شکایت کس سے؟
کہیے اس عقل کے صنعطون کی حکایت کس سے

عقل اگر مجھکو نہ ملتی تو مین اچھا رہتا
مثل مبہوت کے ناواقف دنیا رہتا

عقل نے سیکڑون جھگڑے مرے سر ڈال دیئے
لا کے علمون کے ورق پیش نظر ڈال دیئے

اصل فطرت کی طرف میری نظر دوڑ پڑی
ذکر انرجی[۳] کا جو آیا تو ادھر دوڑ پڑی

کبھی اجزائے بسیط نے جمایا نقشہ
کبھی شکل حرکت[۴] کا نظر آیا نقشہ

---

[۱] اجزائے بسیط وہ ذرات ہین جنکو دہری مذہب والے کہتے ہین کہ جب مادہ خود ہی پیدا ہوا تو وہ اوسمین پیدا ہوے - عقل بھی اونھین کی تاثیرات کا ایک اثر ہے - ذرات بسیط بھی اُنھین کو کہتے ہین -

[۲] سینس کی رو سے نہ مادے مین عقل - نہ فہم - نہ ارادہ - ضرورت کے وقت ہر شئے اس سے خود ہی بنجاتی ہے

[۳] انرجی وہ قوت طبعی جو ہر حیات کا مدار ہے -

[۴] حرکت سے ذرات بسیط کی حرکت مراد ہے جو مادے مین پیدا ہوئی -

کبھی پڑھنے لگا قانون کشش[1] فہم مرا — لڑ گیا قوتِ طبعی[2] سے کبھی وہم مرا

کبھی قانون وراثت[3] سے پڑا کام مجھے — ہوئے قانون تباین[4] پہ پھر اوہام مجھے

رنگ قانونِ تنازع[5] کبھی دکھلانے لگا — انتخاب[6] اپنی طرف کھینچکے لیجانے لگا

کبھی ہیئت پہ بڑھا شمس و قمر تک پہونچا — شام سے مین جو چلا تو سرِ سحر تک پہونچا

کبھی ایتھر[7] کی طرف عقل رسا ہونے لگی — کبھی منظور نظر بحثِ ہوا ہونے لگی

کبھی سورج[8] سے ستارون کا نکلنا دیکھا — گرد سورج کے کبھی ارض کا چلنا دیکھا

کبھی منظور جو تحلیلِ عناصر ٹھہری — عقل ذرات[9] کے نظارے سے قاصر ٹھہری

قِدَمِ[10] صورت اصلی کو نہ مانا مین نے — شکل مابعد سے فانی اُسے جانا مین نے

بحث جب علت[11] و معلول کی منظور ہوئی — عقل پر اتنے پڑے پیچ کہ مجبور ہوئی

نہ کبھی سینس سے مذہب کو جدا سمجھا مین — "واجب[12]" اور "علت اولی" کو خدا سمجھا مین

---

[1] قانون کشش سے مراد وہ قانون ہے جسکے اثر سے کھچ کر ذرات بسیط مجتمع ہوئے اور صورت نشو قائم ہوئی۔

[2] قوت طبعی سے وہ قوت مراد ہے جسپر سینس عالم ہستی کا دار و مدار قرار دیتا ہے۔

[3] [4] [5] [6] قانون وراثت - قانون تباین - قانون تنازع للبقا - قانون انتخاب طبعی - اِن چار قوانین پر سینس نے نشو کے طریقے سے سلسلہ آفرینش کو قائم کیا ہے۔

[7] ایتھر وہ گیس ہے جو سینس کی رو سے خلائے ممتد مین بھرا ہوا ہے یعنی اس خلا مین جو زمین کی سطح سے حد نظر تک نظر آ رہا ہے - اسی ایتھر پر حیات اور نظام موجودات کا مدار ہے۔

[8] سینس کہتا ہے کہ ستارے سورج سے کٹ کے جدا ہوئے ہین اور یونہی زمین بھی جو خود ایک ستارا ہے۔

[9] سینس ابتک مجبور ہے - وہ تحلیل عناصر سے یا کسی شکل سے ذرات بسیط کو نہ دیکھ سکا۔

[10] سینس کہتا ہے کہ مادے کے ساتھ صورت اصلی بھی پیدا ہوئی تھی - فلسفۂ اسلام اُس پر معترض ہوتا ہے کہ صور مابعد جب مادے کے ساتھ ہی نہین پیدا ہوئین تو اُن کے وجود مین آنے سے صورت اصلی کی فنا لازم آتی ہے۔

[11] سینس ہر معلول کے لئے ایک علت کا قائل ہے۔

[12] منطق کی اصطلاح مین لفظ "واجب" اور سینس کی اصطلاح مین "علت اولی" اور "علۃ العلل" سب سے بالاتر قوت کا نام ہے۔

گھر مین پڑھ لکھ کے جو آیا کہ وہ کچھ دور رہتا
ظلمت جہل سے گھر بھر مین کہین نور نہ تھا

عورتین کرتی ہین باتین تو زبان صاف نہین
سین ہے شین نہین۔ کاف ہے اور قاف نہین

کسی بچے کو مرض ہے تو نظر گھیرے ہے
کسی بیمار کو آسیب کا ڈر گھیرے ہے

دیو۔ جن۔ بھوت۔ پری۔ رنگ جما بیٹھے ہین
تنگ کرنے کو مرے گھر مین سب آ بیٹھے ہین

جن کے معنی ہین نہان۔ خیر وہ اک جسم سہی
وہ بھی مخلوق کی اک نوع سہی۔ قسم سہی

جن ہے ناری تو ہے کیون وہم کو ملول انسان نہین؟
نار کر سکتی ہے کسطرح حلول انسان مین؟

کس جگہ جسم مین۔ کس شکل سے آ بیٹھا جن
کیا خلا اُسکے لئے تھا کہ سما بیٹھا جن؟

پوجے جانے لگے جن اب تو خدا کے بدلے
ڈھونڈھے جانے لگے تعویذ دوا کے بدلے

عورتون مین ہے کچھ اوہام کی حد بھی آخر!
ہو گی اس جہل کی حجت کبھی رد بھی آخر!

فقرا گور پرستی پہ جھکا دیتے ہین ؛
سر اسلام کو پستی پہ جھکا دیتے ہین ؛

علما کہتے ہین کھا کھا کے ہزارون قسمین
کہ کلید در جنت ہے ہمارے بس مین

اُن کو ضد ہے کہ نہ عورت کو پڑھائے کوئی
جہل کو علم کا رستا نہ بتائے کوئی

خاتمہ ورنہ مدارات کا ہو جائے گا۔
سرد بازار کرامات کا ہو جائے گا

لیکن اب علم سے واقف ہین زمانے والے
ایسی باتون مین وہ ہرگز نہین آنیوالے

عورتون مین نہ اگر علم کو پھیلائین گے
لوگ پچھتائینگے۔ پچھتائینگے۔ پچھتائینگے

عقل[1] فطری تو ہر انسان کو مل جاتی ہے
مکتسب عقل مگر علم سے ہاتھ آتی ہے

علم گم ہے تو بشر ہونے سے حاصل آخر؟
جانور اور بشر مین حد فاصل آخر؟

عورتین جہل سے عزت نہین پا سکتی ہین
نہ وہ بچون کو نہ وہ گھر کو بنا سکتی ہین۔

کرے تاویل کو ماں ہی کا اشارا سیدھا
کج ہو پودا۔ نہ کرے گر چمن آرا سیدھا

عورتین جہل پہ مائل۔ یہ قرینا کیا ہے
بزم ہستی مین رہین کور تو جینا کیا ہے

---

[1] مصنف نے عقل فطری اور مکتسب کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔

نہ عقائد کے اصولوں پہ نظر ہے اُن کو
نہ مداخل نہ مخارج کی خبر ہے اُن کو

کیا غذا اور ہوا کی وہ صفائی جانین
ذکر پانی کا ہو تو باد ہوائی جانین

حفظ صحت کے طریقون سے وہ آگاہ نہین
طرز اخلاق سے کچھ رسم نہین راہ نہین

نہ سمجھ نظم ونسق کی نہ خبر دنیا کی
نہین واقف کہ ہے رفتار کدھر دنیا کی

نہین عورت مین اگر علم وخرد کا جوہر
گھر مین وہ ہو نہین سکتی ہے مشیر شوہر

اور قومون نے تو اُٹھ چلنے کو پر تولے ہین
عورتون کے لئے تعلیم کے در کھولے ہین

علم کی دوڑ مین ہم چپ ہین۔ تھمے بیٹھے ہین
اور قومون سے بچھڑنے پہ جمے بیٹھے ہین

حسن صورت نہین کچھ چیز کہو درد[1] اُسے
کہ ابھی پاؤ گے تم لال۔ ابھی زرد اُسے

عارضی حسن ہے وہ اسکو بقا کچھ بھی نہین
رنگ اسکا صفت رنگ حنا کچھ بھی نہین

حسن سیرت کو جو دیکھو تو وہ ہے جان کیساتھ
صورت روح رہا کرتا ہے انسان کیساتھ

علم ہی خوبی سیرت کو بڑھا سکتا ہے
نور آئینے مین صیقل ہی سے آ سکتا ہے

سیرت کج کو وہ کردیتا ہے سیدھا اس طرح
جنتری تار کو کردیتی ہے سیدھا جس طرح

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی۔ لکھنوی

تندرستی

شب کو مین خواب شیرین کے انتظار مین لیٹی ہوئی تھی تو مجھے خیال آیا کہ تندرستی انسان کیا بلکہ ہر ذی روح کے واسطے بہت ضروری چیز ہے مگر افسوس ہے کہ ہماری بعض بہنین اسطرف مطلق توجہ نہین کرتین بلکہ بعض کو تو نزاکت کا اس درجہ شوق پیدا ہو گیا ہے کہ اُسکی وجہ سے اپنی غذا بھی کم کردی ہے جسکا اثر صحت پر بہت خراب پڑ رہا ہے حالانکہ یہ خیال نہین کرتین کہ نزاکت تو وہی ہے جو قدرتی ہو غذا کم کردینے سے ضعف اور نقاہت کے

[1] درد۔ گلاب کا پھول

سوا اصلی نزاکت ہرگز نہین حاصل ہو سکتی - جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ معدہ کم غذا کا عادی ہوجاتا ہے اور کل اعضا کمزور ہوکر اچھی طرحسے کام نہین دیسکتے وہ فرایض دینی و دنیوی کے ادا کرنے سے عاجز ہوجاتی ہین کاہلی اور سستی اُن پر اپنا پورا رنگ جما لیتی ہے اُنکو جب دیکھو پلنگ پر لیٹی نظر آتی ہین اور روز علی الصباح دوا کا پیالہ اُنکے مُنھ سے لگا رہتا ہے - اے میری پیاری بہنو! کیا تمکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے عزیز اعضا کو بیکار کرکے دوسرون کی محتاج بنو اور کیا تمکو مطلق اسکی شرم نہین ہے کہ تمہارا ہر کام دوسرون کے ہاتھ مین ہو اور تم اُن سے ہروقت مدد کی طالب رہو - برعکس اسکے تمہاری جو بہنین اپنے ہاتھ سے کام کرنیکی عادی ہین اور جنکو اپنی صحت کا خیال رہتا ہے اور جنپر اس بیجا نزاکت کا خیال غالب نہین ہے - اُنمین ہمیشہ جفاکشی - مستعدی - زندہ دلی اورہا ہمی پائی جاتی ہے اور واقعی زندگی اسی کا نام ہے -

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہین

اکثر اوقات ہماری صحت ہمارے یہان کے رسوم اور رواجون کی بدولت بھی خراب ہوجاتی ہے وہ اسطرحسے کہ جب لڑکی کے عقد کی تاریخ قرار پا جاتی ہے تو ایک ماہ پیشتر سے لڑکی کو کوٹھے یا کسی علیحدہ مقام پر بٹھا دیتے ہین اور حکم ہوتا ہے کہ سوا لڑکیون کے جب کسی اور کو دیکھو تو فوراً چادرہ سے جو کہ خاص اسی کام کے واسطے مخصوص کردیا گیا ہے منھ لپیٹ کر لیٹ رہو یہ کونے بیٹھنے کی رسم کہی جاتی ہے ہروقت کے لیٹے رہنے سے غذا اچھی طرحسے ہضم نہین ہوتی اور معدہ کی قوت ہاضمہ کم ہوجاتی ہے - جس سے رفتہ رفتہ معدہ ضعیف ہوکر اکثر مرضون کا باعث ہوتا ہے -

میرے خیال مین غذا ایسی کھانا چاہیے جو دیر ہضم نہ ہو اور تھوڑی سی بھوک چھوڑ کر نہ ایسی کہ معدہ کو ضعیف یا کمزور کر دے بلکہ ہضم ہونے مین آسانی ہو۔ صحت کے واسطے ورزش کی بھی سخت ضرورت ہے مگر ہم مستورات مین ورزش کا رواج ابھی بہت کم ہے تاہم اگر اپنے گھر کا کام کاج اپنے ہاتھ سے کرین اور سب کام نوکرون ہی پر نہ چھوڑ دے جائین تو کسی قدر ورزش بھی ہو جائیگی۔

صحت مین جسمانی صفائی کی بھی سخت ضرورت ہے۔ ارسطو کا قول ہے کہ جسمانی صفائی باطنی صفائی سے دوسرے درجہ پر ہے" جسمانی صفائی پر غور کرنے سے حسب ذیل تین باتین پیدا ہوتی ہین۔ (اول) شائستگی۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ جس شخص مین یہ خوبی نہین ہے وہ سوسائیٹی مین شریک ہونیکی قابلیت نہین رکھتا۔ صفائی ظاہری کا فرض آمدنی کی ترقی کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے دنیا کی مختلف قومین اپنی صفائی کی وجہ سے ایسی ہی ممتاز ہین جیسے کہ علوم و فنون کے لحاظ سے۔ مغربی قومون کی مثال ہمارے سامنے ہے جنھون نے سائنس کے ساتھ اس خوبی مین بھی ترقی کی ہے (۲) صفائی ظاہری سے محبت پیدا ہوتی ہے اسمین شک نہین کہ حسن صورت جذبہ محبت کے پیدا کرنے مین اعلیٰ درجہ کا اثر رکھتا ہے۔ لیکن جسمانی صفائی اس جذبہ کے قیام کو مستقل کرتی ہے یہ بات مشاہدہ مین آئی ہے کہ اگر کسی بدشکل انسان کا بھی جسم و لباس صاف رہتا ہے تو اسکی جسمانی صفائی اپنی طرف نگاہ محبت کو مائل کر لیتی ہے۔ ایک مسن آدمی جسمین ظاہری صفائی ہوتی ہے اس نفرت سے نہین دیکھا جاتا جیسے کہ ایک میلا کم عمر لڑکا۔ پرانا پیتل کا برتن اگر صاف ہو تو نئے زنگ آلود برتن سے ہر جہا اچھا ہے۔ (۳) ہماری جسمانی صفائی جسطرح دوسرون پر اچھا اثر پیدا کرتی ہے اسی طرح خود ہماری صحت جسمانی پر ضمیر انسان کی پاکیزگی اور جسمانی

صفائی مین باہم مشابہت ہے جو لوگ صفائی جسمانی کے قائم رکھنے مین کوشش کرتے
ہین اُنکے خیالات و جذبات مین بھی رفتہ رفتہ پاکیزگی آجاتی ہے مشرق کے گرم ملکون
مین صفائی جسمانی زیادہ ضروری خیال کی جاتی ہے۔ یہود و نصاریٰ ہندو اور مسلمان
سب کے مذہبون مین یہ خوبی مذہب کی جزو اعظم خیال کی گئی ہے۔ اور یہ بالکل سچ
ہے کہ بانیان مذاہب مذکورہ کا خاص مقصد یہ تھا کہ صفائی ظاہری پر اسوجہ سے
زور دیا جائے کہ اس صفائی سے صفائی باطنی رفتہ رفتہ حاصل ہو جاتی ہے۔

ناظرہ

نظرے خوش گذرے

مخزن

اس رسالہ کے جنوری نمبر مین مولوی فدا علی صاحب ایم اے نے **اقلیدس واحمد ابن محمد ابن ثوابہ** کے عنوان سے ایک پر لطف مضمون لکھا ہے جس مین اُنھون نے دو امور کے متعلق نہایت لطیف پیرایہ مین بحث کی ہے۔ اوّل یہہ کہ "علوم قدیمہ کے نسبت عموماً یہہ غلطی کی جاتی ہے کہ خاص خاص اشخاص کو اون کا موجد سمجھا جاتا ہے" اور دوسرے یہہ کہ "ہندوستان مین ہر شخص وہی علم سیکھنے مین اوقات عزیز ضایع کرتا ہے جو کہ معاش کا سب سے سہل ذریعہ معلوم ہوتا ہے چاہے طبیعت کے موافق ہو یا مخالف"۔ اول الذکر غلطی کا منشا اون کے خیال کے مطابق یہہ ہے کہ "ان علوم کی نہ تو تاریخ ارتقا لکھی گئی نہ صدیون تک ان کے مسائل ہی قید تحریر مین آئے علما و حکما مین سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے۔ عام لوگون کو سیکڑون بلکہ ہزارون برس تک ان کی کانون کان خبر بھی نہ ہوئی لہذا جس شخص نے سب سے اول ضبط تحریر مین لاکران اسرار حکمت کو فاش کیا اور عامۂ خلایق کو اون سے متمتع اور بہرہ اندوز ہونے کا موقع دیا وہی انکا موجد مشہور ہو گیا"۔ حکیم اقلیدس کے بارہ مین یہہ خیال کہ وہ اس نام کے فن کا موجد تھا بقول صاحب مضمون "گھر رنگ رزوان کی طرح بے بنیاد اور محض جہالت و توہم کی ایجاد ہے" اسلئے کہ "اول تو تمام علوم بشری کی سست رفتاری سے نہایت مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص واحد کسی علم کے تمام اون مسائل کو جو اوس کی طرف منسوب ہین اپنی زندگی کی نہایت مختصر مدت مین دریافت کر سکا ہو۔ دوسرے گو ان مسائل کی مفصل و مسلسل تاریخ مفقود سہی بازہم ہم کو وجد معروف کے زمانہ سے تو صدیون پہلے اُن کے موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ حکیم اقلیدس اسکندریہ کا رہنے والا

اور بطلیموس اول شاہ اسکندریہ کے درباریون مین تھا ۳۲۳ ق ع اس کا سال ولادت اور ۲۸۳ ق ع سال وفات ہے اُسنے اشکال ہندسی کی ترتیب وتہذیب کرکے بنی نوع پر جو احسان کیا ہے کس کی مجال ہے کہ اس سے انکار کر سکے مگر اس مین بھی شک نہین کہ افلاطون کے دروازہ کا وہ کتبہ جو ہر ایک علم ہندسہ سے ناواقف شخص کو اندر آنے سے منع کرتا تھا تقریبًا ایک صدی پیشتر ہی اس علم کے نہ صرف موجود بلکہ مقبول ہونے کی بآواز بلند شہادت دے رہا تھا۔

جن علوم سے طبیعت کو مناسبت نہو اون کی تعلیم حاصل کرنا کوہ کندن وکاہ برآوردن سے کم نہین۔ لیکن اہل ہند پر یہ الزام لگانا کہ وہ طبیعت کے رجحان ومناسبت کا خیال نہین رکھتے غالبًا سوسائٹی اور ملک کی موجودہ حالتونکے لحاظ سے مناسب نہین۔ یورپ مین باوجودیکہ تعلیم کا انتظام نہایت اچھا ہے اور ہمارے ہموطنون کے مقابلہ مین اُس ملک کے لوگون کو نسبتاً فکر معیشت بھی کم دامنگیر رہتی ہے لیکن وہان بھی عام رواج یہ ہے کہ چند مقررہ نصاب جو یونیورسٹی تجویز کر دیتی ہے اونھین کی تعلیم مدرسون مین ہوتی ہے اسلئے کہ تمدن نے ہنوز اوس درجہ تک ترقی نہین کی ہے جبکہ تعلیم کا مقصد محض تحصیل علم یا رموز فطرت سے واقفیت حاصل کرنا ہو۔ اسپنسر کا یہ خیال کہ لوگ ایک خاص مضمونکی کتابین پڑھتے ہین کسی دوسرے مضمون کے لکچر سنتے ہین۔ اسباب کا بخِتہ ارادہ کرلیتے ہین کہ اپنے بچون کو علم کی فلان فلان شاخون کی تعلیم دلائینگے اور فلان فلان شاخونکی تعلیم نہین دلائینگے۔ اور ان تمام امور کا تصفیہ محض دستور۔ رغبت۔ یا تعصب کی بنا پر کرتے ہین۔ اور اس ضروری اور مہتم بالشان امر پر غور نہین کرتے کہ جو چیزین درحقیقت سب سے زیادہ سیکھنے کے لایق ہین ایک معقول طریقہ اُن کا تصفیہ کرلین۔

آجتک غلط نہین ثابت ہوا ہی۔ یورپ کے باشندون مین کثرت سے بڑے بڑے کاملین فن اور موجدین کا پیدا ہونا اس بات کے لئے کوئی دلیل نہین ہوسکتی کہ وہان عام طور پر تعلیم دینے مین مناسبت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ہندوستان مین بھی اگر تعلیم اسی قدر عام ہوتی اور مصارف تعلیم کم اور ذرایع حصول تعلیم آسان ہوتے تو

علما و فضلا کی تعداد بہت بڑھ جاتی۔ بنگال کے لوگون کی حالت موجودہ کی شہادت ہمارے اس دعوے کو مضبوط بنا دیتی ہے۔ مناسبت طبعی کا کچھ نہ کچھ خیال اب بھی بعض لوگون مین کسی نہ کسی صورت مین پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو ڈاکٹری وکالت وغیرہ کے پیشون مین چند ہونہار آدمی دکھائی دیتے ہین۔

دلگداز

کے فروری نمبر مین مولانا عبدالحلیم صاحب شرر نے اردو لٹریچر پر ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے۔ اون کا خیال ہے کہ اردو زبان اس قدر بے مایہ نہین جس قدر کہ تعلیم یافتہ گروہ کی نظرون مین وہ ذلیل ہے۔ اون کے تعلیم یافتہ دوستون کی رائے مین اردو زبان سے لوگون کی بیزاری کا سبب یہہ ہے کہ

بعض حضرات کو تو انگریزی سے اردو مین ترجمہ کرتے وقت ویسے جامع اور صحیح مفہوم ادا کرنیوالے الفاظ نہین ملے جیسے کہ انگریزی مین تھے۔ بعض حضرات انگریزی کے سے اشعار اُردو مین ڈھونڈھتے ہین اور وہ اُردو مین معدوم ہین اور جن چند انگریزی نظمون کے ترجمے اُردو مین کر دیئے گئے ہین اُن مین وہ انگریزی کی سی بات نہین۔

مولانا شرر نے تعلیم یافتہ گروہ کے خیالات کو زیادہ واضح طور پر نہین ظاہر کیا۔ وہ یہ بھی کہتے ہین کہ اردو زبان مین زمانۂ حال کی ضروریات کے مطابق نہ تو نثر ہی کا سرمایہ ہے نہ نظم کا۔ نثر مین چند اچھے لکھنے والے ضرور پیدا ہوے لیکن انکی تحریرون کا موضوع انشاپردازی۔ تاریخ اور مذہب رہا ہے۔ اور اس قسم کا لٹریچر بھی بہت ہی کم ہے اسلئے کہ باستثناے چند مصنفین زبان اردو کے فصیح اور صحیح نثر لکھنے والے بہت ہی کم ہوے اور جس زبان کا سرمایہ صرف چند پرانے مکتبون کے نکلے ہوے مولویون کی تصانیف ہون اوسکی وقعت کسی میکالے اور کارلائل پڑھنے والے شخص کے دل مین نہین بیٹھ سکتی۔ علوم و فنون کی کتابین

اردو مین بالکل نہین ہین اور جو ہین وہ بھی بالکل بوسیدہ اور پرانے زمانہ کی - جدید تحقیقاتون نے دنیا کو مخمانہ مسرت بنا دیا ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے پاس اوسکے متعلق کوئی سرمایہ نہین - پنجاب اور بمبئی کے بعض مطابع نے اکثر معمولی درجہ کی علمی کتابون کا ترجمہ کرایا ہے مگر وہ اپنے مترجمین کی اعلیٰ انشاپردازی کے بدولت اس قابل بھی نہین کہ معمولی اردو خوان گروہ کے سامنے بھی لائی جائین - چہ جائیکہ جدید تعلیم یافتہ گروہ کے حضرات کے سامنے جو بے جلد اور بری چھپی ہوئی کتاب کو چھونا بھی گناہ کبیرہ سے کم نہین جانتے - پھر اوس زبان کی قسمت کو کیسے نہ روئیے جسکے بیشتر مصنفین اور اہل قلم صحیح زبان لکھنے سے بھی قاصر ہین -

لیکن واقعہ یہ ہے کہ زبان اردو ابھی بے حد ناقص ہے - تین سو سال مین جسقدر ترقی اس زبان نے حاصل کی ہے اوسکے لحاظ سے وہ غالبًا دنیا کی بیسیون زبانون سے وسیع کہے جانیکی مستحق ہے لیکن جب مقابلہ مین ایسی زبانین پیش کی جائین جو عمر مین اوس سے بزرگ ہین اور دولت و حکومت جنکے جلو مین چل رہی ہے تو ظاہر ہے کہ اردو زبان کس قدر کم عمر اور بے بساط نظر آئیگی - تین سال کے کسان کے بچہ اور پندرہ برس کے زمیندار کے صاحبزادہ کے قواے عقلی مین جو بین فرق ہوتا ہے وہی اردو زبان اور انگریزی یا دوسری علمی زبانون مین بھی پایا جاتا ہے - ایسی صورت مین تعلیم یافتہ گروہ کو چاہئے کہ شکوہ شکایت کے بجائے اپنی اور اپنی مادری زبان کی فلاح و بہبود مین استقلال و ہمت کے ساتھہ منہمک رہین اور حامیان اردو کا فرض ہے کہ وہ کشتی قوم کے نوعمر ناخداؤن کو ہوش و حواس مین رکھنے کی فکرین کرتے رہین اور طوفان خیز تلاطم امواج کی خبر وقتاً فوقتاً اون کے کانون مین پھونکتے رہین -

مسلمان حکمرانون پر یہ الزام دینا ٹھیک نہین کہ اونھون نے اپنے عہد حکومت مین دفاتر کی زبان فارسی کیون رکھی؟ اولاً تو اونھین اوس زبان سے

خاص الفت تھی جو اون کے آبا و اجداد سے اونھین ترکہ مین ملی تھی دوسرے اوسوقت تک اُردو زبان کا سرمایہ نہایت محدود تھا بلکہ صحیح طور پر وہ زبان جو اوسوقت رائج تھی اردو کہے جانے کی مستحق ہی نہ تھی۔ اگر یہ مان لیا جاے کہ اُردو زبان کی تدوین شاہجہان کے زمانہ مین ہوئی تو ہر شخص آسانی سے جان سکتا ہے کہ اورنگ زیب کے زمانہ تک اس زبان نے کیا ترقی کی ہوگی۔ قطع نظر اس سے اورنگ زیب غریب کو دہلی مین رہنے کا کب اتفاق ہوا۔ اُسنے تو اپنی عمر کا بڑا حصہ دکن کی جنگ آزمائیون مین صرف کیا۔ اور اورنگ زیب کے بعد دہلی کی سلطنت کی جو عظمت یا وقعت تھی اوس سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے

معیار

کے جنوری اور فروری کے پرچون کو یکجا کر کے غالب نمبر کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اگرچہ دو ماہ کے پرچون کو یکجا کر دینا ہماری نظر مین کھٹکتا ہے اور کسی طرح ایسے رسالہ کے شایان شان نہین جو ہمارے مخدوم و مکرم مسٹر حامد علی خان بیرسٹر ایٹ لا کی خاص توجہ کا فخر رکھتا ہو۔

جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز نے مرزا نوشہ کی طرحداری کا ذکر کرتے ہوں مرزا ے مرحوم کی اوس کیفیت کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جو ایک مرگ ناگہانی اور ہے،، کی تفسیر کے ذمرہ مین زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان ہوسکتی ہے ؎ - یک نظر بیش نہین فرصت ہستی غافل ٭ گرمی بزم ہے ایک رقص شرر ہونے تک

جناب سعید احمد صاحب ناطق لکھنوی نے مرزا کی مشکل پسند طبیعت کی خوب ہی داد دہی ہے۔ وہ فرماتے ہین کہ "اگر وہ کبھی کیفیت تصوف سے متکیف ہو کر کسی راز حقیقی کو بیان کرتا مگر عوام سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے تو سلوک شاعرانہ مین سالک ترکیب کو یون پیچ دیتا ہے ع

ذرہ ذرہ ساغر میخانۂ نیرنگ ہے ٭ گردش مجنون بچشمکہاے لیلیٰ آشنا"

غالب نمبر کا بیشتر حصہ نثر اوسی لیگانہ روزگار شاعر سے متعلق ہے اور غزلیات ردو غزلون کے سوا، جناب عزیز کے اوس سالانہ مشاعرہ کی ہین جو اون کی عقیدت مندی کی وجہ سے "میر تقی میر" یا اسد اللہ خان غالب مرحوم کی سالانہ فاتحہ خوانی بنا کہی جاسکتی ہے۔ اور مرزا کی مشہور غزل۔

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا

کی طرح پر یہہ تمام غزلیات کہی گئی ہین ہم ایڈیٹر صاحب کی خدمت مین بصد ادب یہہ عرض کرنے کی جرات کرینگے کہ اگر اس نمبر مین یہہ التزام قایم رکھا جاتا کہ جتنے مضامین نثر اور غزلیات شایع ہون وہ سب مرزا غالب سے متعلق ہون تو غالب نمبر کے لیے زیادہ موزون ہوتا۔

صبح بہار

جو ہمارے جنوبی ہند کے حامی اردو احباب کی کوششون کا نتیجہ ہے وقت کی پابندی نہ کرنے مین کسی سے کم نہین جنوری اور فروری کے پرچے یکجا کرکے شایع کئے ہین یہہ طرز عمل ایڈیٹر اور مینجر کی آسانیون کے خیال سے تو چندان قابل توجہ نہین لیکن اس بنا پر ضرور لائق التفات ہے کہ اس سے شائقین اور معاونین رسالہ کو وقت معینہ پر پرچہ نہ پہونچنے کے باعث انتظار کی وہ تکلیف اوٹھانا پڑتی ہے جو "اشد الموت" کے لقب سے یاد کی جاتی ہے اور مقررہ قیمت مین جسقدر اوراق ملنا چاہئے وہ بھی انکو نہین ملتے "نقصان مایہ" کے ساتھ ساتھ اگر اونکی کیفیت انتظار کا اونکے احباب نے کہین نظارہ کیا تو "شماتت ہمسایہ" بھی اونکے شریک حال ہوجاتی ہے۔ حامد حسن صاحب قادری بچھرایونی "دنیا کی عظیم الشان چیزین" کے عنوان سے دنیا کے مشہور و معروف عجائبات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ "پیرس مین "بائبلیو تھک نیشنل" دنیا مین سب سے بڑا کتبخانہ ہے جسکی بنیاد شہنشاہ لوئی چہاردہم نے رکھی تھی اسمین چودہ لاکھ چھپی ہوئی کتابین تین لاکھ پمفلٹ، ایک لاکھ چھہ ہزار قلمی کتابین تین لاکھ نقشے اور زایچے اور ڈیڑھ لاکھ سکے وغیرہ ہین۔ تیرہ لاکھ کتبون کا مجموعہ دس ہزار جلدون مین محفوظ ہے۔ تصویرون کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔"

نظام المشائخ

یہ صوفیانہ رسالہ آٹھ ماہ سے بڑی آب و تاب کے ساتھ دلی کی سلیس اور پاکیزہ زبان میں شائع ہو رہا ہے حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی خواجہ زادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی (قدس سرہ العزیز) اُسکے مدیر اعلےٰ ہیں اور بڑے بڑے ممتاز مشائخ اور مشہور اہل قلم حضرات اِسکے قلمی معاون ہیں اس آٹھ ماہ کے عرصہ میں جیسے جیسے فاضلانہ اور عارفانہ مضامین نظام المشائخ میں شائع ہوئے ہیں۔ اہل اردو علم ادب میں انسے جیسا مفید و بکار آمد اضافہ ہوا ہے۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ معاصرین اور بڑے بڑے اہل الرائے حضرات نے اسے لاثانی پرچہ تسلیم کیا ہے ناممکن ہے کہ آپ اسکا ایک پرچہ دیکھ لیں اور ہمیشہ کیلئے اِسکے خریدار نہ بنجائیں۔ حجم کم از کم ۴۴ صفحے کا ہوتا ہے اور بشرط ضرورت ۱۰۰ صفحے تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ قیمت سالانہ مع محصول ڈاک قسم اول ۵ عہ اور قسم دوم ۱؎ عہ۔ قسم دوم بنگال کے نہایت دبیز اور چکنے کاغذ پر چھپتا ہے اور اسکی لکھائی چھپائی بھی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ پھر قسم اول کا تو ذکر کیا نمونہ کا پرچہ قسم اول ۸ آنہ میں اور قسم دوم ۴ آنہ میں ملسکتا ہے۔ ایک دفعہ ضرور منگا کر دیکھئے لیکن نظام المشائخ بابت محرم الحرام جس کا دوسرا نام **شہید نمبر** ہے اسکو اگر آپ نمونتاً منگائینگے تو قسم اول ۸ آنہ کے بدلے ۱۲ آنہ میں اور قسم دوم ۴ آنہ کے بدلے ۸ آنہ میں ملیگا۔ کیونکہ یہ ایک غیر معمولی اور خاص شان کا پرچہ ہے اور اسکا حجم پورے ۱۰۰ صفحے کا ہے۔ ہاں کم از کم سال بھر کیلئے خریدار بنجایئے۔ پھر وہی قسم اول ۶ اور قسم دوم ۳ روپیہ میں پڑ جائیگا۔ (**نوٹ**۔ اگرچہ شہید نمبر معمول سے کئی گنا زائد چھپوایا گیا ہے لیکن اسکی مانگ بھی بہت زیادہ ہو رہی ہے اسلیئے درخواستیں نہایت جلد آنی چاہئیں) **شہید نمبر** میں ایسے ایسے عجیب و غریب مضامین ہیں جو آجتک کہیں شائع نہیں ہوئے۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ فہرست مضامین اور انکے لکھنے والوں کے اسمائے گرامی ملاحظہ کیجیے

مضمون	مضمون نگار	مضمون	مضمون نگار
۱ درویشی شہادت نامہ	حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب	۶ سرمد شہید	حضرت مولانا ابو الکلام آزاد دہلوی
۲ حضرت اویس قرنی شہید	حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری	۷ تین مظلوم شہید اور	حضرت مولانا حسن میاں صاحب پھلواری
۳ منصور الشہید	خادم الفقرا سید محمد ارتضیٰ واحدی نائب ایڈیٹر	۸ اغیار کے آنسو	جناب حکیم محمود علی خانصاحب اکبرآبادی
۴ حضرت کمیل بن زیاد شہید	حضرت مولانا حسن میاں صاحب پھلواری	۹ حسینؓ اب بھی بیکس ہیں	جناب اسد بن مسلم طباطبائی از دکن
۵ اور دو قطرے خون شہادت کے	حضرت مولانا سعید احمد صاحب مارہری	۱۰ ہندوستان کا سب سے قدیم گنج شہدا	حضرت مولانا سید احمد صاحب رہبری

المشتہر

خادم الفقرا سید محمد ارتضیٰ واحدی نائب مدیر نظام المشائخ۔ دہلی۔ (کوٹھی نواب انصار جنگ بہادر) بازار چتلی قبر

بدہضمی و کھٹی ڈکاروں کا آنا
قبض و کمی اشتہا
نفخ شکم و پیٹ کا درد
ضعف دماغ و ضعف بصر
درد گٹھیا و نقرس
پیشاب کا بار بار آنا اور زیادہ مقدار میں ہونا
ضعف و فتور ہاضمہ
گردہ یا مثانہ کی گرمی کا کم ہونا
کھانسی و دمہ
بواسیر و اسہال پیچش
تازہ سندات
جناب منشی محمد اسمٰعیل صاحب مقام بیاں سے تحریر فرماتے ہیں
کہ تین ماہ کا عرصہ ہوا کہ میں نے آپ کے کارخانہ سے
ایک بوتل نمک سلیمانی منگایا تھا۔ یہ نمک امراض معدہ
کیلئے ازحد مفید پایا ایک بوتل کلاں نمک سلیمانی
اور بھیجدیجئے۔
جناب منشی بدھو خان صاحب زمیندار مقام سوہن پور
ضلع گورکھپور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک
شیشی نمک سلیمانی آپ کے کارخانہ سے منگایا
تھا اُس سے میرا دمہ جاتا رہا اور ایک لڑکا
میرا تین برس سے بیمار تھا اسے بھی اُس
نمک سلیمانی سے صحت کامل ہوگئی۔ مہربانی فرماکر
ایک شیشی اور عنایت کیجئے۔
ملنے کا پتہ۔ نونہال سنگھ بھارگو منیجر کارخانہ نمک سلیمانی محلہ گائے گھاٹ شہر بنارس
عوارض مندرجہ حاشیہ کا مصدقہ علاج ہے
نمک سلیمانی
ڈاکٹر گنیش پرشاد بھارگو کا بنایا ہوا
قیمت فی شیشی
ایک روپیہ
محصولڈاک وغیرہ (۴ر)
قیمت فی بوتل صہ
ایک بوتل میں ۲ شیشی نمک سلیمانی
محصولڈاک وغیرہ (۱۴ر)
تازہ سندات
جناب سید عبدالحسن صاحب وکیل مقام لنگسگور ریاست
حیدرآباد دکن سے ۴ مارچ ۱۹۱۶ء کو تحریر فرماتے ہیں کہ
خدا کا شکر ہے کہ آپکا نمک سلیمانی میرے امراض کے لئے بہت
مفید ثابت ہوا میں اسکو ہمیشہ استعمال کرتا ہوں مجھکو
ضعف دماغ ضعف معدہ کی شکایت اکثر رہا کرتی تھی لیکن
جب سے یہ نمک سلیمانی استعمال کرنے لگا مجھکو پورا فائدہ
ہے مہربانی فرماکر ۵ شیشیاں اور بھیجدیجئے۔
جناب ڈاکٹر عبدالحمید خان صاحب سب اسسٹنٹ سرجن ہاسپٹل
مقام الان عید ملک برما سے ۱۰ مارچ ۱۹۱۶ء کو تحریر فرماتے
ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ آپکے کارخانہ سے نمک سلیمانی منگایا
اور اسکو چند مریضوں کو استعمال کرایا اور جس مریض کو دیا
مفید ثابت ہوا۔
جسم پر ورم ہونا و مواد فاسد کا اجتماع
فساد خون داد
بچھو یا بھڑ کے کاٹے کا زہر
بچوں کے دانت نکلنے کی تکلیف
ہیضہ و طاعون
درد قولنج زیادتی ریاح
ہضم غذا کیوقت تبخیر یعنی بدن کا گرم ہونا
عام کمزوری و کمی پیدائش خون
مستورات کے ایام کی خرابی
گلے کی سوزش و دانت کا درد

اگر سہم ۶۰ اجزاے قطری سے کم ہو تو اسکو ۶۰ سے گھٹا دو اور باقی کو اول ستینی سے لو اور مبسوط مین چلو اور خیط کو اس طرح قوس پر رکھو کہ مری مدار مفروض اور مبسوط کے تقاطع پر واقع ہو آخر قوس سے خیط کے درجہ گن لو یہی قوس مطلوب ہی۔

اور اگر سہم ۶۰ اجزاے قطری سے زائد ہو تو ۶۰ سے جسقدر زائد ہو اس کو معلوم کرکے مبسوط مین درآئین اور مثل سابق خیط کو اس طرح قوس اعظم پر رکھین کہ مری نقطہ تقاطع مدار اور مبسوط پر واقع ہو اول قوس سے خیط تک درجون کا شمار کرکے اگر ارتفاع غربی ہو تو اوسکو ۹۰ درجہ پر بڑہا دو اور اگر ارتفاع شرقی ہو تو ۹۰ درجہ سے گھٹا دو اور اگر سہم ۶۰ اجزاے قطری کے برابر ہو تو قوس مطلوب ۹۰ درجہ کی ہی

تعدیل النہار کے معلوم کرنے کا قاعدہ - جرم آسمانی جو قوس طلوع کے وقت سے لیکے نصف النہار تک پیدا کرے وہ نصف قوس النہار ہے ۹۰ درجہ سے اسکا تفاوت تعدیل النہار ہے - تعدیل النہار کا دوچند فضل النہار ہے -

جب کوئی ستارہ طلوع سے غروب تک ۱۸۰ درجہ کی قوس بنائے تو اُس کا دن ۱۲ گھنٹہ کا ہوا جب یہ قوس ۱۸۰ درجہ سے کم ہو تو اُسی قدر دن چھوٹا ہے اور جس قدر ۱۸۰ درجہ سے زیادہ ہو اُسی قدر دن بڑا ہے - معلوم رہے کہ ہر درجہ اس قوس کا ۴ منٹ کے برابر ہوتا ہے اس حساب سے پندرہ درجہ کا ایک گھنٹہ ہوتا ہے اگر دن رات کے چوبیس گھنٹون کو ۶۰ برابر حصون پر تقسیم کریں تو ہر حصہ چوبیس منٹ کا ہوا اس حصہ کو عربی مین طاس یعنے کٹوری کہتے ہین کیونکہ پانی مین کٹوری کے ڈوبنے سے وقت کا اندازہ کیا جاتا تھا - ہماری اردو زبان مین ۲۴ منٹ کو ایک گھڑی کہتے ہیں اور جب ساعات یعنی گھنٹون سے وقت کا اندازہ کیا جانے لگا تو ۲۴ منٹ والی گھڑی کو کچی گھڑی کہنے لگے گھڑی کا ساٹھوان حصہ یعنی ۲۴ سکنڈ کا ایک پل ہوا اور پل کا ساٹھوان حصہ بپل کہلاتا ہے - عربی علم ہیئت کی ایک طاس یا گھڑی (۲۴ منٹ) کو دقیقہ یوم کہتے ہین - ہمارے جداول علم ہیئت دقائق یوم پر وضع کئے گئے ہین اس سے حساب مین بڑی سہولت ہوتی ہے کیونکہ کسی ستارہ کی چال جو ایک دن کے لئے لی جائے اسکو ایک مرتبہ گھٹا دینے سے ایک دقیقہ یوم یعنی گھڑی بھر کی چال معلوم ہو جاتی ہے - مثلاً آفتاب کی چال بحساب اوسط ۵۹ دقیقہ ۸ ثانیہ ہو تو ایک گھڑی ۵۹ ثانیہ ۸ ثالثہ ہوئی - مرتبہ گھٹانے کو علم ہیئت عملی یا علم زیج کی اصطلاح مین منخفض کہتے ہین اور مرتبہ بڑھانے کو ارتفاع ۵۹ دقیقہ ۸ ثانیہ کا منحط بدو مرتبہ ۵۹ ثالثہ ۸ رابعہ آفتاب کی چال ایک پل کی ہوئی - ۵۹ دقیقہ ۸ ثانیہ کا مرفوع ۵۹ درجہ ۸ دقیقہ

درجہ کے مرفوع کو یعنی ۶۰ درجہ کو مرفوع مرۃ کہتے ہین اور جب اُسکا مجذور ۳۶۰۰ لین تو مرفوع مرتین وقس علیٰ ہذا۔ مرفوع ثلثہ مرات وغیرہ اسگلے زمانہ مین بجاے کسور المتساویہ کے کسور ستینی کا رواج تھا۔ اب دونون قسم کے نظامون کو ملا کے حساب کرتے ہین کہین ستینی اور کہین اعشاری جیسا موقع ہو اور جسمین سہولت ہو۔

تعدیل النہار قوس النہار۔ قوس اللیل دائرہ فضل دائرہ کے معلوم کرنے کیلئے پہلے اصل مطلق اور اصل معدل کو معلوم کرتے ہین۔ اسلیئے پہلے اسی کو کرتے ہین اور سب سے پہلے ان اصطلاحون کو سمجھ لو۔

دائرہ وہ قوس جو وقت طلوع سے کسی وقت مفروض تک کسی جرم آسمانی نے حرکت روزانہ سے طے کی ہو قبل نصف النہار یا جو قوس طے کرتا ہو وقت غروب تک۔ نصف النہار سے وقت مفروض تک جو قوس طے کرتا ہو قبل نصف النہار یا جو قوس طے کی ہو بعد نصف النہار اُسکو فضل دائرہ کہتے ہین

اصل مطلق (جسکو اصل حقیقی بھی کہتے ہین) اس عمود کو کہتے ہین جو نقطہ غایت ارتفاع یوم سے نکل کے خط نصف النہار کے موازی قطر مدار کوکب یا شمس پر منتہی ہو۔

غایۃ ارتفاع

اصل مطلق
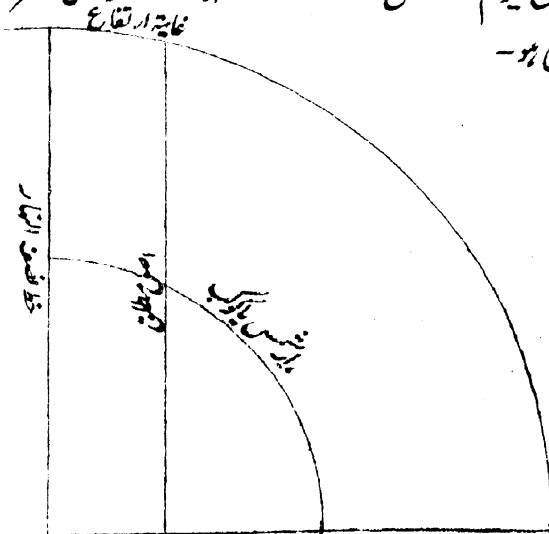
بعد قطر مدار شمس یا کوکب یوم مفروض۔

آفاق مائلہ مین جب آفتاب بروج شمالی مین ہو تو اُسکے مدار کا قطر افق کے اوپر ہوگا اس صورت مین ظاہر مدار یعنے طلوع سے غروب تک کی قوس ۱۸۰ سے زاید ہوگی اور دن بڑا ہوگا۔
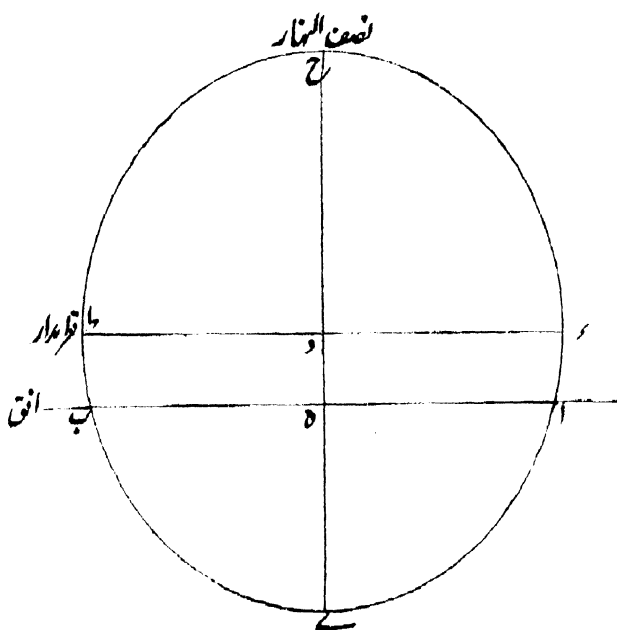
اس شکل مین اب افق ہے د مرکز مدار شمس رط قطر مدار آر تعدیل النہار ار طب یعنی دوچند تعدیل النہار فضل النہار اح نصف قوس النہار ار ح طب قوس النہار ب ے نصف قوس اللیل ب ے ا قوس اللیل۔

بعد قطر کے معلوم کرنے کیلئے خیط کو ستینی پر رکھو اور مری کو جیب میل پر اول ستینی سے پھر خیط کو عرض بلد پر رکھو اول قوس سے اور مری سے مبسوط مین ہو کے ستینی تک آئین اول ستینی سے بعد قطر ہے۔
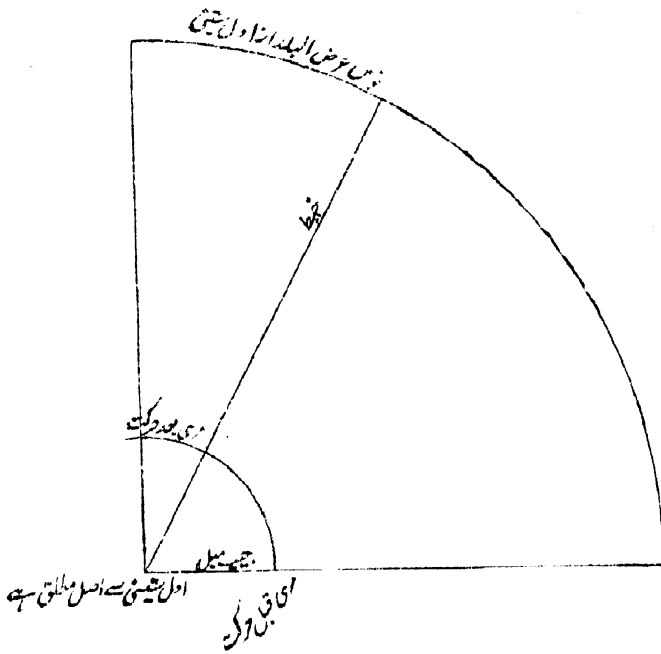
بعد قطر کو اربعہ متناسبہ سے اس طرح معلوم کرتے ہین ۔

جیب اعظم : جیب میل مفروض = جیب عرض البلد : جیب بعد قطر

اصل حقیقی کے معلوم کرنے کیلئے چاہیئے کہ بعد قطر کو جیب غایۃ ارتفاع پر بڑھادے اگر میل شمس جنوبی ہو اور دونون کا تفاوت لے اگر میل شمس شمالی ہو حاصل جمع یا تفریق اصل حقیقی ہے ۔

اصل معدل ۔ بعد قطر جیب ارتفاع وقت پر بڑھادو اگر میل جنوبی ہو یا دونون کا تفاوت لو اگر میل شمالی ہو حاصل جمع یا تفریق اصل معدل ہے ۔

تعدیل النہار معلوم کرنے کے لئے خیط کو ستینی پر رکھے اور مری کو اصل مطلق پر اول ستینی سے پھر بعد قطر اول ستینی سے لیکے مبسوط مین درآئین اور خیط کو اٹھاکے اس طرح قوس پر رکھین کہ مری جدول مبسوط کے ساتھ تقاطع کرے اول قوس سے

خیط تک تعدیل النہار ہے اور آخر قوس سے خیط تک نصف قوس النہار۔ اگر میل یا بعد جنوبی ہو۔ یا نصف قوس اللیل اگر میل یا بعد شمالی ہو۔ نصف قوس اللیل کو ۱۸۰ درجہ گھٹادو باقی نصف قوس النہار معلوم ہوجائیگا۔ نصف قوس اللیل کا دوچند قوس النہار ہے پھر ہر درجہ کو چار منٹ کے حساب سے

تعدیل النہار
میل یا بعد حرکت
اصل حقیقی
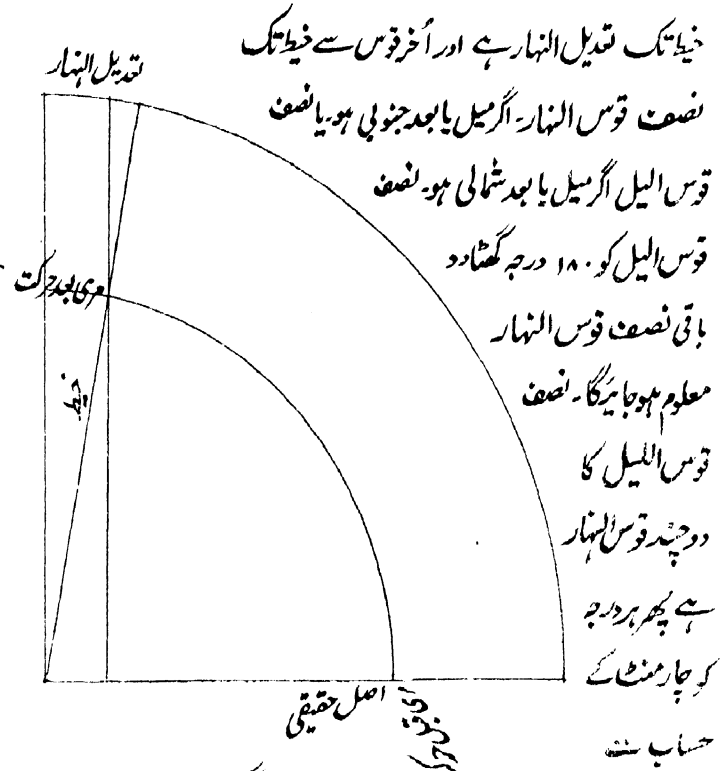
لیکر ساعات نہار یا لیل کو معلوم کرو بارہ گھنٹے سے جسقدر زائد ہو اتنا ہی دن یا رات بڑی ہے۔

تعدیل النہار کو چھ گھنٹے سے کم کرو طلوع کا وقت معلوم ہوجائیگا۔ اور چھ گھنٹے پر بڑہانے سے غروب کا وقت معلوم ہوجائیگا۔

تعدیل النہار کے معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ۔ عرض البلد کا ظل ستینی معلوم کرکے خیط کو میل درجہ آفتاب پر رکھو اول قوس سے اور ظل عرض البلد کو اول جیب تام سے لو اور منکوس مین خیط پر جاؤ اور نقطۂ تقاطع جدول اور خیط سے مبسوط مین قوس کیطرف جاؤ اول قوس سے تعدیل النہار ہے۔
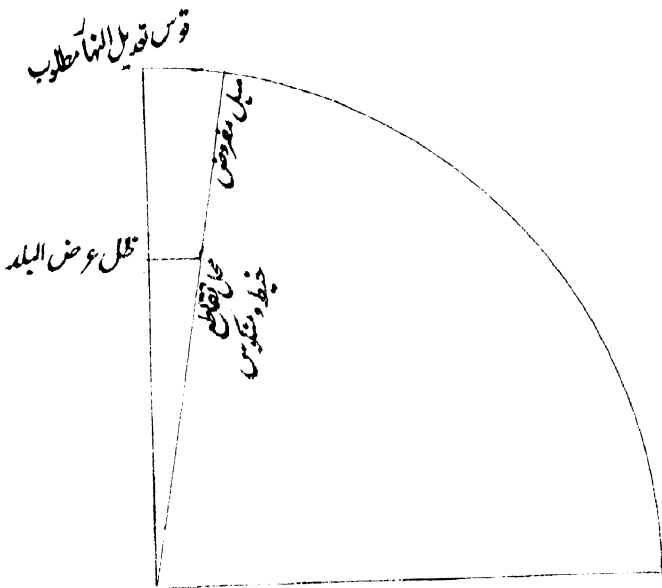
دائرہ اور فضل دائرے کے معلوم کرنے کا طریقہ۔ خیط کو ستینی پر رکھو اور مری کو اصل مطلق پر اول ستینی سے پھر اصل معدل کو اول ستینی سے لین اور مبسوط مین آئیگا پھر خیط کو اٹھا کے قوس پر اسطرح رکھین کہ مری جدول مبسوط کے ساتھ تقاطع کرے آخر قوس سے خیط تک فضل دائرہ ہے پھر اول قوس سے خیط تک جو کچھ ہو اُسکو محفوظ رکھین تعدیل النہار کو اُس سے بڑھا دین اگر میل شمالی ہو اور گھٹا دین اگر میل جنوبی ہو۔ مجموع یا باقی دائرہ ہے۔

لیکن جس صورت مین جیب ارتفاع وقت بعد قطر سے کم ہو تو میل شمالی کی اول قوس سے خیط تک جو کچھ حاصل ہوا ہے اسکو ۹۰ پر بڑھا دین مجموع فضل دائرہ ہے اور جس صورت مین بعد قطر اور جیب ارتفاع وقت میل شمالی کی صورت مین مساوی ہو فضل دائرہ ۹۰ درجہ ہے۔

فضل دائرہ کو نصف قوس سے گھٹا دو اگر ارتفاع شرقی ہو اور بڑھا دو اگر غربی ہو۔ مجموع یا باقی دائرہ ہے جب میل جنوبی ہو اور بعد ارتفاع وقت بعد قطر سے

کر دو تو محفوظ کو ۹۰ درجہ سے گھٹا دو باقی فضل دائرہ ہے اور جب دونون مساوی ہون تو دائرہ ۹۰ درجہ ہے۔

دائرہ کو ۱۵ پر تقسیم کرو ساعات معلوم ہو جائینگے۔ اگر ارتفاع شرقی ہو تو وقت طلوع سے اُس وقت تک اور غربی ہو تو اُسوقت سے غروب تک۔

دائرے کے معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ پہلے خیط کو ارتفاع وقت پر رکھین اور مدار اوسط سے جہان تقاطع واقع ہو وہان نشان کرین یہ پہلا نشان ہوا۔ پھر خیط کو غایتہ ارتفاع یوم پر رکھین اور تقاطع مدار اوسط پر نشان کرین یہ دوسرا نشان ہے۔ پھر خیط تمام عرض بلد پر رکھین اور پہلے نشان سے خیط تک مبسوط پر آئین اور مری کو عقد کرین پھر دوسرے نشان سے خیط تک اسی طرح آئین اور دوسری مری عقد کرین پھر خیط کو اُٹھا کے ستینی پر رکھین جو اجزاے ستینی درمیان دونون مریون کے پائے جائین انکو دوچند کرکے سہم میل شمس کو اوس پر بڑھا دین مجموع سہم فضل دائرہ ہے۔ اسکو حسب قاعدہ تقویس سہم مقوس کرین جو قوس اصطلاح سے ملے وہ فضل دائرہ ہے۔

ارتفاع وقت اور غایتہ ارتفاع اور تمام عرض البلد یہ تینون قوسین ابتداے قوس اعظم ناپی جائینگی۔

ڈاکٹر لالور کا
فاسفوڈائن
نشان بشارت
دماغی کمزوری فالج کمخوابی۔ ڈراونی خواب دیکھنا۔ قوی کا قبل از وقت انحطاط اور نظام جسمانی کی وہ تمام بدنظمی اور امراض جو قوت نامیہ کے کم ہو جانے سے لاحق ہون۔ ان امراض کے بے ضرر اور قابل اعتماد علاج مین اس دوا نے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قائم رکھی ہے۔
فاسفورس کے اعلی مرکب سے عصبی کمزوری اور ذیل کی دوسری بیماریون مین فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد خیالات اور علامات تکلیف حیرت انگیز سرعت سے دور ہو جاتے ہین۔
اسکی قوت بخش تاثیر پہلے ہی روز استعمال کرنے سے ظاہر ہو جاتی ہے عصبی اور دماغی قوتون مین زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دل مین عادت کے بالکل خلاف تقویت اور تسکین پیدا ہو جاتی ہے ہاضمہ مین تحریک آجاتی بھوک بڑھ جاتی اور قبض رفع ہو جاتا ہے نیند آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی ہے چہرہ بھر جاتا ہے لب سرخ آنکھین روشن اور جلد صاف اور صحتمند ہو جاتی ہے۔ بالون مین مضبوطی آجاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعضائے تغذیہ پر یکسان عظیم اثر کرتی ہے۔ دنیا کے تمام حصون کے باشندون اور فن طبابت کے ماہرون کی ہزارون مستند شہادتون سے یہ عالمگیر فیصلہ بخوبی ہو گیا ہے کہ سائنس کی تحقیقاتی دنیا مین فاسفورس کے کسی دوسرے مرکب کو ایسی خاص صفت اور معززین کی قدردانی نصیب نہین ہوئی۔
خبردار
"فاسفوڈائن" کا نام قانون ٹریڈ مارک کے مطابق محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اسلیئے اسکی نقل و رنگ مین یا کسی دوسری حیثیت سے فروخت کرنیوالون سے عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی اس قسم اور نام کی صرف یہی ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی نمائش واقع سنہ ۱۸۹۳-۹۴ء مین اعلی سند ملی تھی
ہندوستان بھر کے دوا ساز اور ادویہ فروش بحساب فی بوتل (خورد) ۳ روپیہ (کلان) ۵ روپیہ فروخت کرتے ہین
صرف ڈاکٹر لالور کی
"فاسفوڈائن لیبوریٹری" واقع ہیمپ اسٹیڈ۔ لنڈن انگلستان
مین بنایا جاتا ہے۔
مفید عام پریس واقع اراد تنگر متصل ڈالی گنج لکھنؤ مین باہتمام محمد علی طبع ہوا

جامیست جہان نما ہر صفحہ درین

الناظر

نمبر ۱۱ | یکم مئی سنہ ۱۹۱۰ء | قیمت سالانہ عہ/ ۱۲

فہرست مضامین		صفحہ

مضمون	مصنف	صفحہ
نیکی وبدی یا عذاب وثواب	مولوی سید احمد دہلوی	۱
تنقید الکلام نمبر (۱) پر مختصر خیالات	مسٹر عبد اللہ یوسف علی	۷
تصویر حسرت (نظم)	منشی ارتضی علی شرر کاکوری	۱۰
قومی زندگی	شیخ عبد الحکیم تبسل ہوشیارپوری	۱۵
معتصم باللہ	منشی محمد حسین رنگین لکھنوی	۲۸
دور جدید (نظم)	خان بہادر سید اکبر حسین اکبر	۳۹
لیڈیز کانفرنس	زہرا بیگم فیضی	۴۰
آل انڈیا لیڈیز سوشل وایجوکیشنل کانفرنس	بنت مولوی وسیم الدین اوناوی	۴۲
بیجا اعتراض	علویہ	۴۴
آزادی نسوان	شہرزاد	۴۵
ریویو عورتوں کی صلاح کار - بنی جی کی خوشی		۴۷
نظرے خوش گذرے		۵۰

اڈیٹران

وصی الحسن علوی بی اے ایل ایل بی — ظفر الملک علوی

پروپرائٹر و مالک جناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلا در ملز لکھنؤ

دفتر رسالہ الناظر فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

فی پرچہ — چار آنہ

کوپر کمپنی کا ولایتی پانی

غیر خالص ہوا سے اتنا ہی بچنا چاہئے جتنا سانپ
بچھو یا زہر سے کیونکہ ایسی ہوا تندرستی کو بالکل بگاڑ دیتی
ہے - ہوا پانی میں شامل ہوتی رہتی ہے اسلیے غیر خالص
پانی سے بھی اتنا ہی بچنا فرض ہے جتنا غیر خالص ہوا سے
تندرستی اور زندگی کے لیئے ہوا کے بعد پانی کا
مرتبہ ہے -

ہمارے کارخانہ میں اسٹیم انجن سے پانی
تیار ہوتا ہے اور ہر قسم کا پانی جس تعداد میں
درکار ہو ہر وقت مل سکتا ہے -

حضرت گنج متصل حق سوڈ کمپنی

شہاب الدین اینڈ سنز
حضرت گنج لکھنؤ

الناس باللباس

مثل مشہور ہے "ایک نور آدمی ہزار نور کپڑا" اور کپڑے کی ساری رونق
عمدہ تراش اور سلائی پر ہے - ہمارا کارخانہ پبلک کی خدمت عرصہ سے
سے کر رہا ہے - ہر قسم کا کپڑا موجود رہتا ہے صرف فرمائش کی دیر ہے
جس قسم کی پوشاک درکار ہو مردانہ - زنانہ - ولایتی یا ہندوستانی
کسی طرز فیشن - یا وضع کی ہم نہایت - کفایت اور خوبی کے
ساتھ تیار کر دینگے آزمائش کر لیجئے خدا سے امید ہے آپ خوش
ہونگے - پیمائش کا فارم اور کپڑوں کے نمونے طلب فرمائیے -

قطب الدین منیجنگ پروپرائیٹر

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمکدان کئے ہوئے

دی فونو اکسچینج - لکھنؤ - متصل کوتوالی چوک

پاتھی فون گراموفون راماگراف اودین بیکا چیمبر آپرا

کچھ درد ہے مطربوں کی لے میں
کچھ سوز بھرا ہوا ہے سینے میں

لوکل اور بیرونجات کے خریداروں کی آسانی کیلئے خوش گلویوں کے تین ہزار دو سو مختلف گانوں میں سے بہتر سے بہتر ریکارڈوں کا انتخاب
لکھنؤ میں صرف ایک ہی مرکز ہے جہاں ہر مشہور کمپنی کے ہندوستانی ریکارڈ ایک ہی جگہ مل سکتے ہیں ہر ساخت کی مشینوں اور ریکارڈوں کا
موازنہ اور جانچ اسی مقام پر آزادی سے ہو سکتا ہے یورپ کے ذہین کاریگر اس عمل لائن کی ترقی میں نہایت تیزی سے معروف ہیں اور ہر سال
کچھ نہ کچھ نئی ایجاد ہوتی رہتی ہے خرید اس سے پہلے ہماری دوکان کی نمائش گاہ میں تشریف لاکر ہمارے مختلف ساخت کے ریکارڈ جدید سٹایل کی مشین اور
رنگ برنگ کے خوشنما علاوہ بریں ملاحظہ فرمائیے ضروری سامان متعلقہ ٹاکنگ مشین ہارمونیم - پیانو - اسٹیل ٹرنک گیس لیمپ کیش بکس
جاپانی سنی بیگ صابن اور ٹوتھ پاؤڈر وغیرہ بھی فروخت ہوتے ہیں -

منیجر دی فونو اکسچینج

فرمائش کیوقت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جائے

یہ سب دوائین فقیرون کے مجربات ہین

دواخانہ مجربات جتری بوئی کھ

کی

ادویہ اپنے سریع الاثر اور کثیر المنفعت ہونیکی وجہ سے ہر حصہ ملک مین مشہور ہین

عرق ممیرہ - امراض چشم کے واسطے اکسیر الخاصیت - دافع نزول ماء - جاذب رطوبات جالی - مقوی بصر - ہر طرحکی شکایات متعلقہ بصارت کا قطعی علاج اور ہر عمر کے آدمی کو یکسان مفید ہے - حالت صحت مین بھی اسکا استعمال بیحد فائدہ دیتا ہے - قیمت فی تولہ عمار

سفوف سامری - مقوی معدہ و اعصاب و دماغ و مولد خون صالح ہے - مثانہ اور گردہ کی بیماریون مین مفید ثابت ہوا ہے - اور سرفہ کہنہ ضیق النفس و اختلاج قلب کا دافع (خوراک ۲ رتی سے ۲ ماشہ تک) قیمت فی تولہ للعہ

حبوب بخار - تپ فصلی کے واسطے اکسیر کا کام کرتی ہین - بخار کی حالت مین بھی استعمال ہوسکتی ہین (خوراک ایک گولی) فی ڈبیہ جسمین ۱۲ گولیان ہوتی ہین ۴ر ۳۰ گولیان ؁

حبوب تپ کہنہ و سرفہ کہنہ - یہ ایک نہایت بےمثل چیز ہے - مگر اسکے استعمال کیوقت سخت پرہیز کی ضرورت ہی کیسی ہی مزمن تپ ہو گیارہ دنمین اکسیر کا کام کرتی ہے اور ایک عجیب قوت پیدا کردیتی ہے (خوراک ایک گولی) گیارہ گولیان ایک ڈبیہ مین فی ڈبیہ عہ

حبوب نادرہ - بواسیر کو مفید - دافع قبض - مصفی خون - اخلاط فاسد کی دافع چیدرنہ کے استعمال سے بہت فائدہ ہوسکتا ہے - نیچم صاحب کی گولیان اور اس قسم کی سب ادویات کو مات کرتی ہے (ایک گولی سے پانچ گولی تک خوراک ہے) فی ڈبیہ ۳۲ گولیون کی قیمت عہ

روغن حیات - نادر الوجود چیز ہے - دافع قبض - مفرح - مفتح - مقوی معدہ

مقوی گردہ ومثانہ - مقوی اعصاب - مقوی دماغ - مولد خون صالح - مقوی جگر
دافع سلسل بول - عام طور پر تمام اعضاے رئیسہ کو تقویت دیتا ہے -
۳ قطرہ سے ۳ ماشہ تک انتہاے مقدار ہے - قیمت فی تولہ صہ

روغن بواسیر - بواسیر خونی وبادی دونون کے حق مین اکسیر ہے مسّے پھولے
ہوے ہون لگاتے ہی فوراً مرجھا جائین گے اور مرض دفع ہوجائیگا -
قیمت فی تولہ عہ

روغن دافع امراض گوش - ایک قطرہ ڈالنا چاہیے - کان کے
تمام امراض - دانہ اور درد کے واسطے نہایت مفید ہے - اکسیر کی خاصیت رکھتا ہے
قیمت ایک تولہ عہ دو تولہ عہ تین تولہ عہ پانچ تولہ سے

ان چند ادویات کے علاوہ کارخانہ مین صدہا قسم کے اعلی سے
اعلی مجربات تیار رہتے ہین - اور چونکہ اکثر ادویہ مریض کی حالت پر لحاظ کرکے
تجویز کی جاتی ہین - لہذا جو صاحب خط وکتابت کے ذریعہ سے
اپنے مفصل حالات سے مطلع فرمائین گے مرض اُنکا چاہے کیساہی سخت
اور کٹھن کیون نہ ہو ہم دعوے کیساتھ اُن کو اپنے مجربات سے فائدہ پہونچانیکے
واسطے تیار ہین - نمونہ کے طور پر معمولاً جملہ ادویہ صرف ار ٹکٹ آنے پر
روانہ کی جاسکتی ہین -

ترکیب استعمال وپرہیز ہر دوا کے ہمراہ روانہ ہوگی - محصول ڈاک و
وی پی ہر صورت مین ذمہ خریدار رہے گا -

پروپرائٹر - جناب **منشی محمد احتشام علی صاحب** رئیس و مالک
کارخانہ آنس فلاور آینڈ آئل ملز - لکھنؤ -

جملہ فرمائشات - مینیجر دواخانہ مجربات جڑی بوٹی - لکھنؤ کے پتہ سے آنا چاہئین -

نمبر ۱۱ یکم مئی سنہ ۱۹۱۰ء

نیکی و بدی یا عذاب و ثواب

دنیا مین کوئی مذہب ایسا نہین ہے جسنے ان دو مفید و غیر مفید پہلوؤن کو اپنے ہان اصولاً قایم نہ کیا ہو۔ ہر ایک مذہب کی بنیاد انھین دو باتون پر رکھی گئی ہے۔ اگر آسمانی کتابون کے ذریعہ سے احکام پہونچے ہین تو اور جو وحی۔ القا و الہام کے وسیلہ سے آوامر و نواہی کی تفصیل بیان ہوئی ہے تو سب کا منشا بدی سے نفرت اور نیکی سے رغبت دلانے کے سوا دوسرا نہین ہے۔

نیکی کا اجر جنت۔ بدی کا بدلہ دوزخ قرار پایا ہے۔ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ نکوکاری کی جزا نجات اور بدکاری کی سزا عذاب ہے۔ جسکا آخرت مین فیصلہ ہوگا۔ عیسائی بھی دوزخ اور جنت کے قائل ہین نیکی کا بدلہ ابدی موت سے چھٹکارا۔ اور خدا تعالیٰ کی بادشاہی یعنی جنت مین داخلہ ہے۔ اسی کو وہ حیات ابدی سے تعبیر کرتے ہین۔

موسائی یعنی عاملان توریت ثواب سے مال و منال مین برکت اور عذاب سے عقبیٰ کی ذلت و خواری مراد لیتے ہین۔ بودھ مذہب والے نروان کو نجات کہتے ہین۔ یعنی اُن کے نزدیک فنا فی اللہ اور نیست ہو جانا اصل مکتی ہے جس مین آواگون کی دوامی کش مکش سے نجات ملے۔ عام ہندو تپشیا یعنی روحی یا قلبی عبادت کے طفیل برہمن کے گھر مین جنم لینے اور پھر دوسرے

جنم مین کسی چھوٹی یا بڑی ریاست کا راجا بن جانیکو صلۂ نیکی ٹھیراتے ہین۔ اس حساب سے
اسلامی ریاستونکو نکال کر کل ہندو ریاستین انھین لوگونکی ہین۔ جنھون نے تپشیا کر کے
اول برہمنون کے ہان جنم لیا اور پھر گدی سنبھالی۔

ہمین خوب یاد ہے کہ ۱۸۹۱ء مین جب ہم مہاراجہ الور راؤ راجہ منگل سنگھ آنجہانی کا سفرنامہ
لکھ رہے تھے اور لالہ سری رام صاحب دیوان الور کی کوٹھی مین مقیم تھے۔ تو ایک جوتشی
صاحب نے ان سے نہایت وثوق کے ساتھ بیان کیا۔ کہ اگلے جنم مین تم پنجاب کی اُس ریاست کے
جو ستلج پار واقع ہے راجہ تھے اور اب پھر تمہین راجہ ہی ہونا چاہیے تھا۔ اگرچہ دیوانی بھی
راجائی سے کم نہین۔ مگر تم پھر کہین نہ کہین کے گدی نشین ہونے والے ہو۔ دیوان صاحب
گو نہایت دانشمند۔ ایم۔ اے کے سب سے اول گریجویٹ اور بظاہر ان باتون کا صریح
اقرار نہین فرمایا کرتے تھے۔ مگر دل مین یقیناً اس امر کو تسلیم کر کے بہت خوش ہوتے اور
جوتشی جی کی حد سے زیادہ آو بھگت فرماتے اور کہتے کہ دیوان نانو مل جی ہمارے ہی
خاندان کے تھے۔ جنکو ریاست پٹیالہ مین برائے نام وزارت مگر درحقیقت والئی ریاست
کا درجہ حاصل تھا۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ بات ضرور مانی ہوئی ہے۔
کہ تپشیا کا نتیجہ اگلے جنم مین سلطنت یا ریاست کا وسیلہ ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل
مضمون کیطرف پھر رجوع کیجاتی ہے۔

تمام مذاہب اس امر پر متفق اور ہم خیال ہین کہ نیکی اور بدی ضرور کوئی چیز ہے۔
مگر دیکھا جاتا ہے کہ جتنے کام ایک مذہب مین ثواب خیال کئے جاتے ہین۔ دوسرے مین
وہ سب کے سب یعنی پورے پورے اس درجہ پر نہین مانے جاتے۔ اس اختلاف پر
غور کرنے سے ایک عجیب الجھن اور حیرانی رونما ہوتی ہے۔ کہ اصل نیکی کو کہان تلاش
کرین۔ کیونکہ نیکی کرنا ہر ایک مذہب مین ضروری اور لابدی ہے۔ اب اگر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے
کہ ہر شخص جس مذہب مین ہے اُسی مذہب کی رو سے جو کام نیک ہین وہ کئے جائین تو

اس صورت مین نیکی و بدی فرضی بلکہ محض اعتباری امور قرار پائین گے۔ جنہین ڈھکوسلے تعبیر کر سکتے ہین۔ اگر یہ تصفیہ کیا جائے کہ اول تمام ادیان کی تحقیق کرین۔ اور نظر انصاف جس دین کو حق ٹھیراسئے اُسی کو قبول کر لین۔ اور جو کام اس مذہب مین نیک ہین۔ وہی حقیقت مین نیک مانے جائین۔ جو بد ہین وہ بد خیال کئے جائین تو یہ امر نہایت دشوار ہے اور بالفرض اگر کوئی شخص اس پر عمل پیرا ہو بھی جائے۔ تو اس صورت مین بھی نجات ممکن نہین۔ کیونکہ ہر ایک دین کئی کئی فرقون مین منقسم ہے۔ اور ہر ایک فرقہ صرف اپنے ہی طریق کی حقیقت کا مدعی ہے۔ لو فرضا کوئی شخص تمام فرقون کے مسائل پر عبور کرلے تو پھر بھی کیا حاصل۔ یعنی حق کو باطل سے کس طرح تمیز کریگا۔ کیونکہ اس زمانہ مین کوئی اہل مذہب کچھ معجزہ تو دکھا سکتا نہین۔ اگر کسی مذہب مین پیر و مرشد و مشایخ و شیوخ ہین بھی۔ تو وہ اپنے مریدون ہی کو کرامتین دکھا سکتے ہین۔ جنہین آمنا وصدقنا کہنے کے سوا چارہ نہین۔ اگر یہ نہ کہین تو راندۂ درگاہ ہو جائین پھر دین مین ٹھکانا رہے نہ دنیا مین۔ پیر کی پھٹکار ہر جگہ سے دھتکار دلوائے۔ کہتے ہین کہ مسیح علیہ السلام بھی بے ایمانون کو معجزہ نہین دکھایا کرتے تھے۔ اگر اگلے زمانہ کے معجزونکا اعتبار کیا جائے۔ تو یقیناً تمام اہل مذہب اتنے معجزون کی رٹ سنا دین کہ شاید معجزہ کے معنے خرق عادت کے بجائے حسب عادت بیان کرنا موزون ہون۔ اور اُنہین سنکر طالب حق کے ہوش اڑ جائین۔ معجزون کی یہ تاثیر ابھی تک باقی ہے۔ جب یہ کیفیت پیش آئی کہ دین حق کا دین باطل سے تمیز کرنا ناممکن ہوا۔ تو لامحالہ تحقیق حق کا راستہ مسدود اور انسان بالکل آزاد ہوگیا۔ اب چاہے سو کرے۔ دنیا مین نیکی و بدی کوئی چیز نہ رہی۔ لیکن یہ شیطانی وسوسے ہین خدا ان سے بچائے اور راہ راست پر لائے۔

ہمارا خدا۔ ہمارا خالق۔ ہمارا احکم الحاکمین۔ ایسا نامہربان۔ ناانصاف۔ اور قہر آگین

نہین ہے کہ اپنے بندون کو گمراہی سے بچانے اور راہ راست دکھانے کیواسطے کوئی سبیل نہ نکالے۔ اس نے اپنے ہر ایک بندے کو ایک ایک ترازو کہو یا میزان عدل اور اسکے جانچنے کا ایک ایک بٹ عطا فرمایا ہے۔ پس انسان کو مناسب ہے کہ اس میزان کے ایک پلڑے مین اس سنگِ میزان یعنی قدرتی بٹا کو رکھے۔ اور دوسرے مین جس چیز کو تولنا ہو اُسے رکھے۔ اور آنکھ بند کر کے تول لے۔ جو وزن مین برابر نکلے وہ حق ہے اور جسمین کمی و بیشی ہو وہ باطل۔

یہہ سنگ ترازو قانون قدرت ہے۔ جسے نیچر یا فطرت بھی کہتے ہین۔ اور میزان قوت متفکرہ ہے مگر ساتھ ہی اس بات کا لحاظ بھی ضرور ہے۔ کہ جسطرح وہ مسب الاسباب اپنے افعال کی ترکیب کے لیئے تمام ضروری سامان پیدا اور مہیا کر دیتا ہے۔ اسی طرح پیغمبرون کا بھیجنا بھی انسان کی تکمیل ہدایت کے لیئے اسی قانون قدرت سے وابستہ اور اسکے ماتحت ہے۔ اس امر کا انکار گویا قانونِ قدرت کا انکار بلکہ عین کفر و ضلالت کا اظہار ہے۔

اگرچہ نافہم اس موقع پر یہ اعتراض کر سکتے ہین کہ جس حالت مین ہر ایک انسان کے پاس میزان اور سنگ ترازو موجود ہے۔ تو پھر ہادی یعنی پیغمبر کی کیا ضرورت ہے اسکے دو سبب ہین اول تو یہہ کہ ہر ایک شخص اس میزان کا استعمال نہین جانتا۔ ٹھیک ٹھیک وہی تول سکتا ہے جس نے برسون ترازو اُٹھائی ہو۔ اور تول جوکھ کی رکان سے بخوبی واقف ہو۔ پس اسکے واسطے ایک آگاہ کرنے اور جتانے والے جگت اُستاد کی ضرورت ہے۔ دوسرے یہ کہ بیشک میزان تو ہمارے پاس موجود ہے۔ مگر ہم تولینگے اُسی چیز کو جو ہمین معلوم اور ہمارے پاس ہوگی جس چیز کا ہمین علم ہین اسے کسطرح تول سکین گے۔ لہذا اس قسم کی باتین وحی یا صاحب وحی کے ذریعہ سے انسان کو بتائی اور سکھائی جاتی ہین۔ اور یہہ ہمیشہ وزن کرنے پر پوری اُترتی ہین۔ اور جو باتین

بمقتضائے بشریت اسمین ملجل جاتی ہین انہین یہہ میزان جُدا کرکے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی دکھا دیتی ہے۔

جسطرح حق و باطل مین تمیز کرنیکے واسطے قوت متفکرہ کا ہونا ضرور اور لازم ہے اسی طرح بعض غیب کی باتونکو ظاہر کرنیکے واسطے بھی صاحب وحی کا ہونا لابد ہے اور یہی فطرت کا مسلہ ہے۔

جن لوگون نے مصر اور یونان کی قدیم تاریخون پر نظر ڈالی ہے۔ وہ پیغمبرون کے آنیکی ضرورت باسانی محسوس کر سکتے ہین۔ اِن کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ گو یہ دونون ملک بہت پرانے زمانے مین نہایت ترقی اور عروج کی حالت مین تھے اور ہر ایک قسم کے عالم۔ دانا۔ حکماء وہان موجود تھے۔ مگر خدا تعالے کی ذات و صفات کے علم اور موت کے بعد کی حالت سے ایسے بے خبر۔ ناواقف اور ناآشنا تھے۔ کہ اُن مین سے کوئی شخص بھی ان مسائل کی نسبت کوئی پختہ رائے قائم نہین کر سکتا تھا سب کے سب تذبذب اور ایک اُدھیڑبن مین پڑے ہوئے تھے۔ اگرچہ فن تعمیر فن نقاشی اور سنگتراشی وغیرہ کے ایجاد مین ابنائے زمانہ سے سبقت لیگئے مگر ان سب سے دقیق مسائل کے علم مین جو اخلاق حسنہ کی بنیاد ہین۔ اگر کوئی سبقت لے گیا تو عرب کی ایک وحشی قوم کا اُمّی لقب ہی لے گیا اور ایسے ایسے نامیون مین سے کوئی اُسکا پاسنگ بھی نہ نکلا۔

خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اُس نے انسان کے واسطے مِنْ کل الوجوہ کمال حاصل کرنے کے اسباب مہیا کر دئے۔ اب بھی اگر کوئی اپنی غفلت سے گمراہی و ضلالت کیطرف جائے تو بیشک وہ شخص مستحق سزا اور واجب التعزیر ہے۔

یہانتک تو سزا اور جزا کا مذہبی پہلو سے ذکر تھا۔ اب ان لوگون کی رائے کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جو سزا اور جزا یعنی عذاب و ثواب کو فلسفیانہ نظر سے دیکھتے ہین۔

خدا تعالے کو قادر مطلق اور واحد برحق جانتے ہین اسمین کچھ کلام نہین انکے نزدیک راحت کا نام ثواب یا بہشت ہے۔ تکلیف کا نام عذاب یا دوزخ ہے بہشت آنجا کہ آزارے نباشد۔ کسے را باکسے کارے نباشد۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی مانتے ہین

ہے ازمکافات عمل غافل مشو۔ گندم از گندم بروید جو ز جو۔

وہ کہتے ہین ہرکام کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور نتیجہ دراصل اس کام کا ہی لب لباب یا نچوڑ ہوتا ہے۔ کسی اور جگہ سے پیدا نہین ہوجاتا۔ ہندی کہاوت ہے سکہ آگ کھائیگا سو انگارے ......گا۔ اُن کے نزدیک عذاب وہ مصیبت ہے جو کسی خلاف نیچر یا خلاف عادت کام کرنے سے جسم خواہ روح پر وارد ہوتی ہے۔ جسم پر وارد ہونا جسمانی تکالیف کا باعث ہے۔ روح پر وارد ہونا روحانی انقباض کا سبب۔

جسطرح موسم سرما مین مُنھ کی بھاپ جسم کی کثافت سے مکدر ہو کر ایک دخانی شکل پیدا کرتی ہے۔ اُسی طرح روح بھی اپنی لطافت کے برخلاف امور کے پیش آنے سے ملوث ہوکر دھندلی پڑجاتی ہے۔ جس طرح دھوبی میلے کپڑون کا میل کچیل پتھر پر پھٹکارنے سے نکالتا اور کپڑے کو اجلا کردیتا ہے۔ اسی طرح ریاضت۔ یا فکر وغم جو معناً مصیبت ہے روح کے واسطے سوہان روح بنکر ریگ مال کا کام دیتا۔ اور روح کو منور و مجلا کردیتا ہے۔ اس مجلا ہونے مین جو کوفت یا تکلیف یا انقباض حاصل ہوتا ہے۔ اسی کا نام عذاب ہے جب میل ہی نہ ہوگا تو دھوبی کس چیز کو نکالے گا۔ اور کیون اُسے پھٹکاریگا۔ یا یون سمجھو۔ کہ دریا کا پانی جسطرح جھولے کھاکھا کر صاف اور نرمل ہوجاتا ہے اسی طرح روح یہان یا وہان تحرک پا پاکر صاف اور شفاف ہوتی ہے۔ جسقدر روح کو لطافت حاصل ہوتی ہے۔ اُسی قدر صعود کرتی چلی جاتی اور اعلی علیین کو پہونچ جاتی ہے۔

اگلے حکمار کا خیال تھا کہ آسمان پر جو ستارے چمک رہے ہین۔ یہ انسانونکی پاک روحین ہین جسقدر انھین لطافت اور سبک روحی حاصل ہوئی ہے۔ اُسی قدر

بلندی پر پہونچی ہین۔

یہ لوگ دوزخ کو کوئی محدود مکان اور جنت کو حور و غلمان کا مسکن نہین مانتے لیکن ہم جب تک اپنے مین اتنی عقل نہ پائین۔ کہ فرقان مجید اور احادیث نبوی کی باریکیون اُسکی رمزون اور نکتونکو پہونچین۔ ہمین صدق دل سے ان پر ایمان لانا اور عاقبت مین سرخرو ہوکر جانا چاہیئے۔ نجات بیشک توحید کے ماننے اور نیکیون کو عمل مین لانے پر منحصر ہے فقط

سید احمد دہلوی

تنقید الکلام نمبر (۱)

پر

مختصر خیالات

مارچ کے الناظر مین الکلام پر جو تنقید ہمنے شایع کی اوسکے متعلق اکثر احباب بہی خواہان الناظر اور بعض مشاہیر اہل قلم نے اپنے خطوط مین مختلف حیثیتون سے بحث کی ہے ہم پرائیوٹ خطوط کو سوائے اس صورت کے کہ اونکی اشاعت ناظرین کی دلچسپی یا اونکی معلومات مین اضافہ کرنیکا ذریعہ ہوسکتی ہو اور راقم کی اجازت کے بغیر شایع کرنا پسندیدہ نہین خیال کرتے ہیں وجہ سے ان کثیر التعداد خطوط کو جنمین زیادہ حصہ تعریفی خطوط کا ہے نظر انداز کرکے ذیل مین صرف وہ خط درج کرتے ہین جو ملک کے مشہور اہل الرائے مسٹر عبد الماجد بی اے آئی سی ایس نے اس بارہ مین ہمین لکھا ہے۔ ہم جناب موصوف کے شکر گذار ہین کہ اونہون نے افسر ضلع کی اہم ذمہ داریون اور کلکٹری کے کثیر مشاغل کے باوجود الناظر کے اوس طویل مضمون کو بالاستیعاب پڑھنے اور اوسکے متعلق ایسا سبق آموز خط لکھنے کی تکلیف گوارا فرمائی۔

اصل خط انگریزی مین تھا۔ ترجمہ مین حتی الامکان اسکی کوشش کیگئی ہے کہ اوسکا صحیح مفہوم ادا ہوجائے اور الفاظ کی ترتیب اور جملون کی نشست مین اصل سے پوری مطابقت بھی قایم رہے۔ لیکن ترجمہ پھر ترجمہ ہے اگر کسی مقام پر صاحب تحریر کا صحیح منشا نہ ظاہر ہوا ہو تو ہمکو قوی امید ہے کہ صاحب موصوف اوسکی اصلاح فرمائینگے۔ ایڈیٹر

جناب من - مولانا شبلی کے فلسفۂ مذہب پر تنقید قابلیت سے لکھی گئی ہے مگر مین یہہ نہین کہ سکتا کہ مجھے اوس سے کلی طور پر یا اوسکے خاص دعاوی سے ہی اتفاق ہے - راقم کا یہہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مولانا کو یوروپین مصنفین - یوروپین علوم یا یوروپین فلسفہ کے متعلق براہ راست واقفیت نہین ہے مولانا شبلی کو براہ راست معلومات ہونیکا دعوی بھی نہین ہے - برخلاف اس کے جو لوگ ایسی معلومات رکھتے ہین جنہین میرے نزدیک راقم تنقید کا بھی شمار ہونا چاہئے - اونکے لئے یہہ امر نہایت مسرت بخش ہونا چاہیے کہ مولانا کے سے مشرقی علوم کے متبحر عالم جنکا قدیم طرز کے علما مین بہت اقتدار ہے اوس گوشۂ عافیت سے نکلکر جسکی ایک زمانہ نے قدر کی ہو اپنے حریفون سے اوسی میدان مین زور آزمائی کرنیکو طیار ہون جو گروہ آخر الذکر نے منتخب کیا ہو -

اگر مین نے راقم تنقید کا مفہوم صحیح طور پر سمجھا ہے تو اون کا خیال یہہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب و سائنس اپنی فطرت ہی مین ایک دوسرے کے مخالف ہین اور اس سے قدرتی طور پر یہی نتیجہ اخذ ہوگا کہ "مذہب و سائنس کے درمیان انتخاب کیا جائے" دوسرے الفاظ مین اگر سائنس کا اتباع کیا جائے اور اگر مادی دنیا مین اُسکی نمایاں تسلیم کر لی جائے تو راقم تنقید کہین گے کہ مذہب کو بادر ہوا سمجھنا چاہئے راقم تنقید کے استدلالات مین سے بعض نہایت سطحی ہین اور اُنپر تفصیلی بحث کرنیکے لیے اس سے زیادہ وقت درکار ہے جتنا کہ مین اسوقت دے سکتا ہون - لیکن میرے خیال مین اون کے استدلالات کی تہ مین اصلی مغالطہ یہہ ہے کہ اُنھون نے مذہب کی جو تعریف کی ہے وہ اصولی طور پر اوس تعریف سے مخالف ہے جسپر وہ لوگ یقین رکھتے ہین جو مولانا شبلی کی طرح مذہب و سائنس کے درمیان مطابقت دینا چاہتے ہین -

اگر یہہ کہا جائے کہ کسی مقتدائے مذہب کی زبان سے نکلے ہوئے یا کسی مذہبی کتاب مین لکھے ہوے ہر لفظ کا مطلب اوسکے لفظی معنون سے نکالنا چاہئے تو اس سے ہم اسی قسم کی غلطی مین مبتلا ہو جائینگے جیسے کہ اوس شخص کو جھوٹا بنانے سے جسنے رات کے وقت یہہ کہا ہو کہ آفتاب غروب ہو گیا کیونکہ اوسکو تو یہہ کہنا چاہئے تھا کہ آفتاب ہمارے طول البلد پر نہین دکھائی دیتا - لیکن اگر کسی

بچہ کو سلاتے وقت یہی فقرہ کہا جائے تو خیال کرو کہ کیا نتیجہ ہو گا میرے خیال مین تو کوئی بڑے سے بڑا ہیئت دان بھی ایسا نہ کہ سکیگا سچ ہو یا کوئی دوسرا شخص ہیئت دان قدرتی طور پر وہی طرز گفتگو اختیار کریگا جو اُس موقع کیلئے مناسب ہو اور جس سے سننے والا صحیح مفہوم سمجھ جائے اور دہوکے مین نہ پڑے۔ شاعر بھی ادا سے بیان مین ایسا ہی طرز اختیار کریگا اور ہر شخص جو یائے حق سمجھ لیتا ہے کہ مفہوم اصلی کیا ہے۔ میرے خیال مین مذہب نتائج قیاسی اخذ کرنیکا نہ دستور نامہ ہے اور نہ مادی حقیقتوں کے دریافت کرنیکا آلہ بلکہ ایک ایسا تعلق اور ایسا نظام ہے جو آدمیون کو معاشرتی اور اخلاقی طور پر متحد اور انھین دنیا کے کامون مین اعلے سطح پر مصروف رکھتا اور اس قابل بناتا ہی کہ وہ اپنے آپ سچے رہکین اور دوسرون کے ساتھ انصاف اور خلوص کا برتاؤ قائم کرین۔ مذہب اور سائنس یا فلسفہ کے درمیان لازمی مخالفت کہان ہے؟ مذہب کا نام جہان کہین بیجا طور پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ زمانہ گذشتہ مین اکثر ہوا ہے تو صرف اسوجہ سے کہ وہان مذہب کے متعلق لوگ غلط خیالات رکھتے ہین لیکن اس سے اُن لوگون کا مضحکہ اوڑانا جائز نہین ہو سکتا جنکے منشائے اعلی مین مذہب حیات۔ قانون قدرت۔ سائنس۔ فلسفہ اور حق مین اتحاد پیدا کرنا بھی داخل ہے

عبد اللہ یوسف علی

سوالات علمیہ

(الف) عقل کیا چیز ہے؟

(ب) فقط انسان ہی عقل رکھتے ہین یا حیوانات بھی۔

(ج) انسانی عقل اور حیوانی عقل مین کیا فرق ہے؟

(د) انسانی عقل کا مستقر کونسا جزو یا عضو انسان ہے؟

(ہ) اگر کوئی مستقر ہے تو بروے تجربات سائنس اسکا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے؟

(و) اگر ایسا مشاہدہ نہین کیا جا سکتا ہی تو کیا اسکا وجود صرف اعتبارات سے ہی جانا جاتا ہے؟

(ح) بے عقلی کا بھی کوئی مستقر ہے؟

(ط) عقل واحد ہے یا متعدد؟

(ی) بصورت واحد ہونیکے تفاوت کیون ہے اور بصورت متعدد ہونیکے نقص کیا ہے؟

سائل

موہوم

تصویر حسرت

ترجمہ

اسمتھ اینڈ میری

(از محمد ارتضا علی شرر علوی۔ کاکوروی)

السنہ مشرقی کے ایک عالم سرحدی فوج کے پادری نے اپنی انگریزی نظم "اسمتھ اینڈ میری" دسمبر ۱۹۰۸ء کے "انگلش میگزین" مین شایع کرائی تھی۔ سچے مضمون کی چست بندش ادا سے مضمون کی دلفریب طرز ادا۔ محاورہ کی شستگی اور زبان کی سادگی نے اس بلا کی کشش پیدا کی کہ قدر شناس پبلک کی توجہ اوسکی طرف فوراً مائل ہوگئی اور قدر افزای کی حدیان تک پہونچی کہ مخزن مذکور کی گیارہ ہزار کا پیان معمول سے زیادہ ہاتھون ہاتھ فروخت ہوگیٔن۔

ستمبر سال گذشتہ مین ہمارے ایک "زندہ دل" قابل ادیب۔ پنجابی دوست کو اونکے ایک انگریز دوست نے جس نے اس نظم کے آخری سین کو بچشم خود دیکھا تھا کچھ ایسا مشتاق نظم بنا دیا اور اونکے علم دوست دل مین اس درجہ تک آتش شوق بھڑکا دی کہ آپ پنجاب بھی اوسے فرو نہ کرسکا اور دوست ممدوح نے فوراً ہی مالک مخزن کو تار دیا اور وہ نظم دوسری میل مین لاہور پہونچی اور وہان کچھ دلون مشتاق ہاتھون مین رہ کر میرے پاس آخر نومبر ۱۹۰۹ء مین بغرض ترجمہ اس تاکید شدید کے ساتھ بھیجی گئی کہ ایک ہفتہ کے اندر اردو نظم مین ترجمہ کرکے بھیجون۔

مین نے لاکھ عذر کئے کہ بھائی جان اب میری مشق وہ نہین ہے جو ۱۳-۱۴ برس پہلے تھی ہجوم کار سرکار نے قافیہ تنگ کر رکھا ہے شعر موزون ہون تو کیونکر مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ ہر ہفتہ مین ایک آدھ کیدی پوسٹ کارڈ موجود اور کچھ نہین تو صرف "یاد دہانی" ہی اوسپر تحریر آخر جب مین نے دیکھا کہ وہ آزردن دل دوستان" کا اخلاقی جرم مجھپر عائد ہونے والا ہے اور بجز تعمیل ارشاد کوئی اور چارہ کار نہین تو مجبور ہوکر مین نے کچھ شب کا وقت اس کے لیے نکالا۔ مختصر یہ کہ

ایک ماہ کے اندر خدا خدا کر کے یہہ سٹریکل ورژن ختم ہوا۔

چونکہ نظم انگریزی ایشیائی مذاق سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے اس لیئے ترجمہ مین ضرور آسانی ہوئی۔

اب رہی یہہ بات کہ جو لباس اردو پہنایا گیا ہے وہ موزون اور زیبا ہے یا نہین اسکا تصفیہ دقیقہ رس پبلک پر جو ترجمہ کی دقت سے واقف ہے چھوڑا جاتا ہے۔

بالفعل یہہ نظم اس پرچہ مین شائع کرائی جاتی ہے بعدہ دیگر تراجم کے ہمراہ کتاب کی صورت مین شائع ہوگی۔ انشاء اللہ تعالے۔

شرر کاکوروی

(۱)

اسوقت ہے صاف چرخ اخضر بادل بالکل نہین ہین اوپر چھٹکے ہوئے ہر طرف ہین تارے ظاہر ہوتے نہین اشارے
غالب نور قمر ہے اُن پر مدھم ہے وہ روشنی اختر ہی اصل مین شب کا رنگ کالا اوسپر ہے چاندنی کا غازا
چھٹکی ہوئی چاندنی کا عالم سبزے پہ نمی نزول شبنم کچھ کچھ باد سبک مین سردی خالی نہین لطف سے مزے کی
دیکھو ہے عجیب سین دلکش شب ہے یہہ کوئی حسین مہوش بجلی کا چراغ جل رہا ہے نوری چشمہ ابل رہا ہے
بند آنکھین ہون اگر ہماری دیکھین قدرت کی دستکاری صانع کے بغیر کب ہے صنعت منکر نہین صاحب بصیرت

(۲)

وہ سامنے باغ عامہ ہے بو سے مخلوط شامہ ہے دیکھو وہ کچھ یہان وہان ہین بنچین رنگین کرسیان ہین
بیٹھے کچھ لوگ کچھ کھڑے ہین کچھ گھاس کے فرش پر پڑے ہین سرگرم ہنسی جوان رعنا ہے اونکے بغل مین ہاتھ کسکا
باتین لطف و مذاق کی ہین کچھ شوق کی اشتیاق کی ہین گپ شپ کوئی اوڑا رہا ہے باجہ کوئی بجا رہا ہے
ڈھلتی ہے شراب ارغوانی اک آگ لگا رہا ہے پانی بچتے نہین آگ سے غضب ہے اونکو خوف عذاب کب ہے
آئی ہے فرنگ چیدہ چیدہ قد ہین موزون جبین کشیدہ چوٹی ہے گندھی کھلے ہوئے بال ہر ایک کا مختلف سن و سال
ہے کوئی چمن خزان رسیدہ تختہ کوئی بہار دیدہ آمد ہے بہار کی کسی مین کھلنے کی علامتین کلی مین
کھولے ہوے شوق اپنا آغوش عفت سے مگر دبا ہوا جوش وہ کون ہین یہ جوان نو عمر اُنمین ہر ایک حسن مین فرد

مسٹر اسمتھ ہے ایک کا نام | زن ہے میری حسین گلفام
اسمتھ کا باپ ہے زمیندار | نامی۔ زردار۔ نیک اطوار

وقعت سرکار مین ہے اوسکی | دیتے ہین بادشاہ کرسی
اسمتھ تنہا ہے اوسکا بیٹا | عمدہ اخلاق کا نمونا

فوجی کالج سے پاس ہوکر | اب فوج مین ہند کی ہے افسر
پلٹن مین ہے گورکھون کی کپتان | شہ زور شجاع۔ فوج کی جان

میری لڑکی ہے پادری کی | تعلیم ہوئی ہے جس کی اچھی
باعصمت و خوبرو و ہنرمند | ہے باپ کی وہ عزیز دلبند

اچھے اخلاق نیک عادت | جیسی صورت ہے ویسی سیرت
اسمتھ کو نکاح پر ہے اصرار | میری کرتی نہین ہے اقرار

کہتی ہے کہ جاؤ کچھ کرو کام | جس سے ہو بلند قوم کا نام
دنیا مین ہو نیک نام شوہر | بی بی کو ہو فخر و ناز جس پر

یہہ آپکا زر نہین ہے مطلوب | ہے شہرت لازوال محبوب
انگلینڈ مین سب ہین جیتے زردار | مشہور ہوے ہین جنکے ہتھیار

اسمتھ کہتا ہے خیر اچھا | جاتا ہون کرون گا نام پیدا
کیا نام پہ منحصر ہے شادی | جب نام کرونگا تب کروگی؟

میری کہتی ہے کچھ نہین عار | کرتی ہون مین صاف صاف اقرار
نامی اسمتھ کے ساتھ شادی | ہوگی بے شک ضرور ہوگی

(۳)

ہے پیش نگاہ ایک کہسار | کوسون تک پتھرون کے انبار
کہسار یہہ وحشیون کا ہے گھر | وحشی وہ جنکے دل ہین پتھر

خونخوار نہین فقط درندے | انسان کہین ہین اس سے بڑھکے
جاہل بدعہد ہین ریاکار | موقع پاکر چلائین ہتھیار

احسان کرو بناؤ مہمان | کھانا بھی کھلاؤ اور دو جان
ہین یار ابھی ابھی ہین دشمن | رکھتے ہین یہہ بدگمان بدظن

دولت کی ہے حرص انکا مذہب | ہو سکتے نہین کبھی مہذب
لڑتی تھی غرض یہہ قوم وحشی | شائستہ سپہ مقابلے کی

اسوقت ہوئی ہے ختم پیکار | بھاگی ہے یہہ قوم رکھ کے ہتھیار
گو جلد ہوئی ہے سر لڑائی | ہوگی بار دگر لڑائی

مضبوط کہان ہین انکے پیمان | انسان نہین یہہ قوم حیوان
موقع پاے گی آپڑے گی | دہوکا دے کے یہ لڑے گی

القصہ قریب آگئی شام | فوجین سب ختم کر چکین کام
ہوتے جاتے ہین دفن مردے | محتاج ہین غسل کے کفن کے

ہے وقت عجیب بیکسی کا | ماتم کو نہین یہان اعزا
ہوتے ہین علاج زخمیون کے | ان سب سے جدا ہین خیمے

مجروح پڑا ہے ایک افسر | ہے زخمون سے لالہ زار بستر
افسوس ہوا ہے سخت زخمی | امید نہین ہے زندگی کی

ہین جمع قریب خاص احباب | ہر اک کا وہان وہ ہے بیتاب
کرنے آیا تھا جنگ مین نام | مسٹر اسمتھ وہی ہے ناکام

میری کو لکھ رہا ہے نامہ | کاغذ پہ ہے اشک ریز خامہ

خط

اے سب عزیز پیاری میری　حالت سُن لو ہماری ساری　کل حال اپنا لکھ چکا ہون　اپنا سب حال لکھ چکا ہون
ہی آج یہہ راے ڈاکٹر کی　حالت میری نہین ہے اچھی　اچھے ہون گے نہ زخم کاری　رحلت دنیا سے ہی ہماری
حالت ہو خراب یا ہو اچھی　مجھکو پروا نہین ہی اس کی　جتنا تھا کام ہو چکا ہے　سب کام تمام ہو چکا ہے
جنرل اسوقت فوج کا ہون　بستر پہ جان بلب پڑا ہون　مرتا ہون مگر ہی شادمان دل　فوجی شہرت ہو گئی حاصل
بچنے کی نہین ہی مجکو امید　ہی شکر رہون گا زندہ جاوید　شادی نہوئی ہوا ہے گو نام　دنیا سے مین چلا ہون ناکام
ہون گے سب منتظر میرے یار　سامان نشاط ہوگا تیار　پیارے والد عزیز احباب　کیا دیکھتے ہونگے جشن کے خواب
کہدو کہ نہین تمہارا اسمتھ　ہے زیر زمین تمہارا اسمتھ　رخصت شادی کفن ہی اوسکا　کنج مرقد چمن ہے اوسکا
کمرہ سونے کا یہہ زمین ہے　اُمید کچھ اور اب نہین ہے　صد شکر ہوئی ہی بات پوری　چلنے کے وقت جو کہی تھی
مین نے جو کہا تھا کر دکھایا　شادی کا نہ وقت آہ آیا　ہی خواب خیال عیش و عشرت　حاصل تربت مین ہوگی راحت
مرنے کا نہین ہی کچھ مجھے غم　اس بات کا ہی خیال ہردم　میری کو بہت ملال ہوگا　رو دے گی خراب حال ہوگا
فوجی افسر کی ہو منگیتر　قابو رکھنا تم اپنے دل پر　صدمہ جتنا ہوا سکو سہنا　حال دل غمزدہ نہ کہنا
اتنا تو کرو ضرور اقرار　تربت پہ مری چڑہاوگی ہار　کہتا یہہ لکھ کے یار صادق　تھا قول تمہارا عہد واثق
شادی کرنے کا حق تھا حاصل　خون ہوگئی ہای حسرت دل　صد حیف اجل نے دی نہ مُہلت　گرجے تک لیگئی نہ قسمت

ہونے پائی نہ ختم تحریر　اسمتھ کو رہی نہ تاب تقریر　ہچکی آئی نکل گیا دم　دم بھر مین نظام تن تھا برہم
دل تھام کے رہگئے سب احباب　جو کچھ دیکھا تھا ہوگیا خواب　جاتا رہا اعتبار ہستی　تھے ہیچ خیال اوج و پستی

(۴)

پھر ہے وہی سبز سبز کُہسار　ہے دامن کوہ مثل گلزار　دشت مین ملی ہوئی ہی فرحت　گرما مین ہی باعث برودت
چھوٹے چھوٹے پہاڑ چشمے　بہتے آتے مین ہر طرف سے　ہین وحش و طیور کے نئے رنگ　ہین ہادی راہ عزت و ننگ
کوشش سے کرو عروج حاصل　سچا مضبوط صاف ہو دل　کہتا ہے یہہ رہنما تخیل　آ دیکھ بہار سبزہ و گل

دن ختم ہوا ہے تمام کا وقت — باقی نہیں اب ہے کام و قت — ہے چھاؤنی اک قریب اسکے — بارک صدہا ہیں آگے پیچھے
پھرتے ہیں بہادران جنگی — اک شان دکھا رہی ہے وردی — فوجی جھنڈا اڑ رہا ہے — لشکر یہہ ایڈورڈ کا ہے
نامی ہے دلاوروں کا لشکر — مرغوب جہان کے جملہ اور — مشرق کیطرف بنا ہے مدفن — ہین دفن بہادران لندن
سوتے ہین یہان جوان رعنا — تا حشر رہیگا خواب انکا — ہین اپنے وطن سے سینکڑون دور — لیکن یہ وہین ہین انکی مسرور
ہین قید سے زندگی کی آزاد — کلفت دنیا کی اب نہین یاد — ہے خواب گہہ عدم کے در پہ — دربان کوئی نہین مقرر
آتے ڈرتے یہان ہین انسان — ہے انکی بہادری نگہبان — گوشے مین نئی ہے اک نئی قبر — اونچے سردار فوج کی قبر
ہین جمع قریب اسکے افسر — خاموش کھڑے ہین اور ششدر — تربت پہ پڑا ہے اک بڑا ہار — ہے قبر تمام رشک گلزار
بے ہوش پڑی ہے اک جوان کس — جسم نازک ہے اور کلیجے حس — ہے نبض پہ ہاتھ ڈاکٹر کا — کہتا ہے کہ ہو گیا ہے سکتا
اتنے مین صدا آئی ہے ای — مجھکو ہوئی جسم سے رہائی — سکتا کیسا نکل گئی جان — دنیا مین نہین تمہاری مہمان
لائی یورپ سے اسکی مٹی — اسکی ہی یہ کدیان بنے گی — عبرت افزا ہے قصۂ غم — اس سے دنیا مین لین سبق ہم
میری اسمتھ کے پاس ہو گئی — ہوگی اب انکے انپہ شادی — آتی ہے غیب سے یہہ آواز — ہستی کے تمام کھل گئے راز

اسمتھ دنیا مین ہے نہ میری — سچی الفت مگر رہے گی

تاریخ ترجمہ از مترجم

ترجمہ ہے یہہ نظم دلکش کا — اسمین ہے ذکر الفت اسمتھ — سال تاریخ پر نظر رکھنا — ہے یہہ تصویر حسرت اسمتھ
۱۹۰۶

آسمان کا ستم کیا ہے — تم ہو راحت رسان تو غم کیا ہے
مین تو پہونچا ہون دور تک واعظ — دیر کیا چیز ہے حرم کیا ہے
دل غمگین کی تسلی کو ۔ ۔ ۔ — کم نگاہی کسی کی کم کیا ہے
جب ہے خود چارہ ساز ذرہ نواز — خلش فکر شب و کم کیا ہے
ہمکو اپنا سا سمجھے ہو سفاک — تم مین آخر یہ خوے رم کیا ہے
گوشوارے ہین دلربائی کے — اور پھر زلف خم بہ خم کیا ہے
ان حسینون کے پاس مت جائے بسمل — کھیل بچون کا ہے قسم کیا ہے

سید امین الحسن بسمل

منقول از علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ

قومی زندگی

قومی زندگی سے وہ قومی قوت مراد ہے جس کے موجود ہونے سے ہم کسی قوم کو اصول تہذیب کے مطابق زندہ قوم کہتے ہین یا جس قوت کے فقدان و عدم وجود سے ہم کسی قوم کو مردہ قوم قرار دیتے ہین۔

علم افعال الاعضا کی رو سے ایک زندہ جسم مین پانچ قوتون کا ہونا ضروری ہے۔ اور جس جسم مین وہ قوتین نہ پائی جائین اُسے زندہ نہین کہا جا سکتا۔ ان مین سے پہلی قوت:-

(۱) جاذبہ ہے (الف) اسی قوت کی مسیحائی سے ایک جاندار جسم بے جان مادونکو جذب کر کے اپنی طرح جاندار بنا دیتا ہے۔ اور یہ اسی حیات بخش قوت کی اعجازی تاثیر ہے کہ مردہ بے جان مادے زندہ اجسام مین جذب ہو کر صرف زندگی ہی نہین پاتے بلکہ خود ان اجسام کی زندگی کا جزو لاینفک بنجاتے ہین (ب) قوت جاذبہ کو معرض ظہور مین لانے کے لیے اور نئی زندگی حاصل کرنے والے مادون کو جگہ دینے کے لیئے اس صفت مسیحائی کے بالکل متضاد بعض غیر ضروری مادون کے لیئے تباہی اور بربادی کا فعل بھی زندہ اجسام کو اختیار کرنا پڑتا ہی کیونکہ جسقدر مسالہ کسی عمارت کے لیے بہم پونچایا جاتا ہے۔ وہ سب کا سب قابل استعمال نہین ہوتا۔ بلکہ اس مین سے کئی چیزین غیر ضروری یا ناقص سمجھکر نکال ڈالنا پڑتی ہین اور عقلمند معمار استعمال سے پہلے مسالے کو خوب صاف کر لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو عمارت قابل اطمینان طیار نہین ہو سکتی۔ اینٹون کا گھڑنا لکڑی کا تراشنا وغیرہ سب اسی قبیل سے ہین (ج) ہر ایک تندرست جاندار کا خوراک کی خواہش کرنا ضروری ہے اشتہا نہ صرف تندرستی ہی کی دلیل ہے بلکہ زندگی کی بھی ایک بہت بڑی علامت ہے۔ جاندار بچہ پیدا ہوتے ہی غذا کی رغبت ظاہر کرتا ہے۔ اسی خواہش کو پورا کرنے کے لیئے قوت جاذبہ

مقرر کی گئی ہے۔ قیام ہستی کے لیئے خوراک اور مناسب خوراک حاصل کرنا ضروری
اور اشد ضروری ہے (د) اصطلاح علم افعال الاعضا مین قوت جاذبہ کو
Assimulation کہتے ہین اور اس کی شکست وریخت کے افعال کو
Metabolism اور اسکی متعلقہ دونون خاصیتونکو Katabolism
اور Anabolism کہتے ہین۔ یعنے مردہ مادون کو زندگی دینے کا نام
کیٹابولزم ہے اور فضول وغیر ضروری مادون کو تباہ کرنے کو اینابولزم کہتے ہین۔

(۲) دوسری قوت نامیہ ہے۔ ہر ایک زندہ جسم کو نشو نما پانا ضروری ہے۔ جاندار جسم
کبھی ایک حالت پر قایم نہین رہ سکتا۔ ہر ایک زندہ شے تکمیل اور تحلیل کے زیر اثر ہے۔
اور یہ اثر ایک بے معلوم طریقہ سے نہایت خاموشی کے ساتھ اپنا کام لیے جاتا ہے۔ ہمارا جسم
ہر ایک طرح کی حفاظت کے باوجود ہمیشہ تحلیل ہوتا رہتا ہے اور ہمارے استمزاج کے بدون
ہی نشو و نما پاتا اور مدارج تکمیل طے کرتا جاتا ہے۔ حکماے متقدمین کا خیال ہے جس کی
تحقیقات و انکشافات جدیدہ نے بھی کوئی تردید نہین کی کہ ہر تین برس مین ہم ایک نیا
جسم اختیار کرتے ہین۔ اور اس جسمانی چولے کا کچھ نہ کچھ حصہ ہر روز ہمارے موجودہ جسم مین
اپنی جگہ بناتا ہے اور ہمارے جسم کے وہ اجزا جو اپنا کام دے چکے ہوتے ہین اس نئے
مفید اور ضروری مہمان کے لیے جگہ خالی کرتے جاتے ہین۔ تکمیل کے لیے تحلیل کا ہونا
از بس ضروری ہے کیونکہ کہنہ اور شکستہ عمارت گرائے بغیر عقلمند معمار نئی تعمیر
شروع نہین کرتا۔ اور جو کمی تحلیل سے واقع ہو اُسکو پورا کرلے کے لیئے تکمیل کی قابلیت
کا ہونا بقاے زندگی کے لیے لازمی ہے۔ جس طرح ایک پختہ سے پختہ عمارت ہمیشہ مرمت
کی محتاج ہے اسی طرح ہمارا جسم ہمیشہ تحلیل ہونے کے باعث نشو و نما کا دست نگر ہے۔
ہمارا جسم جسقدر ہر روز تحلیل ہوتا ہے اس سے زیادہ نشو و نما پاتا ہے یعنے قوت نامیہ کو
مقابلتاً زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ یعنی ایک تو اس کمی کو پورا کرنا جو تحلیل نے ہمارے

جسم مین کررہی ہے اور دوسرے قوائے جسمانی کی تکمیل کرنا۔
قوت نامیہ کا کام صرف سطحی نشوو نما نہین ہوتا بلکہ زندہ اجسام کے ایک ایک جزو پر اس کی تاثیر ہوتی ہے اور اس کے فیضان سے ان کی جسامت۔ ضخامت۔ اور قابلیت مین ترقی ہوتی ہے۔ اس قوت کا تمامتر انحصار قوت جاذبہ پر ہے جس کا مین نے ابھی ذکر کیا تھا کیونکہ جس جسم مین حسب ضرورت اشیار جذب کرنے کی قابلیت وخاصیت نہ ہو وہ نشوو نما نہین پا سکتا۔
(۳) تیسری مشتعلہ ہے۔ یعنی ہر ایک زندہ جسم کو ذراسی مخالفانہ چھیڑ چھاڑ اور ادنیٰ سی تحریک سے برافروختہ ہوجانا چاہئے۔ اسی سے قوت مقابلہ پیدا ہوتی ہے اور مقابلہ کے لیئے مدافعت اور محافظت کی قوتین معرض ظہور مین آتی ہین۔ (الف) محض تجربہ کی غرض سے ایک مردہ جسم کے مختلف اعضا کو آپ ہلائین ادھر اودھر دائین بائین اوپر نیچے غرض جس طرف چاھین پھینکین جس طرح جی چاہے رکھین آپ کے منشار قوت کے خلاف کوئی طاقت مقابلہ کو موجود نہین۔ آپ بہرحال اپنے ارادے مین کامیاب ہون گے (ب) آپ ذرا کسی دوست کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر دبائین۔ آپ کا دوست خواہ کتنا ہی بردبار متحمل اور برداشت والا ہو ضرور مقابلہ کریگا۔ اگر بالمقابل آپ کا ہاتھ نہین دبائیگا تو کم ازکم اپنے ہاتھ کو ضرور کڑا کرے گا اور آپ اُس کا ہاتھ نہین دبا سکینگے۔ اس دل خوش کن تجربہ سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ زندہ جسم مخالفانہ تحریک پر کبھی مشتعل ہوے بغیر نہ رہیگا۔
(ج) قوت مشتعلہ کے ظہور پذیر ہونے کے وقت ایک اور نہایت ہی عجیب وغریب قوت ظاہر ہوتی ہے جس سے بظاہر دنیا کا ہر ایک کام وابستہ ہے اور دنیا و ما فیہا کا ذرہ ذرہ اس قوت کے زیر اثر ہے اور وہ قوت حرکت ہے بہت سے جسم گو بظاہر مردہ دکھائی دیتے ہین۔ مگر ان کی ذراسی حرکت فوراً اعجاز مسیحائی بنکر انھین زندہ بنادیتی اور زندگی کے کرشمے دکھا دیتی ہے فی الجملہ تمام قوتین اپنی ہستی کا اظہار کرنے

کے لیئے حرکت کی محتاج ہین کیونکہ کوئی فعل حرکت کے بغیر صادر نہین کیا جا سکتا۔

کہانی۔ایک ندی کے قریب سڑک کے کنارے ایک کچھوا عجیب شکل بنائے اپنے استخوانی خول مین جسم چھپائے بے جان سا بنا ہوا پڑا تھا۔ پاؤن کی آہٹ۔ گاڑیون کی کھڑ کھڑاہٹ۔گھوڑون کی ٹاپ۔ رہگیرون کا شور۔کسی کا اُس پر کچھ اثر نہ تھا۔ وہ جون کا تون دھین پڑا اپنے خیالات مین مگن تھا اور خدا جانے عالم تصور مین کیا کیا مزے لے رہا تھا۔ کئی ایک رہگیر بالکل قریب ہوکر گذر گئے۔ایک عینک والے بابو صاحب نے تو کمال کر دیا کہ مست حال کچھوے کے اوپر سے پاؤن رکھکر گذر گئے۔خدا جانے یہہ کن پریشان خیالات مین محو و مستغرق تھے جو خرام مستانہ سے بگینا ہون کو روندے جاتے تھے اور "زیر قدمت ہزار جانست" کو بھولے ہوئے تھے۔ ایلو! سڑک پر جانیوالے ادھر اُدھر پریشان ہو رہے ہین۔مار مار کا شور پڑ گیا ہے کسی کو پتھر کی تلاش ہے کوئی چھوٹی سی کنکری چلاکر تیس مار خانی کا خطاب حاصل کیا چاہتا ہے۔ادھر ایک لالہ صاحب ذرا فاصلے پر نہایت غصے سے نیچے کا ہونٹ چبا چبا کر خالی کلے دکھا رہے ہین۔ وہ دیکھئے ایک بابو صاحب نے نازک چھڑی تان کر لگانے کا قصد کر لیا ہے الغرض آخر یہہ ہوا کیا؟ سنئے صاحب ہم بتاتے ہین۔ایک شوخ سے لڑکے نے کچھوے کے تاک کر اینٹ کھینچ ماری۔اب یہہ عجیب شکل کا جانور ادھر اُدھر گھبرا کر بھاگ رہا ہے۔ مگر ہر ایک رہگیر یہہ سمجھتا ہے کہ خاص مجھہ ہی پر حملہ کیا چاہتا ہے سب اپنے اپنے بچاؤ کی فکر مین ہین۔خدا خدا کرکے کچھوے کو ایک جھاڑی ملگئی اور وہ وہین غائب ہوگیا۔ اس موقع پر سڑک پر جانے والے آدمیون مین جو گفتگو ہوئی اور جس جس مزے کی بحثین اس جانور کی ہوشیاری نا فہمی کے متعلق کی گئین ہرچند وہ ایک پر لطف مشغلہ ہے مگر غیر متعلق سمجھکر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ہان ایک بڑھے میان کے یہہ فلسفیانہ اور محققانہ فقرے تفریح طبع کے لیئے ہمین دیر تک یاد رہین گے کہ صاحب کچھوا بڑا سست

جانور ہے - کھانے اور سو رہنے کے سوا اس کو کوئی کام ہی نہین آتا - جب بڑا ہوتا ہے
اس کے جسم مین سستی و بیکاری سے چربی بھر جاتی ہے اور اسے ہلنا بھی دشوار ہو جاتا
ہے تو اس کی مان اسے اٹھا کر راستے مین پھینک دیتی ہے تاکہ رہگذرون کی ٹھوکرون
سے اسکی سستی اترے اور یہہ اپنے پاؤن سے چلنا اور اپنی حفاظت سیکھے - اس
معلوم ہو کہ زندہ جسم حرکت بھی کرتے ہین انھین کھانے اور سو رہنے سے ہی کام نہین
ہوتا - معزز ناظرین آپ نے دیکھ لیا کہ حرکت کیسی عجب چیز ہے - اور کتنی زبردست
طاقت ہے - گویا اسکے بغیر زندگی فضول اور جینا عبث ہے - حرکت نے ہی کچھوے
مین مخالفانہ تحریک سے جان ڈالی - اور حرکت نے ہی آخر اسکی جان بچائی - وہی کچھوا
جسپر بابو صاحب لوٹ لیکر گذر گئے تھے ذرا سی حرکت کے طفیل اچھا خاصہ ہوا
بن گیا - اور بڑے بڑے حوصلے والے جب وہ ان کی طرف دانستہ یا نادانستہ
رخ کرتا ہے خوف کے مارے پیچھے ہٹتے جاتے ہین - کچھوے نے یہہ سبق ایک چھوٹے
سے لڑکے سے سیکھ لیا ہے کہ اب حرکت کے بغیر گذارہ نہین - اگرچہ استاد ناتجربہ کار
اور اپنے منصب سے بے خبر ہے مگر سہ

مرد باید کہ گیرد اندر گوش گر نبشتہ است پند بر دیوار

المختصر زندگی کے ثبوت اور اس کی حفاظت اور ضروریات زندگی کی مداولت
کے لیے حرکت ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ خود وجود متحرکہ کی ہستی -

(۴) - چوتھی قوت تولید ہے - ہر ایک زندہ جسم کو اپنی نسل بڑھانا ضروری ہے
ورنہ اسکی ہستی اسکے وجود کی قوت - اور قوی کی طاقت کے ساتھ ہی ختم ہو جائیگی
بقاے زندگی کے لیے تکثیر نسل ضروری اور لابدی ہے - اس قوت کے بغیر سب
قوتین بیکار ہو جاتی ہین - اور بالخصوص حفاظت کے لیے تو اس کا ہونا از بس
ضروری ہے - ایک نہایت چھوٹا کیڑا جسے ہم خوردبین کی مدد کے بغیر دیکھ بھی نہین سکتے

تھوڑے سے عرصہ مین اپنے جیسے بیشمار کیڑے پیدا کرلیتا ہے۔ پھر جن مین ہرایک اسی طرح نسل بڑھاتا ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے جراثیم کا ایک اچھا خاصہ لشکر طیار ہو جاتا ہے۔

(۵) پانچوین قوت دافعہ ہے۔ ہرایک زندہ جسم مین ایک قوت ہوتی ہے۔ جو خوراک کے اس حصہ کو جو جزو بدن بننے کے قابل نہ ہو جسم مین سے نکال باہر کرتی ہے۔ گویا جن مادونکو قوت جاذبہ نے اپنا کام کرتے وقت غیر ضروری سمجھا تھا اور (Anabolism) نے انکو تباہ کردیا تھا انکو جسم مین سے خارج کرنے کے لیئے اس قوت کا ہونا ضروری ہے۔ ایسی قوت کی تاثیر سے جسم قوت جاذبہ اور قوت نامیہ کے اثرات قبول کرنے کے لیئے طیار رہتا ہے۔ ورنہ مردہ خراب اور فضول مادے زندہ جسم مین رہکر فساد پیدا کرین اور زندگی تلخ ہو جائے۔

نظام جسمانی جیسے ابلغ اور محکم نظام کی تفسیر۔ اور فلسفہ حیات جیسے مشکل مسئلہ کی تشریح ان قوائے خمسہ کے چہرے پر نہایت واضح خط اور قابل فہم عبارت مین لکھی ہوئی ہے۔ لاریب انفرادی حالت مین موت وحیات کا سوال حل کرنے کے لیئے اُن امور خمسہ پر غور کرلینا کافی ہے۔

قوم مجموعہ افراد کا نام ہے۔ لہذا ہم صغریٰ مین ایک حداوسط موضوع کرکے کبریٰ پر محمول کرسکتے ہین کہ جس قوم کے تمام افراد موجودہ مین زندگی کی متذکرہ صدر علامتین پائی جائین وہ ایک زندہ قوم ہے۔ بادی النظر مین یہ قضیہ ضرور قابل تسلیم ہے۔ مگر نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انفرادی حالت مین تو یہ ٹھیک ہے مگر مجموعی حالت مین ٹھیک نہین۔ قومی زندگی کا معیار اس سے بالکل علٰحدہ ہے اور اس کا مفہوم اس سے مطلقاً جدا ہے۔ اگر زندہ افراد کے مجموعے کا نام ہی زندہ قوم ہو سکتا ہے تو بھلا گوند۔ سنتھال۔ سور۔ اور یہود۔ کے زندہ قومین ہونے سے کون انکار کرسکتا ہے مگر اے ناظرین! آپ مین سے کتنے بزرگ ہین جو ان قومون کو زندہ قومین سمجھتے

ہین۔ میں بلاخوف تردید یہہ کہ سکتا ہون کہ آپ مین سے ہر ایک صاحب انکو من حیث القوم مردہ تصور کرتے ہین۔

آخر کیون؟ اسکی کیا وجہ ہے؟ کیا ان اقوام کے افراد زندہ افراد نہین ہین؟ کیا ان کے جسم آپ کی طرح متحرک۔ کھانے پینے کے محتاج۔ سردی گرمی سے متاثر۔ اور دیگر ضروریات کے تابع نہین؟ کیا مایحتاج زندگی کے لیئے وہ آپ کی طرح جد وجہد نہین کرتے؟ بیشک کرتے ہین! اگر متمدن اور مہذب قومین "قومی زندگی" اور "زندہ قوم" کا مفہوم جو کچھ سمجھ رہی ہین اس کے رو سے آپ نے انھین مجبوراً مردہ قومین خیال کر لیا ہے۔ کیا آپ تہذیب اور تمدن کے مشورہ سے مرعوب ہو گئے ہین؟ آیئے ان تہذیب و تمدن کی مدعی اقوام سے وجہ دریافت کرین اور ان کے کیرکٹر اور لٹریچر سے پتہ لگائین کہ انھون نے قومی زندگی اور قومی موت کے کیا معنی قرار دیئے ہین اور فلسفہ حیات پر کیا اضافہ کیا ہے۔

مہذب و متمدن اقوام نے قومی زندگی کی چند علامات مقرر کی ہین۔ جو انفرادی زندگی کی متذکرہ صدر پانچ قوتون سے ایک معنوی مطابقت رکھتی ہین۔ چنانچہ

(۱) (الف) جس طرح زندہ جسم مین قوت جاذبہ کا ہونا ضروری ہے اسیطرح ہر زندہ قوم مین ایک کشش و جذب کی قوت اور ایک مقناطیسی خاصیت ہونی چاہیئے۔ تاکہ اس مین نئے افراد شامل ہو کر اس کا جزو بن سکین۔ جس قوم مین یہہ قابلیت موجود نہ ہو اس کا ذخیرہ ایک نہ ایک دن ختم ہو جائیگا۔ کیونکہ قوت مخرجہ اپنا کام بلا روک ٹوک کئے جاتی ہے۔ سلسلہ توالد و تناسل اور کارگذاری قضا و قدر یعنے موت و فوت کی عملی کارروائیان قومی زندگی پر ایک نمایان اثر رکھتی ہین۔ زندہ قومین ایک طرف تو موجودہ نسل کو حضرت ملک الموت کی نذر سے بچانے کی فکر کرتی ہین اور دوسری طرف تکثیر نسل کر کے نسل متزائدہ کی حفاظت کا معقول انتظام کرتی ہین۔

دوسری اقوام کے افراد کو جذب کرکے اپنے رنگ مین رنگتی ہین اور باہر سے آنے والے افراد کو ایسا جذب کرتی ہین کہ مغائرت کا کوئی نشان باقی نہین رہتا اور وہ افراد اُنکا جزو بدن بن جاتے ہین گویا ہرچیز کہ درکانِ نمک رفت نمک شُد۔

(ب) قومی زندگی مین ”وے ٹا بولزم“ سے مراد نشیب و فراز کا سمجھنا۔ مصالح دنیوی کی پابندی کرنا۔ مہذب و متمدن اقوام سے رشتہ اتحاد پیدا کرنا اُن کی خوبیان اخذ کرنا مردہ اور ناکارہ قومون سے علٰحدگی اختیار کرنا ان کی بڑی اور قابل اعتراض رسمون کا چھوڑنا نئی ایجادات و اختراعات کی بنیاد ڈالنا قوم مین روشن اور مہذب جذبات پیدا کرنا ہے۔

(ج) جس طرح ہر جاندار کو بقاے زندگی کے لیئے خوراک کی ضرورت ہے۔ اور یہہ ایک بدیہی امر ہے کہ معقول و مناسب خوراک حاصل کیئے بغیر کوئی زندہ جسم نہ تو اپنی زندگی قایم رکھ سکتا ہے اور نہ صدور افعال پر قادر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح قومی زندگی قایم رکھنے کے لیئے اکتساب علوم و فنون نہایت ضروری اور لابدی ہے۔ اس کے بدون نہ تو مختلف افراد قوم مین قومی محسوسات کے جذبات پیدا ہو سکتے ہین اور نہ قومی عزت قایم رہ سکتی ہے۔

(۴) قوت نامیہ کی بجاے زندہ قومون مین قوت ترقی کا ہونا ہے۔ جو قوم حالت موجودہ سے آگے قدم نہین بڑہاتی وہ زندہ نہین کہلاتی۔ جس طرح قوت نامیہ کے اثر سے زندہ اجسام کے تمام اندرونی و بیرونی قوے فیضیاب ہوتے ہین اسی طرح قوت ترقی قوم کی ہر ایک حالت کو نمایان طاقت بخشتی ہے۔ اسی سے قومی وقار و اعتبار قایم ہوتا ہے یہی قومی عزت و عصبیت کو مضبوطی بخشتی ہے۔ اسی قوت سے قومی کیریکٹر ممتاز ہوتا ہے۔ اور یہی وہ قوت ہے جو مردہ اور زندہ قومون مین ایک مابہ الامتیاز فرق قایم کر دیتی ہے۔ جس قوم مین یہہ قوت نہ ہو وہ نہ تو اپنا پریسٹیج

ررعب و داب؛ قایم رکھ سکتی ہے۔ اور نہ زندہ قوموں مین کوئی اعزاز باقی ہے۔

(۳) جس طرح زندگی کا رعب قایم رکھنے کے لیئے قوت مشتعلہ کا ہونا ضروری ہے اسی طرح اپنا اعزاز و وقار قایم رکھنے کے لیئے زندہ قوم مین قوت مشتعلہ کا ہونا لازمۂ زندگی ہے۔ غیر قومین ذراسی مخالفانہ تحریک سے جوش مین آجاتی ہین اور پیشتر اس کے کہ کوئی مخالف اُن پر حملہ آور ہو۔ وہ اس کے تیور پہچان کر خود اُس پر حملہ کر دیتی ہین جس سے اُسے اپنی ہی فکر پڑجاتی ہے۔

(۴)۔ قوت تولید کی بلکہ ہر ایک زندہ قوم مین ایک ایسی قوت کا ہونا ضروری ہے جس سے وہ زمانے مین اپنی جیسی زندہ قوم یادگار چھوڑے اور جو "باقیات الصالحات" کی مصداق ہو۔ آیندہ نسلون کے سود و بہبود کا فکر زندہ قومون مین ایک امتیازی خصوصیت پیدا کرتا ہے اُن کے نزدیک حال و مستقبل مین صرف ایک چال کا فرق ہے۔ یعنی جو کچھ انھین آج کی ضروریات پورا کرنے کے لیئے کرنا ہے۔ وہی بادنیٰ تغیر کل کی ضرورتون کے لئے کرنا ہے۔ زندہ قومین اسی طرح صدیون تک کی پیش بندیان کرلیتی ہین۔ ریل۔ تار۔ اور دیگر اختراعات کے موجدون کا منشا ذاتی محدود یا مقامی و زمانی خوشی حاصل کرنا نہ تھا۔ بلکہ آیندہ نسلون کے لیئے ایک شاہراہ ترقی طیار کرنے کا تھا۔ ایسے لوگ بیج مین درخت کا مشاہدہ کرتے ہین۔ اور آج کے بچون کو کل کے باپ سمجھکر اُن کے خیر مقدم اور پرجوش استقبال کی طیاریان بڑے تپاک و محبت سے شروع کردیتے ہین۔ انھین اپنی زندگی کا ہرگز اتنا فکر نہین ہوتا جتنا کہ آیندہ نسلون مین ترقی کی روح پھونکنے کا ہوتا ہے۔ یورپ کی مہذب اقوام کی روش کا مطالعہ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیئے از حد ضروری ہے۔

اسی غرض کے حاصل کرنے کے لیے زندہ قومین اپنے حقوق کی حفاظت مین سرگرم و مستعد رہتی ہین۔ قومی اغراض حاصل کرنے کے لیئے جان توڑ اور ان تھک کوششین کرتی ہین۔ اور قومی مفاد کو کسی طرح نقصان نہین پہونچنے دیتی ہین۔ قومی ضروریات کے سامنے ذاتی اغراض و مقاصد اور شخصی تکالیف بالکل ہیچ سمجھی جاتی ہین۔ انفرادی مفاد قومی ضرورتون پر بے دریغ قربان کر دیئے جاتے ہین۔ جس قوم کو اپنی آیندہ نسلون کا فکر نہین وہ اپنے حقوق کے طلب کرنے اور ان کی حفاظت کرنے مین بھی ضرور غافل ہے۔ کوئی عقلمند کسان عمدہ اور پکی ہوئی فصل دیکھکر آیندہ فصلون کے انتظام سے بے فکر نہین ہو سکتا۔ بلکہ جس زمین سے ایک عمدہ فصل کاٹ لے اُسکی قوت و خوبی بحال رکھنے کے لیئے اُسکو بیش از بیش حفاظت و محنت کرنی پڑتی ہے۔ اسی لیئے اپنے حقوق طلب کرنا اور ان کی حفاظت مین سعی بلیغ سے کام لینا ہر زندہ قوم کا فرض اہم ہے۔

جس طرح اظہار قابلیت کے اثر سے اپنی تعداد بڑھانا زندہ قومون کا خاصہ ہوتا ہے۔ اسی طرح افراد موجودہ کی حفاظت اور قوم کی تعدادی شان برقرار رکھنا مقصد اعلیٰ ہوتا ہے۔ غیر اقوام جو صدیون تک حالت جمود مین رہ چکی تھین اب مذکورہ بالا اصول پر اپنی زندگی کا ثبوت دے رہی ہین جس سے دوسرون کو عبرت پذیر ہونا اور غیرت کا سبق حاصل کرنا چاہئے۔

(۵) قوت واضحہ کی جگہ زندہ قومون مین ایسی طاقت و صلاحیت ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ قومی برائیون کو جو درحقیقت انفرادی لغزشون اور کمزوریون کا نتیجہ ہوتی ہین، دور کر کے قوم کا چہرہ خوشنما و دلکش بنایا جاتا ہے۔ قومی اخلاق کی اصلاح کی جاتی ہے۔ قوم کے تمام افراد پر طرز معاشرت طریق سیاست اور اصول مذہب کا یکسان اثر نہین ہوتا۔ کالی بھیڑین ہر جگہ موجود ہوتی ہین۔ جب تک قومی

اخلاق کی درستی کا پورا پورا انتظام نہو قومی زندگی کو خطرات سے محفوظ نہ سمجھنا چاہئے
اگر کسی قوم کی دوسری حالتین بظاہر اچھی بھی ہین تو اخلاقی کمزوریون کا اندرونی
مرض قوم کو اندر ہی اندر کھالیگا اور اُسکی زندگی کا خاتمہ کر دیگا۔ تپ دق کا مریض
کیسے ہی زرق برق لباس مین ملبوس ہو طبیب کی باریک بین نگاہین اُسکی موت
کا وقت بہت عرصے پہلے دیکھ لیتی ہین۔ اسی لئے زندہ قومین فضلات قومی کو خارج
کرنے اور قوم کو اُن کے بد نتایج اور پر خطر اثر سے بچانے کے لیئے ہمیشہ ایک معقول
انتظام کرتی ہین۔ برائی اور قبیح رسوم کا ترک کرنا۔ مخرب اخلاق اور برے جذبات
کا قوم سے دور کرنا۔ اخلاقی کمزوریون کا ازالہ سب اسی ذیل مین ہین۔ قومی زندگی
کی تعریف کے متعلق کچھ اور کہنے کی ضرورت معلوم نہین ہوتی درمزید تشریح
کے لیئے یہان گنجایش نہین ہے۔ اس لیئے اس سوال کے دوسرے حصے کے
متعلق کہ "یہ قومی قوتین یا فی الجملہ و بالجملہ قومی زندگی کس طرح قایم رہ سکتی ہے"
بطریق اختصار چند باتین بیان کرون گا۔

قومی زندگی کے قیام کے متعلق غور کرنے سے پہلے اس امر کا معلوم کرنا
ازبس ضروری ہے کہ یہ زندگی پیدا کس طرح ہوتی ہے۔ یعنی ان اسباب کا پتہ
لگایا جائے جو کسی قوم کی زندگی کا باعث ہین۔ پھر ہم مختصر طور پر کہہ سکین گے
کہ ان اسباب کے قایم رکھنے اور اُن کی کماحقہ حفاظت کرنے سے قوم کی زندگی
قایم رہ سکتی ہے۔

طوالت کا خیال کرکے مین اس مضمون کو بطریق گریز نہایت مختصر کرتا ہون
انشاء اللہ الحکیم پھر کسی موقع پر ان اسباب کی ماہیت و باریک تحقیقات کے
متعلق بہت سی مفید اور دلچسپ باتین بیان کرون گا۔ سردست اسباب زندگی
تلاش کرنے کے لیئے صرف اس امر پر غور کر لینا کافی ہو کہ کیا کبھی ہماری قوم زندہ تھی؟ (دو)

اور اگر زندہ تھی اور یقیناً تھی تو اسکی زندگی کے ظاہری اسباب کیا تھے؟

خورشید رسالت کی شعاع پڑنے سے پہلے ملک عرب پر جو تاریکی جہالت و ضلالت چھائی ہوئی تھی وہ تاریخ کے کسی طالب علم سے پوشیدہ نہین کوئی ناکردہ و ناگفتنی عیب ایسا نہ تھا جو نہایت بے باکی اور پوری بے خوفی سے نہ کیا جاتا ہو۔ برائی اور بھلائی مین کوئی تمیز باقی نہ رہی تھی۔ عرب کے ایام جاہلیت اور شیوع اسلام کے ماقبل کی تاریخ بیان کرنا ایک بڑے طولانی قصے کو چھیڑنا ہے قریب قریب تمام حضرات تاریخ کی کتابون نے اس تاریک حالت کے متعلق کافی روشنی حاصل کر چکے ہین۔ اس لئے صرف اسی قدر کہنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ مین عرب روحانی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ اور سیاسی لحاظ سے بالکل مردہ ملک تھا۔ زندگی کا کوئی نشان اُس مین نہ پایا جاتا تھا۔ وہان کے انسان صرف ان خصلت ملکہ وحشیون اور درندون سے بدتر تھے۔

ایک شخص (رسا پر ہزار ہزار صلوٰۃ و سلام ہون) انھین مین سے اُٹھا اور انھین جاہلون اور ... نے زندگی اور روح پھونکنا شروع کی۔ آناً فاناً ملک عرب کی کایا پلٹ دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب وحشیون سے انسان۔ اور انسانون سے خدا شناس۔ خدا ترس اور باخدا انسان بن گئے۔ جو خانہ جنگیون مین گرفتار اور خانہ بدوش تھے دنیا بھر کے فاتح اور صاحب تاج و نشان ہو گئے اور اسی سچے مصلح کی قوت روحانی اور جذبات ملکوتی سے وہ لوگ پیدا ہوئے جن کے صدق و صفا محبت و اخلاص۔ ایمانداری اور ... کے کارنامون پر دنیا کی تاریخ ہمیشہ فخر کرے گی۔

وہ اسباب کیا تھے جنھون نے آناً فاناً ایسی عظیم الشان تبدیلی پیدا کر کے قومی زندگی ... وہ حیرت انگیز کرشمے دکھا دیئے جن کی نظیر دنیا مین چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی نہین ملتی؟

نظر بہ حالت ظاہری اس تبدیلی و ترقی کے دو بڑے سبب تھے (۱) اول اس مصلح کا

نہایت اعلیٰ و پاکیزہ کیرکٹر دوسرے ایک کتابی دستور العمل کی پابندی ۔ یہ دستور العمل
کی وہی حمید و مجید کتاب ہے جسے آجکل بہت سے خوش اعتقاد لوگ نہایت مذہب و
مطلا جزدانوں میں سنبھال کر رکھتے ہیں ۔ مگر افسوس ہے کہ اس کتاب عظیم الشان
کے مطالب سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی ۔ میرے خیال میں اگر اسکو سمجھ کر
پڑھا جائے اور جو سمجھا جائے اس پر ایمان اور بصیرت ہو تو قومی حالت پھر اسی اسوۂ حسنہ
کی پیروی سے اُس معراج کمال تک پہونچ سکتی ہے جہاں پہلے ایک دفعہ یہ قوم [illegible]
ہو چکی ہے ۔ ایمان جب تک علیٰ وجہ البصیرت نہ ہو کوئی اثر مترتب نہیں کرتا ۔

المختصر ریاضی کے ایک نہایت عام مسلمہ مسئلہ اربعہ متناسبہ کے ذریعہ سے ہم کہہ سکتے ہیں
کہ اگر مسلمان اپنی پہلی زندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر اُسی دستور العمل پر کاربند ہوں
جس پر عمل کرنے سے عرب کے وحشی دنیا بھر کی تہذیب و تمدن میں استاد مانے گئے تھے اور تمام
علوم و فنون کے خزانے اُنکی ملکیت بن گئے تھے ۔

انشاء اللہ العزیز اس سوال کے متعلق کہ آیا اس قسم کی ترقی تہذیب موجودہ کے لئے
موزون ہوگی اور ہماری عزت اقوام متمدنہ کے برابر ہو جائیگی کسی دوسرے موقع پر عرض
کرونگا ۔ اب اس مضمون کو ایک مختصر سی نظم پر ختم کرتا ہوں ۔

ایک مدت سے ہے شمع محفل اسلام گل — گلشن ہستی میں ہم کھاتے ہیں صبح و شام گل
خار حسرت کے سوا کچھ اپنے دامن میں نہیں — آہ گو برسا رہا ہے گلچیں انعام گل
رہبران قوم کو روتے ہیں ہم گم کردہ راہ — عشق بلبل میں مچاتے ہیں غضب کہرام گل
بے فروغ علم ہے دل خانۂ تاریک و تار — ہم لئے پھرتے ہیں سب نکہت بر اندام گل
مایۂ ماتم ہے قول بے عمل آفاق میں — دہ زبان سوسن کے گلشن میں ہیں نیلی فام گل
انجمن میں بھی کبھی وہ طاقت نشو و نما — فیض باد شوق سے کھلتے تھے ہر گام گل
آج پامال خزاں ہیں بوستان امید کے — جائے گل کھاتے ہیں ہم از گردش ایام گل
آہ اے بسمل کبھی پاسے طلب پڑتے تھے وہ دن — ٹوٹ کر کانٹے کھلا دیتے تھے ہر گام گل

معتصم باللہ

جن ایام اور سنین کو اسلام کی ترقی کا زمانہ کہا جاتا ہے یہ دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر خلفائے بنی عباس تک بالخصوص امتیاز کا درجہ رکھتا ہے۔ مگر عہد اموی نے بہ نسبت بنی عباس کے قلیل مدت یعنے صرف سو برس تک سلطنت کی اور اوسکے بعد بنی عباس نے صدیون تک خلافت کی ہے۔ اسی سبب سے اموئین ایسی شہرت اور ترقی حاصل نہ کرنے پائے جسکے سلئے عہد عباسیہ مشہور و معروف ہے۔ کہ مدت تک انکی سلطنت علمی ترقیون مین پایۂ عروج تک پہونچی رہی۔ لیکن کچھ عجب بات ہے کہ خلفائے بنی عباس مین بہت کم ایسے خلفا گذرے ہین جو خاندانی بیوی کی اولاد ہون۔ بلکہ زیادہ حصہ اونکا ایسا ہے جنکی مائین ام ولد تھین۔ تاہم اُنکی حکومت کو اسلام کیلئے انتہائے عیش کا زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ یا یون کہا جائے کہ یہ زمانہ مسلمانون کی ترقی اور پوری کامیابی کا تھا اسی لئے وہ زیادہ بکھیڑون سے اور ابتدائی حالت مین اسلام کی اشاعت و توسیع کیلئے جو جو مشکلین اور مصائب برداشت کی گئین اون سے کسیقدر مطمئن اور فارغ البال ہوچکے تھے۔

مشاہیر خلفا جنکا زمانہ خاصکر علمی ترقیون اور مسلمانون کے بے حد آرام و آسایش کا ہے محدود سے چند ہین۔ جنکی صف اول مین ہارون رشید اور مامون ہین۔ یہان تک کہ تمام خلفائے بنی عباس مین ان دونون باپ بیٹون کا کوئی ثانی نہین گزرا۔ مگر تاریخ کی مختلف اور بسیط کتابون مین ان کے کارنامے۔ ان کے عہد کے حالات نہایت تفصیل کیساتھ دکھائے جا چکے ہین۔ بلکہ بعض مورخین سابق وحال نے صرف انہین کے عہد کی تاریخ انہین کی سوانح عمریان بڑے پیمانہ پر تیار کی ہین۔ لہذا انکا تذکرہ ناظرین کے آگے پیش کرنا کچھ تضیع اوقات سا خیال کیا گیا۔ اسلئے ہمنے ارادہ کیا ہے کہ سوائے اونکے اور چند خلفاء کے مختصراً تاریخی حالات معرض بیان مین لائین جنکی نسبت ہمارے اولین مورخین نے کم توجہ کی ہے۔

ہم اس پیرایہ سے بیان کرنا چاہتے ہین کہ ان کے عہد کا پورا خاکا مجملاً اوتر آئے برخلاف
اُن بعض غیر مذہب والے مورخون کے جنھون نے تعصب مذہبی کی بدولت اسلامی تاریخ لکھنے
مین غلط بیانیان کی ہین۔ اور اب بھی کرتے رہتے ہین جب انھون نے کسی اسلامی لیڈر کی
تاریخ لکھنا شروع کی تو جابجا خلاف بیانیون اور بے نیاد بہتانون سے کام لیا ہے۔ اور ہمارے
سلاطین کو جابر وظالم بنایا ہے۔ اور جب کسی اپنے ہم مذہب کے سوانح زندگی تحریر کئے
تو عیب پوشی کی اور ہر طرح بہتر ثابت کیا۔ اسوجہ سے علم تاریخ جو نہایت شریف مانا گیا ہے
غلط بیانیون سے پر ہوتا چلا گیا ہے۔ مگر الحمد اللہ اسلامی مورخین کو کچھ ایسا خدا داد انصاف
نصیب ہوا ہے کہ وہ جب کسی کو تاریخی اسٹیج پر لاتے ہین تو کسی عیب یا صواب سے چشم پوشی
نہین کرتے۔ اور جب کسی واقعہ کے لکھنے کو قلم اوٹھاتے ہین تو اچھی طور سے عہدہ برآ ہوتے
ہین۔ چنانچہ اسوقت ہم اپنی لیاقت کے موافق ہارون رشید کے لاڈلے بیٹے مامون کے
جانشین معتصم باللہ کے تاریخی حالات درج ذیل کرتے ہین۔ اس خصوصیت کے سبب
کہ یہ خلیفہ مامون کے نقش قدم پر چلا ہے۔ اور اسکا دور مامون سے ملتا ہوا اوسی کے بعد
گزرا ہے یعنے مامون کے بعد اسی کے ہاتھ پر بیعت کیگئی تھی۔ اور علاوہ اسکے چند خصوصیات
ہین جو تاریخ کے ایک بڑے کارآمد جزو پر روشنی ڈالتی ہین۔ مثلاً ترکون کی ابتدائی حالت
سے واقفیت وغیرہ۔ وغیرہ۔ کیونکہ اسی کے عہد مین ترکون نے رسوخ پیدا کیا اور اسکے
بعد ترکون کی ابتدا عروج وترقی کا زمانہ ملحق ہے۔

خلیفۃ المسلمین معتصم باللہ کی کنیت ابو اسحاق اور محمد بن رشید نام اور معتصم باللہ لقب ہے۔
ذہبی کہتے ہین کہ ۱۸۰ھ ہجری مین یہ خلیفہ پیدا ہوا ہے۔ اور امام صولی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان ۱۷۸ھ
اسکی پیدائش کا سال ہے لیکن چونکہ امام سیوطی کے قول سے پایا جاتا ہے کہ اسکی اڑتالیس
سال کی عمر ہوئی اس بنا پر ذہبی کے قول کو ترجیح دی جاسکتی ہے کیونکہ معتصم کی وفات
۲۲۷ھ مین ہوئی ہے جیساکہ آیندہ مذکور ہوگا۔ مگر مشکل یہ ہے صولی کے قول سے

نفطو یہ بھی متفق ہے اس خلیفہ کی ماں ام ولد تھین کوفہ کی رہنے والی تھین - اور انکا نام ماردہ تھا
ہارون رشید کی بہت چہیتی تھین - وہ بہ نسبت اپنی اور تمام لونڈیون کے انھین زیادہ محبوب رکھتا
اور ان سے محظوظ ہوتا تھا -

معتصم اپنے باپ اور بھائی سے حدیث روایت کرتے ہین اور اون سے اسحاق موصلی اور
حمدون بن اسمعیل وغیرہ نے روایت کی ہے - امام سیوطی نے تاریخ الخلفا مین دو حدیثین جو
معتصم سے مروی ہین درج کی ہین - مگر خود امام اون مین سے کسیکو صحیح نہین مانتے بلکہ ایک کو موضوع
اور دوسری کو ضعیف قرار دیتے ہین ہم اس بحث کو اپنے مبحث کیلئے زیادہ ضروری نہین
سمجھتے اسلئے آیندہ بھی کچھ اسکے متعلق بیان نہ کرین گے - اور نہ اون احادیث کا ذکر کرنا تاریخی
پہلو پر کوئی گہری روشنی ڈالتا ہے -

اسکی علمی حالت معمول سے زیادہ گئی گذری تھی گویا علم سے بے بہرہ تھا - چنانچہ امام صولی
محمد بن سعید سے اور وہ ابراہیم بن ہاشم سے روایت کرتے ہین کہ معتصم کا ایک غلام تھا جو
اوسکے ساتھ تعلیم پاتا تھا - جب غلام کا انتقال ہوگیا تو ہارون رشید نے کہا کہ اے محمد تمہارا
غلام مرگیا اسکے جواب مین معتصم نے کہا کہ ہان اے سردار اور کتاب سے بھی آرام پاگیا -
یہ کلمہ سنکر ہارون رشید نے کہا کہ تعلیم کی انتہا ہو چکی - اور معلمین کو بلاکر حکم دیا کہ اسے پڑھانا
چھوڑ دین - غرضکہ یہ معمولی پڑھا لکہا تھا اور اسکی قراۃ بھی ضعیف تھی - ذہبی نے کہا ہے کہ
معتصم نہایت درجہ بارعب اور عظیم الشان خلیفہ ہے کاش! اسکی سرداری مین تخلیق قرآن کے
ساتھ علما کے امتحان کا عیب نہ ہوتا - *

* مامون کے زمانہ مین علما اور فضلا مجبور کئے گئے تھے کہ وہ قرآن پاک کے حادث اور مخلوق ہونیکے قائل ہون اور اس سے انکار کرنے کے سبب سے کثیر التعداد علما کی گردنین تہ تیغ کردی گئین تھین - اسی طرح معتصم بہی مامون کے مانند معتقد تہا کہ قرآن پاک قدیم نہین ہے بلکہ حادث اور مخلوق ہے (یہ معتزلہ کا مذہب ہے) چنانچہ یہ مسئلہ ان دونون نے اپنی تمام سلطنت مین عام کردیا - اور علما آئے وقت کہتے تھے کہ جب خدائے عزوجل قدیم ہے تو اسکا کلام کیونکر حادث اور مخلوق ہوسکتا ہے - (یہ مذہب ہم سب مسلمانون کا ہے) رنگین - لکھنوی

نفطویہ اور صولی کہتے ہین کہ معتصم کے بہت سے مناقب ہین۔ اور وہ مثمن کہلاتا ہی۔ اسواسطے کہ خلفائے بنی عباس کا آٹھوان خلیفہ ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس تک آٹھ پشتین گزری ہین۔ رشید کی آٹھوین اولاد ہی اور اسنے اٹھارہوین سال مالک تخت و تاج ہو کر آٹھ برس آٹھ مہینہ آٹھ دن تک بادشاہت کی۔ سنہ ۱۸۰ھ مین تولد ہوا اور اڑتالیس سال کی عمر پائی۔ اور برج عقرب کا طالع ہے جو آٹھوان برج ہے۔ اور اسکے عہد مین آٹھ فتوحات ہوئین۔ اسنے آٹھ دشمنونکو قتل کیا۔ آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیان اپنی اولاد مین چھوڑین۔ اور جب اسکا انتقال ہوا تو ماہ ربیع الاول کے آٹھ دن باقی رہ گئے تھے۔ اسکی ذات بہت سے محاسن کا مجموعہ تھی بجز اسکے کہ جب وہ غصہ ہوتا تھا تو کسی کے قتل کی پروا نہ کرتا تھا۔ اور اوسکی یادگار سے کلمات فصیحہ اور اشعار بھی ہین۔

ابن ابی داؤد نے اسکی قوت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ معتصم نے اپنی کلائی میری طرف بڑھائی اور کہا کہ اے ابا عبداللہ پوری قوت کے ساتھ اپنے دانتون سے میری کلائی کاٹو۔ مگر مین باز رہا پھر مجھسے کہا کہ مجکو اس سے ضرر نہین پہونچ سکتا۔ تب مینے ارادہ کرلیا۔ مگر وہ اسقدر مضبوط اور قوی الجثہ ہے کہ تم بھی اوسکے بدن مین دانتون سے زیادہ اثر نہین کرسکتے۔ اور نفطویہ تو کہتے ہین کہ معتصم کی اسقدر سخت پکڑ تھی کہ دو انگلیون مین آدمی کی کلائی دبا کر توڑ ڈالتا تھا۔

یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے ترکون کو اپنے دربار مین باریابی کا موقع دیا اور بادشاہان فارس سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔ اکثر اونہین کی رفتار پر چلا اور اسکے ترک غلامون کی تعداد قریب دس ہزار کے ہو چکی تھی۔

ماہ رجب سنہ ۲۱۸ھ مین مامون کے بعد اسکے ہاتھون پر بیعت کی گئی۔ اور یہ بھی مامون کی طریقت پر چلا۔ خلق قرآن کیساتھ لوگون کا امتحان لینے مین اسکی تمام عمر گزری۔ اپنے تمام مقبوضہ دیار و امصار مین تخلیق قرآن کا مسئلہ عام کر دیا تھا حتی کہ معلمین کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ تدریس اور

تعلیم دیتے وقت بچون کو تخلیق قرآن کا مسئلہ بھی سکھادیا کرین غرضکہ اس بارے مین عوام مخلوق مسلمین اور خصوص علماء وائمہ وقت کو اس سے سخت تکلیف اور ایذائین برداشت کرنی پڑین اور اسی تخلیق قرآنکے نامبارک مسئلہ پر فتوی ندینے اور معتقد نکرنے پر کثیر التعداد علماء کو شہید کردیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسی کے عہد مین اسی کے حکم سے شہید کیے گئے ہین شہادت آپکی ۲۲۰ھ مین واقع ہوئی تھی۔ امام صاحب ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک رکن اور حدیث کے بہت بڑے امام ہین۔ اسی سال مین معتصم نے بغداد کی بود و باش ترک کرکے ایک مقام اوسی نمود کا "سُرَّ مَن رَّاٰی" کے نام سے تعمیر کرایا تھا۔ مقام مذکور کی تعمیر کا اصل سبب یہ ہوا کہ اس زمانہ مین عمدہ ترکون کے بہم پہونچانیکی طرف اسکا رجحان اسقدر زیادہ ہوگیا تھا کہ لبعض آدمی محض ترک خرید کرنے کیلئے دیگر مقامات مثل سمرقند۔ فرغانہ واطراف وجوانب مین بھیجے گئے۔ اور اونکی خریداری مین کثرت سے مال خرچ کیا گیا ترکون کو قسم قسم کے بیش بہا قیمتی کپڑے دیباج وحریر وغیرہ اور سونے کے زیورات وطوق پہنائے گئے۔ یہانتک کہ بغداد مین کثرت سے ترک ہی نظر آنے لگے۔ اور جب اون کا لشکر اور ترتا تو رعایا کو تکلیفین وایذا محسوس ہوتی۔ شہر بغداد باوجود نہایت وسیع ہونیکے ترکونکی بود و باش سے ناکافی ہوگیا تھا۔ اور ممکن ہے کہ یہ ترک لوگون پر زیادتی بھی کرتے ہون آخر یہانتک نوبت پہونچی کہ بغداد کی رعایا معتصم کی خدمت مین عاجز ہوکر حاضر ہوئی اور سب نے متفق اللفظ ہوکر شکایۃً کہا کہ اگر آپ بمعیت اپنے لشکر کے ہمارے یہان سے نہ چلے جائینگے تو ہم آپ سے جنگ کرنے کا قصد رکھتے ہین۔ معتصم نے کہا کہ تم لوگ مجھسے کس طرح لڑسکتے ہو۔ انہون نے کہا کہ "لسہام الاسحار" یعنے صبح کے تیرون سے۔ اس سے مراد اونکی بددعا تھی کہ صبح کا وقت خاص قبولیت کا ہوتا ہے۔ معتصم نے کہا کہ اس جنگ کی مجھ مین طاقت نہین ہے۔ اسکے بعد خود مع اپنے ترکون کے لشکر کے مقام "سُرَّ مَن رَّاٰی" کی جانب چلا گیا ۲۲۳ھ مین مملکت روم پر اسنے جہاد کیا۔ اور اپنے دشمنون کو ایسی سخت

اذیتین اور تکلیفین پہونچائین جنکی مثال کسی خلیفہ کے عہد مین نہین ملتی۔ اونکی جماعتین بالکل متفرق کردین اور گھرون کو گرادیا۔ مقام عموریہ کو بزور شمشیر فتح کیا تقریباً تیس ہزار روم کے کفار کو تلوار کے گھاٹ اوتارا اور اسی قدر تعداد مین اونہین قید کیا۔ معتصم کا قاعدہ تھا کہ جب غزوہ کا ارادہ ہوتا تو منجمین کو حکم دیتا کہ وہ نیک و بد ساعت دیکھکر فتح یا شکست کے نسبت راے ظاہر کرین۔ اور وہین خیمے نصب کر دئے جاتے مگر اوسکی فتح و نصرت اوسوقت پر موقوف تھی جبکہ وہ ڈرتا نہ تھا چنانچہ اسی بارہ مین ابوتمام شاعر کا قصیدہ مشہور ہے جسکو ہم بھی ناظرین کی دلچسپی کیلئے درج ذیل کرتے ہین۔ وہ یہ ہے

السیف اصدق انباءً من الکتب — فی حدہ الحد بین الجد واللعب
تلوار زیادہ سچی ہے خبر دینے مین انجوم کی کتابون سے — اسکی تیزی مین فرق ہے درمیان سعی اور کھیل کے

والعلم فی شھب الارماح لامعۃ — بین الخمیسین لا فی السبعۃ الشھب
اور علم نیزون کے پہلون مین چمکنے والا ہے — لشکرون کے درمیان ہین نہ سات ستارون شہب میں

این الروایۃ ام این النجوم وما — صاغوہ من زخرف فیھا ومن کذب
کہان ہے روایت یا کہان ہے نجوم اور وہ — جو انہون نے اسمین مزخرفات اور جھوٹ گھڑ لیا ہے

تخرصا واحادیثا ملفقۃ — لیست بنبع اذا عدت ولا غرب
یہ جھوٹ اور بے بنیاد باتین ہین — نہ عجمی مین ہین اگر تلاش بھی کی جائین اور نہ عربی مین

صولی کہتے ہین کہ مین نے مغیرۃ بن محمد سے سنا ہے وہ کہتے ہین کہ یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ اسقدر بادشاہ کسی سلطان کے دربار مین جمع نہین ہوے جسقدر معتصم کے دردولت پر اور نہ کبھی کسی بادشاہ نے اسقدر کثیر التعداد فتوحات حاصل کین جسقدر معتصم کو نصیب ہوئین۔ ممالک آذربائیجان۔ طبرستان۔ استان۔ شیاصح۔ فرغانہ۔ طخارستان۔ صغہ اور کابل کے بادشاہ اسی کے زمانہ مین قید ہوے تھے۔ اسکی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ"

جب معتصم اپنا محل میدان مین بنا کر فارغ ہوا تو اوسنے اوسی محل مین ایک دربار اظہار خوشی اور جشن کے طور پر منعقد کیا چنانچہ اس جشن طرب مین بہت سے لوگ تہنیت ومبارک باد دینے کیلئے حاضر ہوئے۔ اور اسحاق موصلی نے اوسی تقریب مین ایک پر لطف قصیدہ پڑھکر سنایا۔ جسکا پہلا شعر یہ تھا۔ ؎

یا دار غیرک البلاء ومحاک ۔۔۔ یالیت شعری بالذی ابلاک

ای گھر بدل دے تجھے پرانا ہونا اور مٹا دے تجکو ۔۔۔ ای کاش این سمجھ لیتا اوسکو جسنے تجھی پرانا کیا

گو اسحاق کا اس شعر سے یہ مطلب تھا کہ ہمارے بادشاہ کی اتنی بڑی عمر ہو کہ یہ محل بادشاہ کے سامنے ہی پرانا ہو جائے اور مٹ جائے اور بادشاہ سلامت رہے۔ لیکن یہ شعر مناسب حال نہ تھا۔ معتصم اور نیز دیگر حاضرین نے اس شعر سے فال بد لی۔ اور رومین دربارین اشارے ہونے لگے۔ لوگون نے تعجب کیا کہ اسحاق بادشاہون کی خدمت مین مدتون رہنے کے علاوہ ایک عالم متبحر اور فصیح وبلیغ شاعر ہین انہون نے مناسبت مقام وحال کا کیون لحاظ نہ کیا۔ اور ایسا نامبارک شعر بجائے مبارک بادی کے کس خیال سے پڑھا حتیٰ انتہا یہ کہ معتصم نے چونکہ اس شعر سے شگون بد لیا تھا۔ اس لیئے اوس محل ہی کو خراب کرا دیا۔

ابراہیم ابن عباس سے مروی ہے کہ معتصم کلام کرتا تھا تو اپنا نفس مطلب ادا کرنے کے بعد بھی کچھ باتین زیادہ کر دیا کرتا تھا۔ یہہ پہلا خلیفہ ہے جسنے کھانون کو نہایت پر تکلف کیا اور یہانتک بڑھا دیا تھا کہ باورچی خانہ کا روزانہ خرچ ایک ہزار دینار پڑتا تھا۔ اوسکے بعض حکمت آمیز اقوال یہ ہین۔ پہلا ابی العنبا، اور دوسرا اسحاق سے منقول ہے وہ کہتے ہین۔ مین نے سنا ہے کہ معتصم کہتا تھا "جب خواہشین غالب آجاتی ہین تو رائے باطل ہو جاتی ہے"۔ دوسرا قول یہ ہے "جسنے اپنے اور دوسرون کے حقوق مین حق طلبی کی وہ کامیاب ہوا"۔ معتصم کا ایک غلام عجیب نام نہایت حسین وجمیل تھا۔ اسکے ساتھ خلیفہ بہت محبت رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ اوسکی تعریف مین چند اشعار کہے۔ شعرا کی فطرت مین

یہ امر داخل ہے کہ جب تک وہ اپنے شعرون کی دل خواہ داد نہ لے لین اونکی طبیعت کو کوفت رہتی ہے چنانچہ اسنے محمد بن عمر رومی کو بلا بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوے تو پہلے اظہار واقعیت یا کسر نفسی کی طور پر اون سے کہا کہ آپ جانتے ہین مین اپنے تمام بھائیون سے علم ادب مین کم ہون۔ اسکا سبب یہہ ہے کہ امیر المومنین ہارون رشید میرا بہت لاڈ اوٹھاتے اور مجھسے بہت محبت کرتے تھے۔ اور مین لہو و لعب کی جانب زیادہ تر راغب رہا کرتا تھا۔ حال مین چند اشعار عجیب کی نسبت کہے ہین۔ اگر اچھے ہون تو فبہا ورنہ تمکو میرا راز دار بنکر انھین چھپا لینا چاہیے اور یہ اشعار پڑھے ؎

لقد رایت عجیبا — یحکی الغزال الربیبا
مین عجیب کو دیکھتا ہون کہ — اوسکی مثال ایک پالو ہرن کی ہے
الوجہ منہ کبدر — والقد یحکی القضیبا
اوسکا منھ چودھوین رات کے چاند جیسا ہے — اور قد ایک تناور شاخ کی یاد دلاتا ہے
وان تناول سیفا — رایت لیثا حربیا
اور اگر وہ تلوار باندھے — تو جنگ اور شیر جانتا ہوئین اوسے
وان رمی بسہام — کان المجید المصیبا
اور اگر تیر لگاے تو — اسکا نشانہ کبھی نہین چوکتا
طبیب ما بی من الحب — فلا عدمت الطبیبا
میرا طبیب ہے مرض محبت کا — بس مجکو چاہیے کہ اپنا طبیب ہاتھ سے نہ جانے دین
انی ھویت عجیبا — ھوی ارا ہ عجیبا
مین عجیب سے ایک خواہش رکھتا ہون — کہ وہ خواہش خود بھی عجیب ہے

محمد بن عمر رومی کہتے ہین کہ مین نے بیعت کی قسم کھائی کہ یہہ شعر بہت ملیح ہین۔ اون تمام خلفا کے اشعار سے جو شاعر نہ تھے۔ تو معتصم کی طبیعت بہت خوش ہوئی اور میرے لئے

پچاس ہزار درہم کے عطیہ کا حکم دیا۔

عبدالواحد بن عباس ریاشی سے نقل کر کے صولی بیان کرتے ہین کہ ایک بار شاہ روم نے معتصم کو نامہ بھیجا جس مین طرح طرح کی دھمکیان دی تھین۔ جب وہ خط معتصم کو سنایا گیا تو فوراً اُسیوقت معتصم نے کاتب سے کہا کہ لکھو اور یون خط لکھوانا شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد فقد قرات کتابک و سمعت خطابک والجواب ما ترئ لا ما تسمع

مینے تمہارا خط پڑھلیا اور تمہارا خطاب بھی سنا ۔ اُسکا جواب عنقریب تم دیکھوگے نہ یہ جو سنتے ہو

وسیعلم الکفار لمن عقبی الدار

اور عنقریب کفار جان لینگے کہ کسکے ہاتھ بازی رہی

اس خط سے معتصم کے علم ادب پر قادر ہونے کے علاوہ اسکی شجاعت اور بہادری بھی ظاہر ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارا خط تمہارے خط کا جواب نہین ہے بلکہ اصل جواب میدان کارزار ہوگا۔ جو عنقریب نظرون کے سامنے ہوگا۔ اور تو دیکھیگا کہ فتح مندی ہمین حاصل ہوگی۔

معتصم سخن گو ہونے کے علاوہ سخن فہمی مین بھی کمال رکھتا تھا۔ اور ہارون رشید کیطرح اسکے دروازہ پر بھی شعرا کا جمگھٹ رہا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اسے خیال ہوا کہ وہ اپنی مدح مین کوئی بہترین قصیدہ سُنے۔ چنانچہ موجودہ شعرا کیطرف مخاطب ہوکر اون سے کہا کہ تم مین کوئی ایسا ہے جو میری شان مین منصور نمری کے مندرجہ ذیل قصیدہ کی طرح مین لکھے۔ جو رشید کی مدح مین اوسنے کہا ہے۔ اور یہ اشعار سنائے۔

ان المکارم والمعروف اودیۃ	اصلک اللہ منہا حیث تجتمع
تمام بزرگیان اور عمرگیان جنگل مین ہین	کہ اللہ نے تجھکو ان میں سے خاص کر دیا جہان ان جنگلوں میں سب جمع ہوں
من لم یکن بامین اللہ معتصما	فلیس بالصلوٰۃ والخمس ینتفع

جو اللہ کے امین سے کوئی چیز حاصل نہ کرے　　اوسی پانچون وقت کی نماز بھی فائدہ نہین دیتی

ان خلف القطر لم تخلف فواضله　　او ضاق امر ذکرناہ فلیتسع

اگر ابر بارندہ غلا امید برسے تو ممکن ہے مگر معتصم کی عطیات خلاف وعدگی نہین کرتے　　یا مذکور امر تنگ ہوجائے تو فراخ ہوجاتا ہی

ابو وہب شاعر نے کہا کہ ہان ! یا امیر المومنین !! ہم مین ایسے لوگ ہین جو ان سے بہتر کہہ سکتے ہین - اور فی البدیہہ اسی بحر مین بتبدیل قافیہ یہہ اشعار کہے اور اسحق اُنین بھی بہت زور سخن ہے ؎

ثلثة تشرق الدنیا ببہجتها　　شمس الضحے وابو اسحاق والقمر

تین چیزین ہین جنکی تابش سے دنیا روشن ہوجاتی ہے　　چاشت کا سورج اور ابو اسحاق (معتصم) اور چاند

تحکی افاعیله فی کل نائبة　　والغیث والصمصامة الذکر

اسکی کارگزاریان ہر واقعہ مین بیان کیجاتی ہین　　اور ابر بارندہ اور تلوار تیز

امام سیوطی لکھتے ہین کہ معتصم کا بروز پنجشنبہ ماہ ربیع الاول ۲۲۷ھ مین انتقال ہوا اسنے اپنے دشمنون کو اطراف وجوانب مین بہت ذلیل کیا تھا - اور کہا جاتا ہے کہ وہ مرض موت مین یہ آیت اپنی ورد زبان رکھتا تھا "حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً" "یعنے یہانتک کہ وہ خوش ہوگئے اوس چیز سے جو اونپر آئی تو ہمنے انہین اچانک پکڑ لیا" پھر جب نزع کی حالت تھی تو نہایت متاسفانہ لہجہ مین یہہ کہتا تھا "ذَهَبَتِ الْحِیْلَةُ فَلَیْسَتْ حِیْلَة" یعنے حیلہ جاتا رہا اب کوئی حیلہ نہین ہوسکتا" اور یہہ بھی منقول ہے کہ مرتے وقت اوسکی زبان پر یہہ دعا تھی "اللهم انك تعلم انی اخاف من قبلی ولا اخاف من قبلك" (ترجمہ) ای اللہ تو جانتا ہے کہ مجکو خوف ہے اپنی طرف سے اور بیخوف ہون تیری طرف سے اور امید ہے تجھسے اور یاس ہے اپنے آپ سے -

منجملہ معتصم کے بہت سے اشعار کے یہہ بھی ہین ؎

قرب النحام واعجل یا غلام　　واطرح السرج علیه واللجام

اے غلام جلدی کر اور گھوڑے کو قریب کر دے — اور اوسپر زین کس اور لگام چڑہا

واعلم بانک لا تزال الی خائف — لجة الموت فمن شاء اقام

اے ترکو! تمہین جان لینا چاہئے کہ مین — غرفات موت مین بہنے والا ہون پس جو چاہے اقامت کرے

اسنے ارادہ کیا تھا کہ اقصائے مغرب کی جانب سیر کرے تاکہ اون ممالک کو بھی اپنی ملکیت اور تصرف مین لائے جنپر بنی عباس ہنوز قابض نہین ہو سکے تھے۔ اس سبب سے کہ اوپر ایک اموی (عبد الرحمن اموی) والی ہو گیا تھا۔ اور بنی عباس کے قابو مین نہین آتا تھا۔ صولی بیان کرتے ہین کہ معتصم نے محمد بن خطیب سے بر سبیل تذکرہ کہا کہ بنی امیہ مین بہت بادشاہ گذرے ہین اور ہم بنی عباس مین کوئی بادشاہ ابتک نہین ہوا تہا مگر مین بادشاہ بنی عباس ہون۔ اور جب میری بادشاہت مسلم ہے تو ناممکن ہے کہ کسی اموی کی حکومت باقی رہے۔ مگر بنی امیہ کا بادشاہ اندلس مین ہے۔ پہر اندازہ کیا کہ کسقدر فوج اوسکے محاربہ کو کافی ہوگی حتی کہ اوسکی جمعیت کا انتظام بھی شروع کر دیا۔ لیکن مرض موت بہت سخت ہو گیا تھا۔ اوسی مین انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون"

جب معتصم کا انتقال ہوا ہے تو اوسکے وزیر محمد بن عبد الملک نے یہ مرثیہ پڑہا جو اوسکے انتقال کی تعزیت اور اوسکے جانشین لڑکے ہارون کی تہنیت پر شامل تھا۔

قد قلت اذ غیبوک واصطفقت — علیک اید بالتراب والطین

آہ! جب تو لوگون سے غائب ہو گیا (ہمیشہ کے لیے) — اور ہم سب نے خاک اور مٹی کا تودہ ہاتھ سے تجھپر چھا دیا تو کہا مینے

اذہب فنعم الحفیظ کنت علی الدنیا — ونعم الظہیر کنت علی الدین

جا تو! آہ!! اچھا محافظ تھا دنیا پر — اور اچھا نگہبان تھا تو دین کا

ما یجبر اللہ امة فقدت — مثلک الا بمثل ہارونٌ

نہین نعم البدل کرتا اللہ اوس امت کے لیے — جسنے گم کر دیا ہو تجھ جیسے کو مگر ہارون جیسا

محمد حسین رنگین صدیقی لکھنوی

* ہارون اسکے جانشین لڑکے واثق باللہ کا نام ہے۔ شاعر کا یہی مطلب ہے کہ تجھ جیسے کا جبر و ہارون جیسا ہی ہو سکتا ہے۔ جو تیرے مسند پر — عہد جانشین ہو گیا ہے [illegible]

وغیرہ مین بعض صورتین ایسی نکل آئی ہین جنکیوجہ سے وہانکی بیگمات کو آزادی کا مفہوم سمجھنے مین آسانیان ہو گئی ہین۔ زنانہ مدرسے ہین شائستہ قومون سے خانگی وتجارتی تعلقات ہیں سمندر کے دلکش نظارے اور مال و دولت کے اعتبار سے فراغت ہے لیکن جن معاملات ہنوز رسم ورواج کی طلائی زنجیرین مظبوط ہین وہان ابھی تک صنف نازک کو بجائے خود اُس گتھی کے سلجھانے مین دقتین درپیش ہین۔

یہہ کوئی نئی بات نہین ہے بلکہ زمانے مین جب کبھی اصلاح معاشرت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اسوقت ایسی ہی خرابیان ظاہر ہونے لگتی ہین کیونکہ موسمونکے بدلنے کے وقت اعتدال مزاج مشکل سے قائم رہسکتا ہے۔ اصل یہہ ہے کہ وحشی وبدوی لوگون کے جو اوصاف گنائے جاتے ہین مثلاً قسمت کا اعتقاد شجاعت۔ اخوت اور عورتونکی عصمت وغیرہ انمین یہہ آخری صفت ایسی ہے جو بزمانۂ موجودہ آزادی نسوان مین بڑی روک سمجھی جاتی ہے اور اسیوجہہ سے قدیم وجدید خیالات کے لوگون مین ہی ایک مسئلہ مابہ النزاع ہوتا ہے۔

اس موقع پر بطور جملہ معترضہ یہہ کہنا بیجا نہو گا کہ وحشیون کے ان اوصاف کا کھوج لگانے مین فقط حکماے یورپ ہی کی کوششین قابل داد نہین ہین بلکہ ان خیالات کا نقش اول وہ فلسفیانہ تاریخ ہے جسکے مقدمہ مین علامہ ابن خلدون نے اپنا یہہ دعویٰ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ "حضریت کے بہ نسبت بدویت زیادہ قرین سعادت ہے" ۵

جہان مثل زلیخا مشتری تھا جن مضامین کا　　تماشا ہے وہ یوسف بنکے خود بازار مین آئیں

اگلے وقتون مین جو امور اچھے سمجھے جاتے تھے وہ آجکل کے زمانے مین پسندیدہ اور مفید نہین ہین اور ان مفروضات کا مفہوم اب بالکل مختلف ہے مثلاً تقدیر کا خیال پہلے ذاتی و انفرادی حیثیت سے تھا مگر اب ان قوانین محکم کا نام تقدیر ہے جو تمام کارخانۂ عالم مین جاری و ساری ہین۔ فقد سا تھا تنقد یر اسیطرح شجاعت وبہادری اب یہہ نہین رہی ہے کہ نیتے یا تیر و کمان لیکر آتش بار اسلحہ کے مقابلہ پر تیار ہو جائین بلکہ آجکل ہمکو اپنے

حفاظت نہین ہوسکتی جو شرعاً و عرفاً بہت ہی ضروری چیز ہے کیونکہ بغیر اسکے عصمت وحیا جو ہمکو گویا نکا جوہر ہے اوسکی حفاظت غیر ممکن ہے اسیوجہ سے طبقۂ اسلام کی مغز ہمبین ابھی تک اوس لیڈیز کانفرنس مین شریک نہین ہوئین جو کچھ عرصہ سے قائم ہے اور دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء مین جسکا ایک سالانہ جلسہ لاہور مین ہوا تھا۔

اسواے اس پردہ شکنی کے اور بھی نقصانات ایسے عائد ہون گے جو ترقی تعلیم کے مانع ہون گے اور جب ترقی تعلیم ہی نہوئی جو اس کانفرنس کا اصلی مقصد ہے تو کانفرنس قائم ہونے سے حاصل اور اسکے وجود سے فائدہ۔

ایک عرصہ سے کچھ خیرخواہان قوم اس طرح سے پردہ کے پیچھے پڑے ہین کہ اوس بیچارے کا ان سے پیچھا چھوڑانا مشکل ہو گیا ہے۔ میرے خیال مین عجیب نہین جو یہ کانفرنس بھی اُنکی پردہ شکنی کا ایک مقدمہ ہو۔ اسلئے مین اپنے مختصر خیالات کو ایک ناچیز مضمون کے پیرایہ مین اپنی دوراندیش اور انجام بین بہنون کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہون۔ اور امید رکھتی ہون کہ وہ اسکے انجام کو ہر پہلو سے خیال کرکے آگے قدم رکھنے کی کوشش کرینگی۔

راقمہ

زاہدہ بنت مولوی وسیم الدین اوناوی

بیجا اعتراض

ہماری بعض بہنون کی عادت ہوتی ہے کہ چاہے کوئی بات قابل اعتراض ہو یا نہو مگر وہ خوامخواہ لوگون پر اعتراض کر بیٹھتی ہین مثلاً کسی کی ہنسی پر کسی کے بول چال پر کسیکی وضع پر۔ مگر لطف یہ ہے کہ کچھ دن بھی گذرنے نہین پاتے کہ وہ باتین خود اختیار کر لیتی ہین۔ پھر اگر کسی موقع پر کسی بے مروت بہن نے اُنکو ٹوکا تو وہ صاف مکر جاتی ہین یا کچھ حیلہ بہانہ کرکے ٹال دیتی ہین۔ مین اپنی ان بہنون سے یہ پوچھتی ہون کہ بھلا اس سے کیا فایدہ ہے ایک تو

اس طرح پر جھوٹ کی عادت ہو تی ہے دوسرے ذلیل ہونے کے سوا اور کوئی نتیجہ نہین ہوتا۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جاہل نہین بلکہ بہت سی لکھی پڑھی تمیز دار تہذیب یافتہ بہنون مین بیہ بات پائی ہے۔ ان مین اکثر بہنین تو ایسی ہین جو خود کسی وجہ سے وہ باتین نہین کرنے پاتی ہین اور رشک کے سبب اعتراض کرتی ہین اور بہتیری عادتاً ایسا کرتی ہین۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم لوگون نے خود اپنی حالت کو بالکل برباد کر رکھا ہے اور ان فضول باتونکی طرف مطابق خیال نہین کرتے۔ بھلا ایسی حالت مین ہم کیا ترقی کی امید کر سکتے ہین پیاری بہنو ذرا سنبھلو اپنی ان بیجا باتون کو چھوڑو اور اپنی حالت خود درست کرو۔ ان بیجا اعتراضون سے سوا اسکے کہ لوگونکا دل دکھے اور کوئی خاص فایدہ نہین ہوتا۔ ہماری بہنین اس بات کا ذرا خیال نہین کرتی ہین کہ خواہ مخواہ کسی کا دل دکھانا کیسے گناہ کی بات ہے۔ اس کی ممانعت شرع شریف مین ہے۔

کیا تعلیم حاصل کرنے کے یہی معنے ہین کہ دنیا مین اپنے کو سب سے افضل سمجھنے لگین یا یہ کہ کتابین پڑھین اخبارات پڑھین مگر اونکے فوائد پر بالکل غور نہ کرین۔ اپنی طبیعت کی اصلاح نہ کرین۔ میری بہنو تعلیم حاصل کرنے کے یہ معنے نہین ہین کہ تم لکھ پڑھکر تعلیم کو یون برباد اور بدنام کرو۔ تعلیم حاصل کرنے کے تو یہ معنے ہین کہ تم جہالت کے گڑھے سے نکل کر بری باتین چھوڑو اور اچھی باتین اختیار کرو۔ والسلام فقط

علویہ

آزادی نسوان

ہندوستان مین آزادی نسوان کا مسئلہ ایسا پیچیدہ ہو گیا ہے جسکے حل کرنے مین بہی خواہان قوم کو طرح طرح کی دشواریان پیش آرہی ہین اور اگرچہ احاطہ بمبئی و مدراس

مگر اسوقت تک جو علمی ترقی ہملوگون مین نہین ہوئی اوسکی اصل وجہہ یہہ تھی کہ ہماری بہنین نہ اسکی ضرورت محسوس کرتی تھین نہ شوق تھا مگر اب وہ خود خواب غفلت سے بیدار ہوئی ہین اور ترقی کی کوشش کر رہی ہین جسکے ثبوت کیواسطے سیکڑون زندہ تمثیلین دنیا مین اسوقت موجود ہین اور روز بروز ہوتی جاتی ہین رسالہ عصمت و نیز دیگر پرچون مین جو مضامین ہماری بہنون کے شائع ہوتے ہین وہ بھی اس بات کی شہادت دیتے ہین کہ عورتین اسوقت تک جاہل نہین رہین اور اب بفضلہ ایک نمایان ترقی کر رہی ہین۔

اس موقع پر سرسید احمد صاحب کی کانفرنس جو تمثیلاً پیش کی گئی ہے وہ محض لایعنی ہے کیونکہ اولاً اوس کانفرنس کا منشا یہہ تھا کہ مسلمان لڑکون کو اعلی درجے کی تعلیم دیکر بی اے ایم اے۔ ایل ایل بی کے امتحان پاس کرائے جائین مگر ہملوگونکے لئے اس بات کی کوشش کرنا بیکار ہے بفرض محال اگر ہماری بہنون نے بہ ہزار دقت و خرابی یہہ درجے پاس بھی کئے اور ڈگری حاصل بھی کی تو اس سے نتیجہ؟ ہملوگ کسی پبلک خدمت کے لائق نہین۔ نہ کسی عدالت کے حاکم ہو سکتے ہین۔ دوسرے یہہ کہ وہ کانفرنس جنس ذکور کے لئے تھی کیا عورتین بھی ویسی آسانی سے اور اوسیطرح بلا کسی خدشہ کے کانفرنس وغیرہ مین شریک ہو سکتی ہین۔ تیسرے یہہ کہ اوس کانفرنس کا منشا یہہ بھی تھا کہ جو لوگ ابتک پرانے خیالات کے تھے اور تعلیم انگریزی کو کفر خیال کرتے تھے وہ ضرورت تعلیم انگریزی محسوس کر کے اسطرف رجوع ہون۔

لیڈیز کانفرنس مین اولاً یہہ سب اسباب ایک سرے سے معدوم ہین۔ دوسرے جبکہ ہماری معزز بہنین خود ضرورت تعلیم محسوس کرتی ہین اور کوشش کر رہی ہین تو لیڈیز کانفرنس اونکو کیا فائدہ پہونچا سکتی ہے بلکہ ایسے وقت مین جنس ذکور کی تھوڑی تحریک اور لایق بہنون کے مضامین بھی مسیحائی کرنیکو کافی ہین جو باقیماندہ [illegible] ش و ترغیب دلا کر ایک تازی روح پہونک دینگے۔ علاوہ اسکے کانفرنس مین شریک ہونے سے پردہ کی

سے تحریر فرمائینگے۔ مجھے افسوس ہے کہ اپریل کے الناظر مین یہہ مضمون شایع نہو سکا۔

زہرا بیگم فیضی

آل انڈیا لیڈیز ایجوکیشنل و سوشل کانفرنس

ایک مہربان قوم نے مارچ کے پرچہ الناظر مین ضرورت آل انڈیا لیڈیز ایجوکیشنل و سوشل کانفرس کو بیان کیا ہے چنانچہ قبل اسکے کہ مین لیڈیز کانفرس کے فوائد و نقصانات پر کوئی رائے ظاہر کرون یہہ معلوم کرنا چاہتی ہون کہ ہملوگونکے لئے تعلیم کی ضرورت ہے بھی یا نہین اور اگر ہے توکس قسم کی تعلیم ہو۔

میرے خیال مین اگر فرقہ اناث کو تعلیم کی ضرورت ہے تو صرف علم اخلاق۔ ادب طرز معاشرت۔ امور خانہ داری وغیرہ کی اسلئے کہ جہانتک غور کیا گیا تعلیم نسوان کا منشا یہہ معلوم ہوا کہ اس سے علاوہ خود ہماری تربیت کے آیندہ نسلون پر مستحسن اثر پڑے اور چونکہ اعلی تعلیم کیلئے یہہ ضروری ہے کہ تعلیم کی ابتدا ماں کی گود ہی سے ہو کیونکہ ماں کا اثر بچے کے اخلاق وغیرہ پر بہت زیادہ پڑتا ہے اور ہر شخص کی عمر کا ایک معتدبہ حصہ اور خاصکر وہ حصہ جس مین اصلاح باسانی ہوسکتی ہے ماؤن کی زیر پرورش گزرتا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ عورتین بھی تعلیم یافتہ خلیق اور مہذب ہون۔ جبکہ تعلیم نسوان کا منشا یہی ہے تو ہمکو ایف اے۔ بی اے پاس کرنیکی کوئی ضرورت نہین ہوسکتی کیونکہ علم اخلاق وغیرہ اسطرح سے حاصل نہین ہوسکتے ان علوم کا ذخیرہ مذہبی کتابو نمین ہے اور سوائے اس ذریعہ کے کسی دوسرے طریقے سے حاصل ہونا غیر ممکن ہے۔ اسی امر کی تاکید ہمارا مذہب اسلام بھی ہمکو کرتا ہے کہ (العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة) دوسری جگہ علم کے اقسام بیان کردیے کہ (العلم علمان علم الابدان و علم الادیان) لہذا ضروری ہوا کہ ہملوگونکو مذہبی تعلیم دیجائے۔ البتہ اگر علم شے بہ از جہل شے کا مصداق تسلیم کرکے تھوڑی سی انگریزی بھی پڑھا دیجاسے تو چندان مضائقہ نہین۔ مذہبی تعلیم کیلئے کانفرس کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ ابھی تک دنیا کے کسی حصہ زمین پر لیڈیز کانفرنس نہ تھی اور اوسکے نہونے سے ایسا بھی نہوا کہ عورتین علی العموم جاہل رہی ہون

لیڈیز کانفرنس

جناب امین الحسن رضوی صاحب کا مضمون لیڈیز کانفرنس کے عنوان سے الناظر مین دیکھکر مینے شوق سے پڑھا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ پانچ ہی چھ سال مین مردونکو لیڈیز کانفرنس کا قایم ہونا ضروری معلوم ہونے لگا۔ مسٹر شیخ عبداللہ بی۔ اے ایل ایل بی حامی تعلیم نسوان اور آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے شعبہ تعلیم نسوان کے سکریٹری کی کوشش بلیغ کا یہہ نتیجہ ہوا تھا کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس واقع علیگڈھ کے ضمن مین لیڈیز کانفرنس علیحدہ قائم ہوئی جسپر متعصب حضرات نے اعتراضات کی ایسی بوچھار کی کہ دوبارہ کہین لیڈیز کانفرنس نہوئی اور اوسکے قائم کرنیوالون نے بھی یہہ خیال کیا کہ ایسا کرنا شاید قبل از وقت ہو۔ خیر اس سال پھر خیال پیدا ہوا ہے کہ لیڈیز کانفرنس ہو کیونکہ نامعلوم سیکڑون فائدے ضرور ہوتے ہین۔ کوئی چیز ہم کو اس طرح یکمل نہین بنا سکتی جیسے ایک جگہ شیر و شکر ہو کر بیٹھنا۔ اور ایک دوسرے کو دیکھکر اور باہم ملکر جو باتین حاصل ہوسکتی ہین وہ بیان سے باہر ہین اسکا اچھا اثر قوم پر ہونا ضروری ہے علیگڈھ لیڈیز کانفرنس مین بمبئی سے پانچ بیگمات تشریف لیگئی تھین اور دہلی وغیرہ سے کوئی بیس بیگمات رونق افروز ہوئی تھین جلسہ کے وقت غیر قوم کی بی بیون سمیت جملہ ۸۰ عورتین تھین۔ دوسرے سال جب مین دہلی گئی اور اون بہنون سے ملی جو لیڈیز کانفرنس مین شریک ہوئی تھین تو مجھے پوری طرح یقین ہو گیا کہ لیڈیز کانفرنس نے کچھ کچھ اپنا اچھا اثر ضرور چھوڑا ہے۔ جب ایک بار ملنے جلنے سے یہہ اثر پیدا ہوا تو اگر ہر سال ملنے کا موقع ہو تو قوم کے دن پھر جائین۔

اسمین شک نہین جیسا کہ جناب امین الحسن صاحب نے فرمایا "کہ قابل اور لائق عورتین ہر سال نئے نئے شہرون مین کانفرنس قایم کرین اور اپنی ہم جنسون مین جائز رشک اور تعلیمی تحریص پیدا کرین" اسکے جواب مین قابل بہنین "بسر و چشم ہم حاضر ہین" کہینگی کیونکہ ان کو کامل یقین ہے کہ عورتین اسمین دل سے شریک ہونا چاہتی ہین بلکہ اون کا بس چلتا تو اس سے کئی سال پیشتر وہ بہت کچھ کر گذری ہوتین۔ لیکن مردون سے ابھی امید نہین ہے کہ وہ عورتون کو اتنی آزادی دین جو وہ بیچاریان کم از کم لیڈیز کانفرنس مین شریک ہوسکنے کی مجاز ہون۔ ایک دو مردون کے مہذب اور روشن خیال ہو جانے سے تمام

ہندوستانکی عورتونکا کام نہین نکل سکتا ہے اسلئے جناب این الحسن صاحب سے صرف اتنا کہنا چاہتی ہون کہ وہ اپنے ہم جنسون کو دلسے آمادہ کرین نہ صرف منھ سے ہان کہدین اسکے بعد کانفرنس کا ہونا کوئی مشکل امر نہین ہے ایک ایک شہر مین چھوٹا چھوٹا گروہ جب ہم خیال ہو جائیگا تب قدم بڑھ سکتا ہے کیونکہ جب مرد اس بات کو مان لینگے اور لیڈیز کانفرنس کو اچھا سمجھنے لگین گے تب یہ بیچارہ بےبس اور کمزور فرقہ کچھ کر سکیگا اور ملامت سے بچیگا۔

اکثر روشن خیال اور مہذب مردون کو دیکھا گیا ہے کہ صرف زبانی جمع خرچ کرنیکے لئے عام جلسون مین عورتونکے حقوق دینے اور اونکی زندگیون کو کارآمد بنانیکی تحریک و تائید کرتے ہین اور انھین حضرات کے گھرون مین آج کوئی چلکر دیکھے تو قول و فعل مین زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا سب سے زیادہ افسوس تو اس بات پر ہے کہ مسلمانون کی باتون پر اعتبار کرنا بھی بڑی ذمہ داری ہے۔

مین معافی کی خواستگار ہو کر یہ کہے بغیر نہین رہ سکتی ہون کہ ادبار کے باعث مردون کی عقل کا بڑا حصہ کافور ہو گیا ہے۔ ہان انمین صرف اتنی عقل باقی ہے کہ عورتونکو تحت الثری تک پہونچا کر محکوم بنائین اور اس ردی حالت مین بےطرح حکومت جتا کر بیچاریون کی زندگی وبال جان کر دین اور تہمتون کی بارش اونکے سرون پر برساتے رہین۔ اسکے برخلاف خود کانفرنس بن جائین۔ جلسون مین شریک ہون۔ دعوتین کھائین۔ مزے اوڑائین اور جو چاہے کرین لیکن عورت کی مجال نہین کہ ایک حرف زبان سے نکال سکے۔ وہ زندگی گھر کے کونے مین گذارتی ہے اور مرکر قبر کا کونا دیکھتی ہے یہ اوسکی قسمت ہے۔ افسوس! یہ ایسا دل جلانے والا مضمون ہے کہ صفحے کے صفحے بھرے جا سکتے ہین لیکن اسوقت خاموش رہتی ہون۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتھ ہی لیڈیز کانفرنس کا ہونا بہتر ہے تاکہ بیگمات اپنے اپنے گھر کے مردونکے ہمراہ سفر کر سکین اور دونون کا کام ایک ہی وقت مین نکل جائے۔ بیگمات کے ٹھہرنے کا انتظام محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ذمہ رہے اور کسیقدر مزید روپیہ کی ضرورت ہو تو موجودہ (مقامی) بیگمات سے تھوڑا سا چندہ وصول کیا جائے یقین ہے کہ اسمین کسی کو اعتراض نہوگا۔ لیڈیز کانفرنس کے جلسہ مین وہی بیگمات تقریر کرنیکی مجاز ہون جنکو کمیٹی مقرر کرے کیونکہ ہر بیگم کی تقریر قوم کیلئے سودمند نہین ہو سکتی۔

جناب این الحسن صاحب۔ امید ہے کہ آئندہ کسی مضمون مین حسب وعدہ لیڈیز کانفرنس کے متعلق زیادہ شرح و بسط

دورِ جدید

میرے پیارے عنایت فرما - یہہ ایک ظریفانہ نظم ہے مین نے آپ ہی کیلئے لکھی تھی لیکن ایک صاحب زبردستی نقل لیگئے کیا عجب ہے کہ زمانہ یا کسی اور تک پہونچے - بہر کیف ناظرین الناظر کے سامنے بھی پیش ہونے کے لائق ہے یا نا مناسب ہو تو خود آپ حظ حاصل کر سکتے ہین پرائیوٹ طور پر - نیاز مند اکبر حسین

چل بسے وہ جنھین مقدور تھا خودداری کا | اب وہ تقویٰ نہ وہ تعلیم نہ وہ دل کی امید
ولولے لیکے نکلنے لگے کالج کے جوان + | شان مشرق کے عدو شیوۂ مغرب کے شہید
نئے انداز ریاضت ہین نئی صورت عیش | رمضان ساعت کرکٹ ہے تھیٹر مین ہے عید
نئی تہذیب نئی راہ نیا رنگ جہان + | دورِ گردون کی کہانتک کوئی کرتا تردید
بحث مین آہی گیا فلسفۂ شرم و حجاب | زُہرہ ممبر ہوئین و ڈٹ تھے جناب خورشید
دبی آواز کہا بھی جو کسی نے کہ جناب | کچھ مناسب نہین اسوقت مین ایسی تمہید
شیخ صاحب ہی کا ہے بزم مین کیا رعب و وقار | کہ خواتین کو پبلک مین ہو وقعت کی امید
لعنِ تحقیر کے اسیر ہوے یارون مین بلند | لڑکیان بول اٹھین خود بہ طریق تائید
جب حکومت نھین باقی تو یہہ غمزے کیسے | کونے کونے مین کرے بیٹھکے منتی کو پلید
تمنے شلوار کو پتلون سے بدلا اے شیخ | پھر مرے واسطے محرم رہے کیون حبل ورید
خود تو گٹ پٹ کیلئے جان دیئے دیتے ہو | ہمسے کہتے ہو کہ پڑھ بیٹھکے قرآن مجید
لال جب خود ہی کنیری کا ہوا ہے بندہ | تو یہہ مینا رہے کیون گوشۂ عزلت مین شہید
دوُلھا بھائی کی ہے یہہ رائے نہایت عمدہ | ساتھ تعلیم کے تفریح کی حاجت ہے شدید
درِ نظارہ مقفل رہے کب تک ہمپر + | کیون نہ غنچون کے لیئے بادِ صبا کی ہو کلید
اکبر افسردہ شد از گرمی این طرزِ سخن + | شیخ بگریخت و در صومعہ خویش خزید
کھل گئے در - نہ رہا شاہدِ مشرق مین حجاب | غل مچا ہر سے کا بول اٹھے یہہ مغرب کے مرید
لقد الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست | آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

بچاؤ کیلئے وہی اصول اختیار کرنا پڑتے ہین جو مسلمانون نے جنگ خندق کیوقت اختیار کئے تھے اور اخوت جو پہلے قبیلے اور خاندان کے تنگ دایرہ مین محدود تھی اب اسکا مفہوم قومی و ملکی برادری مین وسیع ہوگیا ہے اور کیا عجب ہے کہ آیندہ پان اسلامیزم کے اصولون پر عام ہو جاے۔ بالکل اسیطرح سے عورتونکی عصمت کا بھی معیار اب بہت کچھ بدل گیا ہے۔ پرانے زمانہ کی معتبر روایتون سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت پر ایک بیٹہ بان نے گواہی دی تو اسیوقت عام طور سے یہ شور غوغا مچگیا تھا کہ وان کیدکن عظیم۔ لیکن اب تہذیب و شایستگی کا دور دورہ ہے اور جاہلانہ خیالات معدوم ہوتے جاتے ہین۔ سکندر نے ایران مین اور الرک نے جرمنی وغیرہ مین عورتون کی عصمت کے بارہ مین سخت سے سخت آئین و قوانین نافذ کئے تھے مگر اب وہ سب تقویم پارینہ ہوگئے ہین۔ اور دور کیون جائیے خود ہندوستان مین جبکہ مرہٹونکی شورشون سے طوفان بے تمیزی برپا تھا اسوقت سیواجی کے کیرکٹر مین یہ بات بڑی آب و تاب سے دکھائی جاتی ہے کہ اسکو عورتونکی عصمت کا ایسا پاس تھا کہ اسنے کسی عورت کی ناک کٹوا کے پونہ سے شہر بدر کر دیا تھا (ملاحظہ طلب رسالہ ہندوستان ماضی وحال) اسیطرح لٹیرون اور ٹھگونکے بہت سے قصے مشہور ہین جن سے عورتون کیطرف سے بے اعتباری ظاہر ہوتی ہے۔ غرضکہ وحشیانہ زندگی کا یہ لازمہ تھا کہ عورتونکی عصمت کے ذمہ دار بھی مرد ہی ہوا کرتے تھے یہانتک کہ رفتہ رفتہ عورتون کے تمام حقوق پر مردون کا دست تصرف دراز ہوتا گیا۔

بدویت کیحالت مین اس زمانے کی سوسائٹی کے لحاظ سے مردون کیلئے یہ ضروری تھا کہ وہ حیادار بیبیون کے حفظ آبرو کا بندوبست کرین لیکن اب زمانہ حریت و آزادی مین اسکی مطلق ضرورت نہین ہے کہ یہ بار گران بھی مردون ہی کے سر رہے کہ ان تو ان دونو ...اخر ہی۔ اب جبکہ مرد و عورت ایک ہی پیمانہ پر آگئے ہین

وقت اسکا ہے کہ یغضضن من ابصارھنّ کے ساتھ ہی یغضوا من ابصارھم کی تعمیل ہونا چاہیے۔ چنانچہ امریکہ مین عورتونکو متدبہ آزادی حاصل ہے اور انگلستان مین مطالبہ حقوق کے ہنگامے عورتونکی کامل آزادی کا پیش خیمہ ہین اسیطرح ٹرکی مین کچھ دنون پیشتر نقاب کی بندشون اور آزادی نسوان کے بارے مین جو سختیان ہورہی تھین وہ اب نفین ہین اور نہین رہین گی۔

ہندوستان مین بھی آجکل آزادی کی ہوائین ہرگوشے مین چل رہی ہین اور اسیوجہ سے یہان عورتونکو تعلیم دلانیکی شدید ضرورت محسوس ہورہی ہے تاکہ وہ خود اپنے نیک و بد کی تمیز کرسکین اور اُن مین (فری ول) یعنی ارادہ انسانی کے صحیح استعمال کی عادت ہوسکے۔ لیکن اکثر افراد ذکور قدامت پرستی پر خود ایسے تلے ہوے ہین کہ ہنوز ہندوستان مین عورتونکی تعلیم کا ہی مسئلہ زیر بحث ہے اور یہہ خیال کیا جاتا ہے کہ تعلیم نسوان ہو بھی تو ایسی جو پرانے زمانے کے موافق ہو تاکہ زنان ہند کی اولادون مین مہاتما بدھ کے ایسے لوگ پیدا ہوسکین۔ لیکن کوئی تاریخی ثبوت اسبات کا نہین ملتا ہے کہ رانی کوشلیا نے چار دیواری کے اندر بیٹھے بیٹھے ایسا اُجیالا پیدا کیا ہو بلکہ زیادہ چھان بنان کیجائے تو یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ قدیم آریونکی عورتین خدا کی گوناگون حکمتونکے مطالعہ سے محروم نہین تھین اور زمانہ موجودہ مین بھی ہندو اور پارسی لیڈیز بی اے کی ڈگریان حاصل کرنے اور مفید مشاغل اختیار کرنے مین مردون کے پہلو بہ پہلو چل رہی ہین ع
تاکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری۔

ایسی حالت مین ہمکو نہایت تعجب ہوتا ہے جب کسی اپ ٹو ڈیٹ اہل قلم کے یہہ الفاظ نظر آتے ہین کہ عورتون اور مردونکی ترقی کے راستے مختلف ہونا چاہئے ہین جبکہ دونونکی منزل مقصود ایک ہی ہے۔ کسی قوم مین جبتک کہ وہ ترقی یافتہ نہو جائے اپنی موجودہ اور آیندہ ضروریات کا احساس مشکل ہوتا ہے لیکن زمانے کی

روش کے خلاف جو صدائین بلند ہو رہی ہین اونین ایک ایسی نیرنگی ہے جسپر الٹی گنگا بہانے کی مثل صادق آتی ہے اسلئے ہم آخر مین زمانے کی رفتار کے متعلق مثنوی مولانا رومی کی چند ابیات نقل کر دینا کافی سمجھتے ہین و ہو ہذا

دم مزن تا بشنوی زان آفتاب ہر چہ نامد در کتاب و در خطاب
دم مزن تا بشنوی زان سہ لقا الصلا اے پاکبازان الصلا
خود چہ جاے جد و بیداری و خواب دم مزن و اللہ اعلم بالصواب

شہرزاد - از حیدر آباد دکن

ریویو

عورت کی صلاح کار

یعنی

ماں کی مددگار اور بیوی کی نگہدار

یہہ کتاب ڈاکٹر ایم ای سیٹلی صاحبہ انچارج لیڈی ایچیسن زنانہ ہسپتال لاہور نے انگریزی مین تصنیف کی اور مسٹر ایف آر سراج الدین صاحبہ رفورمین کرسچن کالج لاہور نے اردو مین اسکا ترجمہ کیا۔ اسکے چار حصہ ہین حصہ اول مین حفظان صحت کے عام اصول پر بحث کیگئی ہے اور مکان - آب نوشیدنی غذا اور ورزش وغیرہ کے علاوہ بعض ایسی بیماریون کا ذکر کرکے جو نہایت عام بیماریان خیال کی جاتی ہین تیمارداری اور بیمار کے متعلق مفید مشورے دیئے گئے ہین حصہ دوم مین عورتونکی بعض عام بیماریون کی حقیقت اور اونکے علاج اور اعضائے تولید کی مفصل تشریح کرکے یہہ بتایا گیاہے کہ اولاد نہ پیدا ہونیکے کیا اسباب ہوتے ہین اور اونکا علاج کیونکر ہو سکتا ہے حصہ سوم مین حمل اور وضع حمل کی مفصل کیفیت زمانہ حمل مین یا اوسکے بعد جو بیماریان لاحق ہوتی رہتی ہین اونکی تشریح اور علاج - وضع حمل کے نشانات اور اوسوقت جو جو احتیاطی تدابیر کرنا چاہئے ہین زچگی

کے ایام مین زچہ کی حالت اوسکی بیماریان اور علاج ۔ اور بچہ کے تلف ہوجانے کی صورتون مین بتایا گیا ہے کہ کیا کیا کرنا چاہئے ۔ حصہ چہارم مین بچہ کی پیدائش ۔ دودھ کا انتظام اوسکی بدل غذائین اوسکا رکھ رکھاو بچپن کی بیماریان ۔ اونکے علاج ۔ غذا اور پرورش و پرداخت کے متعلق ہدایات ہین اور خاص خاص امراض ۔ اونکے علاج اور گھر کے دوا خانہ کے متعلق بحث کیگئی ہے ۔ ان امور کے متعلق جسقدر شرح و بسط کے ساتھہ اس کتاب مین تمام باتین لکھی گئی ہین اونکا فائدہ بیان سے باہر ہے ۔ فاضل مصنفہ نے کوشش کی ہے کہ یہہ کتاب ہندوستان کی مستورات کی ضروریات کو پورا کرے اور ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہین کہ اس کوشش مین اون کو بہت کامیابی ہوئی ہے ایک بات البتہ ہمکو کھٹکتی ہے وہ یہہ کہ جسقدر لوازمات حفظان صحت ۔ علاج اور بود و ماند کے متعلق باتین بتائے گئے ہین اون پر عمل درآمد کرنا غریب کیا معنے متوسط الحال طبقہ کے لوگون کیلئے بہی دشوار ہے ۔ خصوصاً جبکہ ہندوستان کی موجودہ معاشرتی اقتصادی حالت پر نظر کی جائے ہان خوش حال طبقہ ملک کے لوگ اگر ان تمام قیمتی ہدایتون پر عمل کرین جو اس کتاب مین درج ہین تو کوئی وجہ نہین ہے کہ اوس طبقہ کی مستورات کی صحت پر نہایت عمدہ اثر نہ پڑے ۔ اس کتاب کی مترجمہ سب سے زیادہ قابل تعریف ہین کہ اونہون نے عورت ہوکر ایسا سلیس آسان اور بامحاورہ ترجمہ کیا ہے ۔ زبان اور محاورات کی بعض لغزشون سے قطع نظر کرکے یہہ کہنا بیجا نہوگا کہ یہہ کتاب ہندوستانی نسوانی قابلیت کا نہایت قابل قدر نمونہ ہے ۔ اور جب ہم اس بات پر لحاظ کرین کہ اس ۵۵۳ صفحون کی مجلد کتاب کی قیمت صرف عہ ہے تو اس کتاب کی وقعت ہماری نظرون مین دوبالا ہوجاتی ہے اور ہم ناظرین و ناظرات الناظر سے اس کتاب کی خریداری کی سفارش کرنے پر مجبور ہوجاتے ہین یہہ کتاب رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز کے مطبع مفید عام واقع لاہور سے مل سکتی ہے

بی جی کی خوشی

یہہ ایک چھوٹی تقطیع کے ۲۳ صفحون کا مولود شریف ہے جو مولوی نظام الدین حسن صاحب

نظامی مالک نظامی پریس واخبار ذوالقرنین بدایون کی بیگم صاحبہ نے خاص مستورات کیلئے ترتیب دیا ہے اور اور مین نظامی پریس بدایون سے مل سکتا ہے مسلمانون کے لیئے محفل میلاد نہایت ضروری چیز ہے اور جسقدر کتابین ذکر حضرت خیرالانام مین اس غرض سے لکھی گئی ہین کہ ان مبارک محفلون مین پڑھی جائین وہ اس زمانہ کے حق شناس اور تحقیق پسند لوگونکی نظرون مین زیادہ وقیع نہین سمجھی جاتین اور مستورات کی عقیدتمندی اگرچہ آجتک اُن بوسیدہ کتابون کی وقعت مین کوئی کمی نہین ہونے دیتی لیکن تعلیم نسوان کی اشاعت نے اون کے دلون مین بھی ایک گونہ تحریک تلاش حق کی پیدا کر دی ہے اور اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ ان محفلون مین پڑھنے کے لئے بہتر کتابین طیار ہون۔

ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ اس کتاب نے محسوس شدہ ضروریات کو پورا کر دیا لیکن اسمین شک نہین کہ اسکی اشاعت نے ایک اچھا پہلا قایم کر دی ہے اور اسکی کامیابی زیادہ مفید تالیفات کی مقبولیت کا پیش خیمہ ہوگی۔

بیشتر حصہ اس کتاب کا نظم مین ہے جسمین بعض نہایت اچھی نعتیہ غزلین ہین اور حصہ نثر مین ولادت جناب سرور کائنات صلعم کے مختصر حالات اور عورتون سے متعلق بعض احادیث کی مختصر تفسیر ہے۔ اسکا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ عبارت آسان اور کم علم عورتون کی سمجھ مین آسکنے قابل ہو۔

ضرورت ہے

دو استانیون کی جو قرآن شریف۔ اُردو اور معمولی حساب کی تعلیم دے سکین اور ہر طرح کا سینے پرونے کا کام سکھا سکین کسی مدرسکی تعلیم یافتہ ہون تو اونھین ترجیح دی جائیگی۔ تنخواہ حسب قابلیت سے ملیگی۔ دیگر شرائط بذریعہ خط وکتابت طے ہو سکتی ہین۔

ف۔ بذریعہ دفتر الناظر۔ لکھنؤ

نظرے خوش گذرے

لسان العصر

ملک کا علم دوست طبقہ یکم جنوری سے "لسان العصر" کا انتظار کر رہا تھا۔ قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ اس۔ کا نام۔ بجاے خود پرچہ کی خوبی و وقعت۔ کے لیئے کافی ضمانت تھا۔ اور اسی امر نے ہماری نگاہ شوق مین ایک بیتابی پیدا کر رکھی تھی۔ لیکن بعض اتفاقی و ناگزیر اسباب کے باعث رسالہ کی اشاعت مین تعویق ہوگئی اور پہلا نمبر بجاے جنوری کے مارچ مین نکلا۔ اس نمبر کی ضخامت علاوہ سرورق اور اشتہارات کے ۱۲۱ صفحات کی ہے۔ ٹائٹل پیج (سرورق) نہایت خوشنما۔ لکھائی چھپائی۔ اوسط درجہ کی ہے۔

مضامین کے لحاظ سے رسالہ کے دو حصے ہین۔ حصہ اول مین تاریخی۔ ادبی اور سیاسی مضامین ہوا کرینگے۔ اور حصہ دوم مین دو باب ہین۔ پہلے باب مین ادب سادہ یعنی نظم فسانہ۔ مذاق۔ وغیرہ ہوگا۔ دوسرے باب کی فہرست مضامین مین ماہ گذشتہ کی خبرین واقعات پر رائین۔ تنقید کتب۔ اور خلاصۃ الرسایل شامل ہین۔ مضامین کی یہ ترتیب ہماری راے مین نہایت مناسب و مفید ہے۔ اور اگر کسی رسالہ مین قابل ایڈیٹر کے زیر اہتمام پابندی کیجاے۔ تو اسکی کامیابی و جامعیت مین کسکو کلام ہوسکتا ہے؟ مارچ نمبر مین ہماری نظر پہلے "گذارش اڈیٹر" پر پڑتی ہے جسمین نہایت تفصیل کے ساتھ رسالہ کے اغراض و مقاصد اور اسکی پالسی بتائی گئی ہے۔ پالیٹکس کے متعلق اس پرچہ کی جو روش ہوگی۔ وہ ایڈیٹر کے الفاظ مین یہہ ہے۔

> اس پرچہ مین پولیٹیکل مباحث ہون گے۔ مگر گورنمنٹ کی مخالفت اور مختلف قومون مین عناد پیدا کرنا اس پرچہ کا مقصد نہ ہوگا۔ اسکا پالیٹکس مختلف اقوام مین اتحاد کا پیدا کرنا۔ گورنمنٹ اور رعایا کے

درمیان سے غلط فہمیون کا رفع کرنا اور معاملات ملکی پر اس طرز سے بحث کرنا جو پڑھنے والون کے
جوش کو نہین بلکہ دماغ کو متوجہ کریے"

برخلاف اور اردو رسالون کے - اس پرچہ کی پالسی مین یہ امر بھی مد نظر رکھا گیا ہے کہ
قلمی معاونین کی خدمت نقدی معاوضہ سے کیجائے تاکہ وہ اپنے علمی مشاغل کے سبب
فکر معاش سے فارغ البال ہو جائین"-

حصۂ اول مین ایک مضمون زیر عنوان "تحقیقات عالم ارواح" انگلستان کے مشہور
اہل قلم مسٹر اسٹڈ کے ایک آرٹکل کا ترجمہ ہے مضمون کا ماحصل ایک دفتر قایم کرنے کی تجویز ہے
جسکے ذریعہ سے مردون اور زندون مین نامہ و پیام کا سلسلہ قایم کیا جائے مسٹر اسٹڈ کا
یہ مضمون یورپ کے اسپرچولسٹ (روح پرست) حلقہ مین بہت مقبولیت کی نظرون سے
دیکھا گیا - ممکن ہے کہ ہمکو مضمون کے خیالات سے اتفاق نہ ہو - تاہم مضمون جس طرز سے لکھا گیا ہے
وہ درحقیقت نہایت دلچسپ ہے - اور موافقین و مخالفین دونون کے پڑھنے اور غور کرنے
کے لایق ہے - اسی حصہ مین ایک عالمانہ مضمون ہمارے شہر کے قابل فخر پروفیسر مرزا محمد ہادی
کے قلم سے "اہرام مصریہ" کے متعلق شایع ہوا ہے جس مین انکی ساخت تاریخ بنا آثار علمیہ وغیرہ
کا نہایت محققانہ بیان ہے لیکن سب سے زیادہ باعث مسرت یہ امر ہے کہ اس مضمون کے ضمن مین
جسقدر ریئتی مسایل درج ہین وہ سب پروفیسر موصوف کے استخراج کئے ہوے ہین -

ہمارے خیال مین سب سے زیادہ قابل اعتراض امر اس پرچہ مین نظم کا انتخاب
ہے - حصۂ دوم کے گیارہ صفحات ریاض کے کلام کی نذر ہین اس مین شبہہ نہین کہ ریاض
موجودہ اردو شاعرون مین ایک اعلیٰ رتبہ رکھتے ہین - وہ مستند زبان دان ہین اور انکے کلام مین
شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہے - بااینہمہ انکے کلام کا جو نمونہ لسان العصر مین درج ہے اسکا بڑا
حصہ اس قابل نہین کہ ایک متین و مہذب پرچہ مین جگہ پائے - ہم چاہتے تھے کہ یہان چند اشعار
بطور تمثیل کے درج کرتے - لیکن اگرچہ "نقل کفر کفر نباشد" تاہم مذاق سلیم اسکی بھی اجازت نہین دیتا -

عطرِ سخن کے کالم مین اردو کے مشہور گلدستون پیام یار ۔ فصیح الملک ۔ نیرنگ وغیرہ سے چیدہ چیدہ اشعار درج ہین اور خلاصۃ الرسایل کے عنوان کے ذیل مین اردو کے تقریباً تمام سربرآوردہ رسالون مثلاً مخزن ۔ زمانہ ۔ الندوہ ۔ البیان ۔ الناظر ۔ تنویر المشرق ۔ ترقی اردو ۔ معلی وغیرہ کے خاص خاص مضامین کا انتخاب شامل ہے ۔ اور انگریزی رسالون مین سے ایسٹ اینڈ ویسٹ ۔ ہندوستان ریویو ۔ ماڈرن ریویو ۔ انڈین ورلڈ کے بعض مضامین کا ترجمہ درج ہے ۔

ایک خاص لایق تحسین امر جسکی ایجاد کے فخر کا سہرا لسان العصر کے سر ہے ۔ یہ ہے کہ ملک کے مشہور ارباب قلم کے بعض مضامین اونھین کے خط مین شایع ہوا کرینگے ۔ بہ قول قاضی صاحب کے "مشاہیر کی تحریرین جو خود اُنکے ہاتھ کی لکھی ہوتی ہین ہر زبان کے خزانۂ ادب کے بیش بہا جواہر ہوتے ہین ۔ اس بنا پر ان کو بجنسہ محفوظ رکھنا زبان کی بہت بڑی خدمت کرنا ہے" اور ہمکو نہایت خوشی ہے کہ یہ خدمت لسان العصر نے اپنے ذمہ لی ۔

الغرض بہ حیثیت مجموعی لسان العصر ہماری پوری عزت کا مستحق ہے اور ملک کے ہر تعلیم یافتہ شخص کے ہاتھ مین جانے کے لایق ہے اور ہمکو اس امر کے ظاہر کرنے مین کوئی تامل نہین کہ موجودہ اُردو رسایل مین بہ استثناء الندوہ کے اور کوئی اس کی ہمسری نہین کر سکتا ۔ رقیمت ہے سالانہ فی پرچہ ۸ر ملنے کا پتہ دفتر لسان العصر لکھنؤ

مشورہ

اس رسالہ کے نمبر ۵ ۔ مطبوعہ ۱۵ ۔ مارچ مین تعلیم نسوان کے متعلق گورنمنٹ کو یہ عجیب وغریب مشورہ دیا گیا ہے ۔ کہ

جب انگریزی گورنمنٹ کی شایستگی بڑہانے والی تعلیم عورتون مین بھی بڑھ جائیگی تو جو مصیبت گورنمنٹ کو پیش آئیگی وہ بڑی سخت ہوگی ۔ اسلیئے گورنمنٹ کا فرض ہے کہ تعلیم کو وہ خود لوگون کے شوق پر رکھے

اور گورنمنٹ اس مین نہ کوئی مدد دے اور نہ ترغیب "چرا کارے کنند عاقل کہ باز آرد پشیمانی"۔

پھر آگے چلکر تحریر فرمایا ہے کہ

آجکل کے زمانہ مین جبکہ لڑکون کی تعلیم زیر بحث ہے لڑکیون کی تعلیم کیجانب سے کچھ دنون تو بے پروائی کرنا ہی چاہئے۔ لڑکون نے کیا کم گل کھلائے ہین کہ لڑکیون کو بھی اس مین شریک کیاجائے اگر خدانخواستہ لڑکیان بھی ایسی ہی ہوگئین تو آفت ہے۔

دیکھا چاہئے کہ گورنمنٹ اس مشورہ کی کیا قدر کرتی ہے۔ اسی پرچہ مین ایک مضمون ایک مسلمان گریجویٹ کے قلم سے "عرفان حق" پر ہے جس مین "لا مذہب" کے اصول وعقاید بتلائے گئے ہین مگر معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار کی معلومات زیادہ صحیح نہین اور انکی واقفیت کا ماخذ مذہبی فرقہ کی تصانیف ہین۔

زمانہ

شکر ہے کہ اب تعلیم یافتہ ہندوؤن کو روز بروز نیچ قومون کی اصلاح کا خیال زیادہ ہوتا جاتا ہے چنانچہ کانپور کے مشہور اردو رسالہ زمانہ کے مارچ نمبر مین جو اپنی معمولی آب وتاب کے ساتھ شایع ہوا ہے۔ رائے بہادر لالہ بیج ناتھ کا ایک مضمون نیچ قومون کی اصلاح کے عنوان سے نکلا ہے جسمین رائے صاحب موصوف نے تعلیم یافتہ ہندوؤن کو شودرون کی اصلاح پر خاص توجہ دلائی ہے "انارکزم" کے عنوان سے مولوی محمد عزیز مرزا صاحب کا ایک مضمون بھی اسی پرچہ مین شایع ہوا ہے جسمین اختصار مگر نہایت قابلیت کے ساتھ ہندوستان کی موجودہ پولیٹکل بےچینی پر نظر ڈالی گئی ہے اور پھر انارکزم کے انسداد کی تدابیر بتائی گئی ہین۔ مولوی صاحب موصوف کی راے مین حکمران قوم کی افراد کو محکومون کے ساتھ زیادہ میل جول بڑہانے کی ضرورت ہے وہ گورنمنٹ کو یہہ صلاح بھی دیتے ہین کہ چونکہ اس قسم کے خیالات کا اثر طالبعلمی کے زمانہ مین نہایت قوی ہوتا ہے۔ اسلئے مدرسین کے تقرر مین نہایت احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ لیکن گورنمنٹ سے زیادہ رعایا کو اس بغاوت کی روک تھام کرنا چاہئے۔ اس غرض کے لئے مولوی صاحب تجویز کرتے ہین کہ ہر آباد مقام

انارکزم کے انسداد کے لئے معزز باشندے کمیٹیاں قایم کرین۔ اور جسوقت کسی مفسدانہ تحریک کی اطلاع ملے اسکی خبر گورنمنٹ کو کردین۔ ان کمیٹیون مین ہر قوم و ہر مذہب کے لوگون کو بلاتفریق شامل ہونا چاہئے جس سے ایک فایدہ یہہ بھی نکلیگا کہ ہندوستانکی مختلف قومون مین اتحاد باہمی اور مشترکہ کام کی صلاحیت پیدا ہوگی۔ ا۔ز صاحب کا مضمون جلال مرحوم کے متعلق پڑھنے کے قابل ہے۔ اور سید فضل الرحمن کے مضمون زیر عنوان ومدار ستارہ سے اردو دان پبلک کی معلومات پر روشنی کا اضافہ ہوگا۔ نظم کے حصہ مین پنڈت برج نرائن چکبست اور خان بہادر میر اکبر حسین کا کلام قابل دید ہے۔ حسرت موہانی اور سرور جہان آبادی کی نظمین بھی درج ہین۔ سرجان ہیوٹ۔ آنریبل مرزا عباس علی بیگ۔ رہا شدہ جلا وطنان بنگال کی اور کئی تصاویر بھی شامل ہین۔ بہ حیثیت مجموعی یہہ نمبر زمانہ کی ممتاز حیثیت قائم کیے ہوے ہے۔

نیرنگ

اردو ادب کا ماہواری رسالہ جسمین علاوہ غزلیات مشاعرہ رامپور کے باہر کے معزز شعرا کی غزلین اور عمدہ مضامین مفید عام اردو شاعری کے متعلق نیز تاریخی واقعات اور علمی اور تنقیدی مباحث درج ہوتے ہین بظل عاطفت اعلیٰ حضرت بندگان حضور پر نور خلد اللہ ملکہ و بسرپرستی عالیجناب معلیٰ القاب صاحبزادہ محمد مصطفیٰ علیخان صاحب بہادر منشر پرایوٹ سکرٹری حضور پر نور دام اقبالہم و ملکہم نہایت آب و تاب کے ساتھ ۱۸-۲۲ تقطیع کے اعلیٰ پیمانہ پر دار السرور رامپور سے جو زمانہ سابق سے اب تک دار العلوم اور شعرا اور اساتذہ ماضی و حال کا مرکز رہا ہے شایع ہوکر ملک کے ہر قوم کا مقبول ہورہا ہے باوجود ان سب خوبیوں کے قیمت صرف مبلغ ۲ ہے نمونہ کا پرچہ ۲/ آنہ کے ٹکٹ آنے پر ذیل کے پتہ سے ملسکتا ہے۔

پتہ سعید اللہ خان عیش منیجر و پروپرائٹر مطبع سعیدی و نیرنگ ریاست رامپور

کارروائی آل انڈیا اردو کانفرنس بدایون

آل انڈیا اردو کانفرنس کا افتتاحی اجلاس نہایت اعلیٰ پیمانہ پر بمقام بدایون ۲۶-۲۷ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء زیر صدارت عالی جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔اے۔ دہلوی منعقد ہوا۔ دہلی۔ لکھنؤ۔ آگرہ۔ الہ آباد۔ بریلی۔ شاہجہان پور۔ رامپور۔ علیگڈھ۔ مراد آباد۔ وغیرہ سے ڈیلیگیٹس کثیر تعداد مین شریک تھے۔

حسب ذیل کارروائی نہایت کامیابی سے ہوئی۔ ذیل کے رزولیوشن پاس ہوئے:-

(۱) شیخ سید محمد صاحب ہوشؔ پریسیڈنٹ مینجنگ کمیٹی نے مہمانونکا خیر مقدم کیا۔

(۲) مسٹر ایم عربی صاحب ایم اے بیرسٹرایٹ لاکی تحریک پر مولوی صاحب کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ اور نہایت پرزور پریسیڈنشل اسپیچ فرمائی۔

(۳) مولوی امیر احمد صاحب جنرل سکریٹری نے اپنی رپورٹ پڑھی۔

(۴) منشی حسن فضل صاحب بدرؔ کا پیش کردہ نہایت ضروری و اہم رزولیوشن تالیف صرف نحو اردو کے متعلق باتفاق منظور ہوا۔

(۵) منشی ضیا محمد صاحب مختار کی تحریک پر ہز ہائینس آغا خان کی حمایت اردو پر شکریہ کیا گیا۔

(۶) منشی نظام الدین صاحب ایڈیٹر ذوالقرنین کی تحریک سے تجویز ہوا کہ الہ آباد یونیورسٹی سے درخواست کیجائے کہ اردو امتحانات آرٹس مین شامل کیجائی۔

(۷) منشی اقبال احمد صاحب کی تحریک پر تجویز ہوا کہ جن دیسی مکاتب مین صرف قرآن خوانی رہ گئی ہے اونمین اردو کی ترویج بھی کیجائے۔

(۸) منشی ضیا محمد صاحب کی تحریک پر حاضرین جلسہ نے ممبری منظور کی۔

(۹) قاضی غلام امیر صاحب مختار کی تحریک پر باتفاق ایک لائبریری کا کھولا جانا منظور کیا گیا۔

(۱۰) منشی حسن فضل صاحب بدرؔ کی تحریک پر تجویز ہوا کہ اردو کی حامی انجمنون سے خواہش کیجائے کہ وہ اپنی اپنی کارروائیون سے کانفرنس والونکو مطلع کرتی رہین۔

(۱۱) منشی بسنت رائے صاحب ملکؔ کی تحریک پر اردو شارٹ ہینڈ کی ترویج مین سعی کیا

جانا تجویز ہوا۔

(۱۲) انضباط قواعد و ضوابط کیواسطے چند حضرات کی ایک سلیکٹ کمیٹی منتخب ہوئی۔

(۱۳) منشی حسن افضل صاحب ہنر کی تحریک پر حضرت جلال لکھنوی و شمس العلما آزاد دہلوی کے انتقال پر اظہار تاسف تجویز ہوا۔

۲۵ - ۲۶ - ۲۷ نظمین ہوئیں اردو پر مختلف حضرات سے پڑھیں جنکا ذکر مفصل رپورٹ مین ہوگا - باہر سے آئی ہوئی تحریکات و مضامین ہی جلسہ مین پیش کئے اور پڑھے گئے۔

امیر احمد جنرل سکریٹری

ایک عمدہ اصلاحی کام

مین اپنی آیندہ یورپ کی سیاحت پر روانہ ہوتا ہون - میں چاہتا ہون کہ وہان کچھ اسلامک کام کرون مین نہایت ممنون ہونگا اگر تمام اسلامی انجمنین کلب اور اخبارات و رسالہ جات خواہ سنت و جماعت کے ہون یا شیعہ یا کسی اور فرقہ کے خواہ مذہبی مقصد سے ہون یا پولیٹیکل سوشیل یا کسی اور مقصد سے رجسٹری ہون یا غیر رجسٹری شدہ اپنا پتہ اور اپنے مقاصد مجھے تحریک کرینگے - میری غرض یہ ہے کہ مین تھیاسوفیکل سوسائیٹی کی طرح ایک صدر اسلامی انجمن قایم کرکے اسکی شاخین تمام دنیا مین پھیلاؤن - اس صدر انجمن کا مرکز لندن ہوگا یا کوئی اور مقام (جو تمام اسلامی انجمنین و اخبارات پسند کرین) دنیا کے تمام اسلامی اخبارات و انجمنین مشورہ مین شریک کی جاوینگی اور صدر انجمن کے قواعد و ضوابط انھین کی صلاح سے بنینگے -

میرا ارادہ یہہ بھی ہوتا ہے کہ اگر سلطنتون اور روساؤ و متمول حضرات نے مدد دی تو ایک ایسا بین اسلامک اخبار پانچ زبانون مین یعنی عربی فارسی ترکی اور اردو و انگریزی یا فرنچ مین جاری کردن اور تمام اسلامی انجمنون و اخبارات وغیرہ کی ایک ڈائرکٹری تیار کرون مجھے امید ہے اور اخبارات و رسالہ جات بھی ان سطور کو جگہ دینگے مین اور ممالک مین بھی انکو شایع کرونگا۔

میرا پتہ :- مئی تک بتوسط جناب وزیر صاحب ریاست کشمیر سری نگر رہیگا بعد کو معرفت

Ths Cook & Son

طامس کک اینڈ سن لڈگیٹ سرکس لندن

Ludgate Circus, London.

خادم اسلام مشیر حسین قدوائی بیرسٹر ایٹ لا لکھنو

رسالہ زمانہ کانپور

مضامین کی عمدگی - حجم کی تعداد - تصاویر کی کثرت - چھپائی کاغذ وغیرہ کی نفاست غرض سب طرح سے اردو کا بہترین رسالہ ہے - تمام اہل الرائے اصحاب کی یہہ متفقہ رائے ہے - ٹھیک ہر ماہ کے آخر مین زمانہ پریس کانپور سے شایع ہوتا ہے -

فہرست مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

۱۷ - تصاویر } { ۹۲ صفحات

تصاویر - شواجی اور رامداس (رنگین) حضور لاٹ صاحب ممالک متحدہ - آنریبل مرزا عباس علی بیگ - آنریبل مہاراجہ بیلی - لالہ ہرکشن لال - بابو اسونی کمار - کرشن کمار - ایڈمنڈ ہیلی - سیارہ ہیلی وغیرہ وغیرہ

۱ - اپنچ قومین - از رائے بہادر لالہ بیجناتھ صاحب بی - اے ایف اے - یو - جج پنشنر

۲ - آثار کرزم - از مولوی محمد عزیز مرزا صاحب دہلوی سکرٹری مسلم لیگ

۳ - جلال مرحوم - از - ا - ر لکھنوی -

۴ - مدار ستارہ - از سید فضل الرحمان صاحب بی - اے ایل ایل بی

۵ - روس کے قیدی - از - ا - ب - ج -

۶ - لالہ ہرکشن لال - از پنڈت روپ نرائن صاحب بینہ -

۷ - گناہ کا اگن کنڈ - ایک قصہ -

۸ - نمائش پنجاب - از قائمقام زمانہ -

۹ - شواجی اور رامداس - از منشی کنہان لال صاحب شرر -

۱۰ - کلام اکبر - از خان بہادر سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی سلے - یو -

۱۱ - کلام چکبست - پنڈت برج نرائن صاحب چکبست -

۱۲ - دل بیقرار - از حضرت سرور جہان آبادی -

۱۳ - کلام حسرت - مولانا حسرت موہانی ایڈیٹر اردوی معلی -

۱۴ - مرقع واقعات -

گذشتہ نمبر کوئی نہین بچے - یہہ لاجواب نمبر بھی جلد ختم ہونے والا ہے - پھر یہہ سلسلہ موتیوں کے مول بھی نہ ملیگا - شائقین درخواست خریداری بنام منیجر - زمانہ کانپور - جلد بھیجیں -

قیمت سالانہ ۸ؔ / نمونہ ۶ / فی قلم ۲ / تصویر ۲ /

فرمایش کیوقت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جاوے

در مطبع گلشن فیض واقع مولوی گنج لکھنو باہتمام واجد حسین عرف کالن سبع یافت

جاییست جہاں نما بہر صفحہ درین

الناظر

نمبر ۱۲ | یکم جون سنہ ۱۹۱۰ عیسوی | قیمت سالانہ عہ

فہرست مضامین

المضامین	اڈیٹر	صفحہ
ماثر الکرام	مولوی عبد الحق بی اے	۱
رباعیات	سید محمد نوح شمشیر	۱۳
الکلام مولفہ مولانا شبلی پر تنقیدی نظر نمبر (۳)	ایک طالب علم	۱۵
خون تمنا (نظم)	ملک محی الدین احمد قمر	۳۳
سوالات علمیہ کے جوابات	شیخ عبد الحکیم نبل	۳۵
جزیہ اور خراج	ع - ر - اثر علوی	۴۰
ہندوستان مغلوں کی آمد کے وقت	عبد الرحمن ادہمی بی اے	۴۳
غزلیات	میر ولایت علی فردوس وحید آتی سید علی حیدر طباطبائی نظم	۴۶
لیڈیز کانفرنس	سید امین الحسن رضوی شبل	۴۷
نمبر (۲)	سید نظام الدین شاہ دلگیر	۴۹
اقم عارہ	حافظ محمد اسلم جیراجپوری	۵۳
ریویو		۶۲
"احوال واقعی"		۶۴

اڈیٹران

وصی الحسن علوی بی اے ایل ایل بی — ظفر الملک علوی

پروپرائٹر و مالک جناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالہ الناظر - فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

فی پرچہ چار آنہ

کوپر کمپنی کا ولایتی پانی

غیر خالص ہوا سے اتنا ہی بچنا چاہئے جتنا سانپ بچھو یا زہر سے کیونکہ ایسی ہوا تندرستی کو بالکل بگاڑ دیتی ہے۔ ہوا پانی میں شامل ہوتی رہتی ہے اسلئے غیر خالص پانی سے بھی اتنا ہی بچنا فرض ہے جتنا غیر خالص ہوا سے تندرستی اور زندگی کے لیئے ہوا کے بعد پانی کا رتبہ ہے۔

ہمارے کارخانہ میں اسٹیم انجن سے پانی تیار ہوتا ہے اور ہر قسم کا پانی جس تعداد میں درکار ہو ہر وقت مل سکتا ہے۔

حضرت گنج متصل حق سوڈ کمپنی

شہاب الدین اینڈ سنز حضرت گنج لکھنؤ

الناس باللباس

مثل مشہور ہے "ایک تو آدھی ہزار تو ر کپڑا" اور کپڑے کی ساری رونق عمدہ تراش اور سلائی پر ہے۔ ہمارا کارخانہ پبلک کی خدمت سنہ ۱۸۹۲ء سے کر رہا ہے۔ ہر قسم کا کپڑا موجود رہتا ہے صرف فرمایش کی دیر ہے جس قسم کی پوشاک درکار ہو مردانہ زنانہ ولایتی یا ہندوستانی کسی طرز فیشن یا وضع کی ہم نہایت کفایت اور خوبی کے ساتھ تیار کر دینگے آزمایش کر لیجئے خدا سے امید ہے آپ خوش ہونگے۔ پیمایش کا فارم اور کپڑوں کے نمونے طلب فرمائے۔

قطب الدین منیجنگ پروپرائیٹر

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق — سامان صد ہزار نمکدان کئے ہوئے

دی فونوا کسچینج لکھنؤ۔ متصل کوتوالی چوک

ہاتھی فون گراموفون راما گراف اوڈین بنگا چیمبر لین

کچھ درد ہے مطربوں کی لے میں کچھ سوز بھرا ہوا ہے سنے میں

لوکل اور بیرونجات کے خریداروں کی آسانی کیلئے خوش گلو یونکے تین ہزار دو سو مختلف گانوں میں سے بہتر سے بہتر ریکارڈوں کا انتخاب لکھنؤ میں یہ صرف ایک ہی مرکز ہے جہاں مشہور کمپنی کے ہندوستانی ریکارڈ ایک ہی جگہ ملسکتے ہیں ہر ساخت کی مشینوں اور ریکارڈوں کا موازنہ اور جانچ اسی پر آزادی سے ہو سکتی ہے یورپ کے ذہین کاریگر اس خاص لائن کی ترقی میں نہایت تیزی سے معروف ہیں اور ہر سال کچھ نہ کچھ نئی ایجاد ہوتی رہتی ہے خریداری سے پہلے ہماری دوکان کی نمائش گاہ میں تشریف لا کر ہمارے مختلف ساخت کے ریکارڈ جدید اسٹائل کی مشینیں اور رنگ برنگ کے خوشنما ظلاور بارن ملاحظہ فرمائے ضروری سامان متعلقہ ٹاکنگ مشین ہارمونیم۔ پیانو۔ اسٹیل ٹرنگ گیس لائٹ لمپ کیش بکس جاپانی منی بیگ صابن اور ٹوتھ پاؤڈر وغیرہ بھی فروخت ہوتے ہیں۔

منیجر دی فونوا کسچینج

فرمایش کیوقت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جاے۔

مفید عام پریس لکھنؤ سے ہر علم و فن کی کتابیں شامل عربی فارسی اردو ناگری وغیرہ روانہ ہو سکتی ہیں علاوہ کتابوں کے ہر قسم کا کام چھپ سکتا ہے رنگین میلان سہرا و سہلا وغیرہ المشتہر
محمد علی تاجر کتب و مالک مفید عام پریس لکھنؤ

العالم متغیر

علم منطق کا یہ ابتدائی کلیہ اپنی ہمہ گیری کی نوعیت کی لحاظ سے جس قدر جامع اور مہتم بالشان ہے اوسی قدر اپنی گوناگون نیرنگیون کے خیال سے دلچسپ اور ہنگامہ خیز ہے۔ کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی موجودات سے لیکر بڑے بڑے اجرام سماوی تک اس کلیہ کی پابندی سے آزاد نہین اور ہنگامہ طلبی کی یہ کیفیت ہے کہ ہر تغیر ایک دوسرے تغیر کا پیش خیمہ اور گذشتہ زمانہ کی یادگار ہے تغیرات کی یہی سالک مسلسل نسخہ قوانین فطرت کی شیرازہ بند اور نظام عالم کی پائدار بنیادون کے ثبات و قیام کا ذریعہ ہے اور تسلسل کا یہ عالم ہے کہ شب و روز کے چوبیس گھنٹون مین سے ایک لمحہ بھی ایسا نہین گذرتا جو کائنات کی تمام ہستیون پر کسی نہ کسی طرح کا عمل تغیر نہ واقع ہوتا ہو سطح زمین کے وسیع میدانون مین پہاڑ۔ سبزہ زار اور دریا سے لیکر شجر حجر اور حیوان تک اور فضاے آسمان کی بسیط حد نظر پر آفتاب ماہتاب اور دوازدہ کواکب سے لیکر ثوابت گلدستہ عقد ثریا اور شہاب ثاقب تک تغیرات کے وہ وہ پہلو ظاہر کرتے ہین کہ اونکے خیال سے انسان دریاے حیرت مین غرق ہو جاتا ہے۔

موجودات عالم کے ان تغیرات مین کمی و بیشی کے لحاظ سے ایک گونہ نسبت بھی پائی جاتی ہے اور ساتھہ ہی اوسکے ہر تغیر سے ایک ہی وقت مین مفید و مضر نتائج کا وابستہ ہونا ایک ایسی غیر معمولی باقاعدہ ترتیب سے ہے کہ ہر واقف راز استعجاب اور تحیر کے عالم مین محو ہو کر قوانین فطرت کی استواری اور خوش نظمی کا دل و جان سے والہ و شیدا بنجاتا ہے روزمرہ کے مشاہدات اس بات کے شاہد ہو سکتے ہین کہ ہر تغیر مین کوئی نہ کوئی فائدہ اور ساتھہ ہی کوئی نہ کوئی نقصان ضرور مضمر ہوتا ہے اور تغیرات مین نسبتاً کمی یا بیشی ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ قلیدس

کے علوم متعارفہ کی طرح ثبوت کا محتاج نہین۔ دنیا مین جب کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو اوسکے متعلق طرح طرح کی موشگافیان ہونے لگتی ہین۔ ایک کے لیے اگر موجب حسنات و برکات ہے تو دوسرے کے لیے وہی باعث ہلاکت و بربادی ہوجاتا ہے ایک کی امیدون کا لہلہاتا باغ ترو تازہ ہوجاتا ہے تو دوسرے کے حسرت زار مین برق خرمن شعلہ فشان ہوجاتی ہے۔ انبساط و شادمانی کی عطر بیز لپٹون سے ایک کا مشام جان معطر ہے تو دوسرا رسوائی اور ذلت کے قہر آگین دوزخ کا کندہ بن جاتا ہے۔ غرض ذرا سا تغیر مختصر سی تبدیلی ایک کو بہشت کی بی بایان اور دائمی مسرت کا جرعہ نوش بناتی اور دوسرے کو دوزخ کی لاتناہی مصیبت کا جام زہر پلاتی ہے۔ پھر آئے دن ایسے واقعات بھی پیش آتے رہتے ہین جو نفع و نقصان کے برابر برابر پہلو ظاہر کرکے ایسی مساوات اور ہموزنی کی بنا ڈالتے ہین کہ نفع کی تریاق کے سامنے ضرر کا خنظل کارگر نہین ہوتا یا مضرت کے خارستان مین منافع کی کلی کھل جاتی ہے۔

غمزہ و عربدہ و ناز چو یکجا گشتند
شوق عاشق کش و بیدادگری پیدا شد

منجمین اور جوتشی خصوصاً اور دنیا کی دوسری خلقت عموماً اس عقیدے کی ماننے والی معلوم ہوتی ہے کہ سطح زمین اور فضائے آسمان کے درمیان یہہ ترتیب اور تعلق قائم ہے کہ جب کبھی آسمان کی وسیع مملکت مین کوئی تبدیلی ظاہر ہوتی ہے تو اُس سے صفحۂ زمین کی موجودات بھی اثر پذیر ہوا کرتی ہین۔ چنانچہ نظام فلکی کے ہر تغیر کے ساتھہ زمین کے بسنے والونکی اچھائی برائی کو یہہ لوگ وابستہ کرنے ہین دریغ نہین کرتے۔ آفتاب کے بنو دمین جو تغیرات ہین اون سے ہماری کھیتی پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ ماہتاب کے

افق پر نمودار ہوتے ہی سمندر مین تموج شروع ہو جاتا ہی۔ زہرہ اور عطارد کی سیاحت بہت سے لوگون کی خوش نصیبی اور نیک بختی کی ذمہ دار سمجھی جاتی ہی اور مریخ و زحل کی گردش تو ایک عالم مین مشہور ہے۔

اسی قسم کی تغیرات مین سے ایک عظیم الشان (بلحاظ نتائج) تغیر ہیلی[5] کے دمدار ستارے سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہہ تغیر کیا ہے؟ مسٹر بجسٹی ایڈورڈ ہفتم

---

[5] ایڈمنڈ ہیلی انگلستان کا مشہور ماہر علم ہئیت اور فن ریاضی کا متبحر عالم سنہ ۱۶۵۶ء مین لندن کے قریب بمقام ہیگرسٹن پیدا ہوا اور سنہ ۱۷۴۲ء مین بمقام گرین وچ فوت ہوا۔ پہلے سینٹ پال اسکول مین تعلیم پائی بعد ازان کوئنس کالج آکسفورڈ مین داخل ہوا جہان علوم ریاضی کے اکتساب مین اوسکو بدرجہ انہماک رہا کہ سنہ ۱۶۷۶ء مین اپنی طالبعلمی ہی کے زمانہ مین اوسنے آفتاب کے داغ کے متعلق اپنے مشاہدات شایع کئے جس سے محور آفتاب کی حرکت کا حساب معلوم ہو گیا۔

اوسی سال وہ سینٹ ہیلینا گیا جہان اوسنے ۳۵۰ ستارون کا محل وقوع دریافت کر کے جنوبی ٹائیکو کا لقب حاصل کیا۔ انگلستان واپس آکر اوسکو ایم اے کی ڈگری ملی اور وہ رائل سوسائٹی کا فیلو (رکن اعزازی) مقرر ہوا اور علما کی اس جماعت کی طرف سے بدین غرض ڈانزک بھیجا گیا کہ رابرٹ ہوک اور جان ہیولیس کے درمیان اس مسئلہ کا فیصلہ کرے کہ ہئیتی تحقیقاتون کے لئے کس دوربین کا استعمال مناسب ہو گا۔

سنہ ۱۶۸۰ء مین اوسنے یورپ کا سفر کیا اور کیلے کے راستہ مین سب سے پہلے اوس دمدار ستارہ کا مشاہدہ کیا جو اب اوسی کے نام سے مشہور ہے۔ یہہ وہی منور جسم ہے جو سنہ ۱۸۳۵ء مین دوبارہ اس کرہ مین نمودار ہوا اور وسط اکتوبر مین اسقدر روشن ہو گیا تھا کہ بغیر دوربین کی مدد کے دکھائی دیتا تھا۔ اس سفر سے واپس آکر وہ سیارون کی حرکت کی طرف متوجہ ہوا اور اسی تحقیقات کے سلسلہ مین انگلستان کے نامور ریاضی دان نیوٹن سے شناسائی ہوئی جسنے بعد مین اپنی کتاب پرنسپیا کی اشاعت اوسکے سپرد کی۔

سنہ ۱۶۹۸ء مین قطب نما کے تغیرات کا اصلی سبب دریافت کرنے کے لئے ایک جہاز کا افسر مقرر ہو کر بحر مغربی کے سفر پر بھیجا گیا لیکن جہازیون کی بغاوت کی وجہ سے اوسکو جلد واپس آنا پڑا۔ دوسرے سال وہ پھر نکلا اور جنوب مین جہان تک برف نے اجازت دی چلا گیا اور اپنے مشاہدات کے نتائج ایک عام نقشہ کے ساتھ شائع کئے۔ اسی کے بعد وہ انگلش چینل مین مدوجزر کا رخ

شہنشاہ ہندوستان کی اچانک افسوسناک اور الم انگیز وفات جسنے حلقہ بگوشان مملکت برطانیہ کی کثیر تعداد کے علاوہ تقریباً تمام روے زمین کے باشندون کے خانہ ہاے دلکو حزن و ملال سے پر کرکے صورت ماتم بنا دیا اور مشرق اقصلی کی عظیم الشان سلطنت کے مہذب باشندون سے لیکر افریقہ اور سرحد ہندوستان کے وحشی لوگون تک کو غم والم سے چور کرکے سراپا رنج و افسوس کر دیا ہے۔

مگر اس رنج و غم کے تاریک بادل سے مسرت و شادمانی کی بجلی نے چمک کر یہہ اعلان کیا کہ بادشاہ جمجاہ جارج پنجم نے سلطنت برطانیہ عظمی کی عنان حکومت اپنے مبارک ہاتھون مین لیکر اپنی سوگوار رعایا کی کشت امید کو سبز کرکے خوشی و انبساط کے دروازے اونکے لئے کھولدیے اور دنیا کے ماتم کدہ کو اس بہجت و سرور پیدا کرنیوالی خبر سے خرم و شاد بنا کر گہوارہ عشرت بنا دیا۔

پس رنج و غم۔ مسرت و شادمانی میزان قدرت کے دو برابر پلّے اگر کہے جائین تو بیجا نہو گا۔

زرنج و راحت گیتی مرنجان دل مشو خرم
کہ آئین جہان گاہے چنین گاہے چنان

دریافت کرنے اور اسکا نقشہ بنانے کیلئے تعینات ہوا۔ اس کام سے فراغت پاکر شاہی حکم سے وہ ساحل ڈلمیشیا کی پیمائش کرنے گیا۔

۱۷۰۳ء مین آکسفورڈ مین ریاضی کا پروفیسر مقرر ہوا ۱۷۰۵ء مین مدار ہاے سیارہ کے متعلق اپنی بیش بہا تحقیقات شایع کی اور ۱۷۱۳ء مین رائل سوسائٹی کا سکریٹری مقرر ہوا ۱۷۲۰ء مین فلیم اسٹیڈ کی جگہ شاہی منجم مقرر ہوا اور بقیۃ العمر اسی کام مین نہایت سرگرمی اور جفاکشی کے ساتھہ مصروف رہا خصوصاً ماہتاب کی حرکت کی تحقیقات کو تابہ اختتام پہونچانے مین اوسنے خاص سعی کی۔

نمبر ۱۲ یکم جون سنہ ۱۹۱۱ء

مقدمہ ماثر الکرام

حسان الہند مولانا غلام علی آزاد[1] بلگرامی اُن علماے ہند مین ہین جنکا نام اس ملک مین ہمیشہ یاد رہیگا۔ وہ صرف مُلّا ہی نہ تھے بلکہ ادیب و شاعر۔ مورخ و محقق بھی تھے اور اُن کی تالیفات و تصنیفات خود اس امر کی شاہد ہین۔ اس مین کچھ شک نہین کہ ہندوستان کے عہد اسلامی مین ایسی ایسی تاریخین لکھی گئی ہین جنکی نظیر فارسی زبان مین نہین ملتی۔ لیکن مغلیہ سلطنت کے انحطاط کے ساتھ۔ صحیح فن تاریخ نویسی مین انحطاط شروع ہوگیا تھا۔ البتہ مولانا غلام علی آزاد نے اس فن کی لاج رکھ لی اور آخر وقت مین بھی ذوق صحیح کی داد دی۔ ان کی تصانیف زیادہ تر فن تاریخ کی اُس شاخ کے متعلق ہین جسے فن اسماء الرجال کہتے ہین خود آزاد نے اس بات پر فخر ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان مین پہلے وہی ہین جنھون نے اس فن پر قلم اٹھایا ہے اگرچہ ان سے پہلے صاحب تاریخ الخانی ۔ ملا عبد القادر بدایونی اور علامہ ابو الفضل اپنی اپنی تاریخون مین اپنے اپنے عہد کے امراء علما و کملا کے حالات لکھ چکے ہین۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ مولانا آزاد نے اس مین خاص اہتمام کیا ہے۔ اور اس فن کی ...

[1] تاریخ ولادت ۲۵ صفر سنہ ۱۱۱۶ ہجری تاریخ وفات سنہ ۱۲۰۰ ہجری سنہ ۵۲ "وپیش ازمن احدے آستین ہمت باین درجہ شکستہ ذکر خدمت بزرگان سلف وخلف باین جد و جہد نہ بستہ"۔ (دیکھو دیباچہ کتاب)

خاص توجہ کی ہے اُن لوگون نے اپنے عہد کے مشاہیر کے حالات اپنی تاریخون کے ضمیمہ کے طور پر لکھے تھے۔ آزاد نے اسے الگ فن قرار دیکر مختلف رسالے لکھے ہین[۵۱]۔

ماثر الکرام۔ جو اب پہلی بار مولوی عبد اللہ خان کی سعی سے طبع ہوئی ہے اسی فن کے متعلق ہے۔ یہ کتاب عموماً ہندوستان اور خصوصاً فقرا و علماے بلگرام کے حالات مین ہے۔ آزاد نے اس کتاب کی تالیف سے نہ صرف اپنے وطن کا حق ادا کیا بلکہ فن رجال مین ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ بلگرام ایک مردم خیز بستی ہے اور اس معدن علم و فضل سے ایسے ایسے بے بہا لعل نکلے ہین جنکے نام اس سرزمین مین ہمیشہ روشن رہینگے اور خوشی کی بات ہے کہ یہ فضیلت اسے اسوقت تک حاصل ہے یون بھی قصبات اور شہرون کی حالت مین بہت تفاوت ہے۔ آب ہوا کی خوبی اور صفائی اخلاق کی سادگی و بے ریائی تکلفات اور تصنع سے میرے اور مسابقۃ اور منافسۃ کی کشمکش سے محفوظ ہونا مسلک کی پختگی یہ اور بعض اور وجوہ ایسے ہین جنکے سبب اہل قصبات کے جسم و دماغ اہل شہر کی نسبت زیادہ صحیح ہوتے ہین۔ اگرچہ شہر کی ترغیبات ان مین سے اکثر کو اُسی منڈی مین کھینچ لے جاتی ہین جہان چند نسلون کے بعد ائین الخلاط شروع ہو جاتا ہے۔ اگر علما و فضلا و دیگر مشاہیر کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اہل قصبات کا ملک پر بہت بڑا احسان ہے۔ کاش مولانا آزاد کی طرح دوسرے اہل قصبات بھی اس بات کا خیال رکھتے اور اپنے اپنے قصبہ کے علما و فضلا و صوفیہ و دیگر مشاہیر کے حالات قلم بند کر ڈالتے تو ہندوستان کی تاریخ کو اس سے بہت بڑی مدد ملتی ہندوستان مین بکثرت ایسے

---

[۵۱] سرو آزاد۔ شعرا کا تذکرہ۔ ید بیضا۔ شعرا کا تذکرہ۔ خزانہ عامرہ۔ اُن شعرا کے حالات مین جنکو دربار شاہی سے صلے ملے ہین۔ روضۃ الاولیا۔ صوفیہ کے حالات مین۔ سبحۃ المرجان علما کے تذکرے۔ ماثر الکرام۔ علما و صوفیہ کے حالات۔ نیز نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان کی بہ نظر تالیف ماثر الامرا کی تکمیل و تہذیب مین جو سعی آزاد نے کی وہ بہت قابل قدر ہے۔ دیباچہ ماثر الامرا اور نیز آزاد کے اُن خطوط سے جو مولوی سید لعو حسن نید بلگرامی مرحوم کے پاس تھے یہ امر ظاہر ہے۔

قصبات[1] ہین کہ اگر وہان کے حالات یا تاریخ لکھی جاے تو ایسی مفید معلومات اس سے حاصل ہو سکتی ہین جنکا بڑی بڑی مبسوط تاریخون مین پتہ نہین۔

اس کتاب کے لکھنے مین مولانا نے خاص محنت کی ہے اور صرف کتب تاریخ متداولہ ہی تک تلاش و جستجو محدود نہین رکھی بلکہ "اہالی و موالی شہر" سے بھی حالات دریافت کئے اور نیز "سجلات شرعیہ" سے جو بزرگون کی یادگار سے باقی تھے استفادہ کیا۔ یہ کتاب پہلے بلگرام مین لکھنا شروع کی تھی لیکن درمیان مین یعنی ۱۱۵۱ھ مین حج کے قصد سے مکہ چلے گئے۔ زیارت حرمین شریفین سے واپس ہوکر دکن مین قیام کیا اور وہین ناکمل مسودہ منگوا کر اختتام کو پہونچایا۔ تاریخ اختتام کتاب ختامہ مسک سے نکلتی ہے۔

افسوس ہے کہ مولانا آزاد نے اس کتاب مین کسی قدر اختصار مدنظر رکھا ہے۔ اگر وہ اس زمانہ کی صحبتون اور معاشرت اور طریقہ تعلیم و تعلم پر ذرا اور وسیع نظر ڈالتے تو یہ کتاب بہت زیادہ دلچسپ اور مفید ہو جاتی لیکن تاہم جو کچھ اُنھون نے کیا ہے وہ بہت قابل قدر اور قابل تقلید ہے۔ زمانہ حال و گزشتہ کے حالات اور خصوصاً اُن لوگون کے تذکرے جو اس کارزار حیات مین جہان قدم قدم پر ٹھوکر لگنے کا اندیشہ ہے اپنی ہمت اور ریاضت سعی اور مشقت سے پایہ کمال کو پہونچے ہین انسان کے اخلاق پر عجیب و غریب اثر ڈالتے ہین۔ جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ طلبہ تحصیل علم کے شوق مین بے زاد راہ شہر بشہر پھرتے ہین کھانے کی پروا ہے نہ کپڑے کی فکر مگر تحصیل علم کی دھن مین ہفتون ان طے کرکے عین سرچشمہ پر پہونچتے اور سیراب ہوکر واپس آتے ہین۔ اور اسکے بعد جو کچھ حاصل کیا ہے اس سے دوسرون کو فیض پہونچاتے ہین اور اسے ثواب کا کام خیال کرتے ہین + اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر وہ کسی شاہی خدمت وغیرہ پر مامور ہو گئے ہین تب بھی فرصت کے وقت سلسلۂ درس و تدریس جاری ہے اور اسکے ساتھ ہی تالیف و تصنیف بھی ہوتی رہتی ہے

[1] مثلاً پانی پت۔ بدایون۔ خیرآباد۔ امیٹھی۔ موہان۔ سرہند۔ سہالی وغیرہ وغیرہ

جب ہم یہ دیکھتے ہین اور آجکل کی حالت پر نظر ڈالتے ہین جبکہ علم کا چرچا گھر گھر ہے تو ہمین ایک ایک عجیب فرق نظر آتا ہے محنت اور ریاضت اب بھی غالباً اتنی ہی کرنی پڑتی ہے لیکن تحصیل علم کی وہ چونپ اور دُھن جو پہلے لوگون مین تھی آجکل بہ نسبت پیشتر کے مقابلہ مین کم ہے۔ اسکی زیادہ تر وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ پہلے حصول علم مین آزادی تھی اور آجکل یونیورسٹی کی پابند یون نے ایسا جکڑ دیا ہی کہ اگر کچھ شوق ہوتا بھی ہی تو دب جاتا ہی دوسری ایک بڑی وجہ یہ ہی کہ آجکل علم زیادہ تر حصول ملازمت سرکاری کیلئے حاصل کیا جاتا ہی علم کو علم کی خاطر شاذ و نادر ہی کوئی پڑھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ آجکل طلبہ کی کثرت ہے مگر با ایں ہمہ حقیقی علم یا علم کا حقیقی شوق کم ہے اور اگر ہے بھی تو اسکی چندان قدر نہین۔ کون ہے جسکے دل مین قاضی عضد ایجی کے ذکر کے پڑھنے سے جو اسی کتاب مین ہے جوش اور ولولہ پیدا ہوگا۔ لکھا ہے کہ سلطان محمد بن تغلق شاہ نے مولانا معین الدین عمرانی دہلوی کو ولایت فارس مین قاضی عضد ایجی کے پاس بھیجا اور عرض کرائی کہ آپ ہندوستان تشریف لے چلین اور متن مواقف کو سلطان محمد کے نام سے معنون فرمائین سلطان ابو اسحق والی شیراز کو جو یہ معلوم ہوا تو دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ یہ سلطنت حاضر ہے اسے لے لیجئے اور جو خدمت آپ فرمائین اسکے بجالانے کو مین حاضر ہون مگر للہ آپ یہان سے نہ جائے۔" ایسی قدردانی کی نظیر مشکل سے ملے گی اور شاید یہ شخصی سلطنت ہی مین ممکن بھی ہے۔ غالباً شخصی سلطنت کے نام سے ناظرین کے کان کھڑے ہونگے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ حکومت کی کوئی صورت بری نہین بشرطیکہ صحیح اصول پامال نہ کیا جائے۔ لیکن اگر صحیح اصول پر نظر نہین تو حکومت کی ہر صورت خواہ قیاسی طور سے کیسی ہی اعلیٰ کیون نہو مذموم ہے۔

حصول علم کے شوق مین ایک اور بات بھی مضمر ہے جو سب سے زیادہ قابل قدر ہے۔ انسان کو انسان بنانے والی یعنے اسکے کیریکٹر کو سنوارنے والی جو شے ہے وہ شوق و سعی اور ریاضت و محنت ہے۔ خصوصاً جب کہ مدعا حصول اغراض نفسانی

ہو۔ ان لوگون کے کیرکٹر مین ایک خاص بات پیدا ہو جاتی ہے اور یہ صرف انہین لوگون مین پائی جاتی ہے جنکے دلون مین کسی اعلیٰ مقصد کے حاصل کرنے کی لو لگی ہوتی ہے اور جو اُس ذہن مین دن کو دن سمجھتے ہین نہ رات کو رات۔ مصیبت کو مصیبت خیال کرتے ہین نہ راحت کو راحت مگر راہ طلب مین برابر قدم بڑہاتے ہوسے چلے جاتے ہین اور گو آخر مین گوہر مقصد ہاتھ آئے یا نہ آئے مگر ایک ایسی چیز ہاتھ لگ جاتی ہے جو اس سے زیادہ نایاب اور اس سے کہین بیش بہا ہے۔ یعنے انسانیت یا دوسرے الفاظ مین یون کہئے کہ صفائی باطن۔ کون ہے کہ جسکے دل پر شاہ رحمت اللہ بلگرامی قدس سرہ کے تذکرے کے پڑھنے سے جو اسی کتاب مین درج ہے ایک خاص اثر یا ایک خاص کیفیت طاری نہوگی۔ اُن کے دوسرے حالات کے ضمن مین مولانا آزاد یہ بھی لکھتے ہین کہ اُن کے ایک عزیز کی زبانی منقول ہے کہ مین اور شاہ رحمت اللہ صاحب قدس سرہ قصبہ سانڈی سے بلگرام جا رہے تھے۔ دیکھتے کیا ہین کہ سانڈی کے باغستان مین کسی نے چور کو مار کر درخت سے لٹکا دیا ہے یہ دیکھتے ہی شاہ صاحب نے فرمایا ذرا ٹھہرو اور آگے بڑھ کر چور کے پاؤن چوم لئے۔ مینے پوچھا حضرت یہ کیا؟ فرمایا کہ اس چور نے اپنے شیوہ کو پایہ کمال تک پہونچا دیا خدا ایسا سب ہر شخص کو اپنی اپنی راہ مین اسی طرح ثابت قدم رکھے۔

ایسے بزرگون کے تذکرے جنھون نے اپنے تن من دھن کو تحصیل علم تزکیہ نفس یا رضا جوئی باریتعالےٰ مین وقف کر دیا تھا۔ اس زمانہ کے لئے جبکہ ہر طرف سے مادیت کا شور۔ دنیا دنیا کی پکار اور پیٹ کی دہائی سنائی دیتی ہے بہت کارآمد اور مفید ثابت ہونگے۔ پند و نصائح اور اخلاقی کتب اس قدر مفید نہین ہوتین جس قدر اُن لوگون کے تذکرے جو خود پاکیزہ اخلاق کے نمونے تھے وہ صرف باتین ہین اور یہ کام وہ صرف مردہ الفاظ ہین اور یہ زندہ اعمال۔ لہذا

اُسکے اثر مین بہت بڑا فرق ہے۔

مولانا آزاد نے اپنے وطن کے علاوہ اپنے صوبہ کی بھی بہت کچھ تعریف کی ہے اور اُنکی تعریف بجا ہے۔ درحقیقت جیسا کہ اُنھون نے لکھا ہے پورب قدیم الایام سے معدن علم و علما رہا ہے۔ علم و فضل کے چرچے اب تک وہان جاری ہین۔ ترویج علم کے لئے سلاطین حکام کی طرف سے وظائف و زمین و مدد معاش مقرر تھی اور اس غرض کے لئے مساجد و مدارس اور خانقاہین بنوائی جاتی تھین۔ طلبہ دور دور سے آتے تھے اور صاحب توفیق ان کی خاطر تواضع اور خدمت کو سعادت عظمیٰ سمجھتے تھے آزاد نے لکھا ہے کہ شاہجہان کا یہ قول تھا کہ "پورب شیراز مملکت ما است" لیکن سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ہی مدارس اور خانقاہون پر اوس پڑ گئی۔ درس و تدریس کا بازار سرد پڑ گیا۔ اور وہ جوش دھیمے ہو گئے۔ ہندوستان مین پہلے عام طور پر تعلیم کا یہی طریقہ تھا۔ جسکے نشانات اب بھی کہین کہین نظر آتے ہین۔ اب نیا دور شروع ہوا ہے اور زمانہ نے دوسرا رنگ بدلا ہے اور مشرق کی ہر چیز مین مغرب کا جلوہ نظر آرہا ہے۔

لیکن جہان ہمین اُس زمانہ کے علمی ذوق و شوق دیکھ کر مسرت ہوتی ہے وہان ایک بات کا افسوس بھی ہوتا ہے۔ اُس زمانہ کے نصاب تعلیم پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو حلقہ کچھ عرصہ پہلے علما نے کھینچ دیا تھا اس سے باہر قدم رکھنا افضین قسم تھا۔ فقہ و حدیث و تفسیر منطق فلسفہ و علم کلام پر سارا زور تھا۔ ساری طباعی اور ذہانت اسی پر ختم تھی۔ یہانتک کہ کتابین بھی زمانہ دراز سے ایک ہی چلی آتی تھین اور انھین پر حاشیہ پر حاشیہ اور شرح پر شرح اضافہ ہوتی جاتی تھی علوم طبیعیات وغیرہ کا تو کیا ذکر تاریخ و جغرافیہ بھی جسمین سلاطین نے خاص امتیاز حاصل کیا تھا خارج از بحث تھا غرض صدہا سال سے ہمارے ہان کی تعلیم حالت جمود مین تھی۔ سالہا سال کی بربادی اور تباہی کے بعد اب کہین جاکے ہمارے علما کی آنکھین کھلی ہین اور آنکھین کیا کھلی ہین۔

دعا دینی چاہیئے اُس باہمت اور عالیدماغ شخص کو جس نے اس زمانے مین مسلمانون کے سر سے بہت سی بلاؤن کو ٹالا اور مسلمانون کو انکی نازک اور پر خطر حالت سے آگاہ وخبردار کیا۔ یہ اس کا طفیل نہین تو اور کیا ہے کہ اسیکے صحبت یافتہ اور اسی کے دار العلوم کے تربیت یافتہ ایک بزرگ عالم نے قدیم سلسلۂ تعلیم مین انقلاب پیدا کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ چنانچہ اس کے لیئے سامان مہیا ہوتے جاتے ہین۔ خدا اسکی ہمت مین برکت اور اسکے مقصد مین کامیابی عطا فرمائے۔ اس کام مین کامیابی لیقینی ہے کیونکہ یورپین السنہ وعلوم سے جو نفرت مسلمانون کے دل مین تھی وہ مرحوم ریفارمر بڑی جانکاہی سے رفع کر گیا ہے اور وہ طوفان بے تمیزی جو اوسوقت برپا ہو گیا تھا اب فرد ہو گیا ہے اور راستہ خس وخاشاک اور جھاڑ جھنکار سے صاف ہے۔ اور لوگ اس تغیر کے لیئے آمادہ ہین۔ عام لوگ تو اسے دینی کام خیال کر کے اسکی امداد باعث ثواب سمجھتے ہین اور انگریزی تعلیم یافتہ یا دوسرے لوگ جو زمانہ کی ضروریات سے واقف ہو چلے ہین اسکی اہمیت کو مانگر اس کے ساتھ ہین۔ کیا تعجب ہے کہ اس تحریک کا یہ نتیجہ ہو کہ علوم مشرقیہ ومغربیہ کو سمو کر ایک نیا کورس تیار کیا جائے جو ہماری ضروریات اور حالت کے زیادہ مناسب اور زیادہ کارآمد ہو البتہ اس قدر افسوس ہے کہ ہمارے علمانے واجب التعظیم محرک کے ہاتھ بٹانے مین بہت کم مدد دی ہے۔ بلکہ جنہین اندرونی حالات سے واقفیت ہے وہ جانتے ہین کہ بہ نسبت علما کے غریب دنیادارون سے زیادہ امداد ملی ہے اور انہین کے سہارے پر ابتک سارا کام چل رہا ہے۔

ایک بات تاریخی حیثیت سے اس تذکرہ مین خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔ وہ یہ کہ اُن علما و فضلائے بلگرام مین سے جنکا اس مین ذکر ہے ایک بھی اہل تشیع مین سے نہین ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ نے وہان بعد کے زمانہ مین رواج پایا۔ اور اگر اُن علما مین سے بعض کی اولاد اب بھی وہان باقی ہے اور وہ مذہب شیعہ پر ہے یا

ان کے نسب ناموں مین اُن علما کے نام نکلین تو ہمارا یہ خیال اور بھی قوی ہو جائے گا یہ امر واقعی ہے کہ اودھ کی سلطنت نے خاصکر یاس کے اضلاع و قصبات پر اور بعض اوقات دور دراز کے مقامات پر بھی مذہبی لحاظ سے خاص اثر ڈالا ہے۔ چنانچہ جونپور و دیگر مضافات لکھنو وغیرہ کے حالات پر نظر ڈالنے سے یہ امر پایۂ یقین کو پہنچ جاتا ہے جب مذہب کی پشتی پر حکومت ہوتی ہے تو حالت اندیشہ ناک ہو جاتی ہے۔ میرا اس سے ہرگز یہ مطلب نہین کہ سلطنت اودھ نے مذہب کے معاملے مین کبھی جبر و تعدی سے کام لیا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ جاہ طلبی اکثر لوگون کی نیت کو جو اعتقاد کے پکے ہوتے ہین ڈانواں ڈول کر دیتی ہے ایسا ہر جگہ ہوا ہے اور یہی اودھ کے اکثر مقامات مین ہوا۔ اور قصبہ بلگرام بھی اس اثر سے نہ بچا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آزاد کے زمانہ مین اہل تشیع وہان نہ تھے اور اگر تھے تو خال خال۔ لیکن بعد کے زمانہ مین حکومت کے اثر سے اس گروہ کا قدم وہان پہونچا ہے۔ آزاد نے حسب عادت میر سید محمد الترمذی کے تذکرہ مین شیخ محب اللہ الہ آبادی کی کتاب تسویہ کا چھپتا ہوا سا ذکر کر دیا ہے۔ لیکن اس کتاب کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے اور اسلئے ہم اسے یہان کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہین اس سے ایک تو یہ معلوم ہوگا کہ بادشاہ اورنگ زیب انار اللہ برہانہ کی جزئیات پر بھی ایسی ہی نظر تھی جیسی کلیات پر۔ دوسرے یہ معلوم ہوگا کہ بعض باخدا لوگ ایسے بھی موجود تھے کہ وہ اورنگ زیب جیسے سخت گیر اور پر جلال شہنشاہ کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ تیسرے اس سے دینیات کے ایک معرکۃ الآرا مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

رسالۂ تسویہ شیخ محب اللہ الہ آبادی کی تصنیف سے ہے جو ایک درویش اور صوفی تھے۔ اس مین علاوہ اور امور کے جبرئیل و وحی کی حقیقت کا اظہار ان الفاظ مین کیا گیا ہے۔

"جبریل محمدؐ در ذاتِ محمد بود صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمچنین جبریل با ہر پیغمبرے در ذات وے بود۔ وآن قوت باطنی ایشان بود کہ در غلبۂ آن قوت وحی بر ایشان نازل می گردید۔ ولہذا جبریل با ہر پیغمبرے بزبان وے سخن گفتہ"

جب یہ رسالہ (جو زبان عربی مین ہے)[1] شاہ اورنگ زیب کی نظر پڑا تو انکار عظیم کیا۔ شیخ اس زمانہ مین رحلت کر گئے تھے۔ لیکن ان کے مریدون مین سے دو شخص پایۂ تخت مین موجود تھے ایک میر سید محمد جو ملازم شاہی اور امراے دربار مین سے تھے۔ دوسرے شیخ محمدی جو لباس درویشی و زہد مین تھے۔ اول بادشاہ نے میر سید محمد سے تسویہ کی اس عبارت کی شرح دریافت کی۔ سید نے شیخ کی مریدی سے انکار کر دیا۔ بعد ازان شیخ محمدی کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تمھین شیخ کی مریدی کا اقرار ہے تو احکام شرع شریف سے اس رسالہ کے مقدمات کو مطابق کر کے بتاؤ اور اگر مطابق نہین کر سکتے تو اسکی مریدی سے استغفار کرو اور کتاب کو آگ مین ڈال دو۔ شیخ محمدی نے جواب دیا کہ نہ مجھے اُن کی مریدی سے انکار ہے اور نہ استغفار کی ضرورت لیکن جس مقام سے کہ شیخ نے گفتگو کی ہے مجھے وہان تک رسائی حاصل نہین ہے جس وقت مین اس رتبہ کو پہونچ جاؤن گا تو آپ کی درخواست کے بموجب اس کی شرح لکھ بھیجون گا اور اگر بادشاہ نے اس رسالہ کا جلانا ٹھان لیا ہے تو اس فقیر متوکل کے گھر سے کہین زیادہ شاہی مطبخ مین آگ موجود ہے۔ حکم دیا جاے کہ یہ رسالہ اور اسکی جسقدر نقلین دستیاب ہون آگ مین جھونک دی جائین۔ بادشاہ اس جواب کو سنکر ساکت رہ گئے[2]"

اس کے پڑھنے کے بعد ہمین خیال ہوتا ہے کہ اگر سر سید احمد خان مرحوم نے ملائکہ وغیرہ کی نسبت اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا تو کونسی ایسی خطا کی۔ ایک ابلہ فریب عالم نما مولوی اپنی تفسیر قرآن مین جسمین اس نے عوام اور جہال کے خوش کرنے کا بہت کچھ سامان جمع کر دیا ہے

[1] مراۃ الخیال (تذکرہ محمد بیگ، نسخہ قلمی کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن، صفحہ ۱۶۲)
[2] نیز ملاحظہ ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۲۰۶۔ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال۔ کلکتہ۔

لکھتا ہے کہ سر سید نے یہ خیالات برہمو سماج سے لئے اور اپنی نیک نیتی سے ضمناً یہ مسلمانوں کو بھی بتایا کہ

عامیانہ خیال بھی تحریر مین لایا ہے کہ سر سید نے انگریزون کو اطمینان دلایا کہ مین

مسلمانون کو نہ صرف مطیع سرکار بناتا ہون بلکہ اُن کے مذہب کی بیخ و بنیاد بھی کھوکھلی

کئے دیتا ہون ۔ افسوس اس نام کے مولوی کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ سلف صالحین مین سے

بعض نامور بزرگ اور شیوخ ان مسائل پر اسی قسم کے خیالات صاف و صریح الفاظ

مین بیان کر چکے ہین ۔ چنانچہ مولانا بحر العلوم فرماتے ہین ۔

"و جبریل کہ شہود رسل علیہم السلام است و وحی از جانب حق میرساند آن حقیقت

جبرئیلیہ است کہ قوتے از قواے رسل بود منصبغ شدہ در عالم مثال بصورتے کہ مکنون بود

در رسل مشہود میشود و مرسل می آرد و پیغام حق می رساند پس رسل مستفیض از خود اند

نہ از دیگرے"[۱]

اسی طرح مولانا روم اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے ۔

اس کتاب کی فصل ثانی کے دیباچہ مین جس مین علم پر بحث ہے آزاد نے ایک مہمل

اور غلط قصہ مسلمانون کے ہاتھ سے ایران کے کتب خانون کے جلانے کا بھی لکھا ہے ۔

لکھتے ہین کہ جب سعد ابن وقاص نے ملک فارس کو فتح کیا اور وہان فلسفہ کی بیشمار

کتابین ہاتھ لگین تو انھون نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انھین کیا کیا جائے

انھون نے جواب دیا کہ اگر انمین ہدایت ہے تو خدا نے ہمین اس سے بڑھ کر ہدایت

دی ہے ۔ اور اگر ضلالت ہے تو خدا ہمارے لئے کافی ہے ۔ انھین پانی یا آگ مین ڈالدو

اول تو اسمین ایک صریح تاریخی غلطی یہ ہے کہ سعد ابن وقاص نے ملک ایران کو فتح

نہین کیا اور یہی غلطی مشہور مورخ ابن خلدون نے کی ہے[۲] ۔ غالباً مولانا آزاد کا ماخذ بھی

ابن خلدون ہے ۔ کیونکہ بعینہ یہی الفاظ اسمین ہین ۔ دوسرے مسلمانون نے جب ایران کو

[۱] سوانح مولانا روم مولفہ شمس العلما مولوی شبلی صفحہ ۱۲۶ [۲] دیکھو مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر صفحہ ۴۰۰

فتح کیا تو وہاں اس قدر کتب خانے کہاں تھے۔ علم کا چرچا ایران سے بہت زمانہ پہلے سے اٹھ چکا تھا۔ یہاں تک کہ جب سکندر نے ایران فتح کیا تو اسوقت بھی کتب خانون کا نام و نشان نہ تھا۔

البتہ یہ قصہ اسکندریہ کے متعلق متعدد تاریخون مین بیان کیا گیا ہے اور ابن خلدون نے اور بعض مین آزاد نے غلطی سے اسی قصہ کو ایران سے منسوب کردیا ہے۔ لیکن شمس العلما مولانا شبلی اس کی تردید نہایت تحقیق و تنقید کے ساتھ کر چکے ہین۔ اور اب اس کے متعلق کچھ لکھنا بے سود ہے۔ تاہم ایک دو باتین اسکے متعلق لکھنا ضروری معلوم ہوتی ہین۔ مولانا نے بڑی شد و مد اور تحقیق سے یہ امر ثابت کیا ہے کہ اس قصہ کا ماخذ ابوالفرج ہے۔ سب سے اول اسی نے اپنی تاریخ مین لکھا اور اس سے دوسرون نے نقل کیا۔[۱] لیکن ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ ابوالفرج[۲] سے قبل عبداللطیف بغدادی اپنے رسالہ افادۃ والاعتبار مین ضمناً اس واقعہ کی طرف اشارہ کر چکا ہے۔ مولانا نے نہایت سختی سے جھٹلا کر اس کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ عبداللطیف بغدادی نے اسکا ذکر مورخانہ حیثیت سے نہین کیا بلکہ ضمناً اور تذکرتاً کیا ہے اور جن یورپین مورخون کا یہ بیان ہے کہ سب سے اول عبداللطیف نے اسکو اپنی کتاب مین لکھا ہے ان کا بڑی حقارت سے ذکر کیا ہے اور ان پر فریب دہی اور تدلیس کا الزام لگایا ہے۔ مین یہ مانتا ہون کہ عبداللطیف نے مورخانہ حیثیت سے اس کا ذکر نہین کیا۔ اور یہ بھی تسلیم کرتا ہون کہ "یذکر" کی تحت مین اسکو لکھا ہے۔ اس کا بھی اعتراف ہے کہ اس کے ساتھ جسقدر واقعات بیان ہوئے ہین وہ سب بازاری گپین ہین[۳] لیکن اس کا کیا علاج کہ یہ واقعہ عبداللطیف کی کتاب مین ابوالفرج سے قبل مذکور ہے اور کم سے کم "یذکر" کے لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عبداللطیف کے زمانہ مین لوگون کی زبان زد ضرور تھا۔

[۱] رسائل شبلی۔ کتب خانہ اسکندریہ صفحہ ۱۳۱-۱۳۲ [۲] یوحنا ابوالفرج سنہ پیدائش ۶۲۳ھ وفات ۶۸۵ھ موفق الدین عبداللطیف ابن یوسف بغدادی سنہ پیدائش ۵۵۵ھ سنہ وفات ۱۲ محرم ۶۲۶ھ [۳] رسائل شبلی کتب خانہ اسکندریہ صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹

۱۰۰ برس پہلے ابو الفرج سے قبل مشہور تھا۔ البتہ اسمین شک نہین کہ جس شان سے اور نمک مرچ لگاکر اس نے بیان کیا ہے اس سے پہلے کسی نے بیان نہین کیا۔ اور اسی سے بعد کے مورخین نے بے سوچے سمجھے نقل کرکے سب جگہ پھیلا دیا۔ لیکن اس کا پتہ لگانا ابھی باقی ہے کہ یہ واقعہ مشہور کیسے ہوا اور ابو الفرج سے پہلے اس کا چرچا کیسے تھا۔ غالبًا باہمی عناد اور تعصب اس قصے کی ایجاد کا باعث ہوا ہے۔ مفتوح قوم فاتح قوم پر اکثر ایسے الزام بعد مین قایم کر دیا کرتی ہے۔ انہین سے ایک یہ بھی ہے جسکی کوئی تاریخی شہادت نہین ہے۔ علاوہ اس کے مولانا شبلی نے اسی رسالہ مین یہ دعوی کیا ہے کہ سوا عبد اللطیف۔ ابو الفرج۔ مقریزی۔ اور حاجی خلفہ کے کسی اور کتاب مین اس قصہ کا ذکر نہین۔ اور اسی کے ساتھ متعدد کتابین جو مصر و اسکندریہ کے حالات مین لکھی گئی ہین نام بنام گنوائی ہین کہ انہین سے کسی مین اس کا حوالہ نہین۔ حالانکہ یہ صحیح نہین ہے۔ انہین کتابون مین سے ایک تاریخ الحکما[1] للقفطی ہے جسمین یہ قصہ منقول ہے۔ غالبًا یہ کتاب حال ہی مین چھپی ہے اور اسلئے مولانا کی نظر سے نہین گزری تھی۔ اسکے علاوہ دوسری کتاب مفتاح السعادۃ[2] ہے جو ایک ترکی عالم و فاضل طاش کبری زادہ (پیدایش ۹۰۱ھ وفات ۹۶۲ھ) کی تصنیف سے ہے۔ افسوس ہے کہ یہ بیش بہا کتاب اب تک طبع نہین ہوئی۔ لیکن ان کتابون مین اس قصہ کا ہونا نہونا برابر ہے کیونکہ ان دونون صاحبون نے بغیر کسی تحقیق کے ابو الفرج سے لفظ بلفظ نقل کر لیا ہے یا ممکن ہے کہ طاش کبری زادہ نے قفطی سے نقل کیا ہو۔ عبارت سب کی ایک ہے۔

خاک بلگرام مین ایک اور ایسا جید فاضل ہو گزرا ہے جسے فخر علماے ہند کہنا بجا ہوگا علماے ہند کے حالات مین کوئی کتاب اسوقت تک کامل نہین ہو سکتی جب تک کہ اس مین علامہ سید مرتضی صاحب تاج العروس کا تذکرہ نہو۔ آزاد بلگرامی کے ہمعصر تھے۔ ہمارے دل نے ہرگز یہ گوارا نکیا کہ یہ کتاب جو علماے ہند اور خصوصًا علماے بلگرام کا تذکرہ ہے اس فاضل

[1] تاریخ الحکما لجمال الدین علے بن یوسف القفطی مطبوعہ لیپسک ۱۳۲۰ ہجری۔ صفحہ ۳۵۵-۳۵۶

[2] قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ صفحہ ۳۰۲۔

بعد یل کے حالات سے خالی رہے۔ لہذا یہ تذکرہ آخر کتاب مین اضافہ کردیا گیا ہے۔
جس سے اس شخص کے تبحر اور کمالات علمی کا حال معلوم ہوگا۔

عبدالحق (حیدرآباد دکن)

رباعیات

(از افکار تازہ سید محمد نوح صاحب شہیر مچھلی شہری)

اس غمکدے سے شاد بدل جاؤن گا تربت مین برنگ گل مین کھل جاؤن گا
ہر شے کی رجوع ہوتی ہے جانب اصل مٹی سے بنا ہون خاک مین مل جاؤن گا

اک روز سبھی برے بھلے جائین گے اعمال ہی صرف ساتھ لیجائین گے
اطفال وجوان و پیر و بیمار و صحیح آئی جب آئیگی چلے جائین گے

مرنے کے نہ دل سے حوصلے جائینگے ہم قبر مین انکو ساتھ لیجائینگے
زنجیر پا جو ہوگا ضعف پیری تو چار کے کاندون پہ چلے جائینگے

رہنے کو خلد مین بھلے جائین گے جلنے کو سقر مین دبھلے جائین گے
رہجائیگا اس سرائے دنیا مین کون آئے ہین جو یہان چلے جائین گے

پیری کیا آ کے مائل جور ہوئی ہونے والی جو تھی بہر طور ہوئی
دیکھا جو چرائے آنکھین بینائی کو ٹیڑھی سیدھی کمر بھی فی الفور ہوئی

مہلت پائی نہ فرصت غور ہوئی پیری موجود آکے فی الفور ہوئی
چشم و دندان و دست و پا مو و کمر حالت اعضا کی اور سے اور ہوئی

تا عمر بنا ہنسی کھیل نہین پیری مین کسیکو کسے اب میل نہین
اعضا سے شہیر کیا ہو چشم امید آنکھون کے تلون مین اب تیل نہین

ترکان جہان کی کجکلاہی نہ رہی + قائم شاہونکی بادشاہی نہ رہی +
منھ کی کالک نہ چھوٹی افسوس شہیر گو پیری سے بالون مین سیاہی نہ رہی

گو کچھ بھی نہین ہون ہیچکارا ہو نہین — پھر بھی اہل وطن کو پیارا ہو نہین
مٹنے کو ہے یہہ نمود بے بود شہیر — پیری مین صبح کا ستارا ہو نہین

ہر حال مین دوستون کو پیارا ہو نہین — گو چھپنے کو ہون پر آشکارا ہو نہین
ہے صبح شب شباب جلوہ میرا — پیری مین چمکتا ہوا تارا ہو نہین

بوڑھا - کمزور - ہیچکارا ہون مین — جز خاک گور کسکو پیارا ہون مین
ہے وقت مدد کا اے عصاے پیری — آ - تھام لے ہاتھ بے سہارا ہون مین

پیری مین شباب والی طلعت نہ رہی - — کافور صباحت ہوئی رنگت نہ رہی
پڑتی تھین حسینونکی بھی جسپر آنکھین — افسوس شہیر اب وہ صورت نہ رہی

اعضا مین شکست ہی اب نہ دم مین دم ہی — جنبش دانتون مین ہی بصارت کم ہی
ظاہر ہوا زور ناتوانی سے شہیر — ضعف پیری بھی اک چھپا رستم ہی

ناحق مرتے ہین عمر فانی کے لیئے — دیتے ہین جان زندگانی کے لیئے
نادان ہین وہ شہیر بچون کیطرح — پیری مین جو روتے ہین جوانی کے لیئے

ہے عہد شباب کامرانی کے لیئے — یہہ عمر ہے لطف زندگانی کے لیئے
پیری کو کہان نصیب دنیا کے مزے — یہہ سب سامان ہین جوانی کے لیئے

زایل پیری مین چہرے کا نور ہوا — اس سن مین جو ہوتا ہے بدستور ہوا
حالت ہی بدل گئی ضعیفی سے شہیر — زلف مشکین کا رنگ کافور ہوا

پیری مین معصیت سے مشغولی ہے — مستی مین خدا کی یاد تک بھولی ہے
ہے گلشن عمر مین خزان کا عالم — سرسون پیری آنکھون مین مگر پھولی ہے

دنیا کی طمع ہر اک کو بیش و کم سے ہے — خالی کب حرص سے بنی آدم ہے
بیفکر نہین ہے اس ہوس سے کوئی — مغلوک جہان ہے یا شہ عالم ہے

الکلام

مولفہ مولانا شبلی پر

تنقیدی نظر

نمبر ۳

وجود باری

مذہب کے دایرہ عمل کا ایک ایک نقطہ اگرچہ لامذہبی کے مرکز سے بعد المشرقین رکھتا ہے اور دونوں کے درمیان اختلاف کے لئے بیشمار مسایل موجود ہیں لیکن جو مسئلہ اس عظیم الشان عمارت اختلاف کا سنگ بنیاد ہے وہ یہی وجود باری ہے حشر و نشر معجزات و خرق عادات نبوت و رسالت وحی و الہام بجاے خود نہایت معرکۃ الآرا اور اہم مباحث ہیں لیکن یہ سب اسی دریا کے حباب اسی آفتاب کی شعاعیں اسی تخم کے ثمر ہیں جسکو ہم خدا کے وجود سے تعبیر کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اگر منکرین مذہب کو وجود باری کا پورا یقین ہو جاے تو یہ سرگرم مناقشات بھی نسبتاً سرد پڑ جائیں۔ اسی لیے ہم آج کے نمبر میں اس مسئلہ پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہیں۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ یہ مسئلہ جسقدر اہم ہے اوسی قدر بحث طلب بھی ہے اور تعجب یہ ہے کہ جو فریق اس مسئلہ کے اثبات کا مدعی ہے خود اس کی اندرونی جماعتوں میں نہایت شدت سے اختلاف ہے اور جس دلیل کی بنا پر ایک خدا پرست گروہ اپنا اعتقاد قایم کرتا ہے اسکی تردید دوسرا خدا پرست گروہ اسی شد و مد سے کرتا ہے جیسے کہ ایک دہریہ یہی وجہ ہے کہ تقریباً ہر بانی مذہب اور بیشمار فلسفیوں کو خدا کی ہستی پر جدا جدا دلایل قائم کرنا پڑے اور جن کی مجموعی تعداد حد شمار سے باہر ہے۔ مگر ان میں سے چند اسقدر معروف اور بادی النظر میں معقول

معلوم ہوتے ہین کہ آبادی عالم کا ایک بڑا حصہ ان ہی کی بنا پر خدا کا قایل ہے۔ علامہ شبلی نے ان کو الکلام مین نقل کیا ہے لیکن چونکہ وہ متاخرین کی تنقید سے باخبر تھے۔ اسلیئے ان مین سے بعض کی خود ہی تردید کر دی ہے بسلسلۂ سخن کے لحاظ سے ہم یہان ان کا خلاصہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہین۔

(۱) قدیم حکماء یونان کا استدلال۔ عالم تغیر پذیر ہے اور جو چیز تغیر پذیر ہے وہ کسی علت کی محتاج ہے۔ لہذا عالم بھی کسی علت کا محتاج ہے اور وہ علت خدا ہے۔

(۲) ارسطو اور ابن رشد کا استدلال۔ عالم کے تمام اجزا متحرک ہین اور جو چیز متحرک ہے اُسکے لیے محرک کی ضرورت ہے اگر یہ سلسلہ کہین ختم نہ ہوگا تو وجود غیر متناہی تسلیم کرنا ہوگا جو محال ہے اور اگر یہ سلسلہ اُس حد تک ٹھہر لیگا جو تمام اشیا کی محرک مگر خود غیر متحرک ہے تو وہی خدا ہے۔

(۳) متکلمین اسلام کا استدلال۔ عالم دو چیزون سے مرکب ہے ایک جوہر (یعنی وہ چیزین جو بذات خود قایم ہین) سے دوسرے عرض (یعنی جو چیزین اپنے وجود کے لیے کسی دوسری چیز کی محتاج ہین مثلاً رنگ مزہ۔ وزن وغیرہ) سے عرض کا حادث ہونا تو بدیہی ہے اور جوہر اسلیئے حادث ہے کہ کبھی عرض سے خالی نہین ہو سکتا لہذا عالم حادث ہے اور ہر حادث چیز علت کی محتاج ہے پس عالم کے لئے بھی علت درکار ہے۔ اب اس سلسلۂ علل کی کہین انتہا ہوگی یا غیر متناہی ماننا پڑیگا۔ شق دوم محال ہے لہذا اول الذکر صورت صحیح ہے اور یہی علت العلل خدا ہے۔

مذکورہ بالا دلایل کی تردید خود مولانا نے کافی طور سے کر دی ہے[1]۔ اسلیئے ہم کو دوبارہ اس فرض کے ادا کرنے کی حاجت نہین۔ ان مغالطہ آمیز دلایل کی تردید کے بعد مولانا نے اپنی جانب سے وجود خدا پر دو دلایل پیش کیے ہین اور یہی وہ دلایل ہین جو زمانہ حال مین نہایت موثر اور معقول خیال کیے جاتے ہین[2] ان مین سے ایک استدلال تو برہان قیاسی (ڈیزائن دیکھو متیھڈ)

[1] الکلام صفحہ ۳۰ و ۳۴۔

[2] ان دلایل کے علاوہ حسب ذیل دو اور استدلالات (جنکی ابتدا برکلی اور ڈیکارٹ کی جانب منسوب ہین۔ یہی یورپ

کی صنف مین شامل ہے اور دوسرا برہان استقرائی (انڈکٹو میتھڈ) کے تحت مین داخل ہے ذیل مین
ہم ان دونون دلایل کو نقل کرکے ان کی صحت کو اصول منطق کے معیار پر جانچتے ہین :-

مین خصوصیت کے ساتھ شہرت پذیر ہین - برکلی کے استدلال کا خلاصہ ان الفاظ مین ہو سکتا ہے :- "فرض کرو میرے دماغ مین کل
کسی چیز کا خیال پیدا ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد جاتا رہا - آج پھر میرے دماغ مین وہی خیال پیدا ہوا - اب سوال یہ ہے کہ اتنے عرصہ تک
وہ تصور کہان جاگزین رہا ؟ اگر یہ کہا جاے کہ وہ تصور کل فنا ہوگیا تھا تو یہ بالبداہت غلط ہے کیونکہ اعادۂ معدوم محال ہے
اسلیئے یہ لامحالہ ماننا پڑیگا کہ وہ تصور کسی نہ کسی مقام پر ضرور جاگزین رہا لیکن یہ بھی مسلم ہے کہ تصورات وتخیلات کا ظرف صرف
دماغ ہی ہو سکتا ہے لہذا ایک دماغ کل کا وجود ضرور تسلیم کرنا ہوگا جہان تمام عالم کے تصورات مجتمع رہتے ہین اور جو تمام تصورات
کا مستقل مسکن ہے اور یہی دماغ کل خدا ہے" برکلی کو اپنے استدلال کے استحکام کا اسدرجہ یقین ہے کہ وہ بہت فخریہ لہجہ مین لکھتا ہے
کہ اُس نے الحاد و دہریت کی زبان ہمیشہ کے لئے خاموش کردی - لیکن درحقیقت اس سے بڑھکر سفسطیانہ استدلال کی نظیر مشکل سے
مل سکتی ہے - اول تو اگر ایک دماغ کل کا وجود ثابت بھی ہو جاے تو اس سے قدرت کاملہ علم غیب وغیرہ اوصاف الوہیت کیونکر لازمی
طور سے ثابت ہو جاینگے ؟ لیکن سب سے زیادہ مغالطہ خیز اس مین برکلی کا یہ مقدمہ ہے کہ آج پھر میرے دماغ مین وہی خیال پیدا ہوا -
حالانکہ حقیقتہً یہ وہی خیال نہین ہے بلکہ مثل اسکے ایک خیال ہے - وہ پہلا خیال دماغ سے نکلنے کے ساتھ ہی فنا ہوگیا آج پھر
ویسے ہی اسباب جمع ہوے جیسے کل ہوئے تھے اس بنا پر ہمارے دماغ مین ایک تصور بھی مثل تصور سابق کے پیدا ہوا -
لیکن یہ وہی تصور نہین - اسکو ایک واضح مثال سے یون سمجھو - فرض کرو کل ایک شخص نے کسی خاص غذا کا استعمال کیا -
جسکے اثر سے اُسکو بخار آگیا - مگر تھوڑی دیر کے بعد کسی دوا کے اثر سے زایل ہوگیا آج پھر اُس شخص نے اسی قسم کی غذا کھائی
اور پھر اُسکو ویسا ہی بخار آگیا اب کیا برکلی کا کوئی مقلد اس امر کا دعوی کر سکتا ہے کہ یہ وہی مرض ہے جو پہلے ہوا تھا - اور
اس بنا پر ایک جسم کل کا وجود تسلیم کرنا ضروری ہے جو کل امراض کا مستقل مسکن ہو اور جہان تمام امراض عالم مجتمع رہتے ہون -
ڈیکارٹ کا استدلال اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب ہے - اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ میرے دماغ مین ایک غیر محدود ہستی کا تصور آنا ہی
اُسکے وجود کے ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کیونکہ اگر ایسی ہستی کا وجود نہین ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ تصور خود میرا پیدا کیا ہوا ہے
لیکن اگر مین اُس تصور کو از خود پیدا کر سکتا ہون تو خود ہی مثل بھی سکتا ہون حالانکہ یہ بداہتہً خلاف واقعہ ہے اسلیئے میرے
ذہن سے خارج کوئی ہستی ایسی ضرور ہے جہان سے مین نے یہ تصور اخذ کیا - اگر استدلال کا یہ طریقہ صحیح ہے تو آج سے ہمکو کسی چیز کے

(۱) پہلا استدلال ۔ خدا کا اعتراف انسان کی فطرت مین داخل ہے ...... یہی فطرت ہے جسکو قرآن مجید نے ان لفظون مین بیان کیا ہے ۔ واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى شهدنا ۔

اگرچہ گذشتہ نمبر مین اس استدلال کو تمام نقل کر چکے ہین لیکن اُس موقع پر اس سے مذہب کے فطری ہونے پر استشہا دکیا گیا تھا ۔ خود مولانا شبلی نے اسکو وجود باری کے زیر عنوان رکھا ہے اسلیئے آج کے نمبر مین ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ وجود خدا کے دعوی کو اس دلیل سے کہان تک تقویت ہوتی ہے ۔ منطقی پیرایہ مین اس استدلال کی شکل حسب ذیل ہوگی ۔

(۱) جو خیالات یا اعتقادات انسان کی فطرت مین داخل ہین وہ صحیح و واقعی ہین ۔

(۲) خدا کا اعتقاد انسان کی فطرت مین داخل ہے ۔

(۳) لہذا خدا کا اعتقاد صحیح و واقعی ہے ۔

بلا شبہ اگر اس دلیل کے دونون مقدمات صحیح ہون تو نتیجہ کی صحت سے کسکو انکار ہو سکتا ہے لیکن اسکا صغری جسقدر غلط اور خلاف واقعیت ہے اسکا ثبوت گذشتہ نمبر مین بخوبی ہو چکا ہے اور یہ طے ہو چکا ہے کہ اعتقاد خدا کا فطری ہونا نہ صرف خلاف واقعہ ہے بلکہ قانون ارتقا کی مخالفت کے لحاظ سے محال ہے ۔ اور اگرچہ استدلال کی غلطی کے لیئے ایک ہی مقدمہ کا غلط ہونا کافی ہے لیکن آؤ کبرے کا بھی امتحان لے لین ! ہم دریافت کرتے ہین کہ آخر اسکا ثبوت کیا ہے

وجود سے انکار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ قول ڈیکارٹ کے کسی ہستی کا تصور کر لینا ہی اسکے حقیقی وجود کے ثابت کرنے کیلئے کافی ہے ۔ لیکن اس سے قطع نظر کر کے یہ امر بھی بحث طلب ہے کہ آیا ہمارا ذہن واقعی ایک غیر محدود ہستی کا تصور کر سکتا ہے ؟ علاوہ ازین اس مین سب سے زیادہ مغالطہ خیز ضمیر واحد متکلم کا استعمال ہے جس سے ایک موقع پر "میری قوت ارادی" مراد ہے اور دوسرے مقام پر "میری فطرت" منشا ہے اگر فی الواقع تصور خدا کسی خارجی ہستی سے ماخوذ ہے تو اسکا مفہوم یہ ہے کہ میری فطرت و طبیعت ایسی ہے جسمین یہ تصور خود بخود پیدا ہوتا ہے لیکن دوسرے مقام پر جب ڈیکارٹ کہتا ہے کہ "مین مٹا سکتا ہون" تو اسکا منشا یہ ہے کہ مین اپنی قوت ارادی سے مٹا سکتا ہون در حقیقت محض ارادہ سے کوئی تصور نہ پیدا کیا جا سکتا ہے اور نہ فنا کیا جا سکتا ہے بلکہ جو تصورات انسانی طبیعت کے بعض قوانین کے اقتضا سے پیدا ہوتے ہین وہ دوسرے قوانین طبعی کے باعث فنا ہو جاتے ہین ۔ اس صورت مین ڈیکارٹ کے استدلال کا کیا وزن رہ جاتا ہے ؟

یہ کہان سے معلوم ہوا کہ جو خیالات یا اعتقادات فطری ہین ان کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے؟ مذہبی جماعت اسکے جواب مین صرف یہ کہہ سکتی ہے کہ فطری حاسات ہمارے دل مین خود خالق کائنات نے براہ راست ودیعت کر دیئے ہین اسلیئے انکے غیر واقعی ہونے کا کسکو احتمال ہو سکتا ہے؟ غور کرو کہ خدا کی ہستی کے ثبوت مین ایسا استدلال جسکے ایک مقدمہ کی صحت خود اُسی کے وجود پر مشروط ہو اصول منطق کی رو سے کہان تک جایز ہو سکتا ہے۔ یہ وہ مغالطہ ہے جسکو اصطلاح منطق مین مصادرہ علے المطلوب کہتے ہین

(Petitio Principii)

(۲) **دوسرا استدلال** جسکی بنیاد استقرا پر ہے نسبتہً زیادہ قوی ہے اور بظاہر بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے آجکل جبکہ وجود خدا پر تمام دیگر استدلالات کا ضعف صریحًا ظاہر ہو چکا ہے صرف یہی ایک ایسی دلیل ہے جو حامیان مذہب کی جانب سے ہر موقع پر پیش کی جاتی ہے ہمارے مولانا اسکی ایجاد کو قرآن کی جانب غلط نسبت دیکر (اسلیے کہ یہ خیال قدیم یونانیون مین بھی پایا جاتا تھا) اسکو ان الفاظ مین بیان کرتے ہین:۔

> "انسان کو آغاز تمیز مین جن بدیہی اور حسی مقدمات کا علم ہوتا ہے اُن مین ایک یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو مرتب باقاعدہ اور منتظم دیکھتا ہے تو اُس کو یقین ہو جاتا ہے کہ کسی دانشمند نے ان چیزون کو وہان ترتیب دیا ہے اگر کسی جگہ ہم چند چیزین بے ترتیب رکھی دیکھین تو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ آپ سے آپ یہ چیزین یہان اکٹھی ہو گئی ہونگی لیکن جب وہ اس ترتیب اور سلیقہ سے چنی گئی ہون کہ ایک ہوشیار صناع بھی بہ مشکل اس طرح چن سکتا ہے تو یہ خیال کبھی نہین ہو سکتا کہ آپ سے آپ یہ ترتیب پیدا ہو گئی ہوگی۔ اسکو ایک اور واضح مثال مین سمجھو خواجہ حافظ یا نظامی کا کوئی شعر لو۔ اُسکے الفاظ الٹ پلٹ کر کسی معمولی آدمی کو دو اور اُس سے کہو کہ الفاظ کو آگے پیچھے رکھکر ترتیب دے۔ وہ سو سو طرح اُلٹ پلٹ کریگا لیکن اتفاقیہ طور سے بھی کبھی یہ نہ ہوگا کہ حافظ اور نظامی کا شعر نکل آئے حالانکہ وہی الفاظ ہین وہی حروف ہین وہی جملے ہین صرف ذراسی ترتیب کا پھیر ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ نظام عالم جو اسقدر مرتب باقاعدہ

اور موزون ہے وہ خود بخود قایم ہوگیا ہو۔ قرآن مجید مین خدا کے وجود پر اسی استدلال کیا ہے .... ان آیتون مین عالم کی نسبت تین اوصاف بیان کئے ہین۔ کامل اور بے نقص ہے۔ موزون اور مرتب ہے ایسے اصول وضوابط کا پابند ہے جو کبھی ٹوٹ نہین سکتے۔ یہ دلیل کا صغریٰ ہے۔ کبریٰ خود ظاہر ہے۔ یعنی جو چیز کامل مرتب اور مستمر النظام ہے وہ خود بخود نہین پیدا ہوگئی ہوگی بلکہ کسی صاحب قدرت اور صاحب اختیار نے اُسکو پیدا کیا ہوگا" [الکلام صفحہ ۳۶ و ۳۸]

قبل اسکے کہ ہم اس استدلال کی صحت وعدم صحت کا فیصلہ کرین یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ استدلال منطقی براہین کی کس صنف مین داخل ہے اور اس قسم کے دلایل کا کیا وزن ہوتا ہے۔ مولانا کی رائے مین یہ برہان ہی قیاسی ہے اور اُنکے نزدیک منطقی خراد پر چڑھکر یہ حسب ذیل قالب اختیار کریگی۔

(۱) جو چیز کامل مرتب مستمر النظام ہے وہ کسی صاحب قدرت واختیار کی پیدا کی ہوئی ہے۔

(۲) عالم کامل مرتب مستمر النظام ہے۔

(۳) لہذا عالم کسی صاحب قدرت وصاحب اختیار کا پیدا کیا ہوا ہے۔

لیکن یہ صریحی مغالطہ ہے اگر فریق ثانی اس استدلال کے مقدمۂ اول کو تسلیم کرلے تو خلاف کے لیے باقی ہی کیا رہ جاتا ہے؟ بادی النظر مین یہ کبریٰ جسقدر بدیہی الثبوت معلوم ہوتا ہے اُسیقدر یہ مخالفین کے نزدیک بحث طلب ہے۔ مولانا کی پہلی اور سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ صنعت سے صانع ترتیب سے مرتب اور نظام سے ناظم دریافت کرنے کے حاسّہ کو ابتدائی بدیہی اور حسی معقدات علم مین شامل کرتے ہین حالانکہ دراصل یہ احساس تجربہ ومشاہدہ کی بنا پر پیدا ہوا ہے کسی بچے کے آگے دو چیزین پیش کرو جن مین سے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی صناعی کا نمونہ ہو اور دوسری نہایت غیر منتظم اور بے ترتیب ہو۔ پھر اُس سے سوال کرو کہ وہ کس چیز کے نظارہ کی بنا پر کسی صانع یا کاریگر کے وجود کا یقین کرتا ہے؟ اگر کسی طریقہ سے

وہ شیر خوار بول سکے تو اُسکا جواب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ کسی کی بنا پر نہین اپنے وجود کے لحاظ سے میرے نزدیک دونون یکسان ہین" اس جواب کا باعث صرف یہ ہے کہ اُسکو اپنے گذشتہ تجربات مین صانع اور مصنوع کی یکجائی کی کوئی نظیر نہین ملتی۔

بلا شبہ یہ سچ ہے کہ ہم حافظ یا نظامی کے اشعار پر کسی معمولی شخص کے کلام کا دہوکا نہین کہاتے لیکن اسکی وجہ یہ نہین کہ ہمارے دل مین کوئی فطری حس موجود ہے جسکی بنا پر ہم صنعت سے صانع کو تشخیص کر لیتے ہین اور نہ یہ وجہ صحیح ہے کہ ان اشعار مین فی نفسہ کوئی ایسی خصوصیت موجود ہے جسکی بنا پر ہمکو چار و ناچار اُنکے مصنف کے لئے ایک اعلی دماغ تسلیم کرنا پڑے! بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اس قسم کے بہ کثرت اشعار ہماری نظر سے گزر چکے ہین اور ان کی نسبت ہمکو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ حافظ یا نظامی کے ہین یہ تجربہ حاصل کرنے کے بعد جب کبھی ایسے اشعار ہم سنتے ہین جو اپنے مضامین طرز ادا ترتیب الفاظ وغیرہ کے لحاظ سے اُن اشعار کے مشابہ و مماثل ہوتے ہین جنکی نسبت ہمکو اپنے تجربہ سے تحقیق ہو چکی ہے کہ وہ نظامی یا حافظ کا کلام ہے تو ہم ان اشعار کو بھی انھین شاعرون یا اُنکے مثل دوسرون کی جانب منسوب کرتے ہین ایک جاہل یا ایسے تعلیم یافتہ شخص کے سامنے جسکو شعر و شاعری سے بالکل لگاؤ نہ ہو انھین موسومہ بالا شاعرون کا کلام پڑہو مگر وہ کبھی اُسکو اُن کی جانب منسوب نہین کر سکتا اور نہ ایک ادنی درجہ کے شاعر کے کلام مین اور اس مین کوئی امتیاز کر سکتا ہے۔ صرف اس لئے کہ اُسکو کبھی اس قسم کا تجربہ نہین ہوا۔

اس مسئلہ کے طے ہو جانے کے بعد اب وجود باری پر نظام عالم سے جو استدلال قائم ہو سکتا ہے اُسکے مقدمات ہمارے خیال مین حسب ذیل ہون گے:۔

(۱) جن چیزون کو ہم اعلی درجہ کی صناعی و کاریگری کا نمونہ مانتے ہین مثلاً انجن۔ گھڑی دوربین وغیرہ اور جن مین خصوصیات یعنی موزونیت و خوش سلیقگی وغیرہ ضرور پائی جاتی ہین اُن مین ہم یہ خصوصیت بھی پاتے ہین کہ اُن کا وجود از خود نہین ہوتا بلکہ کسی ہوشیار صناع کے باعث ہوتا ہے۔ علی ہذا جن اشعار مین کوئی خاص خوبی ہوتی ہے مثلاً بندش و ترتیب الفاظ وغیرہ وہ بھی

جہان تک ہمارا تجربہ بتلاتا ہے کسی اعلیٰ دماغ کی کوشش کا نتیجہ ہوتے ہین۔

(۲) عالم پر بہ حیثیت مجموعی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعض خصوصیات کے لحاظ سے اُن چیزون سے نہایت مشابہ ہے جنکا وجود کسی ہوشیار صناع یا اعلیٰ دماغ کے باعث ہوتا ہے۔ یعنی اس مین بھی ترتیب موزونیت خوش سلیقگی وغیرہ کی خصوصیات ویسی ہی پائی جاتی ہین جیسی کہ بہترین مصنوعات مین۔

(۳) پس اس تشبیہ من حیث البعض سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ یہ دونون چیزین من حیث الکل ایک دوسرے کے مشابہ و مماثل ہونگی۔ اور جس طرح ہر اعلیٰ درجہ کے شعر کے لیے ایک بلند پایہ شاعر کی ضرورت ہے اسی طرح عالم کے لیے بھی (جو نظام و ترتیب کے لحاظ سے ایک نفیس شعر کے مشابہ ہے) یہ لازمی ہے کہ کسی صاحب قدرت و صاحب اختیار نے اسکو پیدا کیا ہو۔

ہمارے خیال مین نظام عالم سے وجود باری پر جو استدلال ہو سکتا ہے اُسکا صرف یہی طریقہ ممکن ہے لیکن جو شخص اصول منطق سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ اسصورت مین استدلال نہ تو برہان استقرائی کی صنف مین شامل ہو سکتا ہے اور نہ برہان قیاسی کے تحت مین داخل ہو سکتا ہے۔ بلکہ اسکو صرف برہان تمثیلی کے دربار مین باریابی کا موقع مل سکتا ہے جسکو انگریزی مین Argument from Analogy کہتے ہین۔ برہان تمثیلی کا مفہوم یہ ہے کہ جب دو چیزین بعض حیثیات سے ایک دوسرے کے مشابہ ہون تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ انمین چند اور حیثیات سے بھی مشابہت ہوگی مثلاً ایک شے "الف" چند حیثیات سے دوسری شے "ب" کے مشابہ ہے مگر "الف" کے ساتھ "ج" کا وجود لازمی طور سے پایا جاتا ہے لہذا "ب" کے ساتھ بھی "ج" کا وجود ضروری ہے۔ ایک اور واضح مثال مین اسکو یون سمجھو کہ کرۂ ارض اور کرۂ ماہتاب بعض (یعنی گول اور متحرک اجسام ہونے کی) حیثیات سے باہمدگر مشابہ ہین لیکن کرۂ ارض ایک آباد ستارہ ہے جس مین مختلف ممالک و اقوام شامل ہین لہذا کرۂ ماہتاب اس حیثیت سے بھی زمین کے مشابہ ہوگا اور وہان بھی مثل ہماری دنیا کے نظام سلطنت وغیرہ قایم ہوگا۔

یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے دلایل سے کسی مسئلہ کا قطعی فیصلہ نہین ہو سکتا چنانچہ اصول منطق کی رو سے ان دلایل کا وزن نہایت خفیف ہوتا ہے اور کسی مسئلہ کی واقعیت پر یقین کرنے کے لیے ان سے استدلال فضول سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ بہت ممکن ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ چند معین حیثیات کے سوا اور کسی لحاظ سے باہم مشابہ نہ ہون اور اسکی تصدیق روزمرہ کے تجربات سے ہوا کرتی ہے۔

ہماری اسقدر تحریر اگرچہ علامہ کے پیش کردہ استدلال کا ضعف ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے اور ہمکو اس مسئلہ پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہین لیکن تعجب ہے کہ بعض مصنفین نے اسکو برہان استقرائی کی شکل مین پیش کیا ہے اور سخت تر تعجب یہ ہے کہ یورپ کے علما منطق کا مسلم الثبوت پیشوا جان اسٹوارٹ مل بھی اُن کا ہمزبان ہے۔ بے شبہ یہ دعویٰ نہایت اہم ہے اور ہمکو پورے انصاف اور بے تعصبی کے ساتھ اس پر غور کرنا چاہئے۔

مل کہتا ہے کہ یہ استدلال محض اس مماثلت پر مبنی نہین جو نظام عالم اور انسانی صناعی کے درمیان ہے بلکہ اسکی بنیاد اس مشابہت کے خاص طرز و انداز پر ہے۔ وہ اوصاف وخصایص جنکے لحاظ سے نظام عالم صنعت انسانی کے مشابہ ہے بجاے خود متفرق طور سے نہین پائے جاتے ہین بلکہ سب ایک ایسی صفت کے ماتحت ہین جسکا تعلق ایک صانع یا حکیم کے ساتھ لازمی وحقیقی ہے اور وہ صفت کیا ہے؟ کسی ایک متعین مقصد کی انجام دہی مزید توضیح کیلئے ہمکو جسم انسانی کے کسی خاص حصہ کی ساخت پر غور کرنا چاہئے مثال کے لیے ہم آنکھ کو لیتے ہین۔ آنکھ مین جسقدر رطوبات وحجاب ہین اُن کی ترتیب و ترکیب ایک مقصد معین یعنی بصارت کی مُعین ہے۔ اگر آنکھ کی ترتیب موجودہ نہ ہوتی تو یا انسان مین مطلقاً بصارت کا مادہ نہ موجود ہوتا یا اگر ہوتا تو حالت موجودہ سے یقیناً کمتر ہوتا یہی وہ خاص مشابہت ہے جو تمام اعضاے انسانی مین پائی جاتی ہے لیکن ہماری آنکھ کی کسی زمانہ مین ابتدا بھی ہوی ہو گی یعنی ایسے اسباب مجتمع ہوے ہونگے جنکے باعث آنکھ کی موجودہ حالت کا وجود پیدا ہو گا۔ یہ فرض کیا جاسکتا

کہ انکے وجود کا باعث محض بخت و اتفاق ہوا ہوگا لیکن اسوقت بیشمار آنکھون کی مثالین موجود ہین کہ بخت و اتفاق کا احتمال صحیح نہین ہوسکتا۔ لہذا ہمکو دوسری صورت یہ تسلیم کرنا پڑیگی کہ کوئی خاص علت ہے جو تمام آنکھون کی ساخت مین مشترک ہے اور جس نے قوت بصارت کے سامان بہم پہونچائے ہین اور جس علت سے بالارادہ ایسے افعال سرزد ہون اُسکو صانع و حکیم تسلیم کرنے سے کسکو انکار ہوسکتا ہے۔[1]

بہ فرض محال اگر یہ استدلال بہ لحاظ اپنے مقدمات کے صحیح ہی ہو تو (جیسا کہ خود مل کو تسلیم ہے) ہم اسکو براہین استقرائی کی اُس صنف مین جگہ دے سکتے ہین جو براہین استقرا مین سب سے زیادہ ضعیف اور اپنی صحت کے لحاظ سے سب سے زیادہ مشکوک ہے یعنی قانون اتصال کے ماتحت[2] لیکن اس سے قطع نظر کرکے دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی ہمارے جسم کے کسی حصہ کی ساخت ایسی رکھی گئی ہے جس سے بہتر ممکن نہ تھی۔ اور جسکی حکمت و صنعت کی بنا پر ہمکو ایک حکیم و صانع کا قائل ہونا پڑتا ہے؟ ممکن ہے کہ ڈارون کے زمانہ کے قبل پبلک کو اسکا یقین ہو مگر اب جبکہ قانون ارتقا

[1] ناظرین کو یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ یہ مل کی ذاتی رائے تھی۔ اُس نے درحقیقت یہ استدلال حامیان مذہب کی جانب سے پیش کیا ہے اور خود آگے چلکر تردید کی ہے جس سے ایک حد تک ہم نے بھی اس مضمون مین فایدہ اٹھایا ہے۔

[2] منطق استقرا مین ایک نہایت اہم مسئلہ دریافت علت کا ہے۔ ارسطو اور اُسکے مقلدین مثل دیگر استقرائی مباحث کے اس مسئلہ کے متعلق بھی تقریباً ساکت ہین۔ اور اگرچہ بیکن و سرجان ہرشل کی تحریرون مین ضمناً و تبعاً اسکے متعلق مباحث موجود ہین لیکن اسکو ایک علمی مسئلہ کی صورت مین پیش کرنے اور اسکے لیئے باضابطہ قوانین و اصول مدون کرنے کا فخر مل کو حاصل ہے۔ مل نے استقرا کامل کے لیئے چند قوانین مختلف نامون سے وضع کئے ہین مثلاً قانون اتصال، قانون انفصال، قانون تغیر عوارض وغیرہ جنکے ذریعہ سے ہم معلول سے علت دریافت کرسکتے ہین۔ متاخرین علماء منطق مثلاً پروفیسر بین، فاولر وغیرہ نے ان قوانین کو بہت شرح و بسط کے ساتھ اپنی کتابون مین درج کیا ہے۔ استدلال زیر بحث قانون اول کے تحت مین داخل ہے جو قانون اتصال کے نام سے موسوم ہے۔ مل نے اس قانون کو حسب ذیل الفاظ مین بیان کیا ہے "اگر واقعہ مبحوث فیہ کی متعدد مثالون مین صرف ایک ہی چیز مشترک ہو تو یہی چیز جو تمام مثالون مین قدر مشترک ہے اس

مسلم ہوچکا ہے جبکہ موجودات عالم کے تدریجی نشو ونما کی شہادت ایوان علم کے درودیوار دے رہے ہین جبکہ ڈاروِن ۔ اسپنسر ۔ ہیکل ۔ والس ۔ ہکسلی اور سیکڑون مشاہیر علماے سائینس نے دنیا پر ثابت کردیا ہے کہ جن چیزون کو ہم ترقی یافتہ شکلون مین دیکھہ رہے ہین وہ تنزل وپستی کے نہایت ابتدائی مدارج طے کرکے لاکھون سال کے بعد اس حالت پر پہنچی ہین کون ذی عقل یہ دعوی کرسکتا ہے کہ ہمارے جسم کا کوئی عضو بہ لحاظ اپنی ساخت کے اس حکیمانہ ترتیب کا اظہار کرتا ہے جسکی بنا پر ہمکو چار و ناچار ایک حکیم و صانع کے وجود کو تسلیم کرنا پڑتا ہے ؟

رابرٹ انگرسال[1] ۔ اگرچہ مخالفین مذہب کی جماعت مین ایک زبان دراز اور عامیانہ طرز کا مصنف ہوا ہے لیکن اس موقع پر اُس نے جو کچھ لکھا ہے درحقیقت نہایت نکتہ سنجی کے ساتھہ لکھا ہے جسکو ہم ذیل مین درج کرتے ہین خود مولانا نے بھی اسکو اپنی کتاب مین نقل کیا ہے ۔ (الکلام صفحہ ۵۲) :-

"فرض کرو ایک جزیرہ پر ایک آدمی دس لاکھ برس کی عمر کا ملے جسکے پاس ایک عمدہ خوبصورت گاڑی ہو اور اُسکا یہ دعوی ہو کہ یہ گاڑی اُسکی لاکھون برس کی محنت کا نتیجہ ہے جسکے ایک ایک پرزہ کے ایجاد کرنے مین پچاس پچاس ہزار برس صرف ہوے تو کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکالینگے کہ وہ شخص ابتدا ہی سے فن جرثقیل مین ماہر تھا ؟ مخلوق کی ترقی سے کیا یہ بات ظاہر نہین ہوتی ہے کہ خالق مین بھی ترقی ہوئی ہے "

آج علماء سائنس کی بہت بڑی جماعت جو مذہب سے منکر اور وجود خدا مین متشکک و متردد ہے اسکے اکثر افراد کے اعتراض کی بنا یہی مسئلہ ہے لیکن ہمارے مولانا اسکو جسقدر حقیر خیال کرتے ہین

اس واقعہ کی غلطی ہو گی ۔

دیکھو مل کی سسٹم آف لاجک ۔ حصہ سوم باب ۱

[1] کرنل رابرٹ گرین انگرسال ۱۸۳۳ء ولادت ۱۸۹۹ء وفات امریکہ کا نہایت کامیاب و مشہور ریسٹر مذہب کی مخالفت پر اسکے متعدد لکچر اور چند رسالے موجود ہین ۔

اسکا اندازہ اُنکے مندرجہ ذیل جواب سے ہو سکتا ہے۔ اس لاجواب اعتراض کے جواب مین وہ ایک لاپروائی کے ساتھ فرماتے ہین کہ[1]

"یہ اعتراض کہ اگر خدا قادر مطلق ہوتا۔ تو دنیا کو بتدریج کیون پیدا کرتا۔ اس قدر لغو ہے کہ توجہ کے بھی قابل نہین۔ ایک قطرہ کا رحم مین پڑنا۔ پرورش پانا۔ گوشت پوست چڑھنا مختلف اعضا کا پیدا ہونا۔ جان کا پڑنا۔ خون سے غذا پانا۔ اور پھر لوتھڑا کا پتلا بنکر منظر ہستی پر آنا۔ زیادہ اعجوبہ زا اور کمال قدرت کی دلیل ہے۔ یا دفعتہً بنا بنایا ایک انسان مجسم کا پیدا ہو جانا؟"

یہی وہ طفلانہ جوابات ہین۔ جو بجائے معترض کی تشفی کے اُسکے اعتراض کو اور زیادہ قوی کرتے ہین۔ اعجوبہ زا ہونے کے متعلق بیشک ہم کوئی فیصلہ نہین کر سکتے۔ لیکن اتنا ہر معقول پسند شخص تسلیم کریگا کہ کسی کام کو بہت سے تغیرات کے بعد مدت دراز مین انجام دینا۔ کمال قدرت کی دلیل نہین کہی جاسکتی۔

سائنس کے اُن تمام صیغون مین۔ جنکا تعلق بیجان مادہ سے ہے۔ آج کوئی شخص اُس نظام و ترتیب کا وجود نہین پاتا۔ جسکی قوت پر اعتماد کرکے مذہب علم سے صف آرائی کرنا چاہتا ہے۔ اور علم ہیئت۔ طبقات الارض۔ طبعیات۔ کمسٹری کے مسایل مین آج باوجود تلاش کے بھی اُس معین غرض و مقصد کی انجام دہی کا پتہ نہین چلتا۔ جسکا ذکر مل کے الفاظ مین اوپر گذر چکا ہے۔ بہ قول زمانۂ حال کے سب سے بڑے ماہر سائنس ارنسٹ ہیکل[2] کے آج تمام علماء سائنس مین سے ایک شخص بھی کسی واقعہ کی "غرض و غایت" کے متعلق جستجو کرنا نہین پسند کریگا۔ یہی مصنف لکھتا ہے۔

"کیا آج کوئی ہیئت دان سنجیدگی کے ساتھ سیارون کی حرکت کے مقصد کے متعلق تحقیق کریگا؟"

---

[1] الکلام صفحہ ۵۔ [2] ارنسٹ ہیکل سنہ ولادت۔ زمانۂ حال کا نہایت نامی و سربرآوردہ سائنٹسٹ جینا (جرمنی) کی یونیورسٹی کا پروفیسر۔ مسئلۂ ارتقا کے دریافت مین ڈارون کا بہت بڑا معین۔ سائنس فلسفہ قانون علم العلاج۔ مین متعدد یونیورسٹیون کا ڈگری یافتہ۔

یا کوئی ماہر معدنیات بلور کی ساخت مین کسی پیش بینی کو تلاش کریگا؟ یا کوئی عالم کسٹری آٹمز (دقایق) کے وزن کا مقصد دریافت کرتا ہے؟"

پھر ان سوالات کا جواب نفی مین زوردار الفاظ کے ساتھہ دیکر کہتا ہے کہ

"ایک صاحب اختیار کاریگر اور دنیا کے حاکم کا انسانی تصور اس میدان سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہوگیا ہے۔ اور اب اسکی جگہہ دایمی اور سخت قوانین فطرت نے لے لی ہے"[۵۱]

علماء سائنس کا یہ فیصلہ تو صرف سائنس کی اُن صنائع کے متعلق تھا۔ جنکا تعلق غیر ذی روح مادہ کے ساتھہ تھا۔ لیکن جن علوم کا تعلق ذی حیات اجسام سے ہے۔ مثلاً علم الحیوانات۔ علم الاشجار۔ علم افعال الاعضاء وغیرہ۔ انکے مسایل کے متعلق کسی خاص غرض و مقصد کو قرار دینے مین اور بھی زیادہ دقتون کا سامنا ہوتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ تقریباً تمام اونچے قسم کے حیوانات و نباتات مین بعض اعضا ایسے پائے جاتے ہین۔ جو محض بیکار ہین۔ بلکہ بعض صورتون مین اپنے رکہنے والے کیلئے مضر ثابت ہوتے ہین۔ اس قسم کے فضول اعضا کو اصطلاح مین (Rudimentary Organs) کہتے ہین۔ پرندون کے اقسام بعض ایسے ہین۔ جنکے پر و بازو موجود ہوتے ہین۔ مگر اُن مین اڑنے کی قوت نہین ہوتی۔ بعض حیوانات ایسے بھی پاے گئے ہین۔ جنکی آنکھین ہوتی ہین۔ مگر مادۂ بصارت مفقود ہوتا ہے۔ مردون کے جسم پر چھاتی کے نشان بھی انھین زاید از ضرورت اعضا کی فہرست مین داخل ہین۔ جسم انسانی مین پیشانی۔ کان اور بعض اور اعضا کے عضلات بھی بیکار ثابت ہوے ہین[۵۲]۔ ایک سائنس دان اس عقدہ کو یون حل کریگا۔ کہ جس طرح قویٰ کی مضبوطی و نشو نما کا دار و مدار اس امر پر ہے کہ اُن سے کام لیا جاے۔ اسی طرح ان سے کام نہ لیا جا

[۵۱] پروفیسر موصوف کی کتاب "راز عالم" صفحہ ۹۲ و ۹۳ (Riddle of the Universe)

[۵۲] ڈاروِن کی "دیسنٹ آف مین" صفحہ ۱۷ و ۳۷ (Darwin's Descent of Man)
اور ہیکل کی جنرل مارفولوجی" جلد دوم (Haeckel's General Morphology)

اُنکے انحطاط وتنزل کا باعث ہے۔ پس اگر گردوپیش کے اسباب واثرات سے متاثر ہوکر کسی حیوان
نے ایک خاص عضو سے کام لینا چھوڑ دیا۔ تو کچھہ عرصہ کے بعد اس عضو مین ضعف کے آثار
محسوس ہونگے۔ یہانتک کہ بعد چند نسلون کے وہ اپنا فعل بالکل ترک کر دیگا۔ لیکن مذہبی
جماعت اس اعتراض کا کیا جواب دے سکتی ہے۔ کہ آخر اس قادر مطلق وصناع اعظم نے
حیوانی مشین مین ایسے پرزے کیون رکھے۔ جو کچھہ عرصہ کے بعد محض بے سود ہو جاتے ہین؟
درحقیقت کوئی حیوان اپنی ساخت کے لحاظ سے کامل نہین کہا جا سکتا ہے۔ ہر ایک کے
قوی واعضا مین گردوپیش کے خارجی اسباب کے اثر سے تغیر وانقلاب پیدا ہوتا ہے
لیکن چونکہ ان خارجی موثرات مین بھی تبدیلی ہوا کرتی ہے۔ اسلئے خود اس حیوان کی
ساخت مین ایک غیر منقطع سلسلۂ تغیرات قایم رہتا ہے۔ اور غیر مستعمل اعضا بیکار ہوتے
جاتے ہین۔ اسی بنا پر ارنسٹ ہیکل نے کہا ہے کہ تدریجی نشو ونما لازمی نتیجہ ہے انتخاب
طبعی کا جس نے نظام وپیش بینی وصنعت کے تصور کو باطل کر دیا ہے۔

غور کرو۔ کہ ایک صناع کو کسی شے کے دفعتہً اور براہ راست تیار کرنے سے کون امر
مانع ہو سکتا ہے؟ صرف عدم قوت یا قابلیت۔ وہ کسی چیز کو بہ تدریج و بالواسطہ محض اس
حالت مین تیار کرتا ہے۔ جبکہ اسکے دفعتہً بنانے پر وہ قادر نہین ہوتا۔ اب خدا نے عالم کی
موجودہ صورت اسقدر تدریجی تغیرات اور بیشمار درمیانی وسایل و ذرایع کی مدد کے ساتھ
جو پیدا کی۔ اسکے متعلق صرف دو صورتین فرض کی جاسکتی ہین:۔

(۱) یا یہ کہ وہ بغیر ان درمیانی وسایل کے عالم کی پیدایش پر قادر نہین تھا۔

(۲) یا یہ کہ وہ بغیر انکی امداد کے قادر تھا۔

اگر پہلی صورت صحیح ہے۔ تو پھر "قدرت کاملہ" کے متعلق کیا تاویل کی جائیگی؟ اور
اگر شق دوم تسلیم کی جاے۔ تو اس پر فضول وغیر ضروری افعال کے انجام دینے کا الزام
آتا ہے۔ جو ایک حکیم کی شان سے بہت بعید ہے۔

الغرض۔ یہ ہے اُس استدلال کی وقعت جسکو ہمارے مولانا وجود باری کے ثبوت مین نہایت شد و مد سے پیش کرتے ہین۔ اور جسکے استحکام کے متعلق وہ ایک شاعرانہ انداز بیان کے ساتھ یون تحریر فرماتے ہین[1]:۔

"اور آج جبکہ تحقیقات و تدقیقات کی انتہا ہوگئی ہے، جبکہ کائنات کے سیکڑون اسرار فاش ہوگئے ہین جبکہ حقایق اشیا نے اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دیا ہے۔ بڑے بڑے حکما و فلاسفر انتہاے غور و فکر کے بعد خدا کے ثبوت مین یہی استدلال پیش کرسکے جو قرآن مجید نے آج سے تیرہ سو برس پہلے نہایت قریب الفہم اور صاف طریقہ مین بیان کیا تھا"[2]

ہماری تحریر بالا کا ماحصل یہ ہے۔ کہ وجود باری کے ثبوت مین مذہبی جماعت کی جانب سے جو دلایل پیش کیے جاتے ہین۔ وہ منطقی حیثیت سے ہرگز اسقدر وزن نہین رکھتے کہ اُنکی بنا پر اس مسئلہ کو قطعی و یقینی کہا جا سکے۔ لیکن اسکا یہ مفہوم نہین کہ خدا کے معدوم ہونے پر ہمارے پاس کوئی دلایل موجود ہین۔ کسی چیز کے ثبوت مین کافی شہادت کا نہ ملنا ایک چیز ہے۔ اور اسکے نہ ہونے پہ دلایل کا پایا جانا دوسری چیز ہے۔ اور آخر الذکر دعوی کے ہم ہرگز مدعی نہین۔ فلسفۂ جدید کے بانی۔ لارڈ بیکن نے دہریت کی نسبت جو دُرشت الفاظ لکھے ہین۔ اسکے مورد صرف وہ لوگ ہو سکتے ہین جنکا یہ دعوی ہے کہ یہ سلسلۂ موجودات خود بخود قایم ہے۔

بے شبہ۔ ہم اسی مضمون کے نمبر اول مین لکھ چکے ہین۔ کہ جب کسی واقعہ کے انکار و اقرار دونون پہلوؤن مین سے کسی جانب شہادت نہین ملتی۔ تو ہمارے یقین کا رجحان اسکی عدم صحت کی جانب ہوتا ہے۔ اور اس بنا پر ہمکو انکار خدا کے لیئے کسی منفی شہادت کی حاجت نہین۔ بلکہ صرف شہادت اثبات کا ناکافی ہونا کافی ہے۔ لیکن اس خاص مسئلہ کے متعلق یہ فیصلہ صحیح نہین۔ یہ سچ ہے کہ وجود باری کے اثبات و انکار دونون مین سے کسی پہلو کے یقینی ہونے پر کافی دلایل نہین ملتے۔ لیکن کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ کسی جانب اسقدر خفیف شہادت بھی نہین ملتی

[1] الکلام۔ صفحہ ۲۸۔ [2] الناظر۔ ۱۵ مارچ۔ صفحہ ۲۷۔

جوایک پہلو کو دوسرے پہلو پر کسی قدر راجح کرسکے؟
یہ ایک جداگانہ سوال ہے۔ اور ہمکو اسکے جواب کے لیے پھر عالم کی ابتدائی حالت پر غور کرنا چاہیئے۔ سائنس کی موجودہ تحقیقات کے بہ موجب۔ یہ عالم مرکب ہے نہایت باریک ذرات سے۔ جو نا قابل تجزی ہین۔ اور جنکو اصطلاح مین اجزاے دیمقراطیسی (Atoms) کہتے ہین۔ مادہ عالم کی اگر ہم تحلیل کرتے جائین تو آخر کار ہمکو اُسی مقام پر رکنا ہوگا۔ یہ ذرات قدیم ہین۔ حرکت چونکہ مادہ کی لازمی خاصیت ہے لہذا قدیم ہے۔ یعنی مادہ و حرکت دونون ازلی ہین۔ جب یہ مسلم ہے تو اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اجزاے دیمقراطیسی باہم ملین اور ان مین امتزاج و اختلاط پیدا ہو۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اور عالم اسی ترتیب ذرات کا نتیجہ ہے۔
یہان پہنچکر ایک منکر خدا یون اظہار خیال کرتا ہے[1]:۔

"مادہ حادث نہین اور چونکہ حرکت و قوت خود مادہ کے لوازم طبعی ہین۔ اسلیئے وہ بھی حادث نہین اور جب مادہ۔ قوت۔ حرکت قدیم ہین۔ اور کائنات کے تمام انواع انہین چیزون کا نتیجہ ہین۔ تو خدا کا وجود کن محسوسات سے ماخوذ کہا جا سکتا ہے؟...... قوانین فطرت اور خدا ان دونون مین سے ہمکو صرف ایک کی ضرورت ہے۔"

مذہبی جماعت کی جانب سے اسکا جو جواب دیا جاتا ہے۔ اور جس پر اعتماد کرکے وہ وجود خدا کو یقینی سمجھتی ہے۔ اسکو ہم علامہ شبلی کی زبان سے نقل کرتے ہین:۔

اس مین شبہہ نہین کہ عالم کا تمام نظام قوانین قدرت یا لاء آف نیچر پر قایم ہے۔ لیکن یہ قوانین الگ الگ مستقل بالذات اور ایک دوسرے سے بے تعلق نہین ہین۔ بلکہ سب ایک دوسرے کے موافق متناسب اور معین ہین۔ ان مین باہم اسقدر تناسب اور ربط ہے کہ ایک چھوٹی سی چیز کے پیدا کرنے مین کل قوانین قدرت باہم ملکر کام کرتے ہین۔........ اسکی مثال بالکل ایسی ہے جس طرح انسان کے جسم مین سیکڑون اعضا۔ جوارح اور اعصاب ہین۔ یہ اعضا و جوارح الگ الگ ہین۔ اور ہر ایک کا کام جدا جدا ہے لیکن کوئی عضو اسوقت تک کام نہین کرسکتا

[1] الکلام صفحہ ۱۵

جبتک تمام اعضا بالذات یا بواسطہ اسکے عمل مین شریک نہ ہون ...... اسی سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ ان اعضا کے کوئی مستقل حیثیت نہین رکھتے۔ بلکہ انسان مین کوئی اور عام قوت ہے جو ان تمام اعضا کی جداگانہ قوتون سے بالاتر ہے۔ اور جس کی ماتحتی مین یہ سب باتفاق کام کرتے ہین۔ اس عام قوت کو نفس روح یا مزاج سے تعبیر کیا ہے۔

قوانین قدرت کا بھی یہی حال ہے۔ عالم مین سیکڑون ہزارون قوانین قدرت ہین۔ لیکن اگر ان مین سے ایک بھی باہمی توافق کے مرکز سے ذرا ہٹ جاے تو تمام نظام عالم برہم ہوجاے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی اور بالاتر قوت ہے جو ان تمام قوانین قدرت کو محکوم رکھتی ہے۔ اور جس نے ان تمام قوانین مین باہم توافق۔ تناسب۔ ربط اور اتحاد پیدا کیا ہے۔ ...... توافق اور اتحاد پیدا ہونا خود ان قوانین کی ذاتی خاصیت نہین ہے۔ اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے۔ تو محض ایک ذہنی احتمال ہوگا۔ جسکی کوئی نظیر نہین پیش کی جاسکتی ہے یہی بالاتر قوت ...... خدا ہے۔ (صفحہ ۵۵ و ۵۶۔ الکلام)

لیکن یہ استدلال بھی مثل مولانا کے گذشتہ استدلال کے۔ استقرا پر مبنی نہین اور یقینی کسی حالت مین نہین کہا جاسکتا۔ اسکی قوت اسیقدر ہے جتنی کہ برہان تمثیلی کی ہوسکتی ہے۔ اسلیے بناے یقین تو یہ بہرحال نہین ہوسکتا۔ لیکن معترض کہہ سکتا ہے کہ "اگر تمثیل مفید یقین نہین۔ کم از کم مفید ظن تو ہے۔ اور اگر اسکی بنا پر کسی مسئلہ کا قطعی ثبوت نہین ہوسکتا۔ تاہم اسکی تائید مین ایک احتمال قوی تو ہوجاتا ہے۔"

یہ بالکل صحیح ہے۔ اور ہم بھی اس دعوی سے اپنا اتفاق ظاہر کردیتے۔ لیکن تمثیل کی بنا پر ہمارا احتمال راجح صرف اس حالت مین ہوسکتا ہے۔ جبکہ مشبہ اور مشبہ بہ مین واقعی کوئی خاص خصوصیت مشترک ہو۔ اور افسوس ہے کہ مسئلہ زیر بحث مین یہ لازمی شرط نہین پائی جاتی۔ مولانا کے استدلال کا لب لباب یہ ہے کہ

قوانین قدرت۔ اعضاے انسانی کے مماثل و مشابہ ہین۔ اور اعضاے انسانی ایک جداگانہ

بالاتر قوت کے ماتحت و محکوم ہین۔ لہذا قوائے قدرت بھی کسی بالاتر قوت کے محکوم وماتحت ہونگے۔

مگر سوال یہ ہے۔ کہ خود روح کا وجود جسم سے علیحدہ کس کو مسلم ہے؟ اور کیا تمام اعضائے انسانی سے بالاتر کسی قوت کی ہستی کا ثبوت۔ وجود باری کے ثبوت سے کچھ کم غیر متیقن ہے؟

یہان تک ہم نے اس مسئلہ پر جس طرز سے بحث کی۔ صرف اسی طرز سے کسی مسئلہ کی صحت فلسفیانہ حیثیت سے جانچی جا سکتی ہے۔ اور اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ وجود باری کے اثبات و نفی دونون پہلوؤن مین کسی جانب خفیف سی خفیف شہادت بھی نہین ملتی۔ لیکن عقلی دلایل و منطقی شہادات سے قطع نظر کرکے ہم اس مسئلہ پر محض قلبی وجدان و اندرونی جذبات سے متاثر ہوکر نظر کرتے ہین۔ تو ایک جداگانہ جواب ملتا ہے۔ اس حالت مین بلاشبہ۔ ایجاب کا پہلو سلب کے پہلو سے زیادہ قوی۔ اور اثبات کا پلہ انکار کے پلہ سے زیادہ بھاری ہو جاتا ہے۔ جب یہ مسلم ہے کہ آج قوی سے قوی دوربین بھی فضاے کائنات کے کل سیارون کی تہ نہین پا سکی۔ جب یہ مسلم ہے کہ ایسے متعدد اجرام فلکی موجود ہین۔ جنکی روشنی باوجود تقریباً دو لاکھ میل فی سکنڈ کی رفتار[1] کے ابھی تک کرۂ ارض نہین پہنچی۔ الغرض جب عالم موجودات کی یہ مشکل سے تصور مین آنے والی وسعت و عظمت مسلم ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ یہ غیر محدود عظیم الشان سلسلہ موجودات چند مقررہ قوانین و ضوابط کی زنجیر سے جکڑا ہوا ہے۔ تو یہ خیال لازمی طور سے پیدا ہوتا ہے کہ

کوئی معشوق ہے اس پردۂ ظلمت مین نہان۔

لیکن فرض کرو کہ ہمکو اس بالاتر قوت کے وجود کا اعتقاد ہے۔ تاہم اس ہستی کے خواص و اوصاف کی تفتیش کرنا۔ اور اسکی نوعیت و ماہیت دریافت کرنا۔ انسانی عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ اور ہمارا مسلک تو وہی ہے۔ جسکو آج سے پانچسو سال بیشتر خواجہ شیراز نے دنیا کے گوش زد کر دیا تھا۔

[1] روشنی کی اصل رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ ہے۔

برو اے زاہد خود بین کہ ز چشم من و تو
راز این پردہ نہان ست و نہان خواہد بود

آخر مین ہمارا روے سخن "الندوہ" کے اُس وسیع النظر مضمون نگار کی جانب ہے جسکا شمار ہمارے علامہ کے ممتاز ترین تلامذہ مین ہوتا ہے[1] اور ہم اُس سے صرف استدر عرض کرنا چاہتے ہین کہ "علم برداران فلسفۂ جدید" وجود باری کے دلایل کی تردید کسی "غلط، کمزور، سفسطیانہ" استدلال سے نہین کرتے۔ اور نہ اس مسئلہ کے غیر یقینی ہونے کی بنا "بے بنیاد شہادت" پر ہے۔ بلکہ وہ اس کو غیر صحیح تسلیم کرنے کا باعث منطقی شہادت کا ناکافی ہونا قرار دیتے ہین۔ اور اس امر کا فیصلہ ہم اُسی مضمون نگار کے انصاف پر چھوڑتے ہین کہ کس فریق کے دلایل "حقیقۃً اور اصول منطق سے خارج" ہین۔

سامنے غیر کے تم فتنہ مجھے کہتے ہو چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر؟

راقم ایک طالبعلم

خون تمنا

مزا نہ بحر جہان مین پایا حباب کی طرح سر اوٹھا کر
فلک نے محروم ہمکو رکھا ہے کاسۂ واژگون بنا کر

ہمین زمانہ نے آہ سمجھا کسی کے نقش قدم کا خاکہ
کبھی بنایا مٹا مٹا کر کبھی مٹایا بنا بنا کر

ملی نہ جلنے سے ہمکو فرصت جہان مین افسوس ایک ساعت
کہان سے خاکستر جہنم ملی ہے مٹی مین اپنی آکر

یہ بخت واژونکے ہین کرشمے کہ کامیابی کی انجمن سے
کبھی اوٹھایا ہمین بٹھا کر کبھی بٹھایا ہمین اوٹھا کر

غضب کیا دہر بد سیر نے ستم کیا چرخ حیلہ گر نے
جھکائے صد چاہ نامرادی امید کے بام پر چڑھا کر

کبھی نہ ہوئیگی تا قیامت یہ گرمجوشی فلک کی ہمکو
جلائے ہین آرزو کے خرمن جو یاس کی بجلیان گرا کر

یہہ شان فرسودہ طالعی ہے کہ نام کیا ہو مرا نشان تک
اوڑا دیا صفحۂ جہان سے بہ رنگ حرف غلط مٹا کر

گذر گئے دن اسی طرح سے بسر ہوئین یونہی اپنی راتین
کہ دلکو روکا پکڑ پکڑ کر جگر کو تھاما دبا دبا کر

[1] دیکھو الندوہ بابت جنوری سنہ ۱۹۱۰ء مضمون "مادیت"

میپرسے اے ہمنفس کہ درد دل چہ سوز پنہان نہفتہ دارم — شرارۂ غم بود چراغے کہ زیر دامان نہفتہ دارم

ہوس ہو رہنے کی خاک ہمکو بھلا اب اے باغبان چمن مین — کہ پتے پتے کو آشیانہ ہوا ہے اپنا گران چمن مین

ہزار چلائین لاکھ روئین صدا نہ پہونچیگی گوش گل تک — وہ دن گئے با نگ صور تھی جب ہماری آہ و فغان چمن مین

یہ ڈر ہے گل ہو نہ جائین برہم خطر ہے صیاد پر نہ کاٹین — یہی تقاضا ہے مصلحت کا کھلے نہ ہرگز زبان چمن مین

الٰہی یہ کس غضب کی آتش بھڑک رہی ہے تنور دل مین — کہ ہو گئے آہ سے ہماری چنار آتش فشان چمن مین

ہمارے حال زبون سے ہر دم نہین ہے لالہ ہی داغ بر دل — کہ چشم نرگس سے بہی ہوئے ہین سرشک شبنم روان چمن مین

خفا ہین ہم اپنی زندگی سے خوش آئین کیا ہم صفیر ہمکو — گلون کے یہ خندہ ہائے بیجا صبا کی اٹکھیلیان چمن مین

خدا کو مان اے سیاہ بختی بس اب تو سر مر کھلا نہ ہمکو — کہ نغمہ پیرا ہین عندلیبین غزل سرا قمریان چمن مین

کسی کی امید یون نہ ٹوٹے کسی کی تقدیر یون نہ پھوٹے — قفس سے جب ہم اسیر چھوٹے تو آئی فصل خزان چمن مین

بہ التفاتے کسے دریغا چو نشنود داستان ما را — نوازد اے برق خاطف اکنون بہ شعلۂ آشیان ما را

نہ پوچھ اے ہمنشین کہ جور فلک سے کیا جان پر بنی ہے — کہ دن کو ہے کام دلخراشی تو رات کو شغل جانکنی ہے

رفیق کیونکر بنین نہ صدمے مصیبتین ہون نہ کیسے مونس — کہ ہمسے آرام کو عداوت فراغ بالی کو دشمنی ہے

نہ رو ند او شہسوار ہمکو ضعیف عاجز شکستہ پا ہین — کہ پائے تمکین ترا بھی غافل سمجھ لے آخر شکستنی ہے

الٰہی کیون آجتک نہ آیا ہماری حالت مین کچھ تغیر — کہ وقت جو ہے گذشتنی ہے زمانہ جو ہے وہ رفتنی ہے

کیا دم خنجر حوادث نے ذبح یون بیدریغ ہمکو — کہ طائر روح شکوہ سنج ہائے ذنب قتلنی ہے

جو اپنے محبوب آرزو سے نہین ہے کچھ لطف زندگی کا — شمار زندون مین خاک ہون ہم کہ چھائی چہرہ پہ مردنی ہے

ہے آنکھ کو شغل اشک ریزی تو دل مین ہے سوز الم کی تیزی — جو ایک جانب ہے آب پاشی تو اک طرف آتش افگنی ہے

ہمین اگر خاک پر گرایا تو اے فلک تو نے کیا گرایا — ہمارا شیوہ ہی خاکساری نیازمندی فروتنی ہے

قمر بجائے رسید اینک بہ معرض بخت پستی ما
ز رنگ صد نیستی نمودند غازۂ رو کی ہستی ما

ملک محی الدین احمد قمر

سوالات علمیہ کے جوابات

تمہید زندگی۔ دل۔ دماغ۔ اور پھیپھڑوں کے مشترکہ فعل کا نام ہے۔ ان تینوں مین سے خواہ کوئی عضو اپنا کام چھوڑدے باقی دونوں ہی جلد بیکار ہو جاتے ہین۔ اور زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ گویا زندگی کے لیئے یہ اعضا ایکدوسرے کے لازم و ملزوم ہین۔ لیکن زندگی کے ان ارکان ثلاثہ مین جزوی نقص پیدا ہو تو نقصان بھی جزوی ہی ہوتا ہے مثلاً جب دل کمزور ہو جائے۔ یا اُسکے عضلاتی ریشے چربی مین تبدیل ہونا شروع ہو جائین۔ یا دل کے دروازون مین نقص پیدا ہو جاوے تو اختلاج قلب۔ ضعف اور اسی قسم کے دوسرے امراض پیدا ہو جاتے ہین۔ اس صورت مین **دل** دماغ اور شش کے ساتھ ملکر کام تو کرتا ہے۔ مگر صحت اور عمدگی کے ساتھ نہین کر سکتا۔

جواب ۵ و ۸ اسی طرح جب **شش** کی ساخت مین خرابی واقع ہو جائے تو ضیق اور دمہ وغیرہ لاحق ہو جاتے ہین۔ اور بالکل اسی طرح جب **دماغی ساخت** کو کوئی صدمہ پہونچ جاتا ہے تو عقل مین فتور آ جاتا ہے۔ اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ (د) **انسانی عقل کا مستقر دماغ ہے**۔ اس امر کو ہم دو طرح ثابت کر سکتے ہین:۔ اول **مشاہدہ** سے۔ دویم **تجربہ** سے۔

مشاہدات

الف۔ جو لوگ فتور عقل یا دیوانگی سے مرجاتے ہین ان کے پوسٹ مارٹم کرنے سے ہمیشہ انکی دماغی ساخت مین خرابی پائی جاتی ہے۔ بعض بعض حصص دماغ خصوصیت سے ماؤف پائے جاتے ہین۔

ب۔ سر کی شدید ضربون کے بعد عموماً عقل اور ہوش و حواس مین فتور آجاتا ہے

ج - وہ لوگ جو دیوانے یا بے عقل مشہور ہین ان کے سر کی بناوٹ یا بالخصوص ان کے دماغ کی بناوٹ عام یا ایک صحیح یا تندرست انسان کے سر کی بناوٹ سے ضرور کسیقدر مختلف ہوتی ہے - حالانکہ انکے باقی اعضائے جسمانی پورے طور پر نشو و نما پاتے ہین اور بظاہر ہین کوئی نقص نظر نہین آتا - بلکہ بعض دیوانے تو خوب مضبوط اور قوی الجثہ یا تن و توش والے ہوتے ہین -

تجربات

کسی بڑے ہسپتال کے آپریشن روم مین جاکر دیکھئے - ہر روز مختلف مریضون کے مختلف اعضا کاٹے جاتے ہین مگر کسی کا نتیجہ دیوانگی نہین ہوتا -

جناب مولانا شبلی نعمانی مدظلہ کا پاؤن بندوق کی ضرب سے بالکل علیحدہ ہوگیا - اور اسکے بعد شاید ٹانگ کے نیچے کے حصے کا ایمپوٹیشن (Amputation) بھی کیا گیا مگر ان کی دماغی حالت اور قابلیت مین کوئی فرق نہ آیا - جیسا کہ اس حادثہ کے بعد کی تصنیفات سے ثابت ہوتا ہے - اگر اوسوقت کچھ بے چینی وغیرہ محسوس ہوئی تو وہ ضرب کے صدمے کا اثر تھا جسکو اصطلاح جراحی مین شاک (Shock) کہتے ہین - یہی وجہ ہے کہ کلورافارم سونگھنے کے بعد مریض کو صدمہ محسوس نہین ہوتا کیونکہ قوائے حاسہ معطل ہو چکے ہوتے ہین -

نتیجہ - سوائے **دماغ** کے جسم کے کسی اور حصہ پر چوٹ وغیرہ لگنے سے عقل مین فتور نہین آتا -

جواب ح یہ امر مسلم ہے کہ عقل و بے عقلی مین اسوقت تک کوئی خاص مابہ الامتیاز قائم نہین کیا گیا - بے عقل آدمیون کے مرنیکے بعد اون کے دماغ کا **ڈی سیکشن** کرنے سے کوئی خاص بات نہین پائی جاتی سوائے اسکے کہ ساخت دماغ مین کچھ نقص ملتا ہے یا بعض حصص خصوصیت سے ماؤف پائے جاتے ہین جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہے اور یہ تبدیلی تین طرح پیدا ہوتی ہے :- (۱) پیدائشی نقص کیوجہ سے (۲) امراض کے ضرر سے اور (۳) ضربات - منشیات - غم اور خوشی کے اثر سے -

ہم ہر روز دیکھتے ہین کہ ایک انسان ایک وقت مین ایک نہایت دانشمندانہ کام کرکے مشہور زمانہ ہوجاتا ہے اور دوسرے وقت وہی آدمی ایسی بیہودہ حرکت کر بیٹھتا ہے کہ تمام دنیا اوسپر ہنستی ہے۔

ولایت کے ایک نہایت مشہور فلسفی کا ذکر ہے کہ وہ انگیٹھی کے سامنے بیٹھا بدن تاپ رہا تھا۔ اور غالباً اپنے فلسفیانہ خیالات مین محو تھا۔ آگ رفتہ رفتہ زیادہ تیز ہوگئی حتی کہ اوسے برداشت کی تاب نہ رہی۔ حیران تھا کہ کیا کرے۔ کوئی علاج سمجھ مین نہ آتا تھا۔ آخر تابش نے نہایت ہی تنگ کیا تو لاچار ہوکر نوکر کو آواز دی۔ وہ کسی ضروری کام مین مصروف تھا۔ ہاتھ رکے ہوے تھے۔ مگر آقا کے زور سے چلانے پر دوڑا آیا۔ فلاسفر صاحب نے اسکو دیکھتے ہی کہا کہ انگیٹھی کی آگ فوراً کم کردو۔ کیونکہ مجھسے اسکی گرمی برداشت نہین ہوسکتی۔ نوکر نے خاص ضرورت کے لیے انگیٹھی مین کوئلے زائد دھکائے تھے اور اونکے سلگ جانیکا منتظر تھا۔ اور اب اُس ضرورت کے پورا ہونیکا وقت آگیا تھا۔ پس اوسنے مسکراکر کہا کہ "حضور چار قدم پیچھے ہٹ کر بیٹھ جائین۔ تپش خود ہی کم ہوجائیگی۔ آگ کی ضرورت ہے"

فلاسفر اس معقول جواب پر حیران رہگیا اور دل مین نوکر کی عقلمندی کی بہت تعریف کی اور ساتھ ہی اپنی عقل پر تعجب کیا کہ ایسا سہل نسخہ میرے ذہن مین کیون نہ آیا۔!

اس بات کو سمجھنے کے لیئے کہ عقل کے مرکزون مین خرابی پیدا ہوجانے یا عصبی ریشون کی بناوٹ ساخت بگڑ جانے سے بے عقلی خود بخود بطور نتیجہ کے ظاہر ہوتی ہے ایک مثال کا سمجھہ لینا کافی ہے اور وہ یہ ہے۔

جب ہم سانس لیتے ہین تو تازہ ہوا داخل ہوجانے سے یا تازہ ہوا داخل کرنیکی غرض سے جوف سینہ کشادہ ہوجاتا ہے۔ حجاب حاجز جسے ڈایافرام کہتے ہین اور جو جوف سینہ اور جوف شکم مین حد فاصل ہے نیچے کی طرف دباؤ ڈالتا ہے اور سینہ کے دیگر عضلات

ایک خاص قسم کی حرکات کے ذریعہ امداد کرتے ہین جون ہی سانس لیا گیا کافی ہوا داخل ہوگئی۔ پھر سانس نکالا جاتا ہے مگر اُسکے لئے کسی خاص عضو کو کوئی کام نہین کرنا پڑتا بلکہ وہی عضلات جو سانس لینے کیوقت پھیلے تھے اپنی جگہ واپس آجاتے ہین اور اُنکے اصلی جگہ واپس آجانے سے ہی بر آمد تنفس مین خلل واقع ہوجاتا ہے اسی لئے علم فزیالوجی (Physiology) مین یہ مسئلہ تسلیم کیا گیا ہے کہ سانس لینے کے تو خاص عضلات ہین مگر سانس نکالنے کا کوئی نہین۔

اسی طرح عقل کے لئے تو قادر مطلق نے خاص حصص دماغ مقرر کئے ہین مگر بے عقلی کے لئے کوئی خاص ساخت ابھی تک تحقیق نہین ہوئی۔ بلکہ عقلی مرکزون مین خرابی پیدا ہو جانیکا نام ہی بے عقلی قرار دیا گیا ہے۔

جواب الف ایک صحیح اور تندرست دماغ کے اپنے افعال متعلقہ کو بصحت تمام ادا کرنیکا نام عقل ہے۔

جواب ب یہی قاعدہ حیوانات پر بھی عائد ہو سکتا ہے۔

جواب ج چونکہ حیوانی دماغ کی ساخت نسبتاً ادنی قسم کے مادے سے ہوتی ہے اور اسمین وہ پیچیدگیاں اور نشیب و فراز نہین ہوتے جو ساخت دماغ انسانی کا خاصہ ہین اس لئے حیوانات کی عقل بھی ادنی درجہ کی ہوتی ہے

جواب د عقل بیشک واحد ہے۔ مگر ساخت دماغی کی تکمیل کے جدا جدا مراتب ہونیکی وجہ سے اور نیز تربیت۔ صحبت۔ تعلیم۔ غذا۔ آب وہوا۔ تجربات۔ مشاہدات۔ اور واقعات روزمرہ کے مختلف انسانون پر مختلف طریقون سے اثر پڑنیکی وجہ سے ایک قسم کا ظاہری تفاوت پیدا ہو گیا ہے۔ در اصل کوئی اختلاف نہین۔ مثلاً بھوک کا علاج ہر قوم وملک مین عقل نے خوراک تجویز کی ہے اور اس حد تک حیوان بھی اسی زمرے مین شامل ہین۔ لیکن ہر جگہ مخصوص مقامی حالات کیوجہ سے اسکی

مختلف صورتین قرار پاگئین۔ کیک۔ پلاؤ۔ چپاتی۔ پھل۔ گوشت وغیرہ اور حیوانی اور انسانی عقل مین فرق مراتب بھی پیدا ہوگیا۔

موسم کی تاثیرات سے بچنے اور بعض دلی جذبات وخیالات کو مستتر رکھنے کی غرض سے عقل نے جسم کو ڈھانکنے کی ضرورت محسوس کی مگر مختلف مقامی حالات وضروریات نے اسکی مختلف صورتین پیدا کردین۔ وقس علیٰ ہذا۔

جواب ی

جس کام کو انسان دیرتک کرتا ہے اُس سے ایک قسم کی محبت سی ہوجاتی ہے جو فی الحقیقت عقل ہی کا تقاضا ہے۔ اس لئے اس عادت یا حالت کو چھوڑ دینا اوسے ناگوار گذرتا ہے۔ یہین سے تفاوت کی بنیاد پڑتی ہے۔ ورنہ اصل الاصول سب کا ایک ہے۔ پنجابی زبان کی یہ مشہور مثل کس قدر صحیح ہے کہ "سو عقلمندونکی تو ایک ہی رائے ہوتی ہے مگر دو بیوقوفونکی رائے ہمیشہ ایکدوسرے کے مخالف ہوتی ہے"۔

ایک ہی قسم کے حالات مین پرورش پانیوالے لوگو نمین اختلاف کیوجہ باریک دماغی ساخت کے تکمیل درجونکا اختلاف اور نیز روزمرہ کے پیش آمدہ واقعات وغیرہ کا اثر ہے۔ اگر دوسری کمزوریان ساتھ شامل نہوون تو یہ اختلاف موجب برکت ہے۔ (ہ) کا جواب ضمناً آگیا ہے۔

یہ جوابات بہ سبیل ایجاز طبی نکتہ خیال سے لکھے گئے ہین۔ فلسفیانہ بحث کا میدان وسیع باقی ہے جسے باقی اہل قلم حضرات کے تفنن طبع کیلئے چھوڑتا ہون۔ آخری سوال خصوصیت سے قابل توجہ ہے۔ امید ہے جس کسی بزرگ کو فرصت ہوگی قوم کو فائدہ پہونچانے سے دریغ نہ فرمائینگے۔

افسوس ہے کہ الناظر مین تصاویر کا انتظام نہین ورنہ دماغ کی تصویرین دیکر اور بادو مقامات کے اثر دکھاکر مضمون کو اور واضح کردیتا۔ بہرحال اب بھی امید ہے کہ اہل ذوق یہ سطور قبولیت کی نظر سے دیکھینگے۔

جناب سائل کی ان سطور سے تسلی نہ ہوگی تو راقم الحروف زیادہ وضاحت سے بھی لکھ سکتا ہے فی الحال اختصار مد نظر رکھا گیا ہے۔

نوٹ۔ جوابات ترتیب سائل کے مطابق نہین۔ مئی کا **الناظر** سامنے رکھکر جواب ملاحظہ فرمائے جائین۔

تحریر: عبد الحکیم بسمل ہوشیار پوری

جزیہ اور خراج

سرسری طور پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جزیہ اور خراج یہہ دونون لفظ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہین۔ اور کیا عجب ہے کہ اسکا استعمال بھی ایک ہی جگہ۔ موقع اور محل پر ہوتا ہو لیکن حقیقتاً دونون لفظون کا مفہوم۔ استعمال۔ موقع۔ محل اور معنے ایک دوسرے سے بالکل جدا اور الگ ہین۔

یون تو جزیہ کا رواج بہت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے یہانتک کہ یونانیون نے پانچسو سال قبل مسیح باشندگان سواحل کوچک سے جزیہ وصول کیا تھا۔ اور جبکو ان باشندون نے اس بنا پر قبول کرلیا کہ جزیہ دینے والا نہ قتل کیا جائے۔ نہ کسی وقت جنگ مین بلایا جائے اور غیر دیگر سواحل کے باشندون کے خونخوار حملون سے محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ اسلام مین یہہ قاعدہ تہا کہ بعد قبول اسلام جزیہ لینا موقوف کردیا جاتا تھا۔ لیکن یہہ قاعدہ صرف اسلام ہی تک محدود تھا۔

اہل روما نے جزیہ کی مقدار فی کس ۹ گنی سے پندرہ گنی تک مقرر کردی تھی۔ فارس والون نے کچھ عرصہ تک اسی مقدار پر جزیہ کی تعداد کو قائم رکھا لیکن بعد مین اسقدر ترمیم کردی تھی کہ آمدنی کی حیثیت پر ۔۱۲۔ ۸۔ ۶ یا ۴ گنی فی کس مقرر کردی تھین۔

عہد رسالت مین مسلمانون نے جو تعداد جزیہ قائم کی تہی اوسکی مختلف صورتین تہین۔ کسی جگہ کے باشندون سے سو دینار سالانہ اور کسی جگہ کے باشندون سے کپڑون اور پہلون پر جہارم لے لیا جاتا تھا۔ لیکن عہد عمرؓ مین بوجہ اسکے کہ اسلامی فتوحات ترقی پہ تھین چار دینار سالانہ اسکی کمی کی انتہا مقدار تھی لیکن پہر بھی

الدار اور متمول اشخاص سے	۴۸ درہم سالانہ
متوسط الحال	״ ״ ۲۴ ״ ״
ادنیٰ درجہ کے	״ ״ ۱۲ ״ ״

لیکن عہد عبد الملک مین تمام درجے شکست کر دے گئے تھے۔ اور چار ہی دینار سالانہ مقدار قائم رہ گئی تھی۔ پہر عہد عمر بن عبد العزیز مین جزیہ بالکل ہی اوٹھا لیا گیا تھا۔ اور اگر کچھ تھا بھی تو شاذ و نادر۔ خاص خاص حیثیتون۔ اور حالتون مین جنکا ذکر اگر ضروری خیال کیا جاسے گا تو کسی آیندہ موقع پر درج ہوگا۔

خراج۔ وہ شے ہے جو بحیثیت لگان سالانہ کسی اراضی پر لیا جائے۔ جسکی دو قسمین تھین۔ نقد اور بٹائی۔ یہ دستور بہت قدیم زمانہ سے مروج ہے۔ یعنے زمین چونکہ ملک شاہ تصور کی جاتی ہے اور اوسپر رہنے والے چونکہ زمین کی پیداوار سے نفع حاصل کرتے ہین اسلیے بحیثیت مالک ہونے کے پیداوار کا کوئی نہ کوئی حصہ بادشاہ کو پانا چاہئے۔ اسوجہ سے اس نفع کا نام جو مالک کو ملے خراج کہلایا ہے۔

عام طور پر تاتاری۔ جرمنی۔ یونانی۔ مصری۔ اور شامی اپنی اپنی سلطنتون کی اراضیات پر لگان باندھتے تھے۔ جسکے مختلف درجے اور مراتب تھے۔ لیکن صرف رومانیون نے اون رقوم کو جو بحیثیت لگان وصول کی جاتی تھین بہت باقاعدہ کر دیا تھا یعنی اس صیغہ کے متعلق الگ ایک دفتر قائم کر دیا تھا جسمین ہر قسم کے اہلکار اعلیٰ درجہ سے لیکر ادنیٰ درجہ تک مقرر تھے۔

مسلمانون نے بہی یہ دفتر اوسی صورت و حالت مین قائم رکھا لیکن عبد الملک بن مروان کے

عہد مین اسقدر تغیر کیا گیا کہ دفتر عربی زبان مین ہو گیا۔ چنانچہ مسلمانون کے عہد مین ابتداً یہہ کام خاص خلفاء کے سپرد رہا کرتا۔ مگر رفتہ رفتہ دار الخلافت سے متعلق کر دیا گیا۔ ابتداً عرب۔ شام۔ فارس مین بٹائی کا رواج تھا۔ اوسکے بعد ۳۶۰۰ گز مربع پر ایک درہم نقد اور ایک قفیز جنس پیداوار لگان مین سے وصول کیا جاتا تھا لیکن اوس اراضی پر جو از سر نو قابل کاشت بنائی جاتی تھی (توڑ) پیداوار کا دسوان حصہ خراج قرار پاتا تھا۔

لیکن پھر کچھہ عرصہ کے بعد اراضیات کی پیمائش کیگئی اور خراج کے درجے دوسرے طریقہ پر جاری کیے گئے۔

(۱) ایک جریب ایسی اراضی پر جسمین انگور بویا گیا ہو۔ دس درم سالانہ

(۲) " " " کھجور بوئی گئی ہو۔ آٹھ درم "

(۳) " " " جو بویا گیا ہو۔ دو درم "

لیکن عراق عرب مین جو طریقہ بٹائی کا جاری تھا اوسکی بنا صرف اسقدر تھی کہ منصور کے عہد مین نرخ غلہ بہت گھٹتا اور اوسکی پیداوار لگان کے لیئے کافی نہین ہوتی تھی اسوجہ سے بٹائی کا طریقہ جاری کیا گیا۔ اور بٹائی کی بھی کئی صورتین تھین یعنے نصف سے لیکر پانچوین حصہ تک۔

لیکن اونیسوین صدی کے آغاز مین جو سیاسیتی اصولون کے جاری ہونیکا بہتر زمانہ تھا ان تغیرات نے پھر رخ بدلا۔ یعنے تمام زمینین جو مختلف چھوٹے چھوٹے درجہ کے لوگون کے پاس زیر کاشت تھین نکال لی گئین۔ اور وہ تمام اراضیات ایک چک یا گاؤن یا مزرعہ کی صورت مین کر کے چند ذی مرتبہ باثر اور ذی وجاہت لوگون کے قبضہ مین دیدی گئین۔ یہہ لوگ اراضیات شکمی طور پر اوٹھا دیتے تھے اور پیداوار کی آمدنی سے۔ بعد اداے خراج شاہ۔ خود فائدہ اوٹھاتے تھے۔

راقم ع۔ ر۔ اثر۔ علوی

در چشم محققان چہ زیبا چہ زشت — منزل گہ عاشقان چہ دوزخ چہ بہشت

پوشیدن بے دلان چہ اطلس چہ پلاس — زیر سر عاشقان چہ بالین و چہ خشت

ہندوستان مغلونکی آمد کے وقت

مثل عربون کے مغل اپنی تہذیب و تربیت اور دنیاوی ترقیات کے لئے اسلام کے احسان مند ہین۔ قبل اسکے کہ اونھون نے اسلام اجسمین قومونکو شائستہ بنانیکی انتہا درجہ کی قوت ہے) قبول کیا۔ اونکا شمار وحشی قوم مین تہا۔ وہ بہادر ضرور تھے لیکن تعلیم یافتہ نہ تھے۔ اونکے حملونکو لوگ اتفاقی اور وبائی بیماریون سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ ان حملون مین انسان قتل و غارت کئے جاتے تھے۔ اون سے تجارت کو نقصان پہونچا کرتا تھا اور کھیتی برباد ہو جاتی تھی جہان کھین یہہ جاتے تھے وہان کا تمدن بجاے ترقی پانے کے برباد ہو جاتا تھا۔ لیکن جب اُنھون نے اوس عجیب و غریب مذہب اسلام کو اپنا شعار بنایا تو اوسکی حالت بالکل متغیر ہو گئی مسلمان مغل بادشاہون نے شائستگی پھیلانے مین کمال کیا ہے۔ ہندوستان کے مغل فاتح صرف سپاہی ہی نہ تھے۔ وہ عالم بھی تھے۔ وہ قلم کو بھی اوسی خوبی سے استعمال کرسکتے تھے جیسے تلوار کو۔ ہندوستان اور اوسکے باشندے کبھی اونکا پوری طور سے شکریہ ادا نہین کر سکتے

مغلون نے اس ملک کو مالدار بنایا اور باشندون مین شائستگی پھیلائی۔ ان مغل بادشاہون مین سے بعض زبردست عالم گذرے ہین۔ اورنگ زیب اپنے وقت کا بڑا عالم تھا اور دارا شکوہ اوسکا بدنصیب بھائی اگر لوگ یقین کرین تو اوس سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ بڑے بڑے شاہان مغلیہ اپنے کارنامے چھوڑ گئے ہین جس سے نہ صرف اونکے ملکون کے فتح کرنیکا پتہ چلتا ہے بلکہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسے زبردست عالم تھے اور اُنکو کہان تک ملک کے شائستہ بنانے مین کامیابی ہوئی ہے۔

ہندوستان کا پہلا مغل بادشاہ بابر ہوا ہے اوس نے اپنے حالات خود لکھے ہین جو تزک بابری کے نام سے مشہور ہین۔ اوسکی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان اوس وقت بادی تہذیب کے ادنٰے درجہ پر تھا۔ ہندوستان کی غربت پر اوس کا افسوس حسب ذیل

تحریر بہت مشرح طور سے ظاہر کرتی ہے۔

اُس ملک مین نفیس گھوڑے نہین ہین عمدہ گوشت ۔اچھے انگور۔ ذائقہ دار تربوز۔ خربوزے نہین ہین۔ اور نہ کوئی دوسرا خوش ذائقہ پھل ہے۔عمدہ قسم کے چاول ہین نہ ٹھنڈا پانی۔حمام ہین نہ مدرسے۔لوگونکے گھرون اور باغون مین بہتا ہوا پانی نہین ہے اونکے مکانات مین بھی صفائی نہین ہے۔نہ وہ خوبصورتی سے بنتے ہین اور نہ اونمین روشنی اور ہوا آنیکا کافی خیال رکھا گیا ہے۔ہندوستانی لوگ ننگے پیرون چلتے ہین۔ آدھے جسم کو ڈھانکتے ہین اور اکثر صرف کمر کے حصہ کو ایک لنگوٹی سے باندھ لیتے ہین۔ عورتین بھی لنگوٹی استعمال کرتی ہین جس کا آدھا حصہ اونکی کمر پر ہوتا ہے اور آدھا اونکے سر پر۔

مولانا شبلی نے اپنے نہایت ہی قابلیت کے مضمون مین جسے اُنھون خافی خان اور ابوالفضل کی تحریرات سے اخذ کیا ہے اور جو جولائی کے الندوہ مین چھپ چکا ہے بہت ہی مشرح طور پر ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان مین زراعت کو مسلمانون نے بیحد ترقی دی۔اس کا ثبوت ایک دوسرے مغل بادشاہ جہانگیر کی تحریر سے بھی ملتا ہے۔مسلمانون ہی نے درختون کے قلم لگانیکا رواج ہندوستان مین کیا جس کی وجہ سے مختلف اقسام کے آم پیدا ہوتے ہین جو لطیف نازک اور خوش ذائقہ ہونے مین تمام دنیا کے پھلون پر فوقیت رکھتے ہین۔

مسلمانون نے کشمیر کو فتح کرکے ایک بہشت کا نمونہ بنا دیا۔وہین اونھون نے فارس اور یورپ سے پھول منگا کر نہایت نفاست سے باغ بنائے۔مختلف اقسام کے میوہ جات کے پھل کابل اور فارس سے منگا کر لگائے گئے۔اور جہانگیر نے لکھا ہے کہ سیب فرنگ سے منگا کر لگایا گیا ہے۔کپڑون مین یہ تبدیلی ہوئی کہ بجائے لنگوٹی کے عمدہ قسم کے ریشمی کپڑے پہنے جانے لگے۔

ابوالفضل نے اپنی مشہور و معروف کتاب مین جو ہندوستان کیلئے ایک عجیب

کتاب ہے دو درجنون سے زیادہ ریشمی کپڑون کی فہرست دی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ان کپڑون کے کارخانہ کھولے گئے اور اوسکے ماہر فارس یورپ اور چین سے بلاکر اس فن کی تکمیل کیواسطے مقرر کئے گئے۔

مسلمانون نے مویشیونکی نسل بڑہانیکا علم بھی رواج دیا ہے۔ اونٹ اس ملک مین پیدا ہونے لگے اور گھوڑونکی نسل مین بھی بہت ترقی ہوئی۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ اکبر کی مبارک سلطنت کے پہلے لوگ صرف ایک قسم کا گھوڑا استعمال کرتے تھے جسے کونٹ کہتے ہین۔ یہ بہت چھوٹے قسم کا جانور ہوتا ہے جو پہاڑی مقامات پر پایا جاتا ہے۔ اکبر کے زمانہ مین عرب اور ترکی گھوڑے نسل بڑہانے کی غرض سے منگاسے گئے۔

ہمارے مرحوم واجد علی شاہ کی طرح جہانگیر کو بھی چڑیون اور جانورونکا بیحد شوق تھا اُسنے اپنے عجائب خانہ مین مختلف اور طرح طرح کے جانور اور چڑیان جمع کی تھین۔ عمارت کے لحاظ سے تاج محل اور دوسری شاہی عمارتین مغلونکے فن تعمیر کو ظاہر کرتی ہین۔ امور سلطنت کے لحاظ سے اکبر کا جاری کیا ہوا طریقۂ وصول مالگذاری ابتک ہندوستان مین رائج ہے۔ اور اُسے انگریزون نے بھی اس ملک کیلئے نہایت ضروری سمجھا ہے اور کوئی دوسرا طریقہ نکالنا مناسب نہین خیال کیا۔

مغلون نے زندگی کے ہر شعبہ مین خاطر خواہ ترقی کی اور اُنکے زمانے مین ہندوستان مہذب ملکون مین شمار کیا جاتا تھا۔ اور ملک مین مادی ترقی پھیلانا بھی انھین کا کام تھا کیونکہ ہندؤون نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی تھی بلکہ روحانی ترقی کی شاہراہ پر قدم رکھا تھا جسمین سچ تو یہ ہے کہ کوئی قوم ابتک اونکے برابر دوڑ نہ سکی۔ لیکن اب تو مادی ترقی مین بھی ہندو آگے آگے جا رہے ہین۔

(از ترجمۂ مضمون مسٹر مسیر حسین قدوائی
مطبوعہ مسلم ریویو بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء)

عبدالرحمٰن ادہمی - بی اے

غزلیات

دور نگارین خانۂ وصف جمیلت ۔ از ازل ۔ نقش دیواریم ما تصویر حیرانیم ما

چشم تر آتش بجان ۔ اندر شبستانِ وجود ۔ شمع گردیدیم و سوزانیم و گریانیم ما

مدتِ ہر دم ۔ فنا جوید ز ما مثلِ حباب ۔ در ہوائے ہستیِ عمرِ فراوانیم ما

زلف تعبیرش بروے مرگ بکشاید بلا ۔ چشم ہستی را عجب خواب پریشانیم ما

کے بود یا رب کہ از دنیا سوِ عقبیٰ شویم ۔ در رہ عصیان ہنوز افتان و خیزانیم ما

قطرۂ ہستیم ۔ لیکن بر امید مغفرت ۔ این قدر جوشیم کز دریا فراوانیم ما

داورا مالک رقابا خسروا پوزش پذیر

نیز چون فردوس از خیلِ غلامانیم ما

ولایت علی ۔ فردوسی حیدری [illegible]

کسی سے لب کہ امید کشود کار نہین ۔ مجھے اجل کے بھی آنے کا اعتبار نہین

سنبھالے کون کسے ۔ کون لے کسی کی خبر ۔ تمام بزم مین کوئی بھی ہوشیار نہین

جواب نامہ کا قاصد مزار پر لایا + کہ جانتا تھا اسے تاب انتظار نہین

یہہ کہ کے اوٹھ گئی بالین سے میری شمع سحر ۔ تمام ہو گئی شب اور تجھے قرار نہین

چلی جو خاک شہیدان پہ اوس گلی کی ہوا ۔ چراغ لے کے بھی ڈھونڈا تو پھر مزار نہین

خزان کے آنے سے پہلے ہی تہا مجھی معلوم ۔ کہ رنگ و بوے چمن کا کچھ اعتبار نہین

کسی کے خون کا پیاسا ضرور ہے صیاد ۔ کمان مین تیر ہے فتراک مین شکار نہین

کسی کے جلوہ کو اس مشت خس سے کیا نسبت ۔ وہ صاعقہ نہین شعلہ نہین شرار نہین

قریب تر رگِ گردن سے پھر بھی اتنا دور ۔ نظر کے سامنے وہ پھر بھی آشکار نہین

جو تو ہو پاس تو حور و قصور سب کچھ ہو

جو تو نہین تو نہین بلکہ زینہار نہین

علی حیدر ۔ [illegible]

لیڈیز کانفرنس

بیداری اور قومی نفع و نقصان کی حس کو یوماً فیوماً روبہ ترقی دیکھکر جسقدر مسرت ہو کم ہے۔ شکر ہے کہ میری تحریک لیڈیز کانفرنس کے متعلق ملک کی اکثر خواتین نے اپریل اور مئی کے پرچہائے الناظر مین اپنے خیالات ظاہر فرمائے ہین۔ مخالف آرا مین یون تو دوراز کار قیل و قال سے کام لیا ہی گیا ہے مگر سب سے زیادہ زور اسبات پر دیا گیا ہے کہ پردہ دری لازمی نتیجہ انعقاد کانفرنس کا ہوگا۔ ہر گوشۂ ہندوستان سے خواتین کی نقل و حرکت اور اجتماع فی محل واحد مین ضرور پردہ دری ہوگی۔ چونکہ یہی اعتراض کسیقدر مغالطہ انگیز ہے اسلئے مین کچھ لکھنا چاہتا ہون۔

میری غرض مخالفت کی تردید نہین ہے اسلئے کہ تجربہ شاہد ہے تردید و تائید کی گرم بازاری ایک لاانتہاہی سلسلۂ بیسود پیدا کر دیتی ہے اور اصل معاملہ خبط ہو جاتا ہے جبوقت بہ غلبۂ آرا و لایق خواتین اور حامیان ترقی تعلیم نسوان ہند کانفرنس کا وجود ضروری قرار دین گے یا غیر ضروری اوسوقت فیصلہ ہو رہیگا۔ ہان تو وہ مغالطہ یہ ہے کہ خواتین مخدرات کی بے پردگی شرکت کانفرنس مین دو ہی طریقون سے ہو سکتی ہے من جہتہ السفر یا من جہتہ الاجتماع۔ شق اول مین بے پردگی کا نوحہ بہت ہی مضحکہ خیز ہوگا اسلئے کہ ہمارا روزانہ مشاہدہ ہے کہ ہزارہا پردہ نشین خواتین ہندوستان کے ہر گوشہ سے سفر کے لئے نکلتی ہین اور نہ صرف بلحاظ ضرورت شدید بلکہ معمولی خاندانی رسوم مین شمول شرکت تقاریب خوشی و غمی اور تفریح و تفنن طبع کے لیے سفر ہوا کرتے ہین ظاہر ہے کہ ایسے سفر پردہ دار نہین ورنہ شریف مستورات اور اونکے محافظین کیون گوارا کرتے۔ جو خاتون جسقدر پردہ دار ہے اوسیقدر پردہ سے سفر کرتی ہے۔ دنیا کے کام رکے نہین رہتے اونکی انجام پذیری لابدی ہے ضرورت مین ایجاد پنہان ہے۔ جب ضرورت پیش آتی ہے تو پردہ کی ترکیبین سوجھتی ہین

اور اوسی نوعیت پردہ داری سے وہ ضرورت انجام پا جاتی ہے پھر کانفرنس کی شرکت مین وہم بیحجابی سفر کیون؟

شق ثانی بھی وہم کے قابل نہین - ناظرین کو یاد ہوگا کہ مین نے اپنے مضمون ماسبق مین لکھا ہے کہ ہندوستان کے کیپٹل مقامات اور آباد بستیون مین کانفرنس کا انعقاد ہو - ظاہر ہے کہ ایسے مقامات مین لیڈیز دلیگٹیس کے لئے مستور مکانات بہ کرایہ ملسکتے ہین اور منتظمین کانفرنس جنمین پردہ نشین عورتین ضرور رہی ہونگی پورے طور پر پردہ داری سے انتظام قیامگاہ کا کرینگی - کانفرنس ہال مین بھی پورا بندوبست پردہ کا ہوگا - غرض مسلمان بہنون کا آپسمین ملنا جلنا بے پردگی قرار دیا جاے تو خیر ورنہ خارجی کل امور پورے پردہ کے ساتھ انجام پاینگے - پھر بھی اگر کسیکی یہہ راے ہو کہ کچھ نہ کچھ بے پردگی ضرور ہوگی تو یہ اپنا اپنا اعتقاد ہے -

مین نے اپنے مضمون مین وعدہ کیا تھا کہ مین اور امر دنواہی کانفرنس کے بھی وقتاً فوقتاً لکھونگا - اون اوامر دنواہی مین مینے پردہ کی بحث کو بھی شامل کیا تھا اور بہن کسی آیندہ مضمون مین ضرور لکھتا خیراب لکھتا ہون کہ کانفرنس مین شریک ہونیوالی بیبیان پوری پردہ داری سے شریک ہونگی اور اپنے کو خوبی معاشرت نسوانی کا بہترین نمونہ ثابت کرینگی - مین پردہ کا بہت زیادہ حامی ہون اور اسبارہ مین سخت کنسرویٹیو ہون مین ابھی ہندوستانیون کو اسقدر مہذب نہین سمجھتا کہ بے پردگی یا بے حجابی کی اجازت دیجاسکے میری تو غرض یہ ہے کہ عورتین عورتین رہکر تعلیم و تربیت مین ترقی کرین - فائدہ حاصل کرین اور اپنی ہمجنسون کو فائدہ پہونچائین ہم عورتون سے مردانہ وار جرات کے طالب نہین اور نہ اوس ڈھنگ کی ترقی کو ہم عورتون کی حقیقی ترقی کہہ سکتے ہین ہر صنف انسانی کے خصوصیات امتیازیہ جداگانہ ہین اور اون خصوصیات کو سمیٹے بغیر اوس صنف کی ترقی نہین کیجاسکتی - آج اگر تمام خواتین ہند بیحجاب ہو کر یورپین زندگی کے اصول پر کام کرنا

چاہئین تو اسقدر جد و جہد کی ضرورت ہی نہو۔ یہہ جد و جہد تو محض اسی وجہ سے ہے کہ پردہ ہاتھہ سے نہ جاے اور پردہ ہی پردہ مین عورتین زیور تعلیم و تہذیب معاشرتی سے آراستہ ہوکر ثابت کردین کہ انسان اگر کوئی کام کرنا چاہے تو کیسی ہی کچھہ بادی النظر مین رکاوٹین کیون نہون بہت ہی حسن وخوبی سے انجام دیسکتا ہے۔

مخالفین کانفرنس اس بات کو خوب ذہن نشین کرلین کہ ہندوستان یورپ نہین ہے جہان کی عورتین اپنی قومی ترقی مین کانفرنس کی محتاج نہین ہین۔ وہان آزادی و بیحجابی کے بدولت میل جول مُفت ہے اور ہر ایک خاتون ہر چیز کو بچشم خود دیکھکر سبق حاصل کرسکتی ہے۔ ہندوستان مین بہت شدید ضرورت ہے کہ بی بیان آپسمین ملین اور اپنے افادات کا انکشاف جاہل بہنون پر کرین۔ اور اس اہم کام کے اختیار کرنے مین بے پردگی کے اوہام مفروضہ سے سبک خیال ہوجائین

مجھے امید ہے کہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء تک ہندوستان کی سربرآوردہ خواتین ضرور اپنی اپنی رائین ظاہر کرینگی تاکہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے زمانہ انعقاد کی قربت پر بغلبہ آرا خواتین یہ مسئلہ طے ہوکر سکرٹری کانفرنس شعبہ تعلیم نسوان کے پاس بہیجا جاے اور باقاعدہ شکل اختیار کرے۔ مجھے زہرا فیضی صاحبہ کی اس راے سے اتفاق ہے کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتھہ ہی یہہ کانفرنس بہی ہو تاکہ مرد اور عورتین ایک ساتھہ اپنی اپنی کانفرنس مین شریک ہوسکین اور سفر کی مشکلات مین بہی مردون کی ہمسفری سے سہولت پیدا ہوجاے۔

خاتون روشن خیال بیگم فیضی نے اپنے مضمون مندرجہ الناظر بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۰ء مین یہ بہی لکھا ہے کہ مردون کو بہی چاہیئے کہ محض باتین نہ بنائین بلکہ عورتون کے اس معاملہ مین خصوصاً اور تعلیم و تربیت کے حوصلون مین عموماً فراخدلی کے ساتھہ مدد کرین۔ ہمکو اتفاق ہے کہ بیشک ایسا ہی ہونا چاہے اور ابہی ہندوستان کی عورتین اتنی تعلیم فتہ نہین ہوگئی ہین کہ اونکو مردون کی دستگیری کی ضرورت نہو۔ مگر ہم یہہ ضرور کہین گے کہ متفق ہوکر اپنے حقوق کا ظاہر کرنا اور مردون سے اپیل کرنا بہی عورتون کا فریضہ ہے۔ وہ جد و جہد کرکے اپنے شوق تعلیم کو ظاہر کرین آخر مردون کے دل کبتک نہ پسیجینگے اور کبتک وہ اپنی اور اپنی آیندہ نسلون کی قوتہ علمیہ کے درپے رہینگے۔

امین الحسن رضوی۔ سنبھل

(۲)

لیڈیز کانفرنس

فلک نے ساز بدلا ساز نے نغموں کی گت بدلی

گتوں نے رنگ بدلا۔ رنگ نے یاروں کی مت بدلی

زمانہ کبھی کسی کو ایک چال پر نہین رہنے دیتا۔ نت نئے رنگ بدلتا ہی رہتا ہے۔ بس کسی کے تلون کی طرح۔ کل کچھ تھا آج کچھ ہے کل کچھ ہوگا۔ جو لوگ زمانہ کا ساتھ دیتے ہین زمانہ اونکا ساتھ دیتا ہے اور جو زمانہ کے خلاف ہین زمانہ اونکے خلاف ہے۔ اسی لیئے بڑے تجربہ کے بعد کہا گیا ہے۔ ؎

سدا ایک ہی رُخ نہین ناؤ بہتی

چلو تم ادہر کو ہوا ہو جدہر کی

اس اصول کا جس نے ساتھ دیا وہ دنیا مین کامیاب و بامراد رہا اور جس نے اس سے لاپروائی برتی زمانہ نے اوسکا نام و نشان تک صفحۂ ہستی پر باقی نہ رکھا۔

اپریل ۱۹۰۸ء کا الناظر پڑھکر مجھے ع اک خوشی ہے تو ایک ماتم ہے۔ خوشی و مسرت تو بنت نذر الباقر صاحبہ کے پاکیزہ و روشن خیالات پڑھکر ہوئی اور ماتم کا موقع حضرت ساغر لکھنوی کے تنگ و تاریک تخئیل کی بدولت ملا۔ افسوس ع برین عقل و دانش بباید گریست۔ خیال تھا کہ لیڈیز کانفرنس جیسی ضروری۔ اہم۔ اور مفید تجویز کو لبیک کہنے کے سوا اقطاع و جوانب ملک سے کوئی مخالف صدا بلند ہونگی مگر ع خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم۔ ساغر صاحب کی نسبت اسوقت مین اس سے زیادہ کچھ نہین کہہ سکتا کہ اونھین ؎

نہ سمجھ نظم و نسق کی نہ خبر دنیا کی

نہین واقف کہ ہے رفتار کدہر دنیا کی

در پردہ گفتگو مین اوسقدر لطف کہان جو بے پردہ گفتگو مین ہے۔ ساغر صاحب اسدرجہ

پردہ کے مویئد معلوم ہوتے ہین کہ اونہون نے اپنا اسم گرامی بھی پردہ ہی مین رکھا ہے لہذا کسی پردہ نشین سے بے محابا گفتگو مناسب نہین معلوم ہوتی جسوقت وہ دیکھنے والون کے سامنے آئینگے اسوقت انشاءاللہ کھل کر گفتگو کی جائیگی۔

اس پردہ نے تمہارا نام اور بھی نکالا
یہ بھی کوئی حیا ہے جو نام ہو حیا کا

بات یہ ہے کہ لیڈیز کانفرنس کے انعقاد کی آواز زمانہ کی آواز ہے اور زمانہ کی آواز کو کوئی روک نہین سکتا۔ اگر ایک جگہ سے بند کی جائیگی تو دوسری جگہ زیادہ زور شور کے ساتھ سنی جائیگی اور دوسری جگہ روکنے کی کوشش ہوگی تو تیسرے مقام سے وہی آواز زیادہ بلند لب ولہجہ سے سنائی دیگی وقس علی ذالک۔ زمانہ کی رفتار ترقی کسی سورما کے روکے نہین رک سکتی اور جس بات کا زمانہ متقاضی ہو وہ ایک روز پوری ہو کر رہیگی۔ سچ یہ ہے کہ لیڈیز کانفرنس کی ضرورت نے اب اسقدر جڑ پکڑ لی ہے کہ با دمخالف اسکو بالکلیہ اوکھاڑ کر نہین پھینک سکتی۔ میری ناچیز راے مین بنت نذر الباقر صاحبہ کی راے نہایت سہل الحصول اور مناسب معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ صنعت وحرفت کی نمائش کے موقع پر لیڈیز کانفرنس بھی ہوا کرے اور ہماری خواتین کو تبادلہ خیالات کا سالانہ موقع دیکر قوم کی بگڑی ہوئی حالت کو سنوارنے کی بیش از بیش کوشش کی جاے۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔

میرے خیال مین اس کام کی مستحکم بنیاد ڈالنے کے لیئے شیخ عبداللہ صاحب بی۔ اے۔ سکریٹری تعلیم النسوان سیکشن وایڈیٹر خاتون سے زیادہ قابل" زیادہ پرجوش" اور سچی دلسوزی وہمدردی سے کام کرنیوالا کوئی نہین مل سکتا لہذا مین اپنے مکرم دوست اور فنافی النسوان شیخ صاحب موصوف سے بادب التماس کرتا ہون کہ جس طرح آپنے "خاتون" کو اوس زمانہ مین نکالا جبکہ چارون طرف سے یہ آواز آرہی تھی کہ "این ہم بچہ شتر است" اور مدرسۃ النسوان کی اوسوقت بنیاد ڈالی جبکہ ہرجانب اسکے خلاف شور وغل مچ رہا تھا اور آخرش کامیابی حاصل کی۔

آج کون ہے جو خاتون سے استفادہ نہین اوٹھاتا اور اوسکے احسان سے انکار کرسکتا ہی
آج کون ہے جو مدرسۃ النسوان کے فیوض و برکات سے منحرف ہونیکی جرات کرسکتا ہے بیطرح
آپ خدا پر نظر رکھکر آئیندہ زنانہ نمائش کے موقع پر لیڈیز کانفرنس کی بنیاد ڈال دیجئے اور کوتاہ
نظر و بدبین اشخاص کی مخالفت بیجا کی مطلق پروا نہ کیجئے ع پہر دیکھئے بہار کیسی بہار ہو؟
فی الحقیقت آپ اوسوقت تک اپنے مشن مین نمایان کامیابی نہین حاصل کرسکتے
جب تک کہ لیڈیز کانفرنس نہ قائم کی جائے - اسکے چلانے کی ذمہ دار جب بنت نذر الباقر
صاحبہ اور بنت نصیر الدین حیدر صاحبہ جیسی بیدار مغز اور بارسوخ خاتونین موجود ہون
تو آپکو یا قوم کو مایوسی کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی - انکی سرپرستی سے کامل یقین ہے
کہ لیڈیز کانفرنس اپنا بار آپ اوٹھانے کے قابل ہوگی اور آپ سے مالی مدد کی توقع نہ رکھیگی
اور بالفرض اگر ضرورت امداد پیش بھی آجائے تو ابتدائی حالت مین مین سمجھتا ہون کہ آپکو
بھی اعانت و دستگیری سے دریغ نہوگا اور نہونا چاہیئے -
آپ لوگون کی مخالفت اور زبان درازی کی کچھ پروا نہ کیجئے ع ہوتی آئی ہے کہ
اچھون کو برا کہتے ہین - جس تندہی اور سرگرمی اور جیسی جانفشانی و جانکاہی سے آپ ترقی
و تعلیم النسوان کا کام کر رہے ہین اوسکو دیکھتے ہوئے مجھے ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ اس بارہ
خاص مین آپ سے کچھہ اور زیادہ عرض کرون - ہان وہ لوگ جو بے سوچے سمجھے صرف اپنی بات
بالا کرنیکے لیئے لیڈیز کانفرنس جیسی نفع رسان مخلوق تجویز کے خلاف اظہار رائے کرنے
لگتے ہین اونکی خدمت مین مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے ؎

عورتون مین نہ اگر علم کو پھیلائینگے
لوگ پچھتائینگے پچھتائینگے پچھتائینگے

راقم خاکپائے نسوان
سید دلگیر اکبر آبادی

ام عمارہ رضہ

سنہ ۱۹۱۵ء مین سیرۃ ابن ہشام کا مطالعہ کرتے وقت جنگ احد کے بیان مین ان کا ذکر دیکھنے مین آیا۔ اوسیوقت سے مین انکے حالات کی جستجو مین پڑ گیا۔ لیکن اگلی تاریخوا مین عورتون کے حالات نہایت مختصر لکھے گئے ہین۔ سیرۃ النبویہ اور سیرۃ محمدیہ مین وہی ابن ہشام والی روایت دہرائی گئی ہے۔ سیرۃ الحلبیہ مین بھی صرف وہی واقعہ ہے لیکن کسیقدر تفصیل کے ساتھ۔

اصابہ۔ اسد الغابہ اور استیعاب مین انکے حالات اسقدر کم تھے کہ اس شبنم سے میری پیاس نہ بجھ سکی۔ تاریخ طبری۔ تاریخ الخمیس اور بعض دوسری مستند تاریخون مین بھی انکا نام آیا ہے لیکن مورخ انکے کارنامونکی طرف سرسری اشارہ کرتے ہوے گذر جاتا ہے۔

انکے جنگ یمامہ کے کارنامہ کا ذکر اکثر مورخین نے کیا ہے لیکن تفصیل کسی نے نہین لکھی البتہ فتوحات اسلامیہ کے مصنف نے اپنے معمول کے خلاف اس واقعہ کا کسیقدر بسط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ریاض المستطابہ مین بھی کچھ حالات ملے لیکن نہ ملنے کے برابر۔ ابن سعد نے طبقات کی آٹھوین جلد مین انکا تذکرہ کیا ہے اور اگرچہ فی الجملہ دوسرے مورخون سے زیادہ لکھا ہے لیکن پھر بھی ناکافی ہے۔ تاریخ وفات تک کا پتہ نہین۔

تہذیب التہذیب کا خلاصہ تو صرف نامونکی فہرست ہے۔ اب اصل کتاب چھپ رہی ہے اسکی گیارہ جلدین چھپکر آبھی چکی ہین مگر افسوس کہ انکا تذکرہ بارھوین جلد مین ہے اور وہ ابھی تک نہین آئی۔

زینب فواد کی کتاب دار المنثور مصر مین چھپی ہے۔ اسکے لیئے دو خط بھیجے کہ شاید اسنے کچھ مفصل لکھا ہوگا۔ ہرچند وہان تلاش کی گئی لیکن بدقسمتی سے نہین ملی۔ ان سب کوششونکے بعد مجبور ہو کر جو حالات ملسکے ہین بالفعل انھین کو پیش کرتا ہون۔

ابھی تک مین نے ہمت نہین ہاری ہے جستجو کا سلسلہ انشاءاللہ جاری رکھونگا یہانتک کہ اس

شیردل بہادر صحابیہ کی جو آنحضرت ؐ کے لئے سینہ سپر ہو کر لڑی ہے مکمل سوانح عمری لکھنے کے قابل ہو جاؤن۔ ؎ مرا عہدیست با جانان کہ تا جان در بدن دارم ٭ ہوا داران کویش را چو جان خویشتن دارم

ام عمارہ کا نام نسیبہ ہے لیکن یہہ اپنی اسی کنیت کے ساتھہ زیادہ مشہور ہین۔ باپ کا نام کعب تھا۔ وہ قبیلہ بنی نجار مین سے تھے۔ انکی والدہ رباب بنت عبداللہ قبیلہ خزرج مین سے تھین۔ ولادت ہجرت سے تخمیناً چالیس سال پہلے مدینہ مین ہوئی۔ انکا نکاح انہین کے چچازاد بھائی زید بن عاصم کے ساتھہ ہوا۔ انسے دو بیٹے پیدا ہوے عبداللہ۔ اور حبیب۔ زید بن عاصم کے انتقال کے بعد انکا دوسرا نکاح انھین کے قبیلہ کے ایک شخص غزیہ بن عمر سے ہوا۔ انسے ایک بیٹا تمیم اور ایک بیٹی خولہ پیدا ہوئی۔

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی اور آپ نے لوگونکو اسلام کی طرف بلانا شروع کیا تو مکہ کے اکثر لوگ دشمن ہو گئے۔ انھون نے اسلام کی سخت مخالفت کی۔ جو لوگ مسلمان ہوتے تھے انکو تکلیفین پہونچاتے تھے۔ انکی ایذا رسانی کی وجہہ سے کوئی مسلمان مکہ مین مشکل سے ٹھہر سکتا تھا۔ چنانچہ آپ سبکو حبشہ کی طرف بھیجدیا کرتے تھے کیونکہ وہانکا بادشاہ مسلمانونکا بڑا حامی تھا اور انکو آرام دیتا تھا۔ جب آپ نے سالہا سال کوشش کرکے دیکھہ لیا کہ اللہ تعالے نے انکے دلونپر مہر لگادی ہے اور انکی عداوت اور دشمنی برابر بڑھتی چلی جاتی ہے تو انکا پیچھا چھوڑ دیا۔ اور بڑے بڑے بازارون اور مجمعون مین جہان عرب کے تمام قبایل جمع ہوتے تھے لوگون کے سامنے اسلام کو پیش کرنے لگے۔ یہہ خواہش بھی تھی کہ اگر کوئی دوسرا قبیلہ اسلام کی حمایت کیلئے آمادہ ہو جائے تو آپ ان لوگون کو چھوڑکر انھین مین جا ملین۔

اتفاق سے ایک سال مدینہ کے چھہ آدمی آپکا وعظ سنکر مسلمان ہو گئے۔ دوسرے سال چھہ اور بڑھے۔ اب حضور نے ایک صحابی کو جنکا نام مصعب بن عمیر تھا ان مسلمانونکے ساتھہ مدینہ کو روانہ کر دیا کہ وہان قرآن کی تعلیم دین۔ حضرت مصعب اور ان بارہ مسلمانونکی کوششون سے مدینہ کے بڑے بڑے سردار اسلام لاے اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ انھین اسلام لانیوالو

مین حضرت ام عمارہ اور انکا گھرانا تھا۔

تیسرے سال مدینہ سے ۷۵ مسلمان مکہ پہونچے۔ مشرکون کے خوف سے حج کے دو تین دن کے بعد رات کو چھپلے پہر ایک پہاڑ کی گھاٹی مین یہہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ وہان حضور کے ہاتھ پر ان سب لوگون نے بیعت کی اور یہہ عہد و پیمان ہوا کہ "حضور مدینہ تشریف لیچلین ہم جان مال اور اولاد سب کچھ اللہ کے دین کی مدد مین قربان کرین گے" اسی بیعت کو بیعت عقبہ کہتے ہین۔ جو لوگ اسمین شریک تھے اُنکا درجہ تمام انصار مین بلند ہے اس بیعت مین دو عورتین بھی تھین ایک تو یہی ام عمارہ دوسری ام منیع رض

اس عہد و پیمان کے مطابق آنحضرتؐ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے۔ کُفار مکہ نے یہان بھی چین نہ لینے دیا کئی بار چڑھائی کرکے آئے اور لڑائیان کین۔ یہان تک کہ بدر کی لڑائی ہوئی جسمین مکہ کے کافرون کے اکثر بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اسلام کو کفر پر نمایان فتح عطا فرمائی۔ کفار نے اپنے سردارون کا بدلہ لینے کی غرض سے بڑی سخت تیاری کی۔ اپنے آس پاس کے تمام قبیلون کو جمع کیا سب کو ہتھیار اور سواری دی اور تین ہزار سے کچھ زیادہ جنگی آدمی جمع کرکے بڑے جوش و خروش کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ خبر سنکر مسلمانونکو جمع کیا۔ تقریباً ایک ہزار آدمی تھے۔ انکو لیکر جب لڑائی کیلئے نکلے تو انمین سے بھی تین سو منافق راستہ سے واپس چلے آئے۔ اب صرف سات سو مسلمان رہگئے منافقونکے بھاگ آنے سے اُنکا حوصلہ بھی پست ہوگیا تھا۔ مگر آنحضرت نے انکو ہمت دلائی اور اللہ پر بھروسہ کرکے مقابلہ کیلئے بڑھے۔

مدینہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے جسکا نام احد ہے اسکے دامن مین شنبہ کے دن ۱۱ شوال سنہ ۳ھ کو مقابلہ ہوا۔ مسلمان اچھے موقع پر ہو چکے تھے۔ ایک غیر محفوظ درہ تھا۔ کفار کے سات آٹھ سو سوار تھے۔ خالد بن ولید رض جو اسوقت تک اسلام نہین لائے تھے اِن سوارونکے سردار تھے سوا اِس درہ کے اُنکے آنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا آنحضرتؐ نے

اس درّہ پر ساٹھ ستر مسلمانونکو مقرر کردیا کہ اسطرف سے جب سوار حملہ کرین تو تم لوگ روکنا انکو آگے نہ بڑھنے دینا۔ اور جبتک ہم حکم نہ دین اُسوقت تک ہرگز اس جگہ سے نہ ہٹنا۔ یہ لوگ لوہے کی دیوار کی طرح وہین جمگئے۔ جب کفار ادھر سے آنے لگے تو ان تھوڑے سے مسلمانون نے اُنکو نیزونپر رکھ لیا۔ مجبور ہوکر رک گئے اور میدان مین نہ آسکے۔ ادھر گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ قریب تھا کہ مشرکونکو شکست ہوجائے کہ اتنے مین اسلامی فوج کا علم بردار شہید ہوگیا۔ بعض کافرون نے سمجھا کہ یہی رسول اللہ تھے۔ اُنھون نے خوشی کا نعرہ لگایا کہ ہمنے نبی کو قتل کردیا مسلمانون نے جب یہ آواز سنی تو اکثر بدحواس ہوگئے۔ اُنکو کسی چیز کی خبر نہین رہی۔ کوئی جہان تھا وہین مایوس ہوکر بیٹھ گیا۔ کوئی گر پڑا۔ کوئی بیہوش ہوگیا۔ کسیکی آنکھین کھلی کی کھلی رھگین اور ہاتھ سے ڈھال تلوار گر پڑی۔ مشرک خوشی کے جوش مین لوٹا پڑے۔ درّہ پر جو مسلمان تھے وہ بھی سراسیمہ ہوکر دوڑے کہ یہ کیا ماجرا گذرا۔ ان لوگونکا وہان سے ہٹنا تھا کہ خالد رض نے اپنے سوارونکو لیکر حملہ کیا۔ اور قیامت پہ قیامت برپا کردی۔ سرور کائنات کے عم محترم امیر حمزہ رض اور بہت سے مسلمان شہید ہوگئے۔

اس سخت وقت مین حضور کے اردگرد صرف چند مسلمان جنکی تعداد دس سے زیادہ نہ ہوگی حفاظت کیلئے رہگئے اُنھین مین ام عمارہ رض انکے دونون بیٹے عبداللہ اور حبیب اور انکے شوہر عزیہ بن عمر تھے۔ خود حضرت ام عمارہ رض کی زبانی مورخون نے اس واقعہ کی کیفیت لکھی ہے ہم اسکا ترجمہ کرتے ہین۔

"ام عمارہ رض نے کہا کہ مین اپنے کندھے پر مشک لئے ہوے پیاسون کو پانی پلا رہی تھی۔ یکایک مسلمانون نے شکست کھائی۔ اور انکے قدم اُکھڑگئے۔ کفار نے چارون طرف سے سخت نرغہ کیا۔ مین نے اسوقت مشک پھینکی۔ اور ایک تلوار اُٹھاکر آنحضرت کی حفاظت کیلئے کھڑی ہوگئی۔ میرے پاس ڈھال نہ تھی کسی پلٹ کر جانے والیکی طرف حضرت نے اشارہ کیا وہ اپنی ڈھال پھینکتا گیا۔ مین دشمنون کے تیرون اور تلوارون کو اسی ڈھال پر روکنے لگی۔ مصیبت یہ تھی کہ ہم پیدل تھے اور غنیم سواریون پر

اگر وہ ہماری طرح پیدل ہوتے تو ہم آسانی سے اُنسے نبگت لیتے۔ سوار اپنی پوری قوت سے ہمارے اوپر حملہ کرتے تھے۔ اُنکا روکنا بہت دشوار ہوتا تھا۔ مین نے تو یہ ترکیب نکالی کہ جب کوئی سوار وار کرتا تو اُسکو روک لیتی اور جون ہی وہ آگے بڑھتا پیچھے سے ایک ایسا وار کرتی کہ اُسکے گھوڑے کا پاؤن کٹ جاتا اور وہ مع سوار کے وہین گر پڑتا۔ یہ دیکھکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیٹے عبد اللہ کو زور سے آواز دیتے کہ اپنی مان کی مدد کر۔ وہ فوراً آجاتا اور مین اور وہ دونون ملکر اس سوار کا خاتمہ کر دیتے "

حضرت ام عمارہ کے بیٹے عبد اللہ کی زبانی روایت ہے وہ بیان کرتے ہین کہ

"مین اور میری مان دونون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے۔ مین دوسری طرف مشغول تھا کہ ایک مشرک نے پیچھے سے آکر میرے بازو پر ایک تلوار ماری۔ زخم بہت کاری پڑا۔ مین نے مڑ کر اسپر حملہ کیا لیکن وہ سیدھا نکل گیا۔ مین لڑ رہا تھا مگر میرا خون بند نہین ہوتا تھا۔ حضور نے ام عمارہ کو حکم دیا کہ اسکے زخم پر پٹی باندھو۔ وہ اپنے ساتھ اسی غرض کیلئے بہت سی پٹیان لائین تھین فوراً ایک پٹی نکالکر زخم کو خوب مضبوط باندھ دیا۔ اور بولین کہ بیٹا اٹھو اور لڑو۔ مین خون کے نکلنے سے بہت کمزور ہو گیا تھا اُٹھنے کی طاقت نہین تھی آنحضرت نے فرمایا کہ اے ام عمارہ ہر شخص مین وہ طاقت کہان ہوتی ہے جو تجھہ مین ہے۔ اتنے مین وہ شخص جسنے مجھے زخمی کیا تہا پھر پلٹ کر اسی طرف آیا۔ آنحضرت نے اُسکو دیکھکر فرمایا کہ اے ام عمارہ دیکھہ وہی شخص آرہا ہے جسنے عبد اللہ کو زخمی کیا ہے۔ ام عمارہ نے لپک کر اُسپر تلوار کا وار کیا۔ اُسکی ایک پنڈلی صاف کٹ گئی اور وہ اُسی جگہ دہم سے گر پڑا۔ پھر اُنھون نے آگے بڑھکر اُسکا سر کاٹ لیا۔ حضور مسکرائے اور فرمایا کہ ام عمارہ اللہ تعالے نے بڑا تازہ بدلہ تجھکو عطا کیا "

کئی گھنٹے تک یہی حالت رہی۔ حضرت ام عمارہ کے زخمون کا کچھ شمار نہ تھا لیکن انکے جسم مین فولاد کے تارونکی رگین تھین۔ ذرا بھی تو ان زخمونکی پروا نہین کرتی تھین۔ اور برابر چستی اور چالاکی کے ساتھ

حضور کی حفاظت مین مشغول تھین۔ اسی درمیان مین کسی کافر نے ایک پتھر پھینک مارا جس سے سرور کائنات کا بھی نیچے کا لب زخمی ہو گیا۔ اور نیچے کے سامنے کے دو دانتون مین سے داہنا دانت شہید ہو گیا۔ پھر ایک مشہور کافر نے جس کا نام ابن قمئہ تھا اور جو بہت بہادر اور مشہور سوار تھا آپ پر تلوار کا وار کیا۔ جس سے خود کے دو حلقے رخسار مبارک مین دھنس گئے۔ حضرت ابی عبیدہ بن الجراح نے ان حلقونکو نکالا۔ رخسار مبارک سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ یہ دیکھکر حضرت ام عمارہ نے نشتر کی طرح اچھلکر ابن قمئہ پر حملہ کیا۔ اسنے انکے مونڈھے پر بھی ایک تلوار ماری جس سے بڑا گہرا زخم آیا۔ باوجود اس زخم لگنے کے بھی حضرت ام عمارہ نے پیاپے اسپر تلوار کے کئی وار کئے لیکن وہ دشمن خدا دو زرہین پہنے ہوے تھا۔ ابن قمئہ تو بھاگ گیا۔ لیکن حضرت ام عمارہ کے بڑا کاری زخم لگا تھا۔ خون مین لت پت ہو گئین۔ حضور نے اپنے سامنے کھڑے ہو کر انکے زخم پر پٹی بندھوائی۔ اور فرمایا کہ واللہ ام عمارہ کا آج کا کارنامہ فلان فلان زچند بہادر صحابہ کے نام لیکر) کے کارنامو سے بہت بڑھکر ہے۔ ام عمارہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرمائے کہ اللہ تعالے آپکے ہمراہ مجھکو جنت مین داخل کرے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ ام عمارہ نے کہا کہ اب اسکے بعد دنیا مین جو مصیبت چاہے میرے سر پر گزر جائے مجھے ذرا بھی پروا نہین۔

میدان جنگ سے جب مسلمانون کے قدم اُکھڑ گئے تھے انہین سے بعض بعض مدینہ کے قریب تک پہونچ گئے۔ ایک صحابیہ جنکا نام ام ایمن رض تھا مدینہ سے مشک لیکر احد کیطرف آرہی تھین کہ مسلمانون کو پانی پلائین۔ دیکھا کہ لوگ بھاگے آرہے ہین۔ کیفیت پوچھی۔ انہون نے واقعہ بیان کیا۔ حضرت ام ایمن نے زور سے چلاکر انکو ڈانٹا۔ اور مٹھی مین خاک بھر کر انکی طرف پھینکی۔ اور کہا کہ رسول اللہ کو چھوڑکر تم لوگ کس منھ سے یہان چلے آئے۔ مرد بنے ہوے لو۔ یہ ہماری چوڑیان پہنو۔ اور گھر کا چولھا چکی سنبھالو۔ اور اپنی تلوارین ہمکو دیدو ہم جاکر لڑین۔ انکے اس کہنے سے وہ غیرت مند مسلمان پلٹے۔ ادھر یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ ہین - اب انکی ٹوٹی ہوی ہمت پھر بندہی اور میدان مین جم گئے
ظہر کے وقت لڑائی ختم ہوگئی - حضرت ابوبکر - حضرت عمرؓ اور بڑے بڑے صحابہ کے ساتھ آپ
پہاڑ پر گئے وہان نماز پڑھائی اور پھر مدینہ کیطرف روانہ ہوے -

ایک دنیاوی بیوی کا حال سنئے - مدینہ مین جب آنحضرت کے شہید ہوجانیکی خبر اڑی - تو وہ
رنج وغم سے بیتاب ہوکر نکل کھڑی ہوئین - دونون آنکھون سے آنسو جاری تھے اور گرتی پڑتی
احد کی طرف چلی جارہی تھین - راستہ مین ایک شتر سوار ملا دوڑکر اس سے پوچھا کہ کیا خیر ہے ؟ -
اوسنے کہا کہ خیریت ہے لیکن تمھارا باپ - بیٹا اور شوہر تینون شہید ہوگئے - انھون نے کہا اور
رسول اللہ ؟ کہا کہ وہ ٹیلہ کے پاس دیکھو فوج کے ہمراہ تشریف لا رہے ہین - خوشی سے اچھل
پڑین اور کہا کہ جب رسول اللہ زندہ ہین تو ہمکو کسی کی کچھ پروا نہین ہے اللہ تعالی اپنے بندون
سے جسکو چاہے شہادت عطا کرے -

حضور کو ام عمارہ کا بڑا خیال تھا - آپنے ساتھ ہی عبداللہ بن کعب کو انکے دیکھنے کیلئے
بھیجا - معلوم ہوا اب حالت اچھی ہے - زخم مہلک نہین ہے - تب آپکو اطمینان ہوا - پورے
ایک سال تک علاج کرنیکے بعد یہ زخم اچھا ہوا -

بالاتفاق تمام مورخ لکھتے ہین کہ واقعہ حدیبیہ - خیبر اور حنین کی لڑائیون مین بھی ام عمارہ
آنحضرت صلعم کے ہمراہ شریک ہوئین لیکن مجھکو اب تک کسی کتاب سے ان لڑائیون مین انکے کارنامونکی
تفصیل معلوم نہین ہوسکی ہے - جنگ یمامہ کا حال جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ لکھتا ہون - اہل یمامہ
کا سردار مسیلمہ کذاب ایک نہایت زبردست اور بڑا جابر شخص تھا - پہلے تو مسلمان ہوا لیکن پھر
دنیا کی لالچ مین مرتد ہوگیا - آنحضرت کے انتقال کے بعد اُسنے بڑی سرکشی پر کمر باندھی -
اسکا قبیلہ بہت بڑا تھا لڑنے والے تقریباً چالیس ہزار آدمی تھے اس نے اپنی اس قوت
کے گھمنڈ مین آکر نبوت کا دعوی کردیا - اور سب سے اپنے آپ کو نبی کہلانا شروع کیا -
جو نہ کہتا اوسکو طرح طرح کی سزائین دیتا -

حضرت ام عمارہ کے بیٹے حبیب رض عمان سے مدینہ شریف کو آرہے تھے۔ مسیلمہ نے راستہ سے انکو پکڑوالیا اور کہا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہین؟ انہون نے کہا کہ ہان۔ اسنے کہا نہین۔ یہ گواہی دو کہ مسیلمہ رسول اللہ ہے۔ انہون نے کہا ہرگز نہین۔ تب اسنے انکا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ پھر یہی سوال کیا۔ انہون نے پھر وہی جواب دیا۔ دوسرا ہاتھ کاٹ دالا۔ الغرض پھر پاون کاٹے۔ رانین کاٹ ڈالین لیکن انہون نے اس کذاب کی نبوت کا اقرار نہ کیا پر نہ کیا۔ اور جان دیدی۔ حضرت ام عمارہ نے جب یہ واقع سنا تو کلیجہ تھام کے رہگئین۔ اور اپنے دل مین ٹھان لیا کہ اگر مسلمانون نے لشکرکشی کی تو اس مرتد ظالم کو مین انشا اللہ خود اپنی تلوار سے جہنم مین داخل کرونگی۔

حضرت ابوبکر رض خلیفہ نے جب مسیلمہ کذاب کے حالات سنے تو حضرت خالد بن ولید رض کو چار ہزار فوج کے ساتھ اسکے مقابلہ کیلئے روانہ کیا حضرت ام عمارہ حضرت ابوبکر رض کے پاس گئین۔ اور ان سے اجازت چاہی کہ اس لڑائی مین مجھے بھی جانے دیجئے۔ انہون نے فرمایا کہ ہم تمہاری بہادری اور جرات بہت اچھی طرح دیکھ چکے ہین اسلئے تم شوق سے جاؤ ہم تمکو روک نہین سکتے۔ مسیلمہ کذاب نے بڑا سخت مقابلہ کیا اور بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ قدم قدم پر لاشونکے ڈھیر لگ گئے بارہ سو مسلمان شہید ہوے اور آٹھ نو ہزار کافر مارے گئے۔ اسی کشمکش اور ہنگامہ مین حضرت ام عمارہ نے اپنی نگاہ کے سامنے مسیلمہ کو رکھ لیا۔ جنگی بہادرونکو اپنے سامنے سے ہٹاتی۔ برچھی کی نوک اور تلوار کی دھار سے اپنا راستہ نکالتی ہوئی غنیم کی بیچ فوج مین گھستی چلی جارہی تھین نیزہ اور تلوار کے گیارہ زخم انکے لگے اور جب مسیلمہ کے بالکل قریب پہونچ گئین تو کلائی پر سے ایک ہاتھ بھی کٹ گیا لیکن مطلق پروا نہ کی۔ اور آگے بڑھین کہ مسیلمہ پر وار کرین۔ اتنے مین کیا دیکھتی ہین کہ ایکدم سے اسپر دو تلوارین پڑین اور وہ کٹ کر گھوڑے سے گر پڑا۔ انہون نے دیکھا تو انکے بیٹے عبد اللہ رض کھڑے ہین۔ پوچھا کہ تو نے اسکو قتل کیا؟ انہون نے کہا کہ ایک تلوار میری پڑی ہے دوسری

وحشی رضکی اس وحشی وہ ہے جس نے اپنی کفر کی حالت مین جنگ احد مین حضرت امیر حمزہ کو شہید کیا تھا) اب معلوم نہین کس کے وار سے وہ مرا ہے ۔ یہ دیکھکر ام عمارہ اسیوقت سجدہ مین گر گئین اور اللہ تعالی کا شکریہ ادا کیا ۔

زخمونکی وجہہ سے اور خاصکر ہاتھہ کے کٹ جانے سے وہ کمزور ہو گئی تھین ۔ حضرت خالد رض جو فوج کے سردار تھے اور جنکی بہادری ضرب المثل ہے وہ ام عمارہ کی شجاعت اور بزرگی کی وجہ سے انکا بڑا ادب کرتے تھے ۔ انہون نے انکے زخمونکے علاج اور تیمارداری مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا ۔ جب حالت کچھ ٹھیک ہو گئی تو عبد اللہ رض انکو مدینہ مین لائے خود خلیفہ وقت حضرت ابوبکر رض انکو دیکھنے کیلئے انکے گھر آتے تھے ۔

حضرت عمر رض خلیفہ دوم کے زمانہ مین ایک مرتبہ مال غنیمت مین چند [illegible] ایک دوپٹہ منقش نہایت قیمتی تھا ۔ کسی نے حضرت عمر رض کو یہ رائے دی کہ آپ [illegible] بن عمر کی بی بی کو دین ۔ کسی نے کہا فلان کو دین غرض مختلف لوگون نے مختلف رائین [illegible] حضرت عمر رض نے فرمایا کہ تمام لوگون مین سب سے زیادہ حقدار اسکا ام عمارہ [illegible] ہون ۔ انھین کو دونگا ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مین [illegible] آپ فرماتے تھے کہ مین جدہر نظر ڈالتا تھا ام عمارہ ہی ام عمارہ [illegible] دیکھتا ہون تو ام عمارہ ۔ بائین دیکھتا ہون تو ام عمارہ ۔ چنانچہ آپ [illegible]

راقم کو اسوقت تک اس سے زیادہ حالات نہین معلوم ہو سکے [illegible]

اسلم ۔ جیراج پوری

ریویو

تحقیقات قمیصیہ

اس نام کا ایک رسالہ ہمارے پاس بغرض ریویو آیا ہی جسکے مولف کا نام سرورق پر ان الفاظ مین درج ہی:

"عالم امجد فاضل اوحد آیت من آیات اللہ الحاج مولانا شاہ قمیصی القادری حیدرآبادی سلمہ الہادی"

کچھہ عرصہ سے حیدرآباد مین مولویون کی ایک انجمن (جسکو معلوم نہین کس لحاظ سے مولف صاحب "دنیا مین سب سے پہلی مجلس" قرار دیتے ہین) مجلس العلما کے نام سے قائم ہوئی ہی جسکے متعدد فرائض مین اگرچہ "بعض آزاد خیال مصنفونکی غلط بیانیون کا انکشاف" اور "آزادی کے طوفان بے تمیزی" کی روک تھام بھی داخل ہی مگر اسکا خاص مقصد یہ ہے کہ

"یورپ کے سائنس اور فلسفۂ حکمت کی رنگ آمیزیون نے بعض علماء اسلام کو اسقدر دھوکے مین ڈال دیا ہے کہ وہ ان توہمات کی طلسم شکنی کی جگہ خود اصول اسلام مین انہین معتبر و مفید سمجھنے لگے ہین مجلس العلما اس غلط فہمی کے سربستہ اسرار کا افشا کریگی۔"

بلاشبہ یہ مقصد نہایت اہم نہایت نازک نہایت اعلیٰ ہی لیکن ہم مجلس العلما کے اراکین کی خدمت مین یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہین کہ

صیاد نۂ تو نخچیر مکن   چیزے کہ نخواندۂ تو تفسیر مکن

کے حکیمانہ اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

"تحقیقات قمیصیہ" اسی انجمن کا آرگن ہے اس رسالہ مین علامہ شبلی کے ایک مضمون زیر عنوان "ملل ونحل" مندرجہ الندوہ جلد ۲ نمبر ۶ کا جواب دیا گیا ہے اور ابن حزم اور علامہ موصوف کے خلاف حسب ذیل امور کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

(۱) انبیا علیہم السلام معصوم ہین (۲) نبوت نسوان باطل ہی۔ (۳) سحر حقیقی و واقعی ہے۔

یون تو سارا رسالہ مجتہدانہ معلومات و محققانہ قابلیت سے لبریز ہے لیکن جس امر نے نہ صرف مولانا

شبلی کو سکوت اختیار کرنے پر مجبور کیا ہوگا۔ بلکہ جس نے یورپ کے علمی طبقہ کو بھی محو حیرت کردیا ہوگا۔ وہ مولف صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ "**گویا جادو کا انکار فلسفہ کا انکار ہے**"
واقعی توہمات سائنس کے طلسم شکن کو اسی جرات۔ دلیری۔ اور وسعت معلومات کی ضرورت ہے!!
افسوس کہ لوگ اپنی ناواقفیت سے اسقدر بے بنیاد دعوی کر بیٹھتے ہیں اور پھر متمنی رہتے ہیں کہ ملک انکی جہالت کی داد دے۔

زیادہ افسوسناک یہ امر ہے کہ بعض مقامات پر الندوہ کی عبارت نقل کرنے۔ یا مولانا شبلی کے مفہوم کو ادا کرنے میں بد احتیاطی یا بد دیانتی سے کام لیا گیا ہے۔ ایک سے زاید موقع پر ایسے جوابات دئے گئے ہیں جنکو ابن حزم یا مولانا شبلی کے دعوی سے مطلق ربط نہیں طرز تحریر مجادلانہ ومخاصمانہ ہے۔ ضخامت ۶۰ صفحہ کتاب پر قیمت درج نہیں۔

"احوال واقعی"

الناظر کے مئی نمبر مین اور اس نمبر مین بھی رسالہ ربع مجیب کے اوراق کا شایع نہونا الناظر کے اعلیٰ ناظرین کیلئے باعث تشویش ہوگا جو اوسکے مطالب سے دلچسپی رکھتے ہین اور ہماری سلامت روی اور استواری کے معترف ہین۔ لیکن ہم اون کو اطمینان دلاتے ہین کہ یہ بے ترتیبی بالقصد نہ تھی اور عارضی تھی۔

مئی نمبر مین اسکے سوا اور بھی بہت سی فروگذاشتین تھین جسکا ہمین بہت افسوس ہے اصل یہ ہے کہ مئی کا بڑا حصہ ہماری ایسی ذاتی مصروفیتون کی نذر ہوگیا جن سے ہم کسی طرح اس دنیا مین رہکر بچ نہین سکتے۔ اس وجہ سے اور نیز بعض دیگر مخالف اسباب کے جمع ہوجانے اور اتفاقی امور کے پیش آجانے سے اوس ماہ کے پرچہ کا وقت پر شایع ہونا ہی دشوار معلوم ہوتا تھا۔ پس جنس اگرچہ کسی قدر کاسد تھی لیکن ہمنے اسی کو غنیمت جانا کہ جو حضرات مہینہ کی ابتدائی تاریخون مین الناظر کیلئے چشم براہ ہوتے ہین وہ ناامیدی کی زحمت سے محفوظ رہین اور جس حالت مین ممکن تھا رسالہ وقت پر شایع کردیا۔

اس نمبر مین ہمنے بہت کوشش کی کہ پچھلی فروگذاشتون کی تلافی ہوجاے اور یہ کہنا بیجا نہوگا کہ ہم ایک حد تک اس سعی مین کامیاب ہوے لیکن ربع مجیب کے بارہ مین اب بھی وہی دقتین پیش آگئین بہر حال ہمکو یقین واثق ہے کہ جولائی نمبر کی اشاعت سے پہلے اسکا پورا انتظام ہوجائیگا کہ آیندہ اس قسم کی بے ترتیبی نہونے پائے۔

اس نمبر کی اشاعت کے ساتھ الناظر کا پہلا سال ختم ہوتا ہے۔ اور ہم خوش ہین کہ یہ پہلا سال کامیابی اور ترقی سے دوش بدوش رہا۔ الناظر کی حالت مین فی الحال کوئی تغیر نہوگا لیکن ملک مین جو منزلت اوس نے حاصل کرلی ہے اوس پر اعتماد کرکے ہم امید کرتے ہین کہ پیش نظر تغیرات کا اعلان اسی سال کے اندر کیا جا سکے گا۔

رسالہ زمانہ کانپور

اردو کا بہترین باتصویر رسالہ ثابت ہوا ہے

اسکے مضامین کا چار دانگ ہند مین سکہ بیٹھا ہوا ہے۔ ہر قوم اور مذہب کے بہترین انشا پرداز اور شاعرون اور ملکی پیشواؤن کی قلمی عنایات اسکو حاصل ہین۔ اسکا حجم ۹۰ صفحات ماہوار ہوتا ہے۔ ہر مذاق کے اعلیٰ ترین مضامین اس مین شایع ہوتے ہین۔ اسکی لکھائی چھپائی انتہا درجہ کی نفیس اور دلپسند ہے۔ کاغذ بہترین قسم کا استعمال ہوتا ہی۔ ہر مرتبہ متعدد اعلیٰ درجہ کی دلکش اور دل پسند عکسی تصاویر شائع ہوتی ہین جنمین کم از کم ایک تین رنگون سے چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ آجکل مشہور اردو انشاپردازون اور ہندو مسلمان لیڈرون کی عکسی تصویرین کثرت سے شائع ہو رہی ہین۔

مئی ۱۹۱۰ء کا پرچہ شاہنشاہ عالم پناہ کی وفات حسرت آیات کی یادگار مین خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے اسکا حجم سو صفحات سے زائد ہے۔ اور تیرہ ۱۳ اعلیٰ درجے کی تصاویر مین جنمین نو ۹ تصاویر ملک معظم ایڈورڈ ہفتم جنت آرامگاہ کے متعلق ہین عہد شیرخواری سے لیکر آخر وقت تک کی تصویرین درج کی گئی ہین اور چار اعلیٰ درجے کی مضامین بھی شاہنشاہ آنجہانی کی لائف پر ہدیہ ناظرین ہوئے ہین۔

باقی تصاویر مین شمس العلما مولانا آزاد دہلوی مرحوم کے دست خط کا عکس خاص طور پر دلچسپ ہے اور بھی کل مضامین و تصاویر حد درجہ دلکش ہین۔

بہرحال اسکے خصوصیات کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آجتک کوئی رسالہ اس اہتمام سے ملک مین شایع نہین ہوا۔

جنوری فروری نمبر کے پرچے کوئی نہین بچے۔ خریداری مارچ سے شروع ہو سکتی ہے۔

اردو کے شائقین فوراً خریداری شروع فرمائین قیمت سالانہ ۸ روپیے نمونہ ۶ر ارزان ایڈیشن عہ

یہ رسالہ زمانہ کی ترقی کا سال قرار دیا گیا ہی۔ اس لئے ہر نیا نمبر گذشتہ پرچہ سے بڑھ چڑھ کر شائع ہوتا ہے۔

منیجر زمانہ۔ کانپور۔

فرمایش کے وقت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جاے

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۸۹۱۶۴۳۰۵

الناظر جلد ۲

الناظر

جلد ۲

کتب خانہ
جامعہ عثمانیہ